

نیک لوگوں کے تذکرے کے وقت خدا تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے

الحمد لله کہ دریں زمان معادۃ اقران کتاب مستطاب ہادی شیخ و شہاب

كنز القديم في آثار الكليم

۵ ۵ ۵ ۳ ۱ ۵

یعنی سوانح عمری حالات زندگی محبوب سبحانی قطب بانی غوث صمدانی مقبول بارگاہ رب العزم

حضرت خواجہ حاجی حافظ محمد عبدالکریم صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین راولپنڈی شریف

مرتبہ و مؤلف

خاکسار قاضی عالم الدین کترین غلام حضرت قبلہ عالم مرحوم و مغفور

بسمی ابد و محب الفقرا حاجی محمد علی و حاجی محمد زمان خان دربار عالیہ راولپنڈی شریف

ویری ناگ پلشہز

میرپور — آزاد کشمیر



# فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۸	مدیت خلق	ب	نذر
۱۱۶	مرزا قادیانی کے عانی پر ایک نظر	ج	دیباچہ
۱۲۶	اخلاق کریمانہ	۱	حضرت صاحب قندس تہذیب کی شخصیت پر اجمالی نظر
۱۳۱	کلمات طیبات	۱۶	باب اول ابتدائی حالات
۱۶۵	باب سوم معمولات	۱۶	شجرہ نسب
۱۶۵	طریق و فو	۱۹	ولادت با سعادت
۱۶۷	نماز و اوراد شبار و روزی	۱۹	زمانہ طفولیت
۱۶۳	جمعہ کی نماز	۲۰	تعلیم و تربیت
۱۶۶	دروذ شریف	۲۲	سیت
۱۶۸	جمرات و اقوار کا حلقہ ذکر	۲۵	خلافت
۲۰۵	ذکر نفی و اثبات	۲۶	حبیب شوق الہی
۲۲۵	تلاوت قرآن مجید	۳۰	طبیعت میں جلالت و استغنا
۲۲۶	ختم خواجگان	۳۲	سفر حج
۲۲۹	شجرہ شریف	۳۸	باب دوم فیوض و برکات
۲۵۰	عروس شریف	۳۸	کشف و کرامات
۲۵۳	باب چہارم انتقال	۶۰	روحانی و باطنی آئینہ اور آپ کی دعاؤں کی قہر لبت
۲۶۶	حلیہ شریف	۸۰	کنوئیں میں پانی کا مکن
۲۹۰	تصانیف	۸۵	قلیل عصام میں برکت
۲۹۲	عبد گاہ	۹۰	گم شدہ کامل جان
۳۰۰	باب پنجم اولاد	۹۲	اولیاء کرام کی روحانیت سے استفادہ
۳۱۰	باب ششم خلفائے عظام	۹۲	مرتب نالیہ
۳۲۵	باب ہفتم متفرقات	۱۰۲	جنوں کا حضور سے فیضیاب ہونا اور آسیب زدوں کا شفا پانا



# نذر

ہر مصنف یا مولف اپنی تصنیف و تالیف کو کسی بزرگ  
 ہستی کی خدمت میں قدردانی اور قبولیت کے لئے پیش  
 کیا کرتا ہے۔ چونکہ اہل اللہ اور ان کے کلام کی قدر  
 اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس لئے خاکسار اس ناپذیرنا  
 کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر کے التجا کرتا ہے۔ کہ  
 اللہ تعالیٰ اسکو تمام احباب کے لئے مغفرت و بخشش کا وسیلہ  
 بنائے ع

گر قبول افتد زہے غر و شرف

بندہ مسکین خاکسار عالم الدین غمی عنہ



# دیس ساجہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم واولیائہ واتباعہ اجمعین

ابا بعد یہ کتاب فیض انساب جو بہ یہ ناظرین کی جاتی ہے۔ حضرت محبوب سبحانی قطب برائی  
غوث سمدانی قدوة، سالکین زبدۃ الواسعین مادی بن شیخنا شیخ اعلیٰ حاجی حرمین شریفین  
(زاد ہوا اللہ تعالیٰ شرفاً و عزاً) صاحب فضل عظیم حضرت حافظ محمد عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
زباں پر یار خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نلتی نے بوت بری زباں کیلئے

کی زندگی کے حالات اور شمار روزی عبادات و معمولات کا مجموعہ ہے۔ جس کے بغیر  
غرض یہ ہے کہ حلقہ بگوشان سلسلہ علیہ نقشبندیہ مجددیہ کریمیہ و حقیقیہ و قادریہ و سہروردیہ بانٹھوں  
اور دیگر اہل اسلام بالعموم اپنی اپنی استعداد و خداداد کے موافق ان پر عمل کر کے اس مقصد و مطلب  
تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ جس کے لئے حضرت انسان ضعیف البیان پیدا کیا گیا ہے۔  
اور غیر مسلم گروہ میں سے بھی اگر کئی شخص کی قسمت میں ہدایت ہو۔ تو وہ بھی تائید الہی سے ایک  
خدا رسیدہ بزرگ بندے کے حالات کا مطالعہ کر کے اسلام کی خوبیوں سے آگاہ ہو کر راہ راست  
درمطالعہ تعقیب پر آجائے اور خائسار کو بھی ثواب اور سعادت دارین حاصل ہو۔ ورنہ شرم  
بمقبول کے راہ سترس نیست قبول قبلوں در دست نرس نیست

نیز زندگوں نے لکھا ہے کہ مریدوں کے لئے ان کے پیروں کا ذکر اور تذکرہ حالات ان کے  
ایمان کو تازہ کرتا اور ان کی جان کو صلاوت بخشتا ہے اور ہر حرف کے بدلے جہان کے



حالات میں لکھا جاتا ہے۔ بہت سی خبادت کا ثواب ملتا ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے شعر

بر مرید صادق و صاحب تمیز      مست ذکر سیرت پیراں عزیز  
ذکر پیراں تازہ ایمانش کند      قصہ آن جلوہ بر جاننش کند

تہجہ شعر جو ہے خادم صادق و صاحب تمیز      ذکر پیراں اپنے کا ہے اس کو عزیز  
ذکر پیراں دے بر صفا ایمان کو      ان کا قصہ جلوہ بخشے جان کو

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو مرید تین دن تک اہل اللہ کے حالات مطالعہ نہ کرے اس کا دل سیاہ اور قلب مردہ ہو جاتا ہے۔ لوگ ظاہر و باطن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابہ و سلم کے اخلاق سے متعلق اور عملی نمونہ ہوتے ہیں۔ یہی لوگ مہربان اور سچے جانشین اور حقیقی اور اصلی توحید کے مالک ہوتے ہیں۔ العلماء و رثۃ الانبیاء انہی لوگوں کی شان میں ہے۔ ان کا کلام معجز نظام خفہ دلوں کو غفلت کی نیند سے بیدار کرتا ہے اور مردہ قلوب کو دائمی حیات بخشتا ہے۔ مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر۔

بے عنایات حق و خاصان حق      گر ملک باشد سیاہ مستش ورنہ

احکام شرعی کی پابندی سے غرض و نہایت امراض باطنی کا ازالہ ہے۔ اور وہ اہل اللہ کی نسبت اللہ ان کے اقوال و اعمال پر اعتقادی و عملی طور پر پابندی سے عامل ہوتا ہے جب تک امراض باطنی سے نفس کا تزکیہ اور قلب کا تصفیہ نہ ہو جائے۔ اصلی توحید اور حقیقی روحانی ترقی حاصل نہیں ہو سکتی۔ موجودہ زمانہ کے مسلمان طالب علم جو مدارس دینی میں تعلیم پاتے ہیں۔ ان کی عمر کا بہترین اور قیمتی حصہ علوم رحیمیہ کے مطالعہ میں گزر جاتا ہے اور وہ علوم جن سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہوتا ہے ان سے بے نصیب رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے عالم اپنی ساری ہمت اور طاقت کو زیادہ تر مناظرہ اور مجادلہ میں صرف کرتے ہیں جس سے سوائے فتنہ اور فساد کے کوئی مفید اور مستند نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور تہذیب نفس اور ریاضت و مجاہدہ کی طرف ہر شاہدہ انوار تجلیات اور معرفت ذات و صفات الہی کی شاہدہ اور اہل اسول ہے۔ بالکل توبہ نہیں کرتے۔ دوسری طرف وہ طلباء جو سکولوں اور کالجوں میں مزید تعلیم پاتے ہیں۔ وہ ابتداء سے انتہا تک امور شرعی اور مذہبیات اسلام اور ان کی



پابندی سے ناواقف اور جاہل بھر غافل رہتے ہیں۔ جو علوم ان کو پڑھائے جاتے ہیں وہ صرف تن پروری۔ دنیا پرستی۔ جاہ طلبی وغیرہ سکھاتے ہیں۔ اور خواہشات نفسانی اور ہوا میں شیطانی کو زیادہ زیادہ اجارتے اور مدد دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک احکام شرعی کی پابندی اور عبادات لایحی اور لامصل کام ہوتے ہیں۔ اور مذہب کاٹنے کی طرح ان کی آنکھوں میں خشکیتا ہے جس کی تقلید اور اتباع سے باہر نکلنا ان کا فرض اولین ہوتا ہے۔ اسی لہذا نہ ترقی کو اصلی اور حقیقی ترقی سمجھتے ہیں۔ آخرت اور عاقبت کا خیال ان کو خواب میں بھی نہیں آتا۔ ان کی تمام عمر دنیاوی معوج و منحنی اور نفسانی خطوط و لذات کی طلب میں بسر ہو جاتی ہے اور آخر کار دل میں سینکڑوں حسرتیں پئے ہوئے اس دنیا سے نامراد رخصت ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے گئے گزرے وقت میں اگر کوئی صاحب سعادت یہ چاہے کہ توحید حقیقی حاصل ہو۔ اور علوم رسمہ اور علوم حقیقیہ میں تیز ہو۔ تو اسے چاہئے کہ اہل اللہ کی مجلس اور صحبت تلاش کرے اور فیض و برکات حاصل کرے۔ دین ان کے اقوال و اعمال ہی کا مطالعہ کرے اپنے ظاہر و باطن کو ان کے مطابق درست کر لے بشر۔

گر وصال یار نبوہ باخیالش ہم خوشم در بیابان محبت فارہم در پا خوش است  
کہونکہ یہ لوگ ان علوم و اسرار کے مالک ہوتے ہیں جن سے علمائے رسمہ باطل ناواقف اور  
کوسوں دور ہوتے ہیں۔ اور ان کے کلام میں وہ کچھ اثر ہوتا ہے جو بیان سے باہر ہے۔ شعر  
داویم ترا ز گنج مقصود نشان ما گزرسیدیم تو شاید برسی  
دنیا میں رہ کر اس کے تعلقات کو دل سے ترک کرنا اور علاقے کا توڑ دینا اور روح کا  
عالم سفلی سے عالم بالا کی طرف پرواز کرنا یہ وہ حقیقی اور اصلی ترقی ہے جس کی خاطر انسان کو اس دنیا میں  
بیدار کیا گیا اور جس کے آگے موجودہ ترقی سائنس و فہمہ حقیقت اور ہیج ہے اگر زمانہ ہمہ کے  
تمام سائنس دان جمع ہو کر یہ پوچھیں کہ کسی شتمی لقب کو راہ راست پر لائیں اور اس کے  
انحلال و زوال کو اوصاف حمیدہ سے تبدیل کریں۔ تو ہرگز نہ کر سکیں گے۔ لیکن مردانِ راہ خدا  
کی ایک ہی نظر اور توجہ اور اشارہ ہی اس تبدیلی کے لئے کافی ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ اکثر لوگوں  
کے مجرب نسخے کارگر نہیں ہوتے وہاں صرف گدایان کوئے دوست کی توجہ و کلام سچائی کا



کام کر جاتے ہیں۔ غرض اگر ترقی سے مراد خدا کی معرفت اور حقیقت تک پہنچنا ہے تو وہ ذوق شوق کے ساتھ اطاعت اسلام اور اہل اللہ کے قول و اعمال کے مطالعہ اور ان کے مطابق کار بند ہونے میں ہے۔ اگر دنیاوی جاہ و جلال اور حرص و ہوا کے بھنور میں پھنس کر دنیا سے نامراد اور خسر الدنیا والآخرۃ ہو کر جانے کا نام ترقی ہے تو وہ مغربی تہذیب اور اس کے طریق عمل میں ہے۔ لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے نظر بصیرت بخشی ہے وہ دیکھ بھال کر پاؤں رکھتے ہیں۔ یہ مضمون بجائے خود ایک مستقل تحریر کا محتاج ہے اس کو چھوڑ کر خاکسار اپنے ان کرمفرما اور محسن و مرہبان دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے اس تالیف کے فراہم کرنے میں خاکسار کو مدد دی۔ بابو محمد اسماعیل صاحب کلرک ملٹری گراس فارم اور مولوی فضل احمد صاحب اور دیگر احباب جنہوں نے اپنے چشم دید حالات و واقعات کا بہت سا مجموعہ عطا فرمایا۔ خاص شکر یہ کہ مستحق ہیں ان سے بڑھ کر حاجی محمد علی صاحب و حاجی محمد زمان صاحب نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور خاکسار کی گردن پر ہن کے احسان کا اس قدر بار گراں ہے کہ خاکسار اس سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ ان ہر دو بزرگواروں نے اپنے کاروبار کو چھوڑ کر نہایت عرق ریزی اور شب و روزی محنت سے دوسروں کے بھیجے ہوئے حالات اور مضامین کو صاف اور درست کر کے ترتیب دیا۔ حقیقت میں تمام کتاب کی تالیف و ترتیب کا سہرا انہی دو بزرگوں کے سر پر ہے۔ خاکسار تو صرف اس کا ناقل ہی ہے۔ اگر یہ دوست خاکسار کو مدد نہ دیتے تو خاکسار تنہا کچھ نہ کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ زیادہ ان کو فیوض و برکات و ظاہری باطنی ترقیات عطا فرماوے۔ خاکسار حاجی مولوی محمد شریف صاحب کو ملی نوٹس کا احسان بھی فراموش نہیں کر سکتا۔ جنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے مسودہ پر نظر ثانی فرمائی اور صاف و درست فرمایا۔ اللہ تعالیٰ شیخ حسن الدین صاحب کو فضل کے اور اپنے ظاہری باطنی عطیات سے مالا مال کرے جنہوں نے اس کتاب کی کتابت و طباعت کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اور نہایت احسن و جود سے بڑے شوق و محبت کے ساتھ اس کام کو انجام تک پہنچایا۔ خاکسار اپنے محسن اور مرہبان اپنے قبلہ گاہ مرحوم و مغفور کے



جانشین حاجی حرمین شریفین زبدۃ الاولیاء نسلانۃ الاصفیاء صاحبزادہ عالی مقام حضرت  
مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ المنان کا نہایت ہی ممنون و مرہون  
احسان ہے جنہوں نے نہایت مہربانی اور کمال شفقت سے اس کار خیر کو خاکسار  
کے سپرد فرما کر خاکسار کی عزت افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے والد ماجد  
مرحوم و مغفور کے نقش قدم پر ثابت قدم رکھے۔ اور دن و گنی اور رات چو گنی  
ظاہری باطنی ترقی فرمائے۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل سب احباب کا خاتمہ بالخیر  
کے۔ اور ان کے طفیل اس خاکسار و سیاء کو بھی جس نے اپنی تمام عمر لاطال اور بیودہ کاموں  
میں صرف کر دی ہے اپنے فضل و کرم سے بخشے۔ ۵

شیدم کرد روز امید ویم بدال را بہ نیکاں بہ جشد کویم

ایں دعا از من داز جملہ جہاں آمین آباد

خاکسار بندہ مسکین قاضی عالم الدین



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محبوبِ بجائی قطبِ بانی غوثِ صمدانی فخرِ خاندانِ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ  
مقبول بارگاہِ ربّ الرحیم حضرت حاجی حافظ محمد عبد الرحیم صاحبِ قدس

کی شخصیت پر ایک اجمالی نظر

مؤلف مسکین

پیر ماسر تاج جملہ اولیا است	نما ہر و باطن پر از نور خدا است
گام برگام بنی مصطفیٰ است	منبع صدق و صفا و ہم سخا است
دل پیر از رعب و جلال ذوالجلال	چشم پر نور از قبسِ لایزال
میر در عشق احمد فانی است	فیض او فیض عبادِ ثانی است
ظاہر لباب را چوں توجہ سے دید	پر تو طور از دل و جاں سرزد
دافعِ شرکِ خفی ہست و جلی	در میانِ مجلسِ نماید شفی
صحبتش چوں پارسِ آن دارد اثر	قلبِ مژدہ را کند تابندہ زر
فیض پیرم در جہاں چوں آفتاب	ہر دم و ہر لحظہ ریشہ بے حجاب
سینہ اش گنجینہ علم لدن	جسمہ گفتارش بہ از درِ عین
در شغلِ حق گذارد روز و شب	جز بکلمہ ذکر بکشاید نہ لب
از دم او ہوشِ مے آید بدم	واز لگا ہوش از نظر بر ترقدم
خلوتش در انجمن آراستہ	در وطن دارد سفر پیراستہ
یاد کردش را نہ باشد باز گشت	از دق و فرفعل قلب چوں دل برگشت
بر دای ساک نظر چوں افمنند	خرقہ نور و حدتش یکسر کنند



گاہ سوزِ عشق جوشش آورد    نازِ معشوقی گہ جاں پرورد  
 گاہ محب و گاہ محبوب است از    گاہ طالب گاہِ مطلوب است و  
 از دل پرورد چوں آست زند    ولولہ در قدسیاں سے انگند  
 صورت و سیرت بدارِ چوں نبی    ہر کہ بیتِ گویدش ہذا ولی  
 الغرض چوں پیرِ من اندر جہاں    کس نکر وہ ستر وحدت را عیاں  
 اسم دارد با مستی اے ہیم  
 ہست محبوب خدا غیبِ الکریم

آپ خواجہ خواجگاں خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت باواجی صاحب قدس  
 سرہ سجادہ نشین چورہ شریف کے اجل و عظیم اور اول خلیفہ از جند و جانشین حق پسند تھے۔ اگرچہ  
 جناب باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و الفت تمام دوستوں کے ساتھ اس قدر تھی کہ ہر  
 ایک یار یہی کہتا تھا کہ جناب باواجی صاحب کو جو محبت و الفت میرے ساتھ ہے وہ کسی اور  
 کے ساتھ نہیں۔ لیکن جو خاص رابطہ قلبی اور محبت و الفت جناب باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 کو جناب حضرت حافظ جی صاحب کے ساتھ تھی وہ کسی اور دوست کے ساتھ نہ تھی۔ اور جو  
 حسن عقیدت اور اخلاص جناب حافظ صاحب کو جناب باواجی صاحب کے ساتھ تھا وہ بھی  
 کسی اور یار میں پایا نہ جاتا تھا۔ گویا پیر و مرید ایک دوسرے پر شیدا اور فریفتہ اور عاشق تھے  
 اور اس شعر کے مصداق تھے۔

من تن شدم تو جاں شدی من جاں شدم تو تن شدی

تائس نگوید بعد ازین من دیگر م تو دیگر ی

حضرت باواجی صاحب اکثر اپنے یاروں کے جمع میں جناب حافظ صاحب کے حق میں  
 یہ کلمات فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے بیٹے ہیں جس نے ان کے ساتھ بغض و کینہ یا حسد و عداوت  
 رکھی اس نے گویا میرے ساتھ بغض و کینہ حسد و عداوت رکھی۔ اور جس نے ان کے ساتھ پر  
 بیعت کی اس نے میرے ہی ہاتھ پر بیعت کی جس نے ان کو دوست رکھا۔ اس نے گویا مجھے  
 دوست رکھا۔ اور جس نے ان کو دشمن جانا اس نے مجھے دشمن جانا۔



حضرت باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یوم وصال سے پہلے مرض الموت میں اپنے صاحبزادہ مست دار المعروف لالہ میاں صاحب کو خاص طور پر بھکر جناب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو طلب فرمایا اور آخری دیدار فیض آثار اور طاقات بابرکات اور مقالات اور تصانیف اور نصائح سے سرفراز فرمایا۔ اور کچھ تبرکات بھی مرحمت فرمائے۔ بلکہ بعض حضرات صاحبزادگان صاحبان کو بھی جو اس وقت موجود تھے جناب حافظ صاحب کے متعلق وصیتیں فرمائیں۔ مگر انسوس کہ صاحبزادگان صاحبان نے جناب باواجی صاحب کے وصال کے بعد ان وصیتوں کے موافق عمل نہ کیا۔ جناب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جناب باواجی صاحب کی خدمت میں انتقال سے پہلے عرض کیا کہ اگر حضور فرمائیں تو سید جماعت علی شاہ صاحب اور مولوی غلام محمد صاحب بگوی کو بھی بلا لیا جاوے۔ تو باواجی صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب آپ کے دیکھنے کو دل بہت چاہتا تھا۔ آپ آگئے تو سب آگئے۔

اسی طرح جناب خواجہ دین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرات ملا صاحب نے بھی ایک دفعہ جبکہ ان کے ہاں عرس شریف کے موقع پر حضرت حافظ صاحب نے ایک مختصر مگر مؤثر اور بوقت آمیز وعظ فرمایا۔ تو حافظ صاحب کی نسبت فرمایا کہ میرے بھائی خواجہ فقیر محمد صاحب کے دوستوں میں سے یہ سچا شخص ہے اور ولی و خاص دوست ہے۔ جو کوئی حضرت خواجہ فقیر محمد کی اولاد میں سے یا میری اولاد میں سے ان کے ساتھ حسد یا عداوت رکھے گا وہ جھوٹا ہے۔ جناب باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات و لائیت سے مستحق ہونے اور جناب حافظ صاحب کے کمال استعداد باطنی سے متصف ہونے کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے۔ کہ حضرت حافظ صاحب نے صرف قرآن مجید اور چند ایک معمولی فقہ حدیث تفسیر کی کتابوں کے سوا زیادہ ظاہری علوم حاصل نہیں کئے تھے۔ مگر اس حدیث کے موافق کہ جس کا علم ظاہری کم ہو۔ مگر عمل زیادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے ضروری علوم سے کفایت کر دیتا ہے۔ ایسے ایسے علوم و معارف اور اسرار و دقائق کا انکشاف فرماتے تھے۔ کہ بڑے بڑے عالم بھی حیران رہ جاتے تھے۔ اور جناب باواجی صاحب کے نظر کیمیا اثر میں منظور اور ان کے دل نہیں مغز میں مقبول ہونے کا ہی اثر تھا۔ کہ آپ کا معمولی کلام بھی کشش اور جذب سے بھرا ہوتا تھا۔



جس کے سُننے سے سامعین پر وجد کی حالت طاری ہوتی تھی۔ ایک دفعہ آپ نے بمقام چٹیشخاں  
 نسلع سیالکوٹ انجمن اسلامیہ کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر یکشیت صدر ذکر کے متعلق مختصر وعظ  
 فرمایا۔ آپ کے سیدھے سادے الفاظ نے اہل مجلس کے دلوں کو ہلادیا۔ سب پر اس قسم کی رقت  
 طاری ہوئی کہ ان کو اپنے سر و پا کی ہوش نہ رہی۔ اور تمام مجلس اس شعر کا مصداق بن گئی۔ شعر :-  
 ازاں افیوں کہ ساقی درے انگند حریفان را نہ مہرماند نہ دستار  
 اسی طرح اور بھی کئی جگہ جب ہمیں وعظ کا اتفاق ہوا تو آپ کے سادہ وعظ نے سامعین  
 کے دلوں پر جادو کا اثر کیا اور ان کے دلوں کا نقشہ بدل دیا۔ وعظ کے متعلق آپ کی توجہ موجب  
 کا یہ بھی اثر تھا کہ اگر آپ نے کسی کم علم دوست کو وعظ کے لئے فرمایا تو اس کے وہ سادہ اور  
 ٹوٹے پھوٹے الفاظ سُننے والوں کے دلوں میں جذب و کشش پیدا کر دیتے تھے۔ آپ کے  
 حلقہ گوش غلاموں میں سے کئی ایک کم علم دوست اچھے خاصے واعظ بن گئے ہوئے ہیں۔  
 جب وہ وعظ کرتے ہیں تو بڑے بڑے ذی علم ان کا منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔ اور حیران ہو کر  
 کہتے ہیں کہ معلوم نہیں یہ الفاظ کہاں سے نکل رہے ہیں۔

حضرت ابو جہل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ظاہری اور باطنی نسبت اور فیض کے علاوہ  
 آپ کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ساتھ ایسی اور روحانی نسبت بھی غالب تھی اور  
 حضرت مجدد الف ثانی کی روحانیت سے آپ کے باطن پر متواتر فیوض و برکات و واردات  
 فائض و وارد ہوتے رہتے تھے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی کے محبت اور کمالات میں اس قدر  
 مستغرق تھے کہ سراسر کمالات مجددیہ اور اخلاق محمدیہ کے مظہر اتم بن گئے ہوئے تھے۔  
 اور حضرت مجدد الف ثانی کے اتباع کے باعث جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 محبت اور عشق میں ایسے دلدادہ اور فریفتہ تھے کہ کشفی نظریں میں ایک ہی وجود دکھائی دیتے  
 تھے۔ فرق صرف تابع اور متبوع کا تھا۔ اسی محبت کا اثر تھا کہ جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ و  
 آلہ وسلم بحالت خواب و مراقبہ اکثر دفعہ آپ اپنے دیدار فیض آثار اور کمال شفقت اور مہربانی  
 سے سرفراز و ممتاز فرماتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک واقعہ میں جب کہ بہت سے اصحاب  
 کرام اور اولیاء عظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ تو کسی نے



حافظ صاحب کے متعلق دریافت کیا۔ کہ حضور عالی رتبہ کون شخص میں جن کی نسبت حضور اس قدر مہربانی و شفقت فرما رہے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہی میں میرے دیوانے حافظ راہِ لہندی کے رہنے والے۔

حسن سیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن صورت بھی عطا فرمایا تھا۔ ایک دفعہ جس نے دیکھ لیا فریفتہ ہو گیا۔ اور دوستوں کے متعلق تو کچھ پوچھو ہی نہیں چہرہ مبارک پر نظر پڑتے ہی محبت و عشق الہی کی آگ کا شعلہ دل میں ایسا بھڑک اٹھتا تھا۔ کہ ماسوی اللہ لہ جل کر خاک کر دیتا تھا۔ آپ کا وجود مبارک صفات جلال و جمال کا جامع اور ظہر تھا۔ چہرہ رعب جلال سے پُر اور آنکھیں نور جمال سے تاباں تھیں جب کسی طالب پر نظر پڑتی تھی۔ اس کا حال متغیر ہو جاتا تھا۔ اور بخودی اور جذب و محویت کے آثار ظاہر ہو جاتے تھے۔ آپ کا خلق عظیم اور محبت یاروں کے ساتھ اس قدر تھی کہ ہر یار یہی سمجھتا تھا کہ جو محبت میرے ساتھ ہے وہ کسی دوسرے کے ساتھ نہیں ہے۔

حضرت با واجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ علیہ میں اگرچہ کئی عالم۔ حافظ۔ قاری خوش الحان حاضر رہتے تھے۔ اور بعض کے دل میں یہ خواہش بھی پیدا ہوتی تھی۔ کہ امام ہو کر جماعت کریں۔ مگر آپ کی موجودگی میں جب کبھی جماعت کا موقع آتا تھا۔ تہ جناب با واجی صاحب یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کہ حافظ صاحب نماز پڑھا دو یا جماعت کرادو جناب با واجی صاحب کے وصال تک یہی حال رہا۔ کہ آپ کی موجودگی میں کسی اور کو جماعت کے وقت امامت کے لئے ارشاد نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی کسی کو جرات ہوتی تھی۔ کہ پیش امام ہو کر جماعت لرائے۔ اسی طرح کھانا تناول فرمانے کے وقت بھی جب تک جناب با واجی صاحب آپ کو اپنے ساتھ نہ بٹھالیتے تھے۔ کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔ اکثر ایسا بھی اتفاق ہو جاتا تھا کہ کھانا تیار ہے۔ میزبان بلانے کے لئے حاضر ہے۔ مگر جناب با واجی صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ حافظ صاحب کو آئیے دو۔ پھر کھائیں گے۔ لہذا اسی انتظار میں گذر جاتا تھا۔ جب آپ حاضر ہو جاتے تھے۔ تو پھر ساتھ ملکر کھانا تناول فرماتے تھے۔

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمسفر بندوبوں میں سے جو میں میں سائیں جیون شاہ



صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور گجرات میں سائیں کرم الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجذوب تھے۔ ان دو نو بزرگواروں کا حضرت صاحب کی نسبت بہت اچھا اعتقاد تھا اکثر دوستوں کو جو ان کی خدمت میں حاضر ہوتے حضرت صاحب کی خدمت مبارک میں بھیج دیتے چنانچہ کئی دوست ان ہر دو صاحبان کی رہنمائی سے حضرت صاحب کے غلاموں میں داخل ہوئے۔ مقام شہر قہر ضلع شیخوپورہ میں مولوی شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی خاندان کے چشم و چراغ اور نہایت برگزیدہ بزرگ تھے۔ ان کا بھی حضرت صاحب کی نسبت اس قدر اعتقاد تھا کہ اکثر دوستوں کے آگے بیان فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صاحب کا وجود مبارک اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک علی نعمت ہے۔ مولوی صاحب بھی ان دوستوں کو جو راولپنڈی میں ملازم تھے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی صاحب مرحوم نے اپنے ایک دوست مسیحی شیر محمد کو جو راولپنڈی کسی محکمہ میں ملازم تھا فرمایا تھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوتے رہا کرو۔ گویا اس نے کسی وجہ سے سستی کی جب کسی موقع پر مولوی صاحب کی خدمت عالیہ میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ تو مولانا صاحب نے فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ اگر حاضر ہوتے رہتے تو تم پر کوئی رنگ چڑھا ہوتا۔ جاؤ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس کے بعد وہ دوست جب تک راولپنڈی میں رہا حضرت صاحب کے فیوض و برکات سے متمتع اور بہر مند ہوتا رہا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب ساکن گولڑہ ضلع راولپنڈی جو چشتی خاندان کے نہایت اعلیٰ اور مقبول بزرگوار ہیں۔ ان کا بھی حضرت صاحب کے حق میں نہایت خلوص اور حسن عقیدت تھا۔ جب کبھی راولپنڈی میں تشریف لاتے۔ تو حضرت صاحب کی ملاقات کیلئے ضرور تشریف لاتے اور اپنے دوستوں کو بھی خدمت ہونے کی تاکید فرماتے مولانا مولوی احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن میرا شریف ضلع اٹک چشتی خاندان کے نہایت برگزیدہ اور خدا رسیدہ مرد تھے۔ بڑے اخلاص اور نجات کے ساتھ حضرت صاحب کی خدمت میں عید گاہ حاضر ہو کر بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ بیٹھے رہا کرتے تھے۔ اور حد سے بڑھ کر حقدار تھے۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوران سفر میں سائیں قہر کل شاہ صاحب



رحمۃ اللہ علیہ ابوالوی کی ملاقات کا ارادہ کیا۔ سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی نقشبندی  
 مجددی خاندان کے ایک نہایت اعلیٰ اور برگزیدہ صاحبِ حال و استغراق بزرگ تھے۔ سائیں صاحب  
 کے ایک معتقد سنی اللہ دیا جو اس وقت مجلس میں حاضر تھا۔ بیان کیا کہ سائیں صاحب نے اہل  
 مجلس کو ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ با کمال آرہے ہیں (حالانکہ ابھی حضرت صاحب آپ کے  
 پاس پہنچے بھی نہ تھے) جب وہ تشریف لادیں سب ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں دوستوں  
 نے عرض کیا کہ حضرت جی وہ کون ایسے بزرگ ہیں جن کی تعظیم کے لئے اس قدر تاکید فرما رہے ہیں۔  
 فرمایا کہ چورہ شریف کے ایک کامل ولی کا ایک خلیفہ کامل آرہا ہے۔ جب حضرت صاحب ان کی  
 خدمت میں پہنچے۔ سلام تعظیم کے بعد سائیں صاحب نے فرمایا۔ (بٹہ بنے کیا نور وادریا ٹھاٹھاں  
 مار رہا ہے) یعنی نور کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ سبحان اللہ۔ ولی راوی نے شناسد۔

حضرت مولوی فقیر اللہ صاحب بکوٹ والے جو سلسلہ قادریہ کے مشہور و معروف صاحب  
 کشف و کرامات بزرگ ہو گزرے ہیں۔ جب کبھی راولپنڈی شریف تشریف لاتے تو سب سے اول  
 نہایت ادب و تعظیم اور بڑی عقیدت و ارادت کے ساتھ جنابِ بلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے۔ اسی طرح حافظ صاحب سموگر بھی ضلع اٹک والے جو حضرت  
 خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص منظرِ نظر خاندان میں سے تھے جنابِ قبوہ عالم  
 حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کے دوست تھے۔ جب کبھی بھی اس طرف تشریف لاتے  
 تو ہمیشہ آپ ہی کچاں قیام فرماتے اور آپ کے فیضانِ رحمت سے محفوظ و متلذذ ہوتے اور آپ کی  
 انتہائی تعظیم و تکریم فرماتے۔ اکثر یہ بھی کہتے تھے کہ باوجود صحبت خلق کے خلوت مع اللہ کی نعمت جس  
 قدر جنابِ قبوہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل دیتا ہے فی زمانہ اس قدر اور کسی بزرگ  
 میں نظر نہیں آتی۔

(حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی ساتھ رابطہ اتحاد و موت قلبی!)  
 جنابِ بلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ طفولیت کا ذکر ہے کہ مسماۃ حیات بی بی جو  
 کہ ایک نہایت عابدہ و زاہدہ صالحہ اور شب بیدار بی بی تھیں اور محمد شاہ چراغ صاحب میں رہتی  
 تھیں۔ ان کے عالم رویا کا واقعہ ہے کہ جنابِ غوث اعظم پیران پیر دستگیر غایب شاہ شیخ محی الدین



عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ دیگر بہت سے اولیائے کرام کی معیت میں تشریف لائے  
 ہیں اور سب کے ہاتھوں میں سبز رنگ کے جھنڈے ہیں۔ شاہ چراغ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے  
 مزار پر انوار کے پاس آکر قیام فرمایا اور مجلس منعقد کی گئی۔ مسماۃ مذکورہ نے پوچھا کہ آج کیسے  
 تشریف آوری ہوئی ہے۔ تو ارشاد فرمایا کہ آج حافظ محمد علیکم صاحب کو اپنا خلیفہ مقرر کرنے آیا ہوں۔  
 اور بعد اس کے حسب دستور سب میں اس تقرر کا اعلان اور خوشی کا اظہار ضرور ملے گا۔ لہذا یہ مجلس اس  
 جگہ قائم کی گئی۔ اسکے بعد ایک سبز جھنڈا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان شریف  
 پر ثبت و قائم کیے سب حضرات تشریف لے گئے۔

میرٹھ کے ایک مشہور و معروف مجذوب فقیر جو اس وقت بھی زندہ و موجود ہیں۔ اصلی نام  
 توان کا معلوم نہیں گھوڑے شاہ صاحب کے نام سے بہت مشہور ہیں ۱۹۲۶ء میں براہ راست  
 میرٹھ سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان شریف پر پہنچے اس وقت جناب  
 قبلہ عالم حضرت صاحب ڈیوڑھی میں رونق افروز تھے۔ راولپنڈی شریف کے رئیس اعظم و ذیلدار  
 چوہدری گل سرچ صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ مولوی فضل احمد صاحب و حاجی محمد زمان خادم دربار  
 عالیہ جناب قبلہ حضرت صاحب مدظلہ اور علامہ ان کے پانچ چھ آدمی اور بھی موجود تھے  
 جو ہنی گھوڑے شاہ صاحب دروازہ کی دلیز پر پہنچے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 نے فرمایا آئیے گھوڑے شاہ صاحب تشریف لائے۔ وہ حضرت گھوڑے شاہ صاحب آئے  
 اور دیوانہ وار آپ کی قدمبوسی کر کے فدا و شیدا ہو رہے تھے۔ بیشتر آپس میں کوئی شناسائی  
 نہ تھی۔ گھوڑے شاہ صاحب کہنے لگے جناب میرا نام آپ کو کس نے بتایا۔ جناب قبلہ عالم حضرت  
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو آپ کو یہاں لایا۔ گھوڑے شاہ صاحب سے حاجی محمد زمان  
 صاحب دریافت کرنے لگا۔ کہ آپ کہاں سے تشریف لائے اور کیا غرض و غایت ہے۔  
 انہوں نے بیان کیا کہ میں مدت مدید سے بارگاہ الہی میں دعا و التجا کرتا رہا کہ مجھے اس زمانہ کے  
 قطب کی زیارت نصیب ہو۔ آخر کار میری دعا و تہ کریم درجیم نے منظور فرمائی۔ اور مجھے ....  
 جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عالم مثال میں زیارت بھی کرائی گئی۔ اور تمام یہ  
 نشان بھی بتایا گیا اور امر ہوا کہ راولپنڈی شریف واکر زیارت کر لو سو میں قوامرا حاضر ہوں



گھوڑے شاہ صاحب نے اس تھوڑے سے قیام میں جو باتیں کہیں ان کا بیان کرنا بہت مشکل  
مکاشفہ صبح اور یک بیک جو اس شخص کا دیکھا گیا ہے بہت کم فقرا میں دیکھا گیا ہے۔ یہ واقعہ ہوتے  
وقت جتنے حضرات وہاں موجود تھے بفضل خداوند کریم تاحل تمام زندہ و موجود ہیں۔

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اولیاء اللہ و بزرگان دین کے مزارات پر حاضری  
سے بھی دلچسپی تھی اور مزارات کی خدمت و حاضری کو حصول سعادت و ترقی درجات اور بلندی  
کمالات و حالات کا ذریعہ جانتے اور سمجھتے تھے۔ لاہور میں جب کبھی رونق افروز ہوتے مزار  
پاک عالیجناب حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ضرور حاضر ہو کر فیوضات عالیہ اور  
کمالات عالیہ سے فائز المرام ہوتے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ  
علیہ بموجود چند احباب کے بروز جمعرات بوقت تہجد حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
کے مزار پر انوار پر تشریف لے گئے بڑی مخلوق جمع تھی جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
بھی ایک طرف گوشہ میں مراقب بیٹھ گئے۔ دعا و فاتحہ کے بعد آپ نے حضرت داتا گنج بخش صاحب  
سے اجازت چاہی داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ آج ہماری ہمانی کھا کر پھر جانا  
جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوستوں کو جو کہ آپ کے ساتھ تھے فرمایا کہ آج داتا صاحب  
رحمۃ اللہ علیہ نے ہمانی فرمائی ہے دیکھئے کیا کھاتے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر گزری کہ ایک مجاور صاحب  
نے دور ہر ایک دوست کے آگے پرچ میں خطائیاں رکھتے گئے دوسرا شخص آیا اور چار کے پیالے  
بھر کر دینا گیا جناب حضرت صاحب فرماتے لگے عجب دربار گوہر بار ہے۔ ظاہری و باطنی فیوض  
و برکات کا دریا جل رہا ہے۔ حضرت داتا صاحب جیسے اپنے ہمانوں کی ظاہری تواضع اور خاطر  
مدارات فرماتے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ باطنی دولت سے نوازتے اور ممتاز فرماتے ہیں کسی نے  
کیا عمدہ کہا ہے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا۔ ناقصاں را پیر کامل کا طاں را رہنما

حضرت سلطان اعرافین جناب امیر المعین الہی جمیری کی نوازشات

آخر اکتوبر ۱۳۳۲ء کا واقعہ ہے کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بموقعہ عرس شریف



سنت خواجہ جمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے جس کے متعلق دریافت کرنے پر پھر فرمایا کہ فقیر اپنی خواہش وارادہ سے کوئی کام نہیں کرتا۔ بلکہ حضرت خواجہ صاحب جمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دعوت دیا گیا ہوں۔ اور خالق کی طرف سے بھی یہاں حاضری کے لئے مامور کیا گیا ہوں۔ اس سفر مبارک میں راقم الحروف بندہ عالم الدین اور مولوی فضل احمد صاحب حاجی محمد زمان صاحب خادمہ بار عالیہ راولپنڈی شریف بھی ہمراہ تھے۔ جب جمیر شریف کے ریلوے سٹیشن پر پہنچے اور گاڑی سے اترے تو بغیر کسی قسم کی اطلاع دینے کے وہاں کی درگاہ عالیہ کے گدی نشین صاحب کی طرف سے ایک شانہ تشریف آوری کا اہتمام و انتظام دیکھ کر ہم حیران تھے۔ کہ ان حضرات کو تو ہم نے آنے کی اطلاع بھی نہیں دی ہوئی اور نہ ہی پہلے کچھ واقفیت و اسٹشن ہے۔ یہ کیا معاطہ ہے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ حضرت خواجہ جمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بلا یا۔ اور خالق نے یہاں آنے کے متعلق فرمایا۔ بلائے اور بھیجنے والے جانتے ہیں پھر ہمیں اطلاع دینے کی کیا ضرورت تھی۔ وہاں پہنچ کر چند یوم قیام کیا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزار برائے پر تشریف لیجاتے اور وہاں متوجہ روح بر فوج ہو کر برکات و افاضات بے غایات مت مشرف و معزز فرمائے جاتے۔ ان ایام میں بے شمار نوازشات خواجہ جمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کو عطا ہوئیں۔ وہاں کے سجادہ نشین صاحب بھی بڑی تواضع و ادب سے حد تعظیم و تکریم سے پیش آئے اور جناب حضرت خواجہ معین الدین چشتی جمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دستار فضیلت و شرافت بند بانی گئی۔ بلکہ آپ کے طفیل آپ کے ہر خادمہ و ان کو جو اس سفر میں ہمراہ تھے انہیں بھی علیحدہ علیحدہ دستار لے فیض عطا کی گئیں۔

مولانا مولوی محمد شریف صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ قبلہ عالم حضرت صاحب سیالکوٹ ریلوے پر روز تھے ایک دن بعد از نماز عصر حسب معمول آپ مزارات پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت امام علی الحق صاحب مولوی عبدالحکیم صاحب کے مزارات پر حاضر ہو کر آپ شہر کی قدیمی عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ جہاں شاہ مولانا صاحب کا مزار ہے۔ جب آپ قبر کے نزدیک پہنچے۔ تو اپنے السلام علیک کہی۔ قبر کو معاً جنبش ہوئی۔ آپ نے دو نماز قہر پر رکھ کر



اور دیر تک قبر پر اسی طرح جھکے رہے۔ مولوی شہداء اللہ صاحب و خاکسار و دیگر دوست بھی ہمراہ تھے۔ سب نے دیکھا کہ قبر اچھی طرح ہلی ہے۔ سب اس واقعہ سے حیران تھے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو دوستوں نے اس واقعہ کی نسبت دریافت کیا۔ کہ مزار پر حاضری کے وقت ہم نے قبر کو ہلے دیکھا ہے یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت فقیر نے وہاں پہنچ کر سلام علیک کہا تو اس وقت عجب کیفیت طاری تھی۔ صاحب قبر نے ازراہ ادب بیٹا رہنا مناسب نہ سمجھا اور تعظیم کے لئے کھڑا ہونا چاہا۔ میں نے قبر پر فوراً ہاتھ رکھ دیئے۔ اور ان کو اسی طرح بیٹا رہنے دیا۔ بڑی دیر تک آپس میں گفتگو ہوتی رہی۔ اللہ کے دوست مرا نہیں کرتے۔ اس بیان سے دوستوں پر عجب حالت طاری ہو گئی۔ اس واقعہ کو کئی سال گزر گئے جب جناب صاحب جزاہ صاحب سلمہ ربہ اسلامی مالک کی سیر کر کے واپس تشریف لائے۔ اور اپنے دوستی شہر کے ایک بزرگ حضرت شیخ محمد ایوب صلح المعروف بابا کردی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا تذکرہ کیا کہ آں صاحب کا جسد مبارک روئی سے ڈھکا ہوا ہے۔ منہ۔ دانت۔ بال۔ پوست اسی طرح قائم ہیں۔ صرف ایک پاؤں تنگا ہے۔ باقی حصہ پر روئی ڈال رکھی ہے۔ تو اپنے تمام واقعہ جو نیچے درج کیا جاتا ہے بے سکر مندرجہ بالا واقعہ اپنی زبان مبارک سے بیان فرمایا کہ اگر فقیر قبر پر ہاتھ نہ رکھتا تو شاہ صاحب قبر سے باہر آجاتے۔ حاجی محمد علی صاحب نے جو جناب صاحب جزاہ صاحب سلمہ ربہ کے بمسافر تھے اپنے سفر نامہ یعنی گلدستہ ریاض اسلام کے صفحہ ۷ پر بابا کردی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ کو اس طرح درج کیا ہے۔

ترکوں کی حکومت میں ایک حاکم بابا کردی... صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر زیارت کے لئے حاضر ہوا زائرین کو کثرت سے آتے جاتے دیکھ کر کہنے لگا کہ ان بزرگوں کی کونسی ایسی کرامت ہے جو لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں اس طرح ادبیت سے بے ادبی کے کلمات کہے یکا یک قبر شق ہو گئی۔ اور شیخ صاحب قبر سے باہر آ گئے۔ ترک حاکم کو یہ دیکھ کر غش آگیا۔ تین دن رات اس حالت میں پڑا رہا۔ آخر بہت خیرات کیجئے بعد جب ہوش آیا۔ تو حاکم نے اپنے فعل پر نادم ہو کر توبہ کی۔ اور ارادہ کیا کہ آپ کو پھر اسی طرح زمین میں دفن کر دیا جاوے۔ اور وہاں شاندار مزار بنایا جاوے۔ رات کو شیخ صاحب نے خواب میں فرمایا خبردار اولیاء اللہ کی نسبت پھر ایسے کلمات اپنی زبان سے نہ نکالنا۔ میرا وعدہ تو قیامت کے دن قبر سے باہر آنے کا تھا۔ لیکن چونکہ تمہاری اس حرکت



سے پیتر ہی باہر آنا پڑا ہے۔ اب یہاں ہی میرا بدن روئی سے ڈھلپ دو۔ دایاں پاؤں نکالنے دو۔ تاکہ لوگ زیارت کر سکیں۔ اور اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔ اٹھ صدیاں گزری چکی ہیں۔ مگر بال پست وغیرہ اسی طرح قائم ہیں۔ آپ گلزارِ جبل قاسیون کے دامن میں واقع ہے۔

**حضرت شیخ محمد بنی المغربی رحمۃ اللہ علیہ جو طرابلس الغرب کے باشندے تھے۔ اور پچھرو سال بقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں گرفتار ہو کر مدینہ منورہ پہنچے اور تادم پس میں مقیم رہے بڑے بزرگ اور زمانہ کے ابدال تھے۔ ۳۲۹ھ میں ان کا انتقال و وصال ہوا۔ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ جبکہ ۳۲۹ھ میں بارادرج بیت اللہ شریف تشریف لے گئے اس وقت شیخ مغربی صاحب رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے۔ واللہ اعلم جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے شناسائی تھی یا نہیں۔ جب مدینہ منورہ پہنچ کر شیخ صاحب موصوف کے متعلق دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ واقعی بہت بڑے بزرگ ہیں۔ مگر ان کی ملاقات و زیارت بہت مشکل ہے۔ کیونکہ وہ اکثر دروازہ بند ہی رکھتے ہیں۔ ایک دن عصر کی نماز کے بعد جناب صاحبزادہ صاحب نے حاجی محمد علی صاحب کو کہا کہ شیخ مغربی صاحب ایک بزرگ ہمارے ہیں۔ وہاں ضرور چلنا چاہئے۔ شیخ مغربی صاحب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رباط میں رہتے تھے۔ جب جناب صاحبزادہ صاحب حاجی محمد علی صاحب باط کے اندر داخل ہوئے تو ایک بزرگ سفید ریش صحن میں کھڑے تھے جو کہ حضرت شیخ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے بواب تھے اور ان کے بشرہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب منظرِ العالی اور حاجی محمد علی صاحب نے انہوں نے دیکھا تو دریافت کیا کہ کیا آپ ہی حضرت شیخ محمد بنی کی ملاقات کیلئے تشریف لائے ہیں۔ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں۔ بواب صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور وہاں ہی سے کھڑے ہوئے آواز دی یا شیخ آپ کے مہمان آگئے میں سر آواز دیکر قبلہ صاحبزادہ صاحب منظرِ العالی کو حجرہ کا پتہ و راستہ بتا دیا جب مہمان حجرہ کے دروازہ پر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت شیخ مغربی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود دروازہ پر تشریف لا کر پردہ اٹھا رہے تھے یہ نہایت خوشی و انبساط مرحبا مرحبا اہلاً و سہلاً فرما رہے تھے۔ قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی حاجی محمد علی صاحب کے منان و مصافحہ اور دست بوسی کی شیخ صاحب موصوف بھی بڑی شفقت اور خلوص سے پیش آئے۔ اور جناب صاحبزادہ صاحب منظرِ العالی کو خاص اپنی مسند مبارک پر بٹھلایا اور پھر جناب قبلہ عالم**



حضرت صاحب رحمۃ اللہ کے حالات مبارک کے متعلق دریافت فرمایا۔ ان کی گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت دیرینہ واقفیت ہے۔ اور خالص ارادت و عقیدت اور محبت و الفت ہے۔ بہت دیر تک جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ اور فرمانے لگے کہ جناب حضرت حافظ صاحب پر حق تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے اور جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص منظور نظر میں۔ ان کا وجود مخلوق کیلئے نعمت غیر مترقبہ اور رحمت الہی ہے۔ جب وہاں سے رخصت کا وقت آیا تو شیخ مغربی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مؤثر دعا مانگی اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں التسلام علیکم کا پیغام اور کچھ دیگر تحائف اور ہدیے بھی بھیجے۔ جب جناب صاحب جزادہ صاحب مظلہ و حاجی محمد علی صاحبان حضرت شیخ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات سے فارغ ہو کر واپس اپنی قیام گاہ پر پہنچے۔ تو مولوی ضیاء الدین صاحب حاجی مولوی سرور دین صاحب ہاجران مدینہ منورہ کو زیارت و ملاقات کا علم ہوا۔ وہ حیران تھے کہ ہم عرصہ میں مال سے برابر کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح حضرت شیخ مغربی کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہو۔ مگر جب گئے دروازہ بند پایا اور عرض کرنے پر بھی کامیاب ہوئے۔ جب حضرت صاحب جزادہ صاحب مظلہ اور حاجی محمد علی مجددی صاحبان حج سے واپس تشریف لائے تو پہلی ملاقات میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لاؤ بھائی وہ ہمارا تحفہ جو شیخ مغربی صاحب نے بھیجا ہے حاجی صاحبان حیران تھے کہ ہم نے تو خط میں بھی اطلاع تک نہیں دی تھی مگر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تمام واقعہ کا علم ہے۔ جب شیخ مغربی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تبرک آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ شیخ محمد مدنی صاحب اس بناء کے ابدال میں جب دریافت کیا گیا کہ جناب کیا ان سے پہلے بھی کبھی ملاقات ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا یہ معاملات اور واقعات عوام الناس کی سمجھ و ادراک سے بلند و بالا تر ہوتے ہیں۔ ظاہری ملاقات تو نہیں ہوئی مگر وہ مجھے جانتے ہیں اور میں انکو جانتا ہوں۔ الغرض دلی راوی نے شناسد والا معاملہ ہے۔

منشی فضل احمد صاحب آر می کنٹرکٹر ڈھیکیدار اجورا واپنڈی شریف ہی کے رہنے والے ہیں نصیر آباد چھاؤنی میں مقیم تھے۔ کسی کام کے لئے اجمیر شریف گئے وہاں سے واپس نصیر آباد جا رہے تھے کہ اثناء سفر میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جو مجذوب تھے فقرا و اہل اللہ کے متعلق گفتگو



تھی۔ منشی فضل احمد صاحب کہنے لگے کہ ہاں صاحب ایسے لوگ پہلے زمانہ میں گذر گئے۔ آج کل ایسے خدا رسیدہ بزرگ کہاں ہیں۔ وہ مجذوب صاحب فرمانے لگے کہ نہیں صاحب اس زمانہ میں بھی بڑے بڑے کامل ولی اللہ موجود ہیں مگر ہم تم آنکھوں کے اندھوں کو نظر نہیں آتے۔ یہ ضروری بات ہے کہ اللہ کا بندہ بننا ہو تو پہلے کسی اللہ کے بندہ کا بندہ و غلام بنے۔ منشی فضل احمد صاحب نے کہا تو فرمائیے جناب اس وقت اگر کوئی ولی کامل موجود ہے تو انشاء اللہ ان کی غلامی اختیار کرنے میں دریغ نہ ہو گا۔ وہ صاحب فرمانے لگے کہ راولپنڈی شریف میں جناب حضرت حافظ جی صاحب بہت بڑے درجہ کے ولی اللہ ہیں بلکہ فی زمانہ ولیوں کے سردار ہیں۔ منشی فضل احمد صاحب چونکہ راولپنڈی شریف ہی کے رہنے والے تھے۔ جب نصیر آباد سے راولپنڈی شریف پہنچے۔ تو جسدن گھر میں آئے اُس سے دو سکر دن بعد اہل و عیال جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ غلامی میں داخل ہو گئے۔ منشی صاحب کے اس طرح عقیدت و محبت اور ذوق و شوق سے بعد اہل و عیال داخل طریقت ہونے سے راولپنڈی شریف کے مقامی دوست حیران تھے۔ منشی فضل احمد صاحب سے وجہ دریافت کرنے پر انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور اپنی گزشتہ عمر پر حسرت و افسوس ظاہر کیا کہ ہم جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے پاس رہ کر آپ کے کمال سے لانا اور آپ کے فیوض و برکات سے محروم رہے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے متعلق جس قدر لکھا جاوے کم ہے۔ اور یہ بیان کبھی ختم ہونے میں نہیں آسکتا۔ آپ کی تمام عمر اسی حرص اور خواہش میں بسر ہوئی کہ مخلوق خدا صراطِ مستقیم پر ثابت قدم ہو جاوے اور شریعت مقدسہ کی پابندی اور خدایادی میں بیداری کے امور ترویج پائیں۔ مدت العمر آپ کی اسی سعی و کوشش میں گذری بلکہ محض وجہ اللہ دور و دراز ممالک کے سفر کئے بروجر میں پھرے اور اپنی ان تھک کوششوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طریقت کے باغ کو سرسبز و شاداب فرمایا اور یہ وان چڑھایا جس کے بیان کر نیکی چنداں ضرورت نہیں۔ بمصدق

حاجتِ مشاطہ نیست روئے دلا رام را

کیونکہ ہر کہ دمہ پر روز روشن کی طرح آپ کا کمال ظاہر ہے۔ جب آفتاب نکلتا ہے تو تمام جہان دیکھتا ہے۔ اس امر کی ضرورت نہیں رہتی کہ آفتاب کے نکلنے کے دلائل بیان کئے جاویں یا اشتہار دیلجاوے۔



سے آفتاب مددِ دل آفتاب۔ ہاں یہ مسلم و متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ قدرتِ خداوندی اپنے ایسے برگزیدہ بندگان کے متعلق زمین و آسمان میں سناوی کرا دیتی ہے۔ جب کوئی شخص جہادِ فیہِ خداوندی کا پابند بن کر اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر لیتا ہے۔ اور اپنے خالق کے ساتھ ایسا مشغول ہو جاتا ہے کہ اس کا قلب جلالِ خداوندی کے نور میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ جب اس پر نگاہِ جاوے تو اللہ یلعاوے۔ پس یہی کمال کی نشانی ہے۔ جب مرتبہ حاصل ہو جاوے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اس سے محبت کرتے ہیں اور روئے زمین پر اس کی مقبولیت پھیلا دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہی اس کا حامی و ناصر ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہ درجہ محبوبیت و مقبولیت حاصل تھا۔ اور آپ کی بزرگی و عظمت اور کمال اس قدر بڑھے ہوئے تھے جو حدِ بیان سے باہر ہیں۔ ایسی حالت میں کون ہے جو کما حقہ آپ کی شان اور مرتبہ کو جان و پہچان سکتا ہے اور بیان کر سکتا ہے۔ جب ہمارے محدود و فہم و ادراک آپ کے مرتبہ کو جاننے سے قاصر ہیں تو پھر بیان کرنا تو اور زیادہ مشکل ہے۔ المختصر یہ کہ حضور قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ قیومِ وقت اور حضرت محمد الف ثانی کے پتے جانشین تھے۔ معتقدین و مجاہدین کے بار بار اصرار و تکرار کی وجہ سے اور طالبین حق کی ذوق انگیزی اور حصولِ برکت کی غرض سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات لکھنے کی جرأت کرتا ہوں۔ ورنہ اپنا تو عقیدہ یہ ہے جو دوستوں کی آگاہی کیلئے ظاہر کئے دیتا ہوں۔ کہ اولیاء اللہ مبرا نہیں کرتے بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف چلے جاتے ہیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے جو مبارک نفوس فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے درجہ پر فائز ہو گئے ہیں اور جنہوں نے اپنی حیات کو مساکرِ عرینِ کامل حاصل کر لیا ہے ان کا مقصد اس دنیا میں آنے سے صرف یہ ہے کہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین شاہِ مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعتِ مطہرہ کے احکام کو زندہ رکھیں۔ اور یہی حضرات حقیقت میں سرکارِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور وارث ہیں۔ اور اسی لئے یہ حضرات ظاہری موت کے درجہ سے گذر کر حیاتِ ابدیہ کے مرتبہ کو پہنچ گئے ہیں۔ حضراتِ موفیائے کرام کے نزدیک ان کی موت عین حیات ہے۔ موت حقیقت میں سانس کے لئے جلتے کی گرفتاری سے آزادی کا نام ہے۔ خدا رسیدہ بزرگ اور اولیاء اللہ کبھی فنا نہیں ہوتے بلکہ دنیا سے جانے کے بعد خداوند کریم کے فضل و کرم سے جو قوت اُن کو عطا فرمائی



جاتی ہے وہ اس دنیا کے دلوں میں رہنے کی حالت میں حاصل نہیں ہوتی۔ ولی کامل و مکمل کی روح جب اس جسم غصری کی چار دیواری سے علیحدہ ہوتی ہے تو ایسا سمجھنا چاہئے جسے شمشیر میان سے علیحدہ ہوتی ہے شمشیر میان سے نکلنے کے بعد ہی اپنے جوہر دکھاتی ہے اسلئے طرح اولیائے عظام و بزرگان کرام جب اس عالم سے روپوش ہو جاتے ہیں تو ان کے تصرفات اور اثرات اس عالم میں زیادہ ہو جاتے ہیں اور ان کے جاننے والے ان سے سچی محبت و عقیدت رکھنے والے ان کے فیوض برکات سے بہت زیادہ متمتع و منتفع ہوتے ہیں کسی خدا رسیدہ بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے

فیض می بخشند فیاضان بعد از موت خود سنگ بعد از سوختن ساز و بے ایلیں سفید  
اسی وجہ سے اکثر دیکھا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کے انتقال و وصال کے بعد بہ نسبت ان کی ظاہر زندگی زیادہ کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم  
(بند خاکسار عالم الدین عفا اللہ عنہ)

## باب اول ابتدائی محالات

### شجرہ نسب

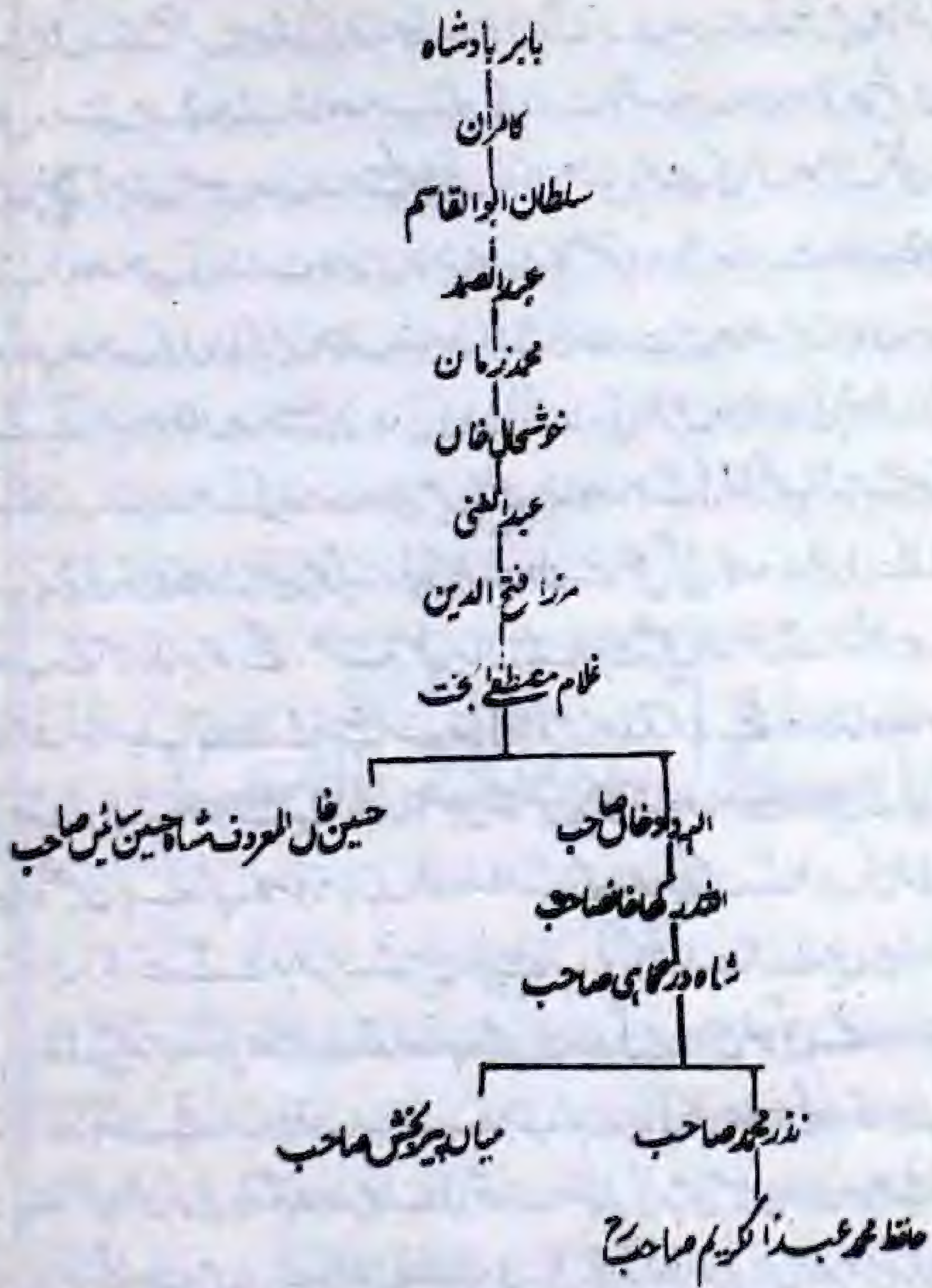
زبدۃ الاولیاء مسیدی و مرشدی جناب حضرت حافظ حاجی محمد عبد الکریم صاحب قدس سرہ ذات کے مقل تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد شہر غزنی علاقہ کابل کے رہنے والے تھے اور ان کے جد اعلیٰ کا نام شریف غلام مصطفیٰ خاں صاحب تھا۔ جن کا سلسلہ نسب شاہ بابر سے جا ملتا ہے جو کابل اور پٹی کے درمیان اونٹوں اور دیگر اشیاء کی تجارت کیا کرتے تھے۔ غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے دو صاحبزادے تھے ایک کا نام حسین خاں اور دوسرے کا نام الہ داد خاں تھا جب غلام مصطفیٰ خاں صاحب کا انتقال ہو گیا۔ تو باپ کے فوت ہو جانیکے بعد دو نو بیٹوں نے بدستور تجارت کا کام سنبھالا۔ اور دونوں بھائی اکٹھے تجارت کے کام میں مشغول و مصروف ہوئے پنجاب میں ان کی سکونت اختیار کرنے کا باعث اس طرح بتلاتے ہیں۔ کہ ان دنوں میں جناب شاہ بری لطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا



مزار مبارک قصبہ نور پر شاہاں میں ہے جو راولپنڈی سے بارہ میل کے فاصلہ پر شمال کی طرف دامن  
کوہ میں واقع ہے بہت مشہور و معروف ولی تھے۔ دور دور تک ان کا شہرہ پہنچا ہوا تھا۔ اس علاقہ میں آپ  
جیسا ہونی کامل سالک متشرع اور کوئی نہ تھا۔ جوق و رجوق لوگ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر  
ستفیض و مستفید ہوتے۔ جناب شاہ صاحب مذکور کی ولایت کا شہر جب ان دونوں بھائیوں کے  
کا نور میں پہنچا۔ تو جناب حسین خاں صاحب کے دل میں غائبانہ عشق و محبت کی آگ بھڑک اٹھی۔ انہوں  
نے جناب شاہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اپنے دوسرے بھائی  
الہ داد خاں صاحب کو فرمایا کہ میں جناب شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ تمہاری  
کیا رائے ہے۔ الہ داد خاں صاحب نے اپنی بھائی کی جدائی گوارانہ کی۔ غرض دونوں بھائی شوق اور محبت  
کے سانچہ جناب شاہ صاحب کی خدمت عالیہ میں پہنچے۔ شاہ صاحب کی نظر کیمیا اثر جب حسین خاں  
صاحب پر پڑی۔ تو ان کا حال متغیر ہو گیا۔ دنیا کی محبت دل سے نکل گئی۔ کار و بار بھول گئے۔ مستی  
اور جذب کے آثار ظاہر ہو گئے۔ غرض یہاں تک نوبت نہنچی اور اس قدر متاثر ہوئے کہ  
دو سو اونٹ بمواساب تجارت کے سب کے سب خدا کی راہ میں صدقہ کر دیئے۔ اور شاہ صاحب کی  
غلامی اختیار کر لی۔ شاہ صاحب نے آپ کا نام شاہ حسین سائیں رکھا۔ شاہ صاحب کے وصال کے بعد آپ  
ہی سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک شاہ صاحب کے مزار مبارک کے مغرب کی طرف ہے  
جب زائرین زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ تو پہلے آپ ہی کی زیارت کرتے ہیں۔ پھر شاہ صاحب  
کی زیارت تک پہنچتے ہیں۔ شاہ صاحب کے بعد آپ بھی اپنی زندگی میں مرجع خلافت تھے۔ اور نہایت  
ہی زاہد اور باکمال تھے۔ الہ داد خاں صاحب نے جب اپنے بھائی کا یہ حال دیکھا۔ تو انہوں نے  
بھی اپنے اصلی وطن کو خیر باد کہا۔ اور پنجاب کی سکونت اختیار کی۔ یعنی حسین خاں صاحب قصبہ  
کے مرید ہو گئے۔ اور وہیں رہے۔ انہوں نے شادی نہ کی۔ تجرید اور تفرید میں تمام عمر بسر کر دی۔  
الہ داد خاں صاحب نے بھی اپنے بھائی کے پاس نور پور شاہاں میں اقامت اختیار کر لی۔ اور دوست  
تک میں متوطن رہے۔ چنانچہ الہ داد خاں صاحب کے صاحبزادہ الشہر کھا خاں صاحب کی شادی  
شاہ صاحب نے محمد دین صاحب کی لڑکی کے ساتھ کر دی۔ محمد دین صاحب شاہ صاحب کے خاص  
دوستوں میں سے تھے۔ الشہر کھا خاں صاحب نے انقباب و دیگر کار کے باعث بمقام راولپنڈی



بود و باش اختیار کر لی جناب حافظ صاحب انہی کی اولاد میں سے ہیں۔ شجرہ نسب اس طرح ہے:-



جناب حافظ صاحب کے دادا جناب درگاہی صاحب بھی اپنے وقت میں صوفی ہاکمال شخص تھے۔ تصوف اور درویشی میں نہایت اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے۔ نہایت بابرکت شخص تھے۔ ان کی عمر ایک سو تیس برس کی ہوئی۔ ایک قصہ نور پور شاہان میں کاغذات مال میں شاہ درگاہی صاحب کے نام اراضی درج ہے۔



جناب حضرت حافظ صاحب والد ماجد نذر محمد صاحب بھی نہایت متدین پابند شریعت نیک سیرت جمیل و شکیل درویش صورت، بردبار، حلیم اور اخلاق حمیدہ سے متصف تھے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ ہر ماہ میں ایک بار شاہ چراغ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوتے۔ اور کھانا پکا کر خدا کی راہ میں لوگوں میں تقسیم کیا کرتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ حسب معمول فقرا کو کھانا کھلا رہے تھے کہ ایک بزرگ جنہوں نے کیف کپڑے پہن رکھے تھے۔ دعوت میں شامل ہوئے۔ نذر محمد صاحب نہایت تعظیم سے پیش آئے اور ہر طرح خاطر مدارات کی۔ کھانا کھاتے کھاتے انہوں نے نذر محمد صاحب کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور ایک لقمہ دیا کہ لو کھا لو۔ آپ نے لقمہ تولے لیا۔ اور بجائے منہ میں ڈالنے کے گریبان کے اندر نظر بچا کر ڈال دیا۔ کیونکہ ان بزرگ نیک سیرت صاحب کے کپڑے نہایت گندے تھے۔ اور جسم اور بالوں میں گردا لگا ہوا تھا۔ آپ نے کراہت کی۔ اور لقمہ نہ کھایا۔ آپ نے فرمایا: ”سچی مرد تو نے میری عطا کو قبول نہ کیا۔ چھا جا۔ اگر تجھے نہیں تو تیری اولاد کو ضرور چھٹے گا۔“ آپ کے فرمان کو اللہ تعالیٰ نے سچ کر دکھایا۔ قبر عالم حضرت حافظ صاحب آپ کے فرزند کو خدا نے وہ شان دی کہ اظہر من الشمس ہے۔

## ولادت باسعادت

جناب حضرت حافظ صاحب قدس سرہ کی ولادت باسعادت بوقت صبح بروز سنبھہ بتایا ۱۱ اپریل ۱۸۳۲ء مطابق رجب المرجب ۱۲۶۳ھ بمقام راولپنڈی ظہور میں آئی۔ آپ کے والد ماجد کو خبر دی گئی۔ تو آپ بہت خوش ہوئے اور شاہ چراغ صاحب کے مزار پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اور عقیقہ کے دن آپ کا نام مبارک محمد عبد الکریم رکھا گیا۔

## زمانہ طفولیت

جناب حضرت حافظ صاحب بھی تین ماہ ہی کے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں۔ اور ابھی دو برس گزرے نہ پائے تھے کہ والد صاحب کا سایہ بھی سر سے اٹھ جانے کے بعد آپ کے چچا بیاں پیر بخش صاحب اور آپکی پھوپھی مسماۃ حیات بی بی صاحبہ آپکی تربیت اور پرورش کے



شکل ہونے۔ آپ کی پھوپھی صاحبہ نے ایک سو دس برس کی عمر پائی۔ آپ کی والدہ کے انتقال کے  
کے بعد شان ایزدی سے آپ کی پھوپھی صاحبہ کو ایسے پیرا نہ سالی میں دودھ اُتر آیا۔ چنانچہ آپ کے ڈیڑھ  
سال حضور کو دودھ پلایا۔

آپ کی پھوپھی صاحبہ نہایت ہی زہدہ۔ عابدہ۔ خدایا اور شب بیدار تھیں۔ دُور دُور سے  
وریں آکر ان سے فیض حاصل کرتیں۔ جب حافظ صاحب اپنی پھوپھی صاحبہ کو نماز پڑھتے دیکھتے۔  
تو عرض کرتے۔ کہ پھوپھی صاحبہ۔ مجھے بھی ایک جائے نماز بنا دو۔ تاکہ میں بھی نماز پڑھا کر دوں۔ اور  
جب کبھی ان کو تہجد پڑھتے دیکھتے۔ تو عرض کرتے۔ کہ میرا دل بھی چاہتا ہے۔ کہ رات کو اٹھوں اور  
تہجد پڑھوں۔ پھوپھی صاحبہ شفقت اور محبت سے فرمایاں۔ میرے لال۔ تو ابھی بچہ ہے۔ ابھی  
بچہ پر عبادت فرض نہیں ہے۔ اور نہ ابھی تیرا وقت ہے جب رقت آدیکا۔ دیکھا جاوے گا۔ پھوپھی صاحبہ  
اکثر نماز کے بعد بالخصوص تہجد کے بعد حافظ صاحب کے حق میں دعا فرمایا کرتیں۔ کہ یا اللہ اس بچے  
کو تو اپنا بندہ بنا۔ اور دین و دنیا میں اس پر برکت نازل فرما۔ اور اس کو اپنے مخلصوں میں سے  
کرے۔ چنانچہ حافظ صاحب نے تھے۔ کہ اس دعا کی مُکدک اور سرور اب بھی اپنے دل میں کھنکھاتا  
ہوئی ہے۔ اور یہ سب کچھ اسی دعا کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحب کی طبیعت کو لڑکپن سے ہی کچھ اس طرح پیدا کیا تھا  
کہ آپ کسی تہیجٹھا ہنسی نہ کرتے۔ نہ کسی سے لڑتے نہ جھگڑتے۔ آواز و گروی اور بیہودہ گفتگو سے  
جو اکثر بچوں کی عادت ہوا کرتی ہے۔ اور بازاری لوگوں کا طریقہ ہے۔ سخت نفرت تھی۔ اگر کبھی بچوں  
کے ساتھ ملکر کھینے کا اتفاق بھی ہوتا۔ تو لڑکوں کو فرماتے۔ کہ بھائی ہم اسلئے پیدا نہیں ہوئے۔ کہ  
اپنی عمر کو کھیل کو میں ضائع کریں۔

## تعلیم و تربیت

جب حضرت صاحب کی عمر آٹھ برس کی ہوئی۔ تو ان کے چچا صاحب نے آپ کو محلہ کی مسجد کے  
امام قاضی محمد زمان صاحب مرحوم کے سپرد کیا۔ کہ ان کو قرآن مجید کی تعلیم دیں۔ قرآن مجید آپ نے  
تیس عرصہ میں پڑھ لیا۔ اس کے بعد آپ نے مثنوی شریف۔ احیاء العلوم۔ مثنوی شریف و



دیگر کتب فقہ و احادیث و تفسیر بھی قاضی صاحب سے ہی مطالعہ فرمائیں۔

ثناء تعلیم میں آپ اکثر آسمان کی طرف دیکھتے رہتے۔ اور اس کے عجائبات دیکھ کر حیران ہوا کرتے۔ اور بہت غور و فکر کیا کرتے۔ جب ان کا یہ حال قاضی صاحب کو معلوم ہوا۔ تو قاضی صاحب نے آپ کا نام آسمانی رکھ دیا۔ چنانچہ سب لڑکے جو ان کے ہم سبق تھے۔ وہ بھی آپ کو آسمانی کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ ایک شخص نے جو بچپن میں حضرت صاحب کے ساتھ قرآن شریف پڑھا کرتا تھا۔ بیان کیا کہ طالب علمی کے زمانہ میں ایک دن مجھے حضرت صاحب نے کہا کہ آؤ دیکھیں کہ زمین اور آسمان کیسے ہیں کتنے بڑے ہیں۔ اور ان میں کیا کیا خدا تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ دیکھو وہ شہر لاہور ہے۔ کتنا بڑا شہر ہے۔ اس بند مکان کے ہالا خانہ پر کیسی خوشنما اور رنگین بنائیں لگی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی زمین کیسی فراخ اور چوڑی ہے۔ مگر آسمان اس سے بھی زیادہ وسیع اور چوڑا ہے۔ جب اس کی پیدا کی ہوئی چیزیں اتنی بڑی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی شان جو ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ کتنی بڑی ہو گی۔ اور ہم کیسے ضعیف اور ذرہ جیسے عاجز مخلوق ہیں۔

حضرت صاحب فرماتے تھے کہ بچپن کی حالت میں اکثر اوقات اپنے آپ کو میں گم پاتا۔ اور بخود ہی میں ایسا معلوم ہوتا کہ میں نہ دنیا میں ہوں۔ اور نہ آخرت میں۔

جب آپ کی عمر سولہ برس کی ہوئی۔ تو آپ قرآن شریف کے حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا چنانچہ اڑھائی سال کے عرصہ میں آپ نے قرآن مجید خدا داد استعداد اور ذہن رسا سے حفظ کر لیا۔ فن قرأت آپ نے مولوی محمد حسین صاحب کی رتہ اللہ علیہ سے سیکھا۔ جو اس فن میں اس وقت استاد زمانہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرأت کا لب و لہجہ بھی دلکش عطا فرمایا چنانچہ قرآن مجید کو اس ترتیل اور خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے کہ سننے والے فریقتہ ہو جاتے اور ان کا شوق بڑھ جاتا۔ غرضیکہ جو شخص ایک دفعہ چند آیات سن لیتا۔ وہ دوبارہ دوبارہ سننے کا حوصلہ ہوتا۔ رمضان المبارک میں تراویح میں بس مسجد میں آپ نے قرآن مجید سنانا ہوتا۔ وہاں لوگ غریب کی نماز کے بعد اپنی اپنی جگہ مخصوص کرینکی غرض سے رزمال یا جا، نماز بچھا دیتے تھے۔ تاکہ پھر جگہ نہ مل سکنے کے باعث اس نعمت سے محروم نہ ہونا پڑے۔ عشاء کے وقت جگہ ملنی ناممکن ہوتا یا کرفی تھی۔ باوجود روزہ کی ناکان کے سننے والوں کے دونوں میں ایسا شوق اور دلولہ پیدا ہوتا کہ بس کرے نہ لوجہ نہ پاتا اور وہی آرزو کرتے



کہ جناب قرآن مجید پڑھتے رہیں اور ہم سُننے رہیں۔ مسلمان تو بچائے خود غیر مسلم لوگ یعنی سکھ اور ہندو وغیرہ بھی آپ کی قرآن خوانی اور خوش الحانی پر شہداء اور فریفتہ ہو جاتے اور مسجد کے متصل جو گلی ہے اس میں محض قرآن مجید کی سماعت کے لئے بیٹھے رہتے تھے۔

آپ کے چچا صاحب جو بزرگ مری اور چچا پیر گری کا کام کر کے وجہ معاش حاصل کیا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت صاحب کو اپنی دوکان پر ہی کام سکھانے کیلئے اپنے پاس بٹھالیا۔ کاروبار سے فراغت پا کر آپ تسلیم بھی حاصل کیا کرتے۔ دوکان پر عین کاروبار کی حالت میں بھی تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے۔ مستری علیم اللہ صاحب کو (اللہ تعالیٰ اُن کو بخشے اور جنت میں جگہ دے) جو حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص دوستوں اور مریدوں میں سے تھے۔ محض قرآن خوانی کے باعث حضرت صاحب کے ساتھ دلی محبت اور الفت پیدا ہو گئی تھی۔ جب درکشا پٹ فارغ ہو کر آتے۔ یا جس روز رخصت ہوتی۔ حضرت صاحب کی خدمت میں دوکان پر آجاتے اور محبت کے مارے ساتھ ساتھ کام بھی کیا کرتے۔ اور قرآن مجید کا دورہ بھی شروع رہتا۔

آپ کے چچا صاحب کیا جانتے تھے۔ کہ یہ یتیم بچہ ہونہار ہو کر ایک وقت اللہ تعالیٰ کے بشارت مندوں کا مادی، رہنما اور پیشوا بنے گا۔ اور مخلوق خدا اس کے فیض سے مستفیض اور سیراب ہوگی

## بیعت

جب حضرت صاحب کی عمر مبارک بیس سال کی ہوئی۔ آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا شوق اور ولولہ پیدا ہوا۔ اسی ارادہ پر اکثر فقرا صالحین کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور جہاں کہیں برصالح کا حال سُننے اس کی مجلس میں پہنچ جاتے۔ مگر کسی جگہ بھی بیعت کا اتفاق نہ ہوا۔

ایک دفعہ حافظ صاحب سمون گڑھی والے جو خاندان چشتیا کے بزرگوں میں سے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ یہ بزرگ علامہ علم باطنی کے علم ظاہری میں کمال رکھتے تھے۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ گو آپ ہمارے سلسلہ میں بیعت تو نہیں ہوتے مگر ہماری طرف سے بھی کچھ حصہ آپ کو ضرور ملے گا۔ بے شمار خلقت آپ سے مستفیض و مستفید ہوگی۔

مستری علیم اللہ صاحب جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے۔ بہت ہی خدا یاد اور نیک نیت مرد تھے



انہوں نے حضرت صاحب کے ساتھ محض خالصاً وجہ اللہ محبت اختیار کی ہوئی تھی۔ ان کا دلی منشأ اور ارادہ یہی تھا کہ کسی طرح جناب حافظ صاحب (حضرت صاحب) بھی جناب باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بن جاویں۔ تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی شریف تشریف لائے۔ تو مستری صاحب مرحوم جناب حضرت صاحب کو بھی کشاں کشاں جناب باباجی صاحب کی خدمت عالیہ میں اپنے ساتھ لینگے۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس برس کی تھی۔ حضرت صاحب کی ظاہری باطنی صورت و سیرت اور استعداد دیکھ کر جناب باباجی صاحب عاشق ہو گئے۔ اور بہت شفقت اور مہربانی ان کے حال پر فرمائی۔ اور بیعت و انابت سے مشرف فرما کر نسبت خاصہ اور ذکر قلبی سے ممتاز و سرفراز فرمایا۔ حضرت صاحب کا سینہ بے کینہ پہلے ہی خیالات فاسدہ کی کدورتوں اور ظلمتوں سے پاک و صاف تھا۔ حضرت باباجی صاحب کی توجہ عالی نے سونے پر سوٹا گد کا کام کر دیا۔ پہلے ہی توجہ میں حضرت صاحب کا حال متغیر ہو گیا۔ اور بخودی اور محویت کے آثار طاری ہو گئے۔ دنیا ئے دنیہ کی محبت کا رہا سہا زنگار جو باقی تھا۔ وہ بھی دور ہو گیا۔ دل پر انوار و اسرار چمک اُٹھے۔

جس طرح حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ حضرت صاحب کے شہداء تھے۔ اسی طرح حضرت صاحب بھی باباجی صاحب پر سو جان سے عاشق تھے۔ گویا دونوں جانب اس شعر کے مصداق تھے۔ شعر :-

الفٹ کلجب مزاج ہے کہ ہوتم بھی یقیناً رار دو نوظفر ہو آگ برابر لگی ہوئی  
 غرض تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت صاحب کی طبیعت کا رنگ ڈھنگ کچھ اور ہو گیا۔ باباجی کی محبت اس قدر دل میں بڑھ گئی کہ ہر دم بے چین اور بے آرام رہتے۔ ہفتہ عشرہ میں جب تک ایک دو بار ملاقات و دیدار فیض آثار سے مشرف نہ ہوتے۔ اور قدمبوسی نہ کراتے۔ صبر و قرار نہ آتا۔ بسا اوقات طبیعت میں ایسا دلورہ اور شوق اٹھتا کہ جب دیکھتے۔ کہ بہت عمدہ اور نفیس کھانا گھر میں پکا ہے۔ اور گھردلوں نے کھانے کے لئے آگے رکھا ہے۔ آپ کھانے سے ہاتھ اٹھا لیتے۔ اور بدستور اسی کھانے کو اٹھا کر دسترخوان میں باندھ لیتے۔ اور اسی وقت ریل پر سوار ہو کر باباجی صاحب کی خدمت اقدس میں بمقام چورہ شریف حاضر ہو جاتے۔ اور جناب



باباجی صاحب کے ساتھ ملکر کھانا تناول فرماتے۔ آپ اکثر خیال رکھتے کہ جب کبھی کوئی تازہ میوہ شہر میں بکنے کے لئے آتا۔ خواہ کس قدر گراں ہوتا پہلی دفعہ ضرور ہی خرید کر باباجی صاحب کی خدمت عالیہ میں لے جاتے۔ اسطرح ہزاروں کی دکان پر جو اچھا اور قیمتی کپڑا دیکھتے تو خیال کرتے کہ یہ کپڑا باباجی صاحب کے پہننے کے لائق ہے۔ جھٹ خرید لیتے۔ اور باباجی صاحب کی نذر کرتے۔ بلکہ ایک دفعہ لنگر اسٹیشن (جو چورہ شریف کے متصل ریلوے اسٹیشن کے اسٹیشن ماسٹر نے بیان کیا کہ جناب باباجی کی خدمت عالیہ میں آئے جانے پر جس قدر کرایہ حضرت حافظ صاحب نے ریل والوں کو دیا ہے۔ شاید ہی کسی اور نے اس قدر دیا ہو۔

ایک دفعہ جناب باباجی صاحب کسی خاص باعث سے چورہ شریف کو چھوڑ کر مٹھین نام موضع میں تشریف لے گئے۔ اور کچھ عرصہ تک وہاں قیام فرمایا۔ وہ جگہ ایک جنگل اور پتھر ملی زمین تھی۔ باباجی صاحب کے دوران قیام تک جناب حضرت صاحب ہر پندرہ روز کے بعد وہاں حاضر ہوتے۔ اور پندرہ دن کے لئے ضروری سامان اکل و شرب یعنی گھر کی تمام ضروریات باباجی صاحب کیلئے لے جاتے رہے۔ غرض کہ حضرت صاحب نے اپنی ہمت اور اخلاص کو کھلی طور پر ثابت کر دکھایا۔ اور خدمت و تواضع سے باباجی صاحب کے دل کو خیزید لیا۔

اگرچہ حضرت صاحب کی ان حرکات کو دیکھ کر ان کے خویش و اقارب ناخوش ہوتے۔ اور اکثر اوقات زجر و تنبیہ بھی کرتے۔ لیکن حضرت صاحب باباجی صاحب کی محبت و شوق و ذکر الہی میں ایسے مستغرق تھے کہ بالکل پروا نہ کرتے۔ ادھر یہ عشق و شوق دن بدن بڑھتا جاتا تھا۔ ادھر دنیاوی کار و بار کی محبت دل سے نکلتی جاتی تھی۔ دل پر ذکر و فکر کا غلبہ اس قدر چھایا کہ دکان پر بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ آپ شریع کے وقت اور عصر کے بعد عشاء تک سرداروں کے باغ میں تشریف لے جایا کرتے۔ اور وہاں تنہا بیٹھ کر مراقبہ میں مشغول رہتے۔ کبھی لمبی کے کنارے ہر جو شہر لے کر دیا گر و ایک ندی ہے۔ چلے جاتے۔ کئی کئی راتیں آپ باہر ہی بسر کرتے۔ کبھی کبھی آپ پیر بدھائی نام قبرستان میں جو راولپنڈی شریف سے مغرب کی جانب لٹی کے پار کنارہ پر ہے۔ تشریف لے جاتے۔ اور وہاں گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر یاد الہی میں مشغول رہتے۔



# خلافت

جب بابا جی صاحب نے حضرت صاحب کو خلافت و اجازت سے موزون اور سرفراز فرمایا آپ پر بڑی برکت طاری ہوئی۔ خدمت اقدس میں عرض کی کہ حضور اس غلام کو حضور کی محبت ہی کافی ہے یہی پسند ہے کہ گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر باقی زندگی اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کی جائے۔ بابا جی صاحب نے فرمایا کہ میں حکم کا بندہ ہوں۔ اور اس امانت کو آپ کے حوالہ کرنے پر مامور ہوں۔ یہ میرا اپنا کام نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے کام لینا چاہتا ہے۔ اس کو اپنے بند و نہیں سے برگزیدہ کر لیتا ہے۔ حضرت صاحب نے اس بات کو سن کر بابا جی صاحب کے فرمان کو قبول کیا۔ پھر بابا جی صاحب نے اپنے خاص ملبوس متبرکہ سے سرفراز و ممتاز فرمایا۔ حضرت صاحب نے قدمبوسی کر کے بڑی خوشی سے قبول کیا۔ اور بابا جی کا شکریہ ادا کیا۔

خصت کے وقت بابا جی صاحب نے چند ایک مفید اور کارآمد نصیحتیں فرمائیں جن میں سے زیادہ ضروری یہ تھیں کہ بیٹا دنیا کی طرف منہ نہ کرنا۔ بلکہ اس کو پیٹھ پیچھے ڈال کر ہمہ تن خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا۔ دل کو ماسوی اللہ سے الگ رکھنا۔ کسی حال میں خدا تعالیٰ سے غافل نہ ہونا۔ سب کچھ اسی ذات پاک کی طرف سے سمجھنا۔ ان باتوں نے حضرت صاحب کے دل پر جادو کا کام کیا بابا جی صاحب کا کلام مبارک سنتے ہی دل بالکل دنیا کی طرف سے سُر ہو گیا۔ اور محبت الہی کی آگ کا فعل ایسا باطن میں بھڑک اٹھا کہ ماسوی کو جلا کر بالکل نچو کر دیا۔ اور یہ حال ہو گیا۔ اگر نماز میں کھڑے ہیں۔ تو گھنٹوں قیام میں گزار دیتے۔ اور اگر سجدہ میں سر رکھا ہے۔ تو سر اٹھانے کو جی نہیں چاہا اور اگر مراقبہ میں بیٹھے ہیں۔ تو تمام رات محویت اور بخود میں گزر گئی۔ آگے پھر کبھی کبھی کام کیلئے دکان پر جا بیٹھتے تھے۔ مگر اب تو یہ حال ہو گیا کہ کاروبار بالکل ترک ہو گیا۔ دن رات سارا وقت خدا کی یاد میں گزر جاتا۔ ہر گھڑی تازہ شوق۔ نئی انگ۔ تازہ دلولہ آپ کی طبیعت میں جوش مالتا۔ کھانے پینے اور سونے کی لذت دل سے فرار ہو گئی۔ لوگوں کی صحبت اور ان کے کلام سے نفرت آئے لگی۔ یہاں تک کہ آپ دل میں خیال کرتے کہ مجھے کوئی استاد علیکم بھی نہ کہے۔ تو چھا ہے۔ خلوت میں آپ ایسی جگہ بیٹھتے جہاں کوئی شخص ان کو نہ دیکھے۔ آنے جانے میں ایسا راستہ اختیار کرتے



جدھر کسی آدمی سے ملنے کا اتفاق نہ ہو۔ غرض اس جذب اور ولولہ کی حالت میں بے اختیارانہ  
کبھی کسی طرف تشریف لے جاتے کبھی کسی طرف ۛ

## جذبہ شوق الہی

ایک دفعہ دوکان پر سے کام کرتے کرتے ایسا کچھ دلچسپ ہوا کہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور  
چل پڑے۔ چچا صاحب نے دریافت کیا کہ کہاں جاتے ہو مگر نیچے کوئی جواب نہ دیا۔ اور بازار کی طرف نکل  
گئے۔ یہیں جذب کی حالت میں کچھ معلوم نہ ہوتا تھا کہ کدھر جا رہے ہیں۔ شہر سے نکل کر سید پور کی ٹرک  
پر جلنے لگے۔ چلتے چلتے سید پور گاؤں سے آگے پہاڑ میں چلے گئے۔ پھرتے پھرتے سید پور و نور پور  
کے پہاڑوں کے ایک درہ میں چشمہ کے کنارے پر جا پہنچے جہاں ایک پتھر کی سل صاف اور سفید  
پڑی ہوئی تھی۔ گویا قدرت نے پہلے ہی جانے غائب ہار کھی تھی۔ یہ تنہائی کی جگہ آپ کو بہت پسند آئی۔ دل  
نے کہا کہ آج رات اسی جگہ بسر کرنی چاہئے چنانچہ اسی پتھر کی سل پر بیٹھ کر مطالعہ قدرت الہی میں مشغول  
ہواں آپ کو خوب لذت آئی۔ اس قسم کے مشاہدے اور مکاشفے کا ظہور ہوا کہ بیان سے باہر  
ہے۔ حتیٰ کہ رات آگئی۔ اور اندھیرا چھا گیا۔ معنائیں جھلک رہی تھیں۔ اس پاس درخت اپنے  
پتوں کی سبز پوشاک پہنے خاموش اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑے تھے۔ یا پہاڑ کی اونچی اونچی چوٹیاں  
ہیں جو زبان حال سے اپنے خالق کے دربار میں حیران و پریشان صورت میں اپنے درد کا اظہار کر  
رہے ہیں۔ جب رات بچھی طرح اپنے اندھیرے کی سیاہ چادر میں تمام جہان کو لپیٹ لیا تو جنگل کے  
شب زندہ دار جانور بھی اپنی اپنی غاروں سے نکل کر اپنی اپنی مختلف بولیوں میں ذکر الہی کے گیت  
گانے لگے۔ اور دیوانہ اور مستانہ وار ادھر ادھر اچھلنے کودنے لگے۔ ایک طرف شیر کے دھاڑنے  
کی آواز سنائی دی جس کے سننے سے دل دہل گیا۔ اور وہ لطف و مزہ جاتا رہا۔ دل میں خیال آیا  
کہ شاید کسی درندے کی خوراک کیلئے اللہ تعالیٰ یہاں لے آیا ہے۔ ہر سجدہ میں رکھ کر بارگاہ الہی  
میں مناجات کرنے لگے۔ کہ اے میرے خالق۔ اے میرے مالک۔ اپنے مرنے کا تو مجھے چنداں فکر نہیں  
البتہ افسوس ہے۔ تو یہ کہ جس کام کیلئے تو نے مجھے پیدا کیا تھا۔ وہ مجھ سے کچھ بھی نہیں ہو سکا تیری  
بارگاہ کے لائق مجھ سے کچھ عبادت نہیں ہو سکی۔ تمام عمر تیری نافرمانی میں بسر ہو گئی۔ کونسا منہ لے کر



تیرے حضور میں حاضر ہو لگا۔ اسی اثناء میں پہاڑ کے اوپر سے پنجے کی طرف کسی چیز کے اترنے کی  
 آہٹ اور سرسراہٹ سنائی دی۔ اسوقت دل پر عجب کیفیت طاری ہوئی۔ ایک طرف خوفِ عدمی  
 طرف سہاگہی خوف چھا جاتا۔ کبھی رجا غالب آجاتی تھی کہ وہ چیز جناب حضرت صاحب کے پاس آکر کھڑی  
 ہو گئی جناب حضرت صاحب سر بسجود مجروح و نیاز اور مناجات میں مشغول تھے کہ وہ چیز جو کہ حقیقت  
 میں پہاڑ کے درہ میں رہنے والا ایک زمیندار شخص تھا۔ بولا کہ آپ کون صاحب ہیں آپ کے کوئی جواب  
 نہ دیا۔ وہ شخص کھڑا رہا۔ جب حضرت صاحب مجروح و نیاز و مناجات فارغ ہوئے تو وہ شخص حضرت  
 صاحب کے پاؤں پر گر پڑا اور بہت منت و سماجت کے ساتھ عرض کی کہ حضور میرے غریب خانہ  
 پر تشریف لے چلیں۔ تاکہ میرے دل کی آرزو پوری ہو۔ حضرت صاحب نے دل سے دیہانت کید کر اب  
 کیا کرنا چاہئے۔ دل سے فتویٰ دیا۔ کہ ضرور اس کے گھر جانا چاہئے۔ ایسے حال میں یہ شخص خود بخود نہیں آیا۔  
 اللہ تعالیٰ نے اس کو بھیجا ہے۔ چنانچہ آپ اس شخص کے ہمراہ اس کے گھر تشریف لیگئے۔ جو پہاڑ کی  
 چوٹی پر واقع ہے۔ اُس نے حضور کی خوب خدمت و تواضع کی کھانا کھلایا۔ صاف و صحت پر بستر اور چارپائی  
 ایک علیحدہ مکان میں دیدی۔ اور مہلت اور پانی وغیرہ حاضر کر دیا۔ بعد عرض کیا کہ جناب میرا یہ گنہگار  
 کو کھلا پھر تارہتا ہے۔ جب جناب نے نماز کے لئے اٹھنا ہوا۔ تو پہلے مجھے جگا دینا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ یہ کتا آپکو  
 کچھ تکلیف دے۔ جناب نے فرمایا۔ کہ دیکھا جائیگا۔ حضرت صاحب نے تہجد کے وقت وضو کیا۔ نفل ادا  
 کئے۔ اور چپکے سے بغیر اس کو اطلاع دینے کے اس کے گھر سے نکل پڑے۔ کتا پاس ہی میٹھا رہا۔  
 اس نے حضرت صاحب کو دیکھ کر گردن پیچی کر دی اور دُوم ہلاتے ہوئے ساتھ ساتھ ہو لیا۔ جب  
 آپ نور پور شاہاں کے قریب پہنچے۔ تو کتا واپس چلا گیا۔ آپ نے صبح کی نماز نور پور شاہاں میں ادا کی۔ اور  
 مزاراتِ برمداد فاتحہ کے بعد واپس راولپنڈی تشریف لے آئے۔ یہ پہاڑی چشمہ جناب کو بہت پسند  
 آیا۔ اکثر وہاں جناب تشریف لے جاتے۔ اور بڑے بڑے اسرار و معارف جناب پر منکشف ہوتے  
 چنانچہ جناب نے ارادہ کیا کہ وہاں ایک چھوٹا سا مکان بنا کر ذکر و مراقبہ میں مشغول رہا کریں۔ مگر گھر کے  
 لوگ اس بات پر راضی نہ ہوئے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک یاد آگئی۔ کہ  
 لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ۔ یعنی اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ نیز مشائخِ طریقت کا مقولہ  
 ہے۔ کہ الصُّوفِي هُوَ الْكَائِنُ وَالْبَائِنُ۔ یعنی صوفی وہ ہے جس کا ظاہر خلق کے ساتھ اور



باطن اس کا ان سے جدا ہو۔ یعنی باطن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو۔

بابو محمد قاسم صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ میں جناب قبلہ عالم حضرت بابو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر توبہ و بیعت کر نیسے پہلے پلوے سٹیشن حسن ابدال پر تار بابو تھا۔ بابو محمد قاسم وزیر آبادی بکنگ کلرک تھا قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوپہر کے وقت گاڑی سے اترے بابو محمد قاسم آپ کو اپنے ہمراہ مکان پر لے گیا۔ اور کھانا حاضر پیش کیا۔ مگر آپ نے تناول نہ فرمایا۔ اور باہر چلے گئے۔ بابو محمد قاسم کی اور میری رونی اکٹھی تھی۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ صاحب کون تھے بابو محمد قاسم نے کہا کہ وہ حافظ قاری خاندان نقشبندیہ کے بڑے بزرگ اور چورہ شریف والے حضرت بابو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجل و اعظم خلیفہ ہیں۔ راولپنڈی کے رہنے والے ہیں۔ پھر جب میں قبلہ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ کے وسیلہ سے حضرت بابو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ اور حضرت بابو حاجی صاحب رحمۃ اللہ نے مجھے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمایا تو میں نے ایک دفعہ حسن ابدال تشریف لائے اور اس وقت چلے جانے کا واقعہ دریافت کیا۔ تو آپ نے ایک آہ سرد بھر کر فرمایا کہ وہ دن بھی نہایت ہی عجیب تھے۔ اور فرمایا کہ جوش محبت میں میں جناب بابو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت قدس کی کے ارادہ پر گھر سے نکل کر سٹیشن پر آیا۔ مگر افسوس کہ اس وقت کوٹ کو جانے والی گاڑی چلی گئی تھی۔ واپس گھر جانا مناسب نہ جانا۔ پشاور کو جانے والی گاڑی کھڑی تھی۔ حسن ابدال کا ٹکٹ لیکر اس میں سوار ہو گیا۔ سٹیشن سے اترنے پر بابو محمد قاسم اپنے گھر لے گیا۔ مگر دلولہ عشق اور فرط محبت کے باعث بھوک پیاس کا مطلق خیال نہ تھا۔ اس واسطے وہاں کھانا کھانے کو دل نہ چاہا۔ باہر آکر چورہ شریف کا راستہ دریافت کیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ اس طرف کوئی صاف راستہ نہیں پہاڑیوں میں راستہ کہاں۔ غرض میں غلبہ محبت و جوش عشق میں وہ دن اور رات بھی چلتا رہا۔ دو دن مقام ٹھہرے میں جہاں حضرت بابو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقیم تھے۔ بعد مشکل پہنچا۔ گھر سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت بابو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہیں باہر کسی گاؤں میں تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ میں نے جب اس گاؤں کا راستہ دریافت کیا۔ تو گھر سے جناب مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے پیغام بھیجا کہ اس وقت اس جگہ سے کہیں نہ جاؤ اگر جاؤ گے تو قصور



معاف نہیں ہو گا۔ اندر سے کھانا بھیجا مگر کھانے کو جی نہ چاہا۔ عصر کے وقت جناب بادا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھوڑی پر سوار تشریف لے آئے۔ طاقات کے بعد فرمایا کہ میں دوپہر کا کھانا کھا کر لیٹا ہوا تھا خواب میں آپ کو حیران دہریشان دیکھا اسی وقت اٹھ کر چلا آیا۔ وہاں کے دوستوں نے رو رو کر عرض کیا کہ حضرت جی۔ آج ہمارے ہاں شادی ہے حضور کا رہنا باعث غنیمت تھا۔ مگر حافظ جی آپ کی محبت نے مجھے وہاں رہنے نہ دیا۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب کے ہمراہ سفر میں تھا حضور موضع پٹرانگ متصل چارسدہ علاقہ پشاور میں رونق افروز تھے عصر کے بعد حضور حسب معمول باہر تشریف لیگے۔ مولوی فتح محمد صاحب سید فضل شاہ صاحب اور چارسدہ کے لوگ و سوداگر وغیرہ بھی ہجوم تھے وریل کے کنارہ ایک مصفا جگہ ریت پر آپ رو بقبل بیٹھ گئے۔ اور ہم سب کو بھی آگے الگ الگ بیٹھ کر ذکر و مراقبہ کرنے کا حکم دیا۔ دوست ذرا آپ سے ہٹ کر مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ لیکن میں سب سے زیادہ قریب مگر آپ سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ کسی کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ کبھی دیتے ہیں کبھی مراقبہ کبھی کچھ کلام فرماتے ہیں۔ لیکن چونکہ میں ذرا فاصلہ پر تھا آپ کا کلام مجھے اچھی طرح سنائی نہیں دیتا تھا۔ لیکن قیافہ اور حال سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کچھ باتیں کر رہے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ اسی جگہ لیٹ گئے۔ اور ہم ہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر سب دوست پاس جمع ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور کی حالت میں افاتہ ہوا۔ مگر خاموش اور چہرہ مبارک پر ایسے جلالت اور رعب و اب کے آثار اور انوار ظاہر تھے کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ گفتگو کر سکے۔ یا آپ سے کچھ دریافت کر سکے۔ عشاء کی نماز تک یہی حال رہا۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ دوستوں سے باتیں کرنے لگے، مگر پھر بھی دوستوں کو جرأت نہ ہوئی کہ اس حالت کے متعلق کچھ دریافت کرتے۔ تنہائی میں حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ آج نہایت ہی واردات کا ظہور ہوا جو بیان سے باہر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور بیان فرمائیں۔ تو بڑی حیرانی ہے حضور نے فرمایا کہ اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آگئی تھی اور حضور کے ہمراہ بہت سے اولیاء اللہ تھے۔ میرے حال پر نہایت ہی شفقت اور عنایت فرمائی جس کا ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ دوسرے روز پھر حسب معمول دریا پر میرے تشریف لیگے۔ اور دوستوں



سے الگ ہو کر دیا کے کنارے دور تک نکل گئے۔ بندہ بھی پیچھے پیچھے تھا جوں جوں آپ چلتے تھے آپ کا چہرہ زیادہ انوار و اسرار کا مظہر بنتا جاتا تھا۔ اور جلالت کے آثار نمودار ہوتے جلتے تھے اور یہ مصرع زبان پر تھا۔ سے نظر گر خاک ہر ڈالیں ابھی گلزار ہو جائے۔  
جب واپس مکان پر تشریف لائے۔ تو حضور نے خود فرمایا۔ کہ عجیب عجیب انکشاف کا ظہور ہوا۔  
ایسے حال میں اگر دلی اللہ کی نظر کسی پر پڑ جائے۔ تو اس کا بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ اور اس کی حالت کچھ اور ہی ہو جاتی ہے:

## طبیعت میں جلالت اور استغنا

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ چودہ شریف کے عرس مبارک سے فارغ ہو کر دوست اپنے اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے۔ ننگر سٹیشن پر خلفاء ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جناب حضرت صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کر رہے تھے۔ بابو جہانگیر صاحب اسٹیشن ماسٹر تھے۔ خلفاء کو ایک جگہ بیٹھے دیکھ کر خوش طبعی اور مزاح کے طور پر کہا۔ کہ آپ صاحبان کو فقیری کا دعویٰ ہے۔ کیا کسی کی کوئی حاجت بھی پوری کر سکتے ہو۔ یا ان سادہ لوح لوگوں کو دھوکا ہی دے رہے ہو۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی خواجہ آدمی سے آپ صاحبان کا واسطہ نہیں پڑا۔ سب خلفاء خاموش ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکتے گئے۔ جناب حضرت صاحب کی طبیعت میں جلالت پیدا ہو گئی۔ آپ نے فرمایا۔ بابو صاحب ادب کو نگاہ رکھو۔ حاجت کا پورا کرنا خداوند کریم کا کام ہے۔ آخر تم کو کیا مطلب ہے۔ بابو صاحب نے عرض کیا۔ میں نے سنا ہے۔ کہ خالق اپنے دوستوں کی بات پوری کر دیتا ہے اگر آپ کے دوست ہیں۔ میری تہذیب سے کسی اچھی ملک میں۔ وہیں جان بولگا۔ کہ فقیری محض قول ہی ہے۔ حضرت صاحب نے بطور خلافت فرمایا۔ اچھا یہ بات ہے۔ اب کل تو خدا کے ساتھ بات چیت نہیں۔ آپ ہمیں پھر کبھی کسی وقت یاد دلانا۔ آپ کی تبدیلی ہو جاوے گی۔ بابو صاحب نے حضور کا ہاتھ لکھ لیا اور تھوڑے دنوں کے بعد بذریعہ خط یاد دلایا۔ کہ اپنا وعدہ پورا کیجئے۔ حضرت صاحب نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ دعا کی گئی ہے۔ انشاء اللہ ایک ماہ کے اندر اندر آپ کی تبدیلی ہو جاوے گی۔ جب اٹھائیس دن گزر گئے۔ تو پھر بابو صاحب کا خط آ گیا۔ کہ ایک ماہ میں چند دن باقی رہ گئے



میں ابھی تک تبدیلی کا حکم نہیں آیا۔ حضرت صاحب یسٹنر بہت حیران ہوئے کہ چورہ شریف اکثر حاضر ہونا پڑتا ہے۔ اور اگر اس بابو کی تبدیلی نہ ہوئی تو اسے دیکھ کر شرمندہ ہونا پڑے گا۔ خالق کی بارگاہ میں دعا کی کہ اسے خالق تیرا بندہ وعدہ چکا ہے۔ اب تو ہی عزت رکھنے والا ہے تو میری دعا قبول فرمادے دعا کے ساتھ ہی قبولیت کے آثار ظاہر ہو گئے۔ آپ نے خط لکھ دیا کہ فکر نہ کرو انشاء اللہ تبدیلی ہو جائے گی۔ ادھر سے حضرت صاحب کا خط اور ادھر سے افسران بالا کی طرف سے تبدیلی کا حکم دونوں اکٹھے موعودہ ماہ کی آخری تاریخ کو پہنچ گئے۔ اور پھر لطیفہ کہ راہ پینڈی کے متصل ہی چک لالہ اسٹیشن پر تبدیلی ہوئی۔ چک لالہ پنچر بابو چرخدین حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا اور اس کے ساتھ اس کا لڑکا۔ اور اس کا بھائی نظامین گڈس کلرک بھی غلاموں میں شامل ہو گئے۔

ابتدا میں حضرت صاحب کے توکل کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ گھر میں نہایت تنگدستی کی نوبت آگئی۔ اور گھروالوں نے گھر کی ضروریات کے لئے تقاضا کرنا شروع کر دیا جس سے جناب کے دل پر بہت اثر پڑا۔ جناب اس پریشانی اور پرانگندگی کی حالت میں عید گاہ شریف لے گئے۔ بہتیرا دل کو ذکر و فکر کی طرف لگا یا مگر اطمینان نصیب نہ ہوا۔ نماز بھی ادا کی۔ لیکن بڑی بے مزگی اور بے لطفی سے۔ آخر اس اضطراب اور تذبذب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت مجرورانگاری کے ساتھ دعا کی کہ یا اللہ تو بیکسوں کا دستگیر اور بے چاروں کا چارہ گر ہے۔ تیری بارگاہ سے کوئی ناامید نہیں گیا۔ یا اللہ تو میری اس پریشانی کو دور کر۔ اور میری تنگدلی اور تنگدستی کو جو میرے ذکر و فکر میں حارج ہو رہی ہے۔ رفع کر دعا کر چکنے کے بعد جناب عید گاہ سے اٹھ کر لٹی نندی کے کنارہ پر جو قبرستان ہے۔ ادھر شریف لے گئے۔ اس دن تازہ بارش ہوئی تھی۔ بارش کا پانی اونچی جگہ سے بہ کر قبرستان کے درمیان سے ہو کر لٹی میں گرتا تھا جناب ایک قبر کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اس کے ارد گرد چار دیواری تھی۔ پانی کی نالی کسی جینر کی وجہ سے رک گئی تھی۔ اور چار دیواری پانی سے بھری تھی جناب نے اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو یہ پانی قبر میں چلا جائے۔ اور قبر نیچے بیٹھ جائے۔ ایک لکڑی لے کر پانی کے گزرنے کا راستہ صاف کیا۔ جب پانی سب کا سب نکل گیا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں سے پانی گزر رہا تھا۔ دھان کپڑے کی ایک پوٹلی بندھی پڑی ہے۔ جب اس کو کھول کر دیکھا۔ تو اس میں بہت



سے پونڈ (اشرفیاں) بندھی تھیں جناب فرماتے ہیں کہ ان اشرفیوں کو دیکھ کر نفس پہلے تو بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ مگر دل نے کہا کہ اس مال کو لینا نہیں چاہئے۔ پوری کمال ہے کوئی جو کسی کمال چورا کر یہاں دفن کر گیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان اور آزمائش ہو۔ غرض دل اور نفس کی بہت سی قیل و قال کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ اس مال کو نہیں لینا چاہئے۔ چنانچہ جناب نے اس مال کو بدستور باندھ کر زمین میں جہاں کہ پہلے تھا دبا دیا۔ اور اوپر مٹی ڈال دی۔ اس واقعہ کے بعد جناب کے دل کی وحشت اور پریشانی جاتی رہی۔ اور واپس عید گاہ میں آکر پھر دعا کی۔ کہ الہی تو مجھ پر اپنے پاس سے فضل و کرم عطا فرما۔ اس قسم کے مال پر مجھے فریفتہ نہ کر۔ تیری بارگاہ میں کچھ کمی نہیں۔ اثناء دعائیں الہام ہوا۔ کہ یہ دعا قبول ہو گئی ہے۔ اسی رات خواب میں جناب کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑھیا عورت ہاتھ میں جھاڑو لئے ہوئے جناب کی بیٹھک اور گھر کو صاف کر رہی ہے۔ جناب نے اس کو فرمایا کہ تو کون ہے۔ اور یہاں کیوں آئی ہے۔ اور بے اجازت ایسا کیوں کرتی ہے۔ اس نے عرض کی کہ آپ مجھے نہ دھتکاریں۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آئی ہوں۔ میں آپ کی خدمت کروں گی۔ آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں۔ میں آپ کے سامنے نہیں آؤں گی۔ آپ کے پس پشت رہ کر خدمت کروں گی۔ چنانچہ اس سے دوسرے دن ہی اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ اور اس قدر مال آگیا جس سے گھر میں بھی خوشحالی اور آسہ دگی ہو گئی۔ اُس دن سے آج تک پھر اللہ تعالیٰ نے تنگی نہیں دکھائی۔ اور اب تو ماشاء اللہ یہ حالت ہے۔ کہ امیری فقیری کے لباس میں خدمت کر رہی ہے۔

جوانی کے زمانہ میں حضرت صاحب قرآن مجید اس تربیل اور خوش الحانی سے بڑا کرتے تھے کہ سننے والوں کے دلوں پر برقی تاثیر ہوتی۔ اور برقت اور بخودی کے آثار ظاہر ہوتے۔ جن دنوں میں سردارِ اہلِ خاں صاحب کابلی راولپنڈی قیام رکھتے تھے۔ سردار صاحب موصوف کے ایک بھائی سردار محمد ابراہیم خاں جو جناب کا معتقد اور مخلص تھا۔ اور عموماً جناب کی خدمت عالیہ میں عید گاہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کو اُن کے گھر ماتم پُرسی کے موقع پر جانیکا اتفاق ہوا۔ اس وقت مجلس میں تمام کابلی افغان اور اُن کے علماء و فضلاء جمع تھے۔ لیکن سوائے گھر کے خاص اشخاص کے کوئی اور واقف نہ تھا۔ صاحب خانہ نے سب کو جناب کی نسبت واقف کر کے تعریف کی۔ سب نے بالاتفاق عرض کیا کہ جناب بھی کچھ



قرآن مجید پڑھیں۔ اول تو اپنے کچھ عذر پیش کیا۔ لیکن جب ان کی آرزو کو زیادہ دیکھا۔ تو جناب نے صرف سورہ اخلاص پڑھی۔ سب پر بیحد رقت اور محویت طاری ہو گئی اور سب نے جناب کی قدمبوسی اور دست بوسی بھی کی۔ اور اخیر دم تک معتقد بنے رہے۔

مندرجہ بالا واقعہ کی نسبت جب سردار ایوب خاں کو علم ہوا۔ تو انہیں قرآن مجید سننے کا بہت شوق ہوا۔ حضرت صاحب کی خدمت میں ایک خاص صاحب کو روانہ کیا۔ جس نے عرض کیا۔ کہ سردار صاحب قرآن مجید سننے کے بہت خواہشمند ہیں۔ تشریف لے چلیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا فقیر اس کا محتاج نہیں ہے۔ اُسے مال و متاع پر فخر ہو گا۔ میں اللہ تعالیٰ کی آیات سمجھنے کے لئے نہیں آسکتا۔ جب سردار ایوب خاں کو علم ہوا۔ تو انہوں نے سردار محمد براہیم سے سفارش کی کہ آپ حافظ صاحب کو ضرور یہاں لائیں۔ چنانچہ سردار صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہ حضور میری خاطر آپ تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آپ مجھے اس امر کیلئے مجبور نہ کریں۔ میں کسی لالچ کے بدلہ و ماں نہیں جاسکتا۔ اگر سردار صاحب کو شوق ہے۔ تو خود یہاں آجئے۔ چنانچہ سردار صاحب عید گاہ حاضر ہوئے۔ قدمبوسی اور دست بوسی کے بعد عرض کیا۔ کہ حضور میری کیا مجال ہے کہ حضور کو کوئی تکلیف دوں۔ آپ نے سردار صاحب کو چند نصیحت آمیز کلمات فرمائے جس سے سردار صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بعدہ آپ نے قرآن شریف کا ایک رکوع پڑھ کر سنایا۔ جس سے سردار ایوب خاں صاحب پر وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ اور اخیر دم تک معتقد رہا۔

جیسا کہ اوپر ذکر اچکلے ہے۔ حضرت صاحب دنیا دار، امیروں اور دولتمندوں کی مجلس اور ان کی آمد و رفت کو چنداں پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور اگر اتفاق ہو بھی جاتا۔ تو بہت جلدی دے کر خیر فرما کر رخصت فرما دیتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ خاکسار جناب کی خدمت عالیہ میں بمقام راہ واپسندی حاضر تھا۔ کہ مہاراجہ پرتاپ سنگھ والے کشمیر کے ایک مصاحب کی طرف سے جو جناب کا نہایت ہی معتقد اور مخلص تھا۔ بدیں مضمون خط آیا۔ کہ چند دن کے بعد مہاراجہ صاحب والے کشمیر راہ واپسندی تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر ان کا ارادہ ہے۔ کہ جناب کی زیارت سے بھی مستفیض ہوں۔ ان کے لئے تک حضور در دولت پر ہی تشریف نہیں لے تاکہ مہاراجہ



صاحب جناب کی زیارت و ملاقات سے بہرہ مند ہو سکیں۔ اس صاحب کا خط پڑھ کر جناب دیر تک خاموش رہے۔ اور غور و تفکر کے بعد فرمایا کہ فقرا کے ساتھ ہمارا جوں کا کیا کام۔ اور فقرا کو ہمارا جوں کے ساتھ کیا فاسطہ۔ ہمارا جہ صاحب کے راولپنڈی پہنچنے سے ایک دو دن اول ہی جناب اس خاکسار کو ہمراہ لے کر گوجر خان کے دوستوں کے پاس تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے جناب کے علاقہ کی طرف سیر و سیاحت کے لئے چلے گئے۔ حتیٰ کہ ہمارا جہ صاحب راولپنڈی تشریف لا کر اور انتظار کر کے واپس چلے گئے۔ تب جناب نے بھی مراجعت فرمائی۔ بعض دوستوں نے ہمارا جہ صاحب کے شوق ملاقات کا تذکرہ کیا۔ جناب نے فرمایا کہ ان لوگوں کی ملاقات اور انکی مجلس میں بیٹھنا سراسر فتنہ و فساد کا باعث ہوتا ہے۔ حتیٰ المقدور ان سے بچنا چاہئے۔

## سفر حج

ایک دفعہ قبلہ عالم حضرت صاحب نے خود ہی بیان فرمایا کہ جب پہلی دفعہ حج بیت اللہ شریف کے ارادہ پر مکہ معظمہ کی طرف جانے کا اتفاق ہوا۔ تو صرف مولوی فیروز دین صاحب مرحوم ہی میرے ہمراہ تھے۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی طرف جانے کی تیاری کی۔ تو سنا گیا کہ بعض جوہات کی بنا پر حکومت نے مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنے کا حکم امتناعی جاری کر دیا ہے۔ اور کسی حاجی کو جانے کی اجازت نہیں ملتی۔ یہ سن کر دل نہایت ہی بے قرار ہوا۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرنے کا ارادہ تھا۔ خیال آیا کہ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقیر پر ناراض ہیں۔ اسی وجہ سے حاضر ہونے سے محروم کر دیا گیا ہوں۔ طبیعت نہایت ہی بے چین ہو گئی اس حیرانی و پریشانی میں نیند اڑ گئی۔ ہر وقت گریہ و زاری رہتی۔ ایک رات تہجد کے وقت کالت مراقبہ اسی خیال و تصور میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف مبارک لے آئے ہیں۔ اور بڑی ہر بانی و شفقت سے فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب آپ گھبراہٹے نہیں۔ اس وقت واپس جانا ہی بہتر ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر آپ کو بلا لیں گے۔ تسلی رکھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی سے دل کو تسکین ہو گئی۔ اور حسب ارشاد فقیر واپس چلا آیا۔ لیکن محبت کی آگ برابر لگی ہوئی تھی۔ جب تک قدم بوسہ نہ ہو جاتی۔ اس دل بے قرار کو قرار کیسے آسکتا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد



دوسری بار جب حج کے لئے ارادہ ہوا تو اُس کی کیفیت یوں حضرت صاحب نے بیان فرمائی کہ حاجی نور دین صاحب مرحوم سوداگر حرم ساکن پشاور اور ان کی والدہ ماجدہ اور چند اور دوست حج کے ارادہ پر راولپنڈی حاضر ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ ہم حج کیلئے چلے ہیں۔ آپ بھی ہماری ہمراہ تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی میرا ارادہ نہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلائیے تب جاؤں گا آپ جائیں اور میرے لئے دعا کریں۔ غرض وہ دوست بھی پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر پھر انہوں نے لکھا کہ جناب تشریف لے آویں اور بذریعہ تار مطلع فرما دیں۔ تاکہ آپ کے لئے ٹکٹ خرید لیا جاوے۔ ابھی جہاز کی روانگی میں چند دن باقی ہیں جناب نے پھر بھی تار میں یہی جواب دیا کہ میرا ابھی ارادہ نہیں ہوا۔ میرا ٹکٹ نہ خریدیں۔ اسی رات تہجد کی نماز کے بعد آپ اسی فکر و خیال میں سو گئے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ جناب فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور بڑی رحمت و شفقت سے میرے سر پر بوسہ دیکر فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب تعالیٰ یعنی حافظ صاحب آجاؤ اس کے بعد حضرت صاحب بیدار ہوئے۔ اور فوراً تیاری کر دی۔ گھر کے لوگ حیران تھے کہ اس قدر جلدی ارادہ ہو گیا۔ فرط شوق و محبت کے سبب آپ کے آنسو جاری تھے اُسی دن تھوڑا سا ضروری سامان لیکر اسٹیشن پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ شہر کے کسی دوست کو بھی اطلاع تک نہ ہوئی۔ حاجی نور دین صاحب کو بھی تار دی کہ میرا ٹکٹ خرید لیں۔ میں بھی آ رہا ہوں۔ بھیٹی پہنچا ایک دن قیام رہا۔ جہاز تیار تھا۔ بہت جلد سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی شان جب جہاز عین وسط سمندر میں پہنچا۔ نہایت طوفان آگیا جس سے جہاز کا چلنا مشکل ہو گیا۔ ساتھ ہی جہاز کے تہ خانوں میں جو سامان از قسم تیل و رنگ و دھن تھا۔ اُس میں آگ لگ گئی۔ آگ کے شعلے جہاز سے نکل نکل کر آسمان تک جلتے تھے اور سب دھواں دھار ہو گیا۔ کپتان نے جہاز کا لنگر ڈال دیا۔ اور جہاز کھرا کر دیا۔ اس وقت حاجیوں کی عجیب کیفیت تھی۔ کوئی بال بچوں کو یاد کر کے روتا۔ اور کوئی اپنے مکانوں اور مال و متاع کو یاد کر کے رونا کرتا۔ کوئی اپنی بے وقت موت کو سامنے دیکھ کر مہوش ہو کر گر پڑتا ہر طرف سے یا لطیف یا لطیف کا شور برپا تھا۔ کپتان نے تمام حاجیوں کو ایک ایک لائف بٹ دکا کر دیدیا۔ کہ اس کو اپنی کمر میں باندھ لیں۔ حضرت صاحب کے پاس بھی ایک کاک لیکر حاضر ہوا۔ حضرت صاحب نے بوجھا کہ اس کا کیا فائدہ؟ اُس نے کہا کہ اس کے باندھنے سے پویش گھنٹہ تک آدمی



ڈوبتا نہیں حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ مروت نہیں میں تمام حاجیوں سے پہلے اپنی جان دینے  
 کو تیار ہوں وہ اس بات کو سنکر متعجب ہوا۔ اور کاک واپس لے گیا۔ پھر حضرت صاحب نے  
 حاجیوں کو نصیحت فرمائی کہ اے اہل جہاز سنو۔ اب مال و متاع اور بال بچوں کو یاد کرنیکا وقت  
 نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنیکا وقت ہے۔ اس وقت دو قسم کی موت سامنے ہے۔ دیکھئے خالق  
 اب کس قسم کی موت مارتے ہیں۔ آگ میں جلاتے ہیں۔ یا پانی میں ڈبوئے ہیں۔ ایسے حال میں اللہ  
 تعالیٰ کو یاد کرو۔ تاکہ غفلت میں جان نہ نکلے۔ اس نصیحت کے بعد آپ الگ ہو کر جہاز کی اوپر کی  
 منزل پر چلے گئے۔ اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ نوافل کے بعد آپ مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ اور  
 اسی حالت میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک بزرگ نورانی صورت نفیس لباس پہنے آپ کے پاس آئے  
 اور فرمایا کہ حافظ صاحب سلام علیک۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو السلام علیکم فرماتے ہیں۔  
 اور آپ فرماتے ہیں کہ آپ کا نام مبارک ہو۔ حضرت صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جہاز کا یہ حال ہے۔  
 انہوں نے فرمایا کہ آگ بجھ گئی ہے۔ فکر نہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 خدمت میں ضرور حاضری ہوگی۔ کیونکہ حضور ہی کے بلائے ہوئے آپ آئے ہیں اتنی بات کہہ کر جب  
 وہ جانے لگے۔ تو حضرت صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی کیا تعریف ہے۔ اپنی کیفیت حقیقت  
 سے آگاہ فرمادیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ حافظ صاحب مجھے ہی کو عبد القادر کہتے ہیں جناب نبی کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے باہر کے خاص خاص دوستوں اور محبتوں  
 کو حضور کی جانب مبارک باد دیتا ہوں۔ یہ کام میرے سپرد ہوا ہے۔ ان کے جانے کے بعد  
 حضرت صاحب نے اللہ کریم کا شکر یہ ادا کیا۔ اور فرمانے لگے کہ لوگو مبارک ہو۔ آگ بجھ گئی۔  
 اسوقت شعلوں کا حال بدستور تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ جناب آگ اس قدر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ  
 آگ بجھ گئی ہے۔ آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ ایک دفعہ ہی نہایت سخت دھماکا نکلا اور معلوم ہوا  
 کہ آگ کے شعلے آسمان کی طرف چلے گئے ہیں۔ اس کے بعد آگ بالکل بجھ گئی۔ لوگوں کی جان میں جان  
 آئی۔ جو لوگ جہاز میں موجود تھے۔ سب نے اپنے اپنے گھروں میں بذریعہ تار و خطوط اطلاع دی۔  
 کہ جہاز کا حال خطرناک ہو گیا تھا۔ مگر حضرت صاحب کی دعا و برکت سے صبح و سالم کنارہ نک پہنچ  
 گیا۔ سب کے سب حضرت صاحب کے معتقد ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ بخیر و عافیت مقامات مقدسہ زاد ہما



اللہ شرفاً و کرامۃ کے فیوض و برکات سے سرفراز و ممتاز ہو کر واپس تشریف لائے۔  
 نیز آپؐ فرمایا کہ مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر پہنچ کر یہ کیفیت ہو گئی  
 کہ وہاں سے ایک لمحہ بھی جدائی گوارا نہ ہوتی تھی۔ روزانہ یہی دعا مانگتا کہ الہی اب مجھے واپس مت لیجا۔  
 میں تیرے حبیب کے قدموں میں ہی مرنا پسند کرتا ہوں۔ میری موت مدینہ منورہ میں ہی واقع ہو تاکہ  
 قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھوں۔ مسجد مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں عشاء  
 کی نماز کے بعد ایک بزرگ نوزانی صورت نے حضرت صاحب کی ملاقات کی۔ اور فرمایا کہ حافظ صاحب کیا آپ  
 نے ہی یہ دعا کی تھی۔ کہ میری موت مدینہ منورہ میں واقع ہو۔ حضرت صاحب نے کہا کہ ہاں۔ تو اس بزرگ نے فرمایا  
 کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب کے کہہ دو کہ واپس ہند تشریف لیجاویں۔ ابھی انکے  
 وجود سے بہت سی خلق خدا فیضیاب و مستفیض ہو گئی۔ اور انکی قبر بھی وہیں ہوگی چنانچہ قبر کی جگہ بھی  
 اس وقت دکھادی گئی جہاں اب روضہ بن چکا ہے جس میں حضرت صاحب کے بڑے صاحبزادہ مولوی عبدالعزیز  
 صاحب رحمہ نے آپ کے پیشدستی کی۔ اور اپنے لئے جائے قرار بنالی۔ اللہ اعظم اللہ۔ پھر حضرت صاحب نے  
 اس بزرگ سے عرض کیا کہ جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کیوں نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں  
 کوئی خاص حکمت ہوگی جس کا راز پھر کسی وقت ظاہر ہوگا۔ الحمد للہ کہ وہاں سے واپس آنے پر آج تک  
 لاکھوں خلق خدا مستفید و مستفیض ہوئی ہے۔ اور ہو رہی ہے۔

حاجی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ موجودہ روضہ میں جب حضرت صاحب نے اپنے لئے جگہ  
 وقف کی۔ تو شہر کے ایک مولوی جس کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں جو ہمیشہ حسد کیا کرتا ہے۔ یہ بات پھیلائی  
 شروع کر دی کہ حافظ صاحب کو کیا غیب کا علم ہے۔ کہ انکی موت راولپنڈی ہی ہوگی۔ اور آیا اسی جگہ دفن کئے  
 جائیں گے۔ حضرت صاحب نے جب یہ بات سنی۔ تو آپ نے فرمایا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قبر کی جگہ بتلا  
 دی ہوئی ہے۔ آپ کا فرمان مبارک کبھی غلط ہو ہی نہیں سکتا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میری قبر سی روضہ  
 میں ہوگی چنانچہ آج آپ کے وصال کے بعد آپ کی قبر ٹھیک اسی جگہ بنائی گئی ہے جو آپ نے اپنی زندگی میں اپنے  
 لئے وقف کر دی تھی۔ اب مولوی صاحب مذکور اپنے کٹھ پریشیاں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ افسوس ہم تمام غفلت  
 میں رہے۔ ہم نے حافظ صاحب کو نہ پہچانا۔ غرض کہ آپ کے اقوال کو اللہ کریم نے سچا کر دکھایا۔ اور آپ کی قدر  
 و منزلت آپ کے وصال کے بعد معلوم ہو رہی ہے۔



# باب دوم فیوض برکات

## کشف و کرامات

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بیان کشف و کرامات سے پیشتر بالاختصار یہ واضح کر دیا جائے کہ کشف و کرامت کیا چیزیں ہیں اور یہ کن لوگوں کو عطا فرمائے جاتے ہیں۔

کشف خاصانِ خدا کی ایک روحانی حالت کا نام ہے جو صدیقین اور مقربین بارگاہِ مہربانی کا حصہ ہے وہ ایک نور ہے جو نفس کے تمام صفات ذمیرہ سے پاک صاف ہو جانے پر قلبِ مومن میں پیدا ہو پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے ان حقائق و معارف کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے جن کا پہلے اسے صرف سماعتی علم تھا۔ اور غیر واضح طور پر ان کو سمجھتا تھا اس مقام میں ان تمام مشکلات کے عقدے حل ہو جاتے ہیں جن کو وہ اپنے علوم کسبہ کی وساطت سے نہیں سمجھ سکتا۔ اسی مقام کا نام معرفت حقیقی ہے۔ اور یہی کشف ہے الغرض مکاشفہ سے مراد یہ ہے کہ لوازم بشریت کا حجاب دور ہو کر حقیقتِ اصلہ ایسے واضح طور پر عارف کا دل کیلئے کھول دی جاتی ہے کہ وہ انہیں بالکل کھلم کھلا دیکھتا ہے جس میں شک و شبہ کو کسی قسم کا مطلقاً دخل نہیں ہوتا اور یہ مرتبہ بغیر فتانی الرسول ہونے کے حاصل نہیں ہو سکتا یہی وہ علم خفی ہے جس کے متعلق جنابِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان من العلم کلمات المکنون لا یعلمہ الا اهل المعرفة باللہ تعالیٰ فاذا انطقوا به لم یجہلہ الا اهل الادغترار باللہ تعالیٰ ولا تحقروا علماً اتہ اللہ تعالیٰ علما منہ فان اللہ تعالیٰ لم یحقرہ اذا اتہ العلم یعنی بے شک ایک حصہ علم کا وہ ہے جو بطور اسرارِ خفیہ رکھا گیا ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ کے عارف ہی حاصل کر سکتے ہیں جب وہ لوگ اس علم کو الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں تو صرف جاہل و مغرور آدمی اس کا انکار کیا کرتے ہیں۔ تم ایسے عالم کی تحقیر مت کرو جس کو خداوند کریم نے یہ علم دیا ہو۔ کیونکہ جب خداوند کریم



نے اس کو علم دیا تو اس کو حقیر نہیں رہنے دیا۔

یہی علم تھا کہ حضرت امیر المومنین جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں منبر پر عین خطبہ جمعہ پڑھنے کی حالت میں اپنے سپہ سالار حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو جو ملک شام میں کفہ کا مقابلہ کر رہے تھے زور سے پکار کر فرمایا یا ساریہ الجبل چنانچہ اُدھر حضرت ساریہ نے بھی آپ کی آواز سنی اور اس پر عمل کیا اور دشمنوں پر فتح پائی چنانچہ جب اس غزوہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم واپس آئے تو انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے بعینہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز یا ساریہ الجبل کے لفظوں سے سنی اور اس معاط کی پورے طور پر تصدیق ہو گئی۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن مجید تلاوت فرما رہے تھے کہ ایک صاحب داخل ہوئے آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ تم فلاں فعل کر کے آئے ہو اس شخص نے انکار کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام کیفیت جو اس شخص کے ساتھ گزری بیان کر کے فرمایا کہ کیا ایسا ہوا ہے یا نہیں اس شخص نے جواب دیا کہ ہاں ایسا تو ہوا ہے پھر اس شخص نے کہا کہ کیا جناب بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پھر وحی نازل ہونے لگی جس سے آپ کو یہ خبر حاصل ہوئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں وحی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ مگر آپ نے ارشاد فرمایا ہے اَلْمَوْفِرَاسَةُ الْمُؤْمِنُ فَانَّهُ يَنْظُرُ بَنُورِ اللّٰهِ۔ یعنی مومن کی فراست سے دور و کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور سے اشیاء کا معائنہ کرتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اس قسم کے بے شمار واقعات خصال بارگاہ ربانی سے منقول ہیں اور یہی کشف ہے۔ نیز ارشاد ہے۔ اِنْ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتَقَرَّکُمْ بِعِزِّیْ جَوْزِیَادٍ وَرَشَقِیْ ہُوَ وَہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک یا وہ کرامت والا ہو تو بحسب مقتضا وقت و صلاحیت اولیاء اللہ کو ایسے امور جو انسانی قدرت سے فوق ہوں انکی قدرت اور تصرف کی اجازت عطا فرمائی جاتی ہے۔

**کرامات** مافوق العادۃ آثار و کمالات یا خوارق عادات جو کسی ولی اللہ سے صادر ہوں ان کو کرامات کہتے ہیں۔ اور یہ کرامات یا خوارق عادات محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاحب کرامت کے متقرب الی اللہ ہونے اور اس اعزاز کا جو بارگاہ رب العظیم میں ولی اللہ کو حاصل ہوتا ہے گویا ان کے اظہار کیلئے ہوتے ہیں۔ خوارق عادات اور کرامات اولیاء اللہ مسلمانوں کے نزدیک جائز اور ممکن ہیں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سبب اور مسبب کا تعلق ممکن ہے۔ اور سبب کے بغیر مسبب کا وجود میں آنا



عادت الہیہ میں جاری ہے سو مسلمانوں کو اپنے اس عقیدہ صحیحہ پر راسخ و مستحکم رہنا چاہئے۔ کیونکہ حق جس کے تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اور جس کے تمام مسلمان اہل سنت و الجماعت معتقد ہیں یعنی کہ خوارق عادات یا کرامات اولیاء اللہ حق ہیں اور ثابت ہیں۔ کیونکہ صحابہ و تابعین و تابعین تابعین رضی اللہ عنہم میں اس امر کو بہ تو اتر تسلیم کیا گیا ہے۔ اور جس کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ ثبوت خوارق عادات کو قرون ثلاثہ نے تسلیم کیا چنانچہ آج تک تمام اہل اہول، فقہاء، محدثین، متکلمین کلمہ ہی اعتقاد مذہب ہے اور اسی اعتقاد پر تمام مسلمان آج بھی ثابت و قائم ہیں۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب رنگون ملک برہما تشریف لیگئے۔ خاکسار بھی ہمراہ تھا۔ صوفی عبد الرحمن صاحب جو حضور کے اجل و اکمل خلیفہ ہیں۔ اور ان دنوں انسن علاقہ رنگون کے درکشاپ میں فٹر کا کام کرتے تھے کے مکان پر قیام فرما تھے۔ ایک رات آپ تہجد کی نماز کے لئے اُٹھے۔ تو صوفی صاحب نے وضو کر لیا۔ وضو فرمانے کے بعد جب نماز کے لئے تیار ہوئے۔ تو جناب نے فرمایا کہ خدا خیر کرے۔ راہ پینڈی میں فساد ہوتا نظر آرہا ہے۔ چنانچہ چند دن بعد جناب صاحب راہ صاحب مولینا مولوی عبدالغفر صاحب کا خط آگیا جس میں راہ پینڈی کے فساد کی خبر درج تھی۔

اسی طرح ایک اور دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ ملک برہما تشریف لیگئے۔ ابھی چند دن ہی قیام فرمایا تھا۔ کہ جناب نے جلد واپس آئیکا ارادہ فرمایا۔ وہاں کے دوستوں نے زیادہ دن ٹھہرنے کے لئے اصرار کیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ دل ہی چاہتا ہے۔ کہ بہت جلد واپس چلے جاؤں۔ ہمیں خالق کی کوئی محکمت ہوگی۔ چنانچہ جناب نے دوستوں کے اصرار کے باوجود واپسی کا ارادہ کر لیا۔ راہ پینڈی شریف پہنچنے کی دیر تھی۔ کہ تمام پنجاب میں فساد برپا ہو گیا۔ متعدد اسٹیشن جلا دیئے گئے۔ تاریں توڑ دی گئیں۔ آمد و رفت کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اور چند مدت تک وہ تباہی رہا۔ کہ الاماں۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب سید پور جو راہ پینڈی سے جانب شمال۔ مارٹ کے دامن میں واقع ہے۔ تشریف لیگئے۔ اس وقت مستری عبداللہ صاحب مرحوم بھی ہمراہ تھے۔ بعد کا دن تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آج جمعہ اس پہاڑ کے درہ میں پڑھیں گے۔ ارگرد علاقہ کے تمام دوست جمع ہو گئے۔ جو کہ وقت بحیب ہی نظر آ رہا تھا۔ جناب حضرت صاحب نے ایک اونچی سل پر جو اس وقت قدرتی طور پر منبر کا کام دے رہی تھی۔ کھڑے ہو کر پہلے دعائے نکش پیرایہ میں فرمایا۔ کہ تمام نمازی زائر



روتے تھے۔ وعظ کے بعد اپنے خطبہ پڑھلا اور نماز جمعہ ادا فرمائی چونکہ جگہ نامہوار تھی۔ اس لئے دوست دور دور تک جہاں جہاں انکو جگہ ہموار ملی۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول تھے۔ اللہ اکبر کی تکبیروں سے پہاڑ گونج اُٹھے۔ شام تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہے۔ شام کی نماز بھی وہاں ہی ادا کی گئی۔ رات کو سیف علی پٹواری کے ہاں دعوت تھی جب کھانا سامنے آیا۔ تو آپ نے فرمایا یہ کھانا مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔ میزبان تو شرم کے مارے بول نہ سکا۔ البتہ وہاں کا قاضی جو فقرا سے بدظن تھا۔ جھٹ بول اٹھا۔ سبحان اللہ۔ آپ اگر فقیر ہیں۔ تو اس پٹواری کے حق میں دعا کریں کہ خدا اس کو لڑکا عطا فرماوے۔ قاضی صاحب کی بات سن کر جناب کی طبیعت میں کچھ جلالت آگئی فرمایا۔ کہ خالق کے نزدیک یہ کونسا مشکل امر نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ لڑکا ہی ہوگا۔ قاضی صاحب ایسی باتوں کا کہاں اعتبار کرتے تھے۔ کہنے لگے۔ کہ آپ لکھ دیجئے چنانچہ آپ نے لکھ دیا۔ کہ لڑکا ہی ہوگا اس وقت پٹواری کی بیوی کو حمل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مدت حمل گزرنے کے بعد لڑکا ہی عطا فرمایا۔ قاضی صاحب اس واقعہ سے متعجب ہو گئے۔ اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوئے۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب چورہ شریف بتقریب سعید عرس شریف تشریف لے گئے جناب کے ہمراہ اور بھی بہت سے دوست تھے جب گاڑی قطبال اسٹیشن سے کچھ آگے نکل گئی۔ لائن کی شہتیریاں ٹوٹ گئیں جن کے باعث انجن لائن سے پھسل گیا۔ اور گاڑیوں کا سلسلہ ٹوٹ پھوٹ گیا۔ سخت زور کا دھماکہ نکلا جس کو سن کر تمام مسافروں کے دل دہل گئے۔ اور حواس باختہ ہو گئے حضرت صاحب دیگر دوست اس وقت مراقبہ کی حالت میں تھے۔ کہ ناگاہ سب کے سب جھٹکے باعث گاڑی کے اندر گر پڑے حضرت صاحب یہ حال دیکھ کر سب سے پہلے کھڑکی کی طرف آئے اور منہ باہر نکال کر دیکھا۔ تو عجب سمان تھا۔ کہ اگلی گاڑیاں یکے بعد دیگرے ریل کی پٹری سے الگ ہو کر ایک نہایت گہری غار میں گر رہی ہیں۔ اور ایک دوسری پر گر کر ریزہ ریزہ اور چورہ چورہ ہو رہی ہیں۔ آپ سب سے پہلی گاڑی میں سوار تھے۔ ایسی حالت میں کھڑکی سے چھلانگ لگا کر اترنا بھی نہایت مشکل تھا۔ اتنے میں جناب والی گاڑی بھی اس گہرے گڑھے کے دماڑ پر پہنچ گئی۔ قریب تھا کہ وہ بھی الٹ کر اس میں گر پڑے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آدھا حصہ



گاڑی کا اس خندق کے پھر گیا۔ اور آدھا حقہ خندق کے دمانہ پر ہوا میں معلق رہا۔ اور ایک دم  
گاڑی کھڑی ہو گئی۔ سب سے اول جناب ہی گاڑی سے اترے۔ اس کے بعد باقی دوست نکل آئے  
اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے سب دوستوں کی جانیں بچائیں۔ گرد و نواح کے لوگ اور گریز  
بھی جمع ہو گئے۔ اور اس نظارہ کو دیکھ کر کہتے تھے کہ اس آخری گاڑی میں ضرور کوئی اللہ تعالیٰ کا  
مقبول بندہ ہو گا جس کی طفیل یہ گاڑی صحیح و سالم رہی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ان سب اکروں  
کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل و کرم کیا ہے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب کا موضع بٹر کی متصل گوجر خاں ایک دوست راجہ درزی کے  
ہاں قیام تھا۔ رات کو ذکر کے حلقہ اور مجلس سے فارغ ہو کر سوئے ہی تھے کہ رات کے دو بجے  
کے قریب نیند سے بیدار ہو کر بغیر اس کے کہ کسی کو اطلاع دیں۔ آپ تنہا اسٹیشن گوجر خان پر  
تشریف لے گئے۔ جب دوستوں نے اٹھ کر موجود نہ پایا۔ تو حیران ہو کر ادھر ادھر تلاش کرنے لگے  
ایک شخص نے کہا کہ میں اسٹیشن کی طرف سے آ رہا ہوں۔ میں نے راستہ میں اس قسم کی شکل و  
شباہت کے بزرگ کو جلتے ہوئے دیکھا ہے۔ دوست سب اسٹیشن پر پہنچے تو دیکھا کہ آپ گاڑی  
کی انتظار میں بیٹھے ہیں۔ عرض کیا کہ حضرت یہ کیا واقعہ ہے۔ اتنی جلدی واپس تشریف لے جانے  
کا کیا سبب ہے۔ فرمایا کہ میرا بہت جلدی واپس جانا ہی اچھا ہے۔ مجھے نہ روکو۔ عرض دوست  
خاموش ہو گئے۔ جب حضرت صاحب گھر پہنچے۔ دیکھا۔ تو جناب مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب  
بخار میں سخت بیمار ہیں۔ اور بیہوش پڑے ہیں۔ حضرت صاحب فرمایا کہ میرے جلدی ہو تو  
آنے کا باعث یہ ہی تھا۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت اقدس  
میں حاضر تھا۔ مجھے فرمان ہوا کہ مولوی صاحب اس وقت سو ماوہ جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضور  
مجمع کے دن وہاں جاؤں گا۔ فرمایا نہیں۔ جس طرح کہا جاتا ہے۔ محل کر دیچا پنچ حسب ارشاد اسی  
وقت گاڑی پر سوار ہو کر شیخ محمد اسماعیل صاحب کے گھر پہنچا۔ دیکھا تو ان کی والدہ دردمر سے سخت  
تکلیف میں ہے۔ میں نے السلام علیکم کے بعد کہا کہ مالی حاجی۔ اٹھو۔ مجھے حضرت صاحب نے روانہ  
کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ دردی وجہ سے اٹھ نہیں سکتی تھی۔ لیکن حضرت صاحب کا نام سنتے ہی چارپائی



پر بیٹھ گئی۔ میں نے کلام الہی پڑھ کر دم کیا۔ جوں جوں دم کرتا جلتا تھا۔ دروسے آرام آتا گیا۔ حتیٰ کہ بالکل تندرست ہو گئی۔ مادر بہت بہت دعاؤں میں دیں۔ غرضیکہ آپ کے جلدی بھیجنے میں ہی مصلحت تھی۔ مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ جناب صاحبزادہ حضرت مولینا مولوی عبدالرحمن صاحب مدظلہ نے موضع چوہڑی کی طرف سیر کا ارادہ کیا۔ ایک دوست اتفاقاً اسی وقت موٹر کار لے کر آگیا۔ اور اُس نے عرض کیا کہ اس کار پر تشریف لے جائیں۔ مولینا صاحب مجھے بھی ہمراہ بیکر کار پر سوار ہو گئے۔ چلتے چلتے جب کار ریل کے پل پر سے گذری۔ تو اتفاقاً وہ کار خراب ہو گئی۔ اور رفتار کے قابل نہ رہی۔ ہم کار سے اتر پڑے۔ حیران تھے۔ کہ اب کیا کیا جائے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک دوست جلال دین ٹانگرہ دوڑائے آ رہا ہے۔ جلال دین سے دریافت کیا۔ کہ کس طرف جلد ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ آپ کی مددگی کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا کہ جلال دین ٹانگرہ لے کر مولوی صاحب کے پیچھے جاؤ۔ یہ سیدھی سڑک چھوڑ کر ریل کے پل کی طرف جانا۔ موٹر کار ٹھیک نہیں تھی۔ مولوی صاحب کو پیدل چلنے میں تکلیف ہوگی۔ حضور علی کے فرمان کے بموجب میں ٹانگرہ دوڑاتا ہوا آیا ہوں۔ باقی کا سفر چانچہ ہم نے ٹانگرہ پر ہی کیا۔ حافظہ دین محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں بھی اس وقت ہمراہ تھا۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں ایک شخص بیعت کیلئے حاضر ہوا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ تو نے پہلے بیعت کی ہوئی ہے۔ دوبارہ بیعت کی کیا ضرورت ہے۔ اُس نے کہا۔ کہ یا حضرت میں کسی جگہ بھی بیعت نہیں کی۔ حضرت صاحب نے غصہ آمیز لہجہ سے فرمایا۔ کہ تو غلط کہتا ہے۔ توسید حیدر شاہ صاحب جانا پوری کامرید ہے۔ تم اُن سے کیوں بد عقیدہ ہو گئے ہو۔ جاؤ وہاں ہی جا کر توبہ کرو۔ غرضیکہ آپ نے اُسے بیعت نہ کیا اور مجلس سے نکال دیا۔ اُس کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ میں سوچ رہا تھا۔ کہ یہ شخص کہاں بیعت ہے کہ ناگاہ میرے سامنے شاہ صاحب کی روح مبارک حاضر ہوئی۔ فرمایا کہ حافظ صاحب اس شخص کو میں نے مردود کر دیا ہے۔ یہ بہت بے ادب اور گستاخ کو بد عقیدہ ہے۔ آپ اس کو ہرگز قبول نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ بے ادبی اور بد اعتقادی سے بچا دے۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب کی مجلس میں حاضر ہوا۔



طلاقات کے بعد حضور عالی نے فرمایا کہ آج سید حیدر شاہ صاحب جلالپوری کا انتقال ہو گیا ہے اور شاہ صاحب نے جلتے وقت فقیر کو فرمایا ہے کہ حافظ صاحب ہم اب جاتے ہیں۔ آپ ابھی ہمارے بعد کچھ مدت رہو گے۔ اور جاتی دفعہ ایک ٹوپی بھی عنایت کی۔ اور چند مفید باتیں بھی فرمائیں۔ جن کا اظہار مناسب نہیں چنانچہ اس روحانی رابطہ کی وجہ سے شاہ صاحب کے چند ایک خاص دوست حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صاحب کمال ہو کر اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ جن میں سے ایک سید حاکم شاہ صاحب ساکن ڈیرا ٹچا نوالہ ضلع گجرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن کی توجہ سے بہت مخلوق فیض یاب ہو رہی ہے۔ جناب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی ان کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ اور باطن میں ٹرپ اور سوزا درد کے آثار ظاہر ہو گئے۔ ایسی طرح جب یہاں محمد صاحب ساکن کھڑی متصل جہلم مصنف سیف الملوک اور قاضی صاحب ساکن آئی ٹھوان شریف والوں کا انتقال ہوا۔ تو ہر دو موقع پر حضرت صاحب نے دوستوں کو ان صاحبان کے وصال کی اطلاع دیدی تھی۔ کہ یہ صاحبان بھی عاتی دفعہ طاقات کر گئے ہیں۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھا کہ کاغان کے علاقہ کارہینے والا ایک دوست غلام علی نام جو بکریاں چرایا کرتا تھا۔ طاقات کے طحضر ہوا۔ طاقات کے بعد حضور نے اسے فرمایا کہ تمہارا ملک سنا ہے۔ بہت اچھا ہے۔ آپ کے ملک کی سیر کو دل بہت چاہتا ہے۔ کبھی میں بھی وہاں لے چلو۔ وہ دوست نہایت خوش ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضور کی نہایت ہی شفقت اور عنایت ہوگی۔ ضرور تشریف لے چلیں حضور نے فرمایا کہ بھائی ہم ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں۔ موٹریا ٹانگوں کے بغیر سفر نہیں کر سکتے۔ کس طرح لے جاؤ گے۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت جہاننگ ٹانگوں وغیرہ جاتا ہے۔ وہاں تک لے جائینگے۔ اس سے آگے پنے کندھوں پر اٹھا کر حضور کو لے چلیں گے۔ انشاء اللہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی حضور نے فرمایا تمہاری محبت ظاہر ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو زیادہ زیادہ محبت بخشے۔ ہم آپ کے ملک کو کشنی حالت میں گئی دفعہ دیکھ چکے ہیں۔ اس ضعیفی میں وہاں جلتے کی ضرورت نہیں۔ بھلا سنو۔ وہاں غلوں جگہ یا بسا ہے اس کے کنارے کندھ سے خوب عمدہ سڑک جاتی ہے۔ سڑک پر فلاں ایک بڑا درخت ہے جس کے نیچے بہت سی بکریوں کے ریوڑ دوسرے کے وقت جمع ہو جاتے ہیں۔ فلاں مقام پر آپ کا گاؤں ہے۔



غرض آپ نے جب تمام حالات بیان کئے۔ تو وہ تمام کیفیت سن کر حیران ہوا۔ اور آپ کے اس کشف کے باعث ان کے اعتقاد و محبت میں بہت اضافہ ہو گیا۔

مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ عرض کیا کہ گھر سے آئے دو تین دن ہو گئے ہیں۔ اجازت فرمادیں۔ تو گھر چلا جاؤں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ آج نہ جاؤ۔ میں خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے دوبارہ عرض کیا۔ جس پر حضور نے فرمایا۔ کہ دل نہیں چاہتا۔ کہ آج آپ جائیں۔ مگر آپ کی مرضی۔ میں جب سٹیشن پر پہنچا۔ تو مجھے سے حضور نے ایک دوست کو روانہ کیا۔ کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ واپس آ جاؤ۔ آج گھر نہ جاؤ۔ چنانچہ میں واپس حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ دو روز حضور نے خود ہی اجازت فرمائی۔ جب گھر آیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ کل میرا ایک بھائی گھرایا ہوا تھا۔ اور بہت سی ہودہ بکو اس کر کے چلا گیا۔ میرے اس روز گھر آنے کے باعث فتنہ و فساد لگ گیا۔ اور نہ ممکن تھا۔ میں بھی گھر نہ جاتا۔ تو فی مابین زیادہ فساد کی نوبت پہنچ جاتی۔ اور بہت نقصان ہوتا۔ حضور کے فرمان کے بموجب کتنی باٹل لگئی۔

نیز مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں اور بہت سے دوست حضرت صاحب کی مجلس میں حاضر تھے۔ تبجد کا وقت تھا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مستری عبد اللہ صاحب دوستوں کے لئے پلاؤ پکا رہے ہیں۔ صبح دوستوں کو یہ ہی کھلائی تھیں۔ مستری عبد اللہ صاحب کو ٹی پھر اداں ضلع کو حیرانوالہ کے رہنے والے حضرت صاحب کے نہایت ہی غلص اور مقرب اور متواضع اور خدمتی دوست تھے۔ اور قلعہ کے درکشاپ میں کام کرتے تھے۔ ان دنوں موضع مرہٹھن میں سا کرتے تھے۔ غرض ابھی اشراق کا وقت نہیں ہونے پایا تھا۔ کہ مستری صاحب پلاؤ کا خال رو مال سے ڈھانپے ہوئے حضرت صاحب کی خدمت میں بیکر حاضر ہو گئے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ مستری صاحب اتنی جلدی یہ پلاؤ کیسے پکا کر لے آئے۔ مستری صاحب نے عرض کیا۔ کہ رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ میں نے پلاؤ پکا کر حضور کی خدمت میں ہی طرح حاضر کیا ہے۔ نیند سے بیدار ہو کر اسی وقت پلاؤ پکانے کا تردد کیا۔ اور صبح سے پہلے پہلے پلاؤ تیار کر لیا۔ خواب سے میں نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ حضرت صاحب نے مجھے پلاؤ پکانے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ہم سب دوستوں نے خوب کھایا۔ اللہ تعالیٰ مستری صاحب مرحوم کو بخشنے۔ آمین۔



مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں خدمت عالیہ میں راولپنڈی شریف حاضر تھلا اور بھی چند دوست موجود تھے۔ دوستوں کے خطوط کے جواب آپ لکھوا رہے تھے کہ اس اثنا میں آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا۔ اور زبان مبارک سے فرماتے لگے کہ اوہو آگ لگ گئی آگ لگ گئی۔ پھر کچھ دیر آپ خاموش رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ کے چہرہ کا رنگ بدستور ہو گیا ہم سب حیران ہو گئے کہ کہاں آگ لگ گئی۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد شہر کے دوستوں میں سے ایک دوست حاضر خدمت ہوا۔ اور اُس نے عرض کیا کہ فلاں محلہ میں فلاں دوست کے گھر میں آگ لگ گئی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور آگ جلدی بجھا دی گئی۔

ایک دفعہ حضرت صاحب موضع ڈامباں علاقہ شیخوپورہ میں تشریف لے گئے وہاں مولوی محمد دین صاحب مرحوم نہایت ہی خلص اور فدائی دوست تھے۔ ان کے مکان پر قیام تھا اس وقت جناب کے ہمراہ خاکسار احمد دوسرے بہت سے یار تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ دوپہر کا کھانا تناول فرما کر جناب نے قیلولہ فرمانے کا ارادہ کیا۔ اور دوسرے دوستوں کو بھی آرام کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اکثر دوست وہیں ابھر اُدھر سو رہے۔ مگر صوفی میرا بخش حاجی نظام دین مرحوم اور مولوی میر علی نے آپس میں صلاح کی کا ذہم نہر پر چلیں جو وہاں سے قریب ہی ہستی ہے۔ وہاں درختوں کے سایہ تلے آرام کریں گے جب وہ تینوں دوست نہر پہنچے۔ تو کپڑے اتار کر انہیں دھونے میں مشغول ہو گئے۔ اور ساتھ ہی ایک دوسرے کو ہنسی ٹھٹھ بھی کرتے لگے۔ اور یہودہ باتوں میں مصروف ہوئے۔ اسی اثنا میں حاجی نظام دین صاحب مرحوم جن نہایت ہی ذاکر اور فرشتہ سیرت دوست تھے۔ داویلا کرنے اور روتے لگے اور دوسرے دوستوں سے کہنے لگے چلو چلیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب ہم پر ناراض ہو رہے ہیں۔ غضب الہی نازل ہونے والا ہے۔ حاجی صاحب نے فوراً کپڑے پہن لئے۔ اور دوسرے دوستوں نے بھی ویسے ہی کپڑے پٹ لٹے۔ اور جناب کی خدمت میں گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ حاجی صاحب تمام راستہ میں ڈرتے اور کانپتے ہوئے گئے۔ تینوں دوست جناب کی خدمت میں سلام عرض کیے خاموش بیٹھ گئے۔ جناب نے تینوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم لوگ صرف پیٹ بھرنے کے لئے اللہ والوں کے ساتھ پھرتے ہو۔ باہر جا کر یہودہ کاموں میں مشغول ہو کر ذکر سے غافل ہو جلتے ہو۔ اگر تمہارا یہی حال ہے۔ تو تمہیں ہمارے ساتھ ہونے



کا کیا فائدہ۔ غرض جناب نے ان تینوں کو بہت ڈانٹا۔ مولوی امیر علی بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں خیال گذرا کہ شاید حاجی صاحب یا صوفی صاحب نے یا کسی اور دوست نے شکایت کی ہوگی۔ یہ خیال دل میں گذرا ہی تھا کہ جناب نے فرمایا۔ امیر علی مجھے کسی نے نہیں بتایا۔ اللہ کریم اپنے بندوں پر تمام جہان کے حالات ظاہر کر دیتا ہے اور ذرہ بھر پوشیدہ نہیں رہتا۔ ہم سب نے توبہ کی۔ اور معافی مانگی۔ جناب نے معاف تو کر دیا۔ لیکن ہر ایک کو ایک ایک کام سپرد کیا۔ تاکہ اس غفلت کا تدارک ہو جاوے۔ امیر علی کو فرمایا کہ تم تمام رات ذکر کرتے رہو۔ اور دوستوں کو بھی ذکر میں مشغول رکھو۔ حاجی صاحب کو فرمایا کہ تم باہر سڑک پر وعظ کرو۔ اور صوفی صاحب کو فرمایا کہ تم نیکھا ہلاتے رہو۔ اور اس طرح جناب نے ان کی اس غفلت کی تلافی فرمائی۔

بابو کریم دین صاحب مرحوم جن کی بیعت توجاب خواجہ خواجگان خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ لیکن تربیت اور تعلیم و تکمیل جناب حضرت صاحب کی توجہ اور برکت سے ہوئی تھی۔ وہ محکمہ ریلوے میں ملازم۔ دوران قیام لالہ موسیٰ اسٹیشن ایک دفعہ ان کے پاس ایک شخص عربی لباس پہنے صوفیوں کی سی وضع قطع بنائے آیا۔ بابو صاحب نے ان کو نیک آدمی سمجھ کر بہت خدمت و تواضع کی۔ اس نے بابو صاحب سے اس رنگ ڈھنگ کی باتیں کیں اور کشف و کرامات بیان کئے۔ کہ بابو صاحب اس کے دام تزدیر میں آکر اس کے مققد ہو گئے۔ جب بابو صاحب لوکری سے فارغ ہو کر گھر آتے تو عرب صاحب بابو صاحب کو قبرستان میں ہمراہ لے جاتے۔ اور داناں جا کر کہتے کہ اس قبر والے کا یہ حال ہے۔ اس قبر والے کی ایسی حالت ہے۔ غرض ایسے ایسے داؤ بیج کھیلے کہ بابو صاحب اس کے مسخر ہو گئے۔ اور جناب حضرت صاحب کی طرف سے اعتقاد و محبت کم ہونے لگی۔ بلکہ جب کبھی حضرت صاحب کا ذکر آتا تو وہ مکار عربی یوں کہتا کہ حضرت صاحب ہیں تو نیک آدمی مگر ابھی جس منزل اور مرتبہ پر میں ہوں۔ وہ نہیں پہنچے۔ لالہ موسیٰ کے بعض دوستوں نے جب یہ حال دیکھا۔ تو انہوں نے بابو صاحب کو بہت نصیحت کی۔ کہ یہ کوئی مکار اور فریبی آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس کو نکال دیا چاہئے۔ مگر بابو صاحب کسی گمانہ مانتے تھے۔ بلکہ اُنے دوستوں کو کہتے کہ یہ شخص بہت ہی اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا ہوا ہے۔ اس معاملہ کے متعلق دوستوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں بذریعہ نیاز نامہ عرض کیا۔ اور جو کچھ واقعات ظاہر ہوتے تھے۔ سب تحریر کر کے التجا کی کہ جناب



اس کے متعلق اپنی فراست باطنی سے معلوم کر کے ارشاد فرما دیں کہ یہ شخص کیسا ہے۔ اور کیا کچھ اس کی حالت ہے۔ جب حضرت صاحب کی خدمت میں عرضداشت پہنچی۔ اور جناب نے ملاحظہ فرمایا تو اس کے جواب میں آیتے بابو صاحب کی طرف لکھا۔ کہ جہاں تک اس عرب کے متعلق فقیر نے اپنی کشنی نظر میں دیکھا ہے۔ یہی معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ شخص طریقت والوں میں سے نہیں ہے۔ مددِ شعی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس کی باتوں پر نہ جائیں جو کچھ بیان کرتا ہے۔ سب جھوٹ ہے۔ جب بابو صاحب کے پاس جناب کا نواز شہناہ صادر ہوا۔ اور بابو صاحب نے پڑھا۔ تو پھر بھی بابو صاحب کے اعتقاد میں جو غرب صاحب کے حق میں راسخ ہو چکا تھا۔ کچھ فرق نہ آیا۔ دوستوں نے پھر سمجھایا کہ جو کچھ جناب حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ درست ہے۔ اس پر عمل کرنا چاہئے۔ مگر بابو صاحب فرماتے ممکن ہے کہ حضرت صاحب کے کشف میں غلطی واقع ہو گئی ہو۔ دوستوں نے پھر حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ بابو صاحب نہیں مانتے۔ اس کے جواب میں حضرت چمکنے فرمایا۔ کہ بابو صاحب کو کچھ نہ کہو۔ تھوڑے دنوں میں ہی بابو صاحب کو خود پتہ لگ جائیگا۔ کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ یا سچا چنانچہ کچھ دنوں کے بعد اس نے بابو صاحب سے کہا۔ کہ اب میں واپس مدینہ شریف اپنے گھر جانا چاہتا ہوں۔ میرا پتہ مدینہ شریف کا یہ ہے۔ اگر آپ کے یا کسی اپنے دوست نے آنا ہو۔ تو اس پتہ پر آجائے۔ یا خط لکھا ہو تو اس پتہ پر لکھیں۔ مگر میرے پاس کرایہ نہیں ہے۔ آپ مجھے قرضِ حسد کے طور پر کرایہ کے لئے روپیہ دیدیں۔ گھر پہنچ کر بندہ یہ منی آرڈر آپ کو روانہ کر دوں گا۔ بابو صاحب نے بڑی خوشی سے روپیہ کرایہ کے لئے دیدیا۔ اور پتہ لکھ لیا۔ جب روانہ ہونے لگا۔ تو بابو صاحب کو کہہ کہ آپ مجھے چند برتن اپنے وطن کے خرید دیں۔ ان کو میں سوغات کے طور پر اپنے وطن لے جاؤں گا اور ان کی قیمت بھی آپ کو روانہ کر دوں گا۔ غرض اسی طرح بہت سامان اور اسباب بابو صاحب سے لے کر گاڑی پر سوار ہو گیا۔ کچھ دنوں تک تو بابو صاحب منتظر رہے۔ کہ آج خط آتا ہے۔ اب منی آرڈر آتا ہے۔ مگر جب بہت عرصہ گزرنے پر بھی کسی قسم کا پتہ نہ لگا۔ تو بابو صاحب نے حاجیوں کی معرفت اس شخص کا پتہ دریافت کیا۔ لیکن معلوم ہوا۔ کہ اس نام کا کوئی شخص مدینہ منورہ میں نہیں رہتا بلکہ پتہ بھی نامکمل ہے۔ اب تو بابو صاحب بہت کچھ بتائے اور اپنے لئے ہر بہت نامدم و شرمندہ ہوئے۔ جناب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مطالبی مانگی۔ اور اقرار کیا۔ کہ آئندہ ایسے لوگوں سے



احتیاط رکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لیروں سے بچائے۔ آمین :-

ایک دفعہ بابو کرمدین صاحب مرحوم نے فرمایا کہ جب میں جناب حضرت صاحب کی وساطت سے  
 وسیلہ سے جناب خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر توبہ و انابت اور بیعت سے مشرف ہوا۔ اور جناب  
 خواجہ علیہ الرحمۃ نے مجھے جناب حضرت صاحب کی خدمت اور مجلس میں حاضر ہونے کی تاکید فرمائی۔ ان دنوں میں  
 راولپنڈی اسٹیشن کے متصل موضع مرہ حسن کے پاس ایک بروہی سائڈنگ اسٹیشن تھا۔ میں وہاں ملازم  
 تھا۔ جناب خواجہ صاحب تو پنجاب کی طرف تشریف لے گئے چند دنوں کے بعد میں نے جناب حضرت  
 صاحب کی دعوت کی حضور بڑی خوشی سے اس اسٹیشن پر تشریف لائے۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد  
 میں نے عرض کیا کہ جب جناب باوا جی صاحب پنجاب کی طرف سے واپس مراجعت فرمائیں مجھے بھی  
 اطلاع فرمائیں تاکہ زیارت سے مستفید ہو سکوں۔ جناب حضرت صاحب نے فرمایا۔ بابو صاحب جیسے آپ کے  
 پاس تار ہے۔ اس سے بہتر ہمارے پاس بھی تار ہے۔ جب بابا جی صاحب تشریف لائیں گے آپ کو خبر  
 ہو جاوے گی۔ اطمینان رکھیں چنانچہ جس رات کو جناب بابا جی صاحب راولپنڈی تشریف لائے۔ اسی رات  
 خواب میں مجھے بتلایا گیا کہ بابا جی صاحب فلاں وقت فلاں گاڑی پر تشریف فرما ہونگے چنانچہ ٹھیک اسی  
 گاڑی پر جیسے کہ خواب میں دیکھا تھا۔ بابا جی صاحب تشریف لائے۔ اور زیارت سے مشرف ہوا۔  
 مولوی ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ ابتدا حال میں ایک دفعہ میں جناب حضرت صاحب کی خدمت  
 عالیہ میں حاضر ہوا۔ جناب اس وقت عید گاہ میں عالم تحیر و تفکر میں محو و مستغرق تھے جب جناب اس حالت  
 سے افاقہ ہوا۔ تو جناب نے عالم معرفت کے متعلق گفتگو شروع کی۔ اثناء تقریر میں جناب نے فرمایا کہ یہ عید گاہ  
 کسی دن گلزار بن جائے گی۔ اور خدا کی مخلوق کو دیکھ کر وہ یہاں آکر فیض و برکت حاصل کرے گی۔ ماشاء اللہ  
 اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آجکل عید گاہ کی وہی حالت ہے کہ رشکِ جنت بنی ہوئی ہے اور  
 بالکل اس شعر کی مصداق ہے :-

اگر فردوس بر روی زمین است ہمیں است ہمیں است ہمیں است

مولوی صاحب مذکور بیان فرماتے ہیں کہ اس طرح ایک دفعہ حضرت صاحب عید گاہ میں محو تفکر  
 تھے کہ اتنے میں ایک شخص جناب کی خدمت میں آکر بیٹھ گیا۔ اسکی ظاہری شکل و شبہات مولوی زاد  
 تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص صاحب علم ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے عرض کیا کہ مجھے



خاندان عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے کا شوق ہے جناب میرے حال پر توجہ فرمادیں۔ اور مجھے داخل طریقت فرمادیں جناب نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ اس نے اصرار کیا۔ جناب کے بڑے صاحبزادہ جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب قدس سرہ بھی اسوقت خدمت عالیہ میں حاضر تھے۔ ہم دونوں نے اسکے سفارش کی۔ جناب نے ہماری سفارش قبول فرما کر اس کو بیعت کر نیکا ارادہ ظاہر فرمایا۔ جب اُس نے بیعت کیلئے ہاتھ باہر نکالا۔ جناب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پھر چھوڑ دیا اور فرمایا کہ کیا تو نے پہلے قادیان میں بیعت کی ہے۔ اُس نے کہا کہ ہاں جناب نے فرمایا۔ جب تک تمہارا دل کادیان کی کدورت سے صاف نہ ہوگا۔ اور اُدھر کا عقیدہ نہ چھوڑو گے۔ تم داخل طریقت نہیں ہو سکتے۔ غرض جناب نے اس کو بیعت نہ کیا۔ ایسے ہی رخصت کر دیا۔ جناب نے ہماری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایسے آدمیوں کی سفارش نہ کرنی چاہئے۔ ایسے لوگ مفسد اور فتنہ پرداز ہوتے ہیں۔ دوسرے دوستوں کو بھی خراب کرتے ہیں۔

مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب حکیم حامد علی صاحب مرحوم جو علم طب میں کمال دستگاہ رکھتے تھے۔ اور فقر کی محبت و اعتقاد ان کے رنگ ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی میرے ہمراہ جناب حضرت صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کیلئے روانہ ہوئے۔ حکیم صاحب راستہ میں فرماتے لگے کہ اگر فلاں فلاں آرزو میری جناب کی توجہ و برکت سے پوری ہو گئی۔ تو میں مانو لگا۔ کہ جناب اللہ تعالیٰ کے مقبول ولی ہیں۔ جب جناب کی زیارت و قدمبوسی سے مشرف ہوئے۔ تو جناب نے پیشتر اس کے کہ حکیم صاحب کچھ عرض کریں۔ فرمایا کہ حکیم صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب کچھ ٹھیک ہو جاوے گا۔ آپ اطمینان اور تسلی رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ مشکل نہیں حکیم صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ اس دن کے بعد میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور جناب کی توجہ اور برکت سے ہر معاملہ میں کامیاب اور فائز المرام ہوتا رہا۔ آج کل ان کے قائم مقام حکیم صاحب مرحوم کے چھوٹے بھائی حکیم خادم علی صاحب بہم صفت موصوف ہیں۔ انسانی صورت فرشتہ سیرت مجسم مکارم اخلاق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکے علم و عمر میں برکت کرے۔ جناب کے اعلیٰ و اہل خلیفہ میں۔ اور نہایت ہی محقق اور مخلص ہیں۔

مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیالکوٹ کے متصل موضع بھڑتہ بھوٹہ میں



آپ تشریف لیگئے۔ اُس وقت وہاں چند دوست تھے۔ لوگوں نے ذکر کے حلقہ کو دیکھ کر بہت مخالفت کی۔ اور دنگ و فساد پر آمادہ ہو گئے۔ حضور کو جب اس واقعہ کا علم ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔  
 کذاکر آدمی جس گاؤں میں جاتا ہے۔ یا وہاں سے گزر جاتا ہے۔ وہاں کچھ نہ کچھ برکت  
 چھوڑ جاتا ہے۔ چونکہ یہاں ذکر کا حلقہ ہو چکا ہے۔ لہذا ایک وقت ایسا آئیگا۔ کہ اس گاؤں کے  
 گھر گھر گلی کوچہ میں کلمہ و ذکر کی آوازیں آئیں گی۔ چنانچہ آجکل اس گاؤں کا یہ حال ہے۔ کہ تمام گاؤں  
 کے زن و مرد داخل طریقت ہو کر حلقہ غلامی میں آ گئے ہیں۔ اور ہر گھر سے ذکر و کلمہ کی آوازیں  
 آتی ہیں اور جب کبھی حضور سیالکوٹ تشریف لیجاتے۔ تو وہاں کے لوگ حضور کی پالکی اپنے  
 کندھوں پر اٹھا کر لے جاتے ہیں۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت صاحب لاہور و امرت سر کی طرف  
 دوستوں کی ملاقات کے لئے تشریف لیگئے۔ میں اور سائیں کریم بخش مرحوم جو سچے عاشقوں میں  
 سے تھے۔ ہمراہ تھے۔ سفر سے واپسی پر جب وزیر آباد اسٹیشن کے نزدیک پہنچے۔ تو آپ نے فرمایا  
 کہ اتر کر مٹری میرا بخش صاحب کو دیکھنا۔ معلوم ہوتا ہے۔ وہ راد پینڈی سے واپس آ رہے  
 ہیں۔ جب وزیر آباد کا اسٹیشن آیا۔ تو اتر کر دیکھا۔ تو مٹری میرا بخش صاحب پلیٹ فارم پر موجود  
 تھے۔ مٹری صاحب جناب کے سابقین مخلص دوستوں میں سے تھے۔ انہوں نے  
 اُن کو بخشے۔

حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں میں رسالہ پور پلٹن میں امام تھا۔ چند روز کی  
 رخصت پر گھر آیا ہوا تھا۔ جب پھر جانے کا ارادہ کیا۔ تو میری اہلیہ بھی میرے ساتھ جانے کو تیار  
 ہو گئی۔ اور حضرت صاحب خدمت میں رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ تم اپنی  
 اہلیہ کو ساتھ نہ لے جاؤ۔ اس کو گھر میں رہنے دو۔ اپنی والدہ کے پاس رہنے سے اسے سہولت  
 و آرام رہے گا۔ میں نے بھی اپنی بیوی کو سمجھایا۔ لیکن اُس نے ایک نہ مانی اور ساتھ ہی جانے کی  
 ضد کی۔ میں نے پھر عرض کیا۔ کہ میری بیوی ساتھ ہی جانا چاہتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ لیجاؤ۔ فیصلہ  
 کیا خیال تھا۔ کہ تکلیف سے بچ جائے۔ مگر تقدیر یوں ہی ہے۔ تکلیف اٹھائے گی۔ جب میں اپنی اہلیہ  
 کو لیکر رسالہ پور پہنچا۔ تو جلتے ہی سخت بیمار ہو گئی۔ اور اس سے ایک لڑکی ہوئی۔ جو مر گئی۔ بیماری



کی وجہ سے مجھے بھی تکلیف ہوئی۔ لیکن میری بیوی تو بہت ہی تکلیف اٹھانی بڑی:

حافظ صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک حکیم صاحب جو ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تھوڑی دیر خدمت میں حاضر ہو کر چلے گئے۔ اُس کے جانیکے بعد جناب نے دریافت فرمایا کہ یہ حکیم صاحب کس مشرب کے آدمی تھے مولوی فضل احمد صاحب بھی موجود تھے جبٹ بول اُٹھے کہ نیک آدمی معلوم ہوتے تھے آپ نے فرمایا کہ یہ شخص بہوی ہے اور کیمیاگری کی ہوس اس کے رگ ریشہ میں سمراست کر چکی ہے۔ میں چونکہ حقیقت حال سے واقف تھا۔ میں نے عرض کیا حضور نے درست فرمایا ہے۔ واقعی یہ شخص اسی طریق کا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایسے اشخاص کی مجلس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ یہ لوگ کسی اور نظر سے حاضر ہوتے ہیں۔ ناحق عمر اور مال و دولت کو ضائع کرتے ہیں۔ اگر اتنی کوشش خدا کی طرف آنے کی کریں۔ تو بالکمال ہو جائیں۔

حافظ صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حافظ محمد زمان صاحب نوشہرہ چھاؤنی سے تشریف لائے۔ اور حضرت حنا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ملاقات کے بعد بہت جلد رخصت کر دیا۔ اور فرمایا کہ سیدھے گھر چلے جاؤ۔ راستہ میں میرے ساتھ ملاقات ہو گئی۔ میں نے اصرار کیا کہ آج رات آپ میرے رماں قیام فرماویں صبح کو گھر چلے جانا۔ چنانچہ میرے اصرار پر وہ راضی ہو گئے۔ اور ایک رات رہ کر گھر چلے گئے۔ صبح اُن کو رخصت کر کے میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حافظ صاحب کو آج کی رات میں نے اپنے پاس رکھا تھا حضور نے فرمایا کہ میں نے حافظ صاحب کو سیدھے گھر جانے کی نسبت کہا تھا۔ تو آپ کے پاس کیوں ٹھہرے۔ میں خاموش ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد حافظ صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان سے دریافت کیا کہ گھر میں خیر تو نھی رہا حفظ صاحب نے بیان کیا کہ گھر پہنچا دیکھا تو میرا مکان بوجہ بارش بگڑ گیا تھا۔ اور میرے اہل عیال سب حیران و پریشان باہر بیٹھے تھے۔ جناب کے جلدی رخصت کرنے میں دراصل یہی حکمت تھی کہ گھر والے تکلیف میں ہیں۔ راستہ میں ٹھہرنا مناسب نہیں۔

ستدرجن شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنے بھائی فتح علی شاہ کو بیعت کرانے کے لئے جناب کی خدمت میں اپنے ساتھ لایا۔ سلام و آداب کے بعد جناب نے حال دریافت فرمایا۔ اور حاضرین



جلس میں سے ایک دوست کی طرف جناب مخاطب ہوئے۔ اور اس کو کسی دنیاوی کام کے متعلق صلاح و مشہدہ دینے لگے۔ اثناء گفتگو میں میرے بھائی فتح علی شاہ کی طرف توجہ کر کے فرمایا۔ کہ شاہ صاحب جب شیطان دل میں وسوسہ ڈالے۔ اور کہے کہ یہ دنیا کارہ میں۔ یہ ولی اللہ نہیں ہیں۔ اس وقت آدمی کو لاجل پڑھنا چاہئے۔ اور اپنے بائیں طرف تین دفعہ تھوکنا چاہئے۔ اتنا فرما کر آپ نے پھر اس دوست کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ اس کے بعد جناب دولت خانہ کے اندر تشریف لیگئے۔ اور ہم کو فرمایا۔ کہ جاؤ بازار کی سیر کر آؤ۔ جب ہم باہر سیر کو نکلے۔ تو میں نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ دوران گفتگو میں تمہاری طرف مخاطب ہو کر یہ فرمانے کا کیا سبب ہے۔ اس نے بیان کیا۔ کہ جس وقت جناب اس دوست کو دنیاوی امور کا مطلوبہ دے رہے تھے۔ اس وقت میرے دل میں خیال گذرا۔ کہ جناب میں دنیاوی عقل بہت ہے۔ اور بہت ہی دانا ہیں۔ اور فیری والی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ان سے بیعت نہیں کروں گا۔ میرے دل میں یہ خطرہ گذرا ہی تھا۔ کہ جناب نے جھٹ مجھے آگاہ کر دیا۔ لہذا اب میں بیعت ضرور کروں گا۔ چنانچہ شام کے بعد میرا بھائی حلقہ ارادت و بیعت میں داخل ہو گیا۔

حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب بیعت ہونے کے چند دن بعد مجھے اپنے گاؤں سے شہر راولپنڈی میں آنے کا اتفاق ہوا۔ بازار سے چند شیاؤں خرید کر واپس چلا گیا۔ اور جناب کی زیارت و قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔ کیونکہ میں اس وقت ابھی آداب طریقت سے ناواقف تھا۔ چند دنوں کے بعد پھر مجھے راولپنڈی آنے کا اتفاق ہوا۔ جب قدمبوسی کے لئے جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو جناب نے فرمایا۔ کہ پچھلی دفعہ جب تم شہر میں آئے تھے۔ تو بغیر طاقات چلے گئے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں جناب آیا تھا۔ اور بغیر طاقات چلا گیا تھا۔ جناب نے نصیحت فرمائی کہ آئندہ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ آداب طریقت کے خلاف ہے۔ مرید کو لازم ہے۔ کہ جب اپنے پیر کے شہر میں آئے۔ تو پہلے اپنے پیر کی زیارت و طاقات کرے۔ پھر کوئی اور کام کرے۔

ایک دفعہ ایک شخص فقیرانہ لباس میں عید گاہ آیا۔ جو کہ ظاہراً عبادت گزار معلوم ہوتا تھا۔ ایک ماہ تک عید گاہ رہا۔ اور لنگر سے روٹی کھاتا رہا۔ حفت کے وقت وہ جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ کہ میں کھیا کر ہوں۔ چاندی سونا اچھی طرح بنا جاتا ہوں۔ جناب کی خدمت میں اکثر زیادہ درویش رہتے ہیں۔ خرچ زیادہ ہوتا ہے۔ میں آپ کو ایک بوٹی بتاتا



ہوں جس سے سونا چاندی بن جاتی ہے۔ آپ فرمایا کہ ان درویشوں کا راز قیاس ہے۔ ہم نہیں  
ہیں جس نے پیدا کیا ہے۔ وہ خود روزی پہنچا دیتا ہے۔ ہمیں کیا گری کی ضرورت نہیں۔ اُس نے  
پھر کچھ اصرار کیا۔ آپ نے ایک طمانچہ اُس کے منہ پر مارا۔ اور فرمایا کہ میں ایک شیطان سے بچھا نہیں چھوڑا  
سکھ ایک اور شیطان بچھے آپ بڑا ہے۔ جاؤ نکل جاؤ۔ خبردار آئندہ کسی درویش کیسے دھوکا نہ کرنا۔ ورنہ  
تباہ ہو جاؤ گے۔

میاں فقیر محمد صاحب ساکن چوہڑ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ہمارے گاؤں میں رونق  
افروز تھے۔ چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر آپ صحن مسجد میں اپنے وظائف میں مشغول تھے۔  
کرتے میں کوہاٹ کی طرف سے راولپنڈی کو جاتی ہوئی گاڑی نظر پڑی۔ جناب نے فرمایا میاں  
صاحب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس گاڑی پر جناب باباجی صاحب چورہ شریف سے تشریف  
لارہے ہیں۔ جلدی چلنا چاہئے تاکہ آپ کوئی تکلیف نہ ہو۔ جلدی کے باعث ٹانگہ تو مل رہا تھا۔  
گھوڑی پر ہی سوار ہو کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں بھی اور چند اور دوست بھی ہمراہ  
ہو گئے۔ گاڑی بھی اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ سب مسافر گزر گئے۔ لیکن حضرت باباجی صاحب نظر نہ  
آئے۔ آپ نے فرمایا۔ ممکن ہے پلیٹ فارم پر ہی ہمارا انتظار فرما رہے ہوں۔ چلو اندر چلیں جب  
پلیٹ فارم پر پہنچے۔ تو دیکھا کہ آپ سیل کے درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔ اور ہماری انتظار  
میں ہیں۔ دوڑ کر قدمبوسی کی۔ خیر و عافیت کے بعد حضرت صاحب نے دریافت فرمایا کہ جناب  
نے بہت کرم فرمائی کی ہے۔ غلاموں کو اطلاع دینی تھی۔ باباجی صاحب نے فرمایا۔ موقع نہ ملا۔  
یونہی آنے کا اتفاق ہو گیا۔ لیکن حافظ جی آپ کو کس نے خبر دی۔ کہ ہم آ رہے ہیں۔ آپ نے  
عرض کیا کہ قبلہ اللہ تعالیٰ نے۔ یہ سُنکر خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور جناب کی پیشانی  
پر بوسہ دیا۔ اور آپ کے ہمراہ شہر تشریف لے آئے۔

صوفی رحیم بخش صاحب نعت خواں جھنگ کا باشندہ حضور کا غلام بیان کرتا ہے کہ  
جھنگ سے پانچ چھ کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں مولوی محمد اسماعیل صاحب رہتے  
ہیں جو اس علاقہ میں بہت بڑے عالم اور قاضی ہیں۔ ان کے خاندان میں ہمیشہ عالم صوفی  
مشرب اور ولی ہوتے آئے ہیں۔ ان کے والد مولوی فتح محمد صاحب اپنے وقت کے مشہور اولیاء



میں سے تھے۔ اور خواجہ شمس الدین صاحب سیالوی کے خلیفہ تھے۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب جب جھنگ تشریف لاتے۔ تو ہمارے محلہ کی مسجد میں قیام فرماتے۔ اور ہمارے حلقہ ذکر و ختم وغیرہ میں شامل ہوتے اور بہت خوش ہوتے۔ ایک دفعہ انہوں نے فرمایا۔ کہ جب حضرت صاحب تشریف لادیں مجھے بھی اطلاع کرنا۔ تاکہ میں بھی زیارت کر سکوں۔ تھوڑے دنوں کے بعد حضرت صاحب جھنگ تشریف لے گئے۔ ہم نے مولوی صاحب کو بھی اطلاع دیدی۔ مولوی صاحب موصوف گاؤں سے رات کو ایسے وقت حاضر ہوئے۔ کہ ملاقات کا موقع نہ تھا۔ صبح کی نماز کے بعد مولوی صاحب نے ملاقات کا ارادہ کیا۔ تو ہم نے کہا۔ کہ اس وقت حضور مراقبہ میں ہیں۔ اور دروازہ بند ہے۔ اشراق کے بعد انشاء اللہ ملاقات کرائینگے۔ مگر چونکہ مولوی صاحب کو شوق زیادہ دامنگیر تھا انہوں نے ہماری باتوں کی پروا نہ کی۔ اور دروازہ کھول کر خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا۔ قاضی صاحب آئیے۔ تشریف لائیے۔ قاضی صاحب حیران رہ گئے۔ کہ اس سے پہلے میرا اور حضرت صاحب کا کوئی تعارف نہ تھا۔ اور نہ ہی کسی دوست نے ابھی تک تذکرہ کیا تھا حضور کو کس طرح معلوم ہو گیا۔ کہ میں قاضی ہوں۔ اس بات سے اُن کا شوق بڑھ گیا اشراق کے بعد مجلس قائم ہوئی۔ وعظ و نصیحت حضور نے ایسے موثر طریقہ میں فرمائی۔ کہ حاضرین پر بہت اثر ہوا۔ اخیر پر اپنے قرآن شریف کا ایک رکوع بھی پڑھا۔ اُس وقت مجلس میں ایک حافظ عبدالحی صاحب جو قرآن کے پڑھنے میں اپنے آپ کو بے مثل سمجھتا تھا۔ کہنے لگا۔ سبحان اللہ جس ترتیل سے جناب نے قرآن مجید پڑھا ہے۔ میری کیا مجال۔ کہ اس طرح ادا کر سکوں۔ آپ کا ایک ایک حرف سامعین کے دلوں کو مسح کر رہا تھا۔ اور مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور ولی اللہ ہیں۔ جو لطف اور حظ اس مجلس میں دیکھا ہے۔ کہیں نہیں دیکھا ہے۔

صوفی ریحیم بخش صاحب مذکور بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور دوران سفر میں بمقام لالہ روٹق افروز تھے۔ جھنگ کے دوست ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ سردی کے ایام تھے دوست بہت جمع ہو گئے۔ بسترے دو ستوں میں تقسیم ہو گئے۔ لیکن جھنگ کے دوست محروم رہے سونے سے قبل آپ نے مولوی فضل احمد صاحب کو بلا کر در یافت فرمایا۔ کہ آپ کو بستر مل گیا ہے



عرض کیا جناب ماں۔ آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ وہ دوست جو اتنی دور وراز سے سفر طے کر کے محض اللہ واسطے آئے ہیں۔ اُن کو بھی پوچھا ہے کہ انہیں بھی بستر ملا ہے یا نہیں۔ جنک خدمت سردی میں کانپ رہے ہیں۔ میں آرام نہیں کروں گا جب تک کہ دوست بھی آرام میں نہ ہوں اُن دوستوں کو دیکھا۔ تو وہ مسجد میں خاموش بیٹھے تھے۔ فوراً بستروں کا انتظام کیا گیا جب وہ آرام سے لیٹ گئے۔ تب آپ نے بھی آرام فرمایا۔ یہ آپ کے خلق عظیم کی ایک اور نئی بات تھی۔ صوفی عبدالرحمن صاحب سہارنپوری فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ کافر ہے کہ حضور عید گاہ میں رونق افروز تھے۔ بہت سے دوست خدمت میں حاضر تھے۔ اور آپ دوستوں کو غلط نصیحت فرما رہے تھے۔ مجلس کے بعد حضور سے اجازت لیکر میں نے لٹی کی طرف کا قصد کیا۔ تاکہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر مالہ لٹی پر وضو کر آؤں حضور نے فرمایا۔ لٹی سے مچھلی بھی لے آنا۔ میں نے عرض کیا کہ جناب بہت چھانڈل میں صرف اس قدر خیال آیا۔ کہ آپ کا دل مچھلی کھانے کو چاہتا ہے۔ لٹی نہ دی سے وضو کر کے لٹھنے کو ہی تھا۔ دیکھا کہ ایک مچھلی میری طرف آرہی ہے حتیٰ کہ قریب پہنچ گئی۔ میں نے ماتھ کا جھٹکا جو دیا۔ تو وہ اچھل کر کنارہ پر آپڑی۔ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اور اُس نے کوئی حرکت نہ کی۔ اُس کی پشت پر تین کانٹے تھے۔ اگر حرکت کرتی۔ تو ماتھ زخمی ہو جاتا۔ اور وہ چھوٹ بھی جاتی۔ مچھلی اتنی خاصی تھی۔ اور بہت خوبصورت تھی۔ قبلہ عالم حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں لے آیا۔ حضور مچھلی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے فرمایا۔ کہ یہ خالق کا عطیہ ہے۔ گھر لیجاؤ۔ اور اپنی والدہ صاحبہ کو کہو۔ کہ اچھی طرح پکائے۔ جب پک جاوے تو پھر لاؤ۔ میں اس کو گھر لے گیا۔ میری والدہ صاحبہ نے جو حضور کی بہت معتقد تھیں۔ بڑے شوق سے پکائی۔ اور میں حضور کی خدمت میں لایا حضور تناول فرماتے تھے۔ اور فرماتے جاتے تھے کہ یہ مچھلی اتنی لذیذ ہے۔ کہ آج تک ہم نے کبھی نہیں کھائی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔

مولانا مولوی محمد شریف صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب سیمڑیاں ضلع سیالکوٹ میں تشریف لے گئے عصر کے وقت ایک دوست بازار سے دودھ اور جلیبیاں لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پیالہ ماتھ میں لے لیا۔ اور جلیبی کھانے کو ہی تھے کہ



آپ نے پیالہ زمین پر رکھ دیا اور دریافت فرمایا کہ یہ جلیبی کسی مشرک و نجس دوکاندار سے تو نہیں خریدی۔ اُس دوست نے عرض کیا کہ نہیں جناب مسلمان دوکاندار سے خرید کر لایا ہوں آپ نے پھر پوچھا کہ صاف صاف بتا دو۔ کیونکہ مشرک نجس ہوتا ہے۔ اسکا کھانا اور دست نہیں۔ اُس دوست نے پھر کہا کہ مسلمان دوکاندار نے بنائی ہیں۔ آپ نے پیالہ پھر اٹھا لیا اور جلیبی کو دیکھ کر فرمایا کہ جلیبی کہہ رہی ہے کہ میں مشرک کے ہاتھ کی بنی ہوئی ہوں۔ لیکن یہ شخص مسلمان بتاتا ہے۔ سب دوست بھی حیران تھے۔ اور وہ شخص اصرار کر رہا تھا کہ جلیبی مسلمان کی بنی ہوئی ہے۔ اور آپ فرما رہے تھے کہ مشرک کی بنی ہوئی ہے۔ صاحب خانہ بھی اتنے میں آہنچلا اُس نے یہ ماجرا دیکھ کر عرض کیا کہ حضور بجا ارشاد فرما رہے ہیں۔ سمجھنا میں کوئی حلوئی مسلمان نہیں جو جلیبی بناتا ہو۔ وہ شخص بہت شرمندہ ہوا۔ اور اپنے قصور پر سادہ ہو کر معافی کا خواستگار ہوا چنانچہ آپ نے پیالہ واپس کر دیا۔ بھلا دوست کب کھا سکتے تھے۔ انہوں نے بھی پیالے رکھ دیے۔ گو نقصان تو ہوا۔ لیکن دوستوں پر بہت اثر ہوا کہ نجس چیز کو نہیں کھانا چاہئے۔ اور آپ کا کشف دیکھ کر بہت ہی حیران ہوئے۔ یہ آپ کا اتفاق تھا کہ آپ حتی الامکان ہمیشہ مشتبہ اشیاء سے ہمیز فرمایا کرتے تھے۔

مولانا صاحب مذکور بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب وزیر آباد رونق افروز تھے۔ رات کو ایک دوست کے گھر دعوت تھی۔ جب حضرت صاحب بعد دیگر دوستوں کے دعوت کے لئے روانہ ہونے لگے۔ تو آپ نے سائیں جلال دین صاحب خلیفہ مجاز ساکن واہنڈو کو فرمایا کہ ایک موٹا عصا بھی لے لینا چنانچہ سائیں صاحب نے حسب ارشاد ایک عصا ہاتھ میں لے لیا۔ چونکہ رات اندھیری تھی۔ اس لئے روشنی کی خاطر لالین بھی ساتھ تھی۔ راستہ میں ایک بہت بڑا سانپ بیٹھا ہوا نظر آیا۔ سائیں صاحب نے اُسے بڑھ کر مار دیا۔ یہ سانپ بہت زہریلا تھا۔ اثر کے اثر سے سائیں صاحب کے بازو کو سوجن ہو گئی۔ اور ساتھ ہی درد نے بیتاب کر دیا۔ حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے کچھ پڑھ کر دم کیا جس سے درد بالکل جاتا رہا۔ اور سوجن بھی اتر گئی۔

عطا محمد سپاہی فکر نمک کھینچہ بیان کرتا ہے کہ ۱۹۳۱ء میں جب میں عرس مبارک



میں شمولیت کی غرض سے حاضر ہوا تو میرے ساتھ میرا بھانجہ بھی تھا۔ دوستوں کی خدمت کے لئے ہماری ڈیوٹی عید گاہ والے کنوئیں پر لگی تھی۔ وہاں سے ہم پانی لنگر کے لئے نکال رہے تھے۔ باقی دوست بھی اسی طرح اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے۔ قبلہ عالم حضرت صاحب عبادت خانہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے ایک دوست کو فرمایا کہ وہ جو دو دوست کنوئیں پر کام کر رہے ہیں۔ انہیں کہو کہ روٹی کھالیں۔ پھر کام کرنا۔ میں یہ سنکر حیران ہو گیا۔ کہ حضور عالی نے ازیاہ شفقت لئے دوستوں میں سے خاص کر ہم پر کرم فرمائی کی ہے ضرور اس میں بھید ہے۔ تعمیل ضروری تھی۔ کام چھوڑ کر روٹی کھانے لگے۔ میں نے اپنا خیال اپنے بھانجہ پر ظاہر کیا۔ اُس نے کہا بات یہ ہے۔ مجھے سخت جھوک لگی ہوئی تھی۔ دل میں بار بار یہ ہی آتا تھا۔ کہ کام چھوڑ کر یہاں سے بھاگ جاؤں۔ اس خیال کا آنا ہی تھا کہ ادھر سے حضور عالی کا پیغام پہنچ گیا۔ اور میری جان میں جان آگئی:

ایک دوست فضل الہی ساکن ڈھوک سیداں ضلع جہلم حال چھاؤنی چک لالہ بیان کر رہے کہ ایک دفعہ ہم قبلہ عالم کی زیارت کے لئے عید گاہ حاضر ہوئے۔ میرے ہمراہ تین اور دوست تھے جن میں سے ایک ٹیلر ماسٹر تھا۔ جب حضور عالی سے رخصت ہوئے۔ تو عید گاہ کے ایک خادم کو دیکھا۔ کہ وہ پھول گو بھی کاٹ کر اکٹھا کر رہا ہے۔ ماسٹر صاحب نے کہا کہ یہ جو بڑا پھول ہے۔ اگر حضرت صاحب تبرک کے طور پر مجھے عنایت فرما دیں۔ تو بہت اچھا ہے۔ میں نے کہا کہ حضور اگر خود خوشی سے عنایت فرما دیں۔ تو ازیں چہ بہتر۔ لیکن میں خود بخود نہیں مانگوں گا۔ آپ ہی ہمت کریں۔ ماسٹر صاحب سے نہ رہا گیا۔ آخر سوال کر ہی دیا۔ وہاں کیا کمی تھی یا اپنے خادم کو حکم دیا۔ کہ ایک پھول ماسٹر صاحب کو دیدو۔ خادم نے ایک چھوٹا سا پھول دے دیا۔ اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔ راستہ میں ماسٹر صاحب نے کہا کہ اگر وہی بڑا پھول مل جاتا۔ تو ہم سب آپس میں بانٹ لیتے۔ میں نے کہا بھائی ہم ہمیشہ یہاں سے تبرک حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ہم اس پھول سے حقتہ نہیں لیتے۔ سب تم ہی رکھ لو۔ اتنے میں وہ خادم دوڑا ہوا آیا۔ اور کہا کہ چلو جناب حضرت صاحب نے یاد فرمایا ہے۔ جب ہم سب واپس گئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ماسٹر صاحب کو وہی پھول دو۔ جس پر اُن کی نگاہ تھی۔ یہ چھوٹا پھول لے لو بلکہ ہر امیوں کو بھی دو



دو پھول دیدو۔ ماسٹر صاحب نے وہی بڑا پھول اٹھالیا۔ اور خوشی خوشی گھرا گئے۔ ماسٹر صاحب اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے۔ میں نے کہا۔ یہ تو آپ کے کشف کی ایک ادنیٰ بات ہے۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب پشاور کے دوستوں کی ملاقات کے لئے دہلی رونق افروز ہوئے۔ جناب صاحبزادہ صاحب مولوی عبدالرحمن صاحب مدظلہ و حاجی نور دین صاحب بھی ہمراہ تھے۔ ایک دن عصر کے بعد حضور اخوند درویش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ مراقب ہوئے تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سر مبارک اٹھایا۔ اور تبسم فرمایا۔ پھر مراقب ہوئے۔ اور پھر تبسم فرمایا۔ اسی طرح تین بار حضور نے مراقبہ بھی کیا۔ اور تبسم بھی فرمایا۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ نے مزار کے مجاور سے دریافت فرمایا کہ سردار ابراہیم خان صاحب کی قبر کہاں ہے۔ اُس نے قریب ہی ایک قبر کی طرف اشارہ کر کے بتلایا کہ یہ ہے۔ حضور نے وہاں جا کر بھی فاتحہ خوانی کی۔ راستہ میں آپ نے فرمایا کہ یہ افغان مکر بھی معارضہ سے باز نہیں آیا۔ ہم نے عرض کی کہ حضور آپ کا دوران مراقبہ میں سر اٹھانہ اور تبسم فرمانا ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ کیا واقعہ ہوا حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب ہم آخون صاحب کے مزار پر مراقب تھے۔ تو یہ صاحب قبر جس کا نام سردار ابراہیم خاں ہے۔ عالم مثال میں حاضر ہوا۔ اور دعا کے لئے معارضہ کرنے لگا۔ کہ حضور آخون صاحب کے مزار پر تو آپ نے فاتحہ خوانی کی ہے۔ لیکن اس غلام کے حق میں بھی دعا خیر فرمادیں۔ تین بار میں نے سر اٹھایا۔ اور تین بار مراقب ہوا۔ ہر بار اُس نے معارضہ کیا۔ اور ہر بار میں نے ہنس دیا۔ آخر مجھے مجاور سے دریافت کرنا پڑا کہ سردار ابراہیم خاں صاحب کی قبر بھی پاس ہی ہوگی۔ اس لئے اُس کی قبر پر خاص طور پر ٹھٹھ ہو کر فاتحہ پڑھا گیا جس کے بعد وہ نہایت خوش نظر آتا تھا۔ سردار ابراہیم کا بل کارہننے والا شاہی خاندان سے تھا۔ - راولپنڈی میں مدت تک مقیم رہا تھا۔ اور جب تک راولپنڈی رہا۔ نہایت خلوص اور عقیدت سے ہمارے پاس آتا جاتا رہا۔ اسی محبت کے باعث خان صاحب مرحوم نے زیر کستی دعا خیر کروائی۔



# روحانی و باطنی تصرف

اور آپکی دعاؤں کی قبولیت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت صاحب ریل گاڑی پر سوار ہو کر ہر پورے کھیڑے کی طرف دوستوں کی ملاقات کے لئے جا رہے تھے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ مولوی فضل احمد صاحب۔ سید فضل شاہ صاحب۔ و حافظ محمد زمان صاحب تھے۔ ایک اسٹیشن پر جب گاڑی ٹھہری تو مولوی فضل احمد صاحب۔ و سید فضل شاہ صاحب وضو کرنے کے لئے اُترے۔ ابھی وضو ختم نہیں ہوا تھا کہ گاڑی نے دیر سے دیر دیر کے فارغ ہونے تک گاڑی چل دی۔ انہوں نے چلتی گاڑی پر سوار ہونے کی کوشش کی۔ لیکن گارڈ نے اُن کو روک دیا۔ اور دھکیل کر پیچھے ہٹا دیا۔ جب حافظ محمد زمان صاحب نے دیکھا کہ دونوں دوست گاڑی پر سوار نہیں ہو سکے۔ تو انہوں نے فوراً حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی صاحب اور شاہ صاحب وضو کے لئے اُترے تھے۔ گارڈ نے ریل پر سوار نہیں ہونے دیا۔ کیونکہ گاڑی چل پڑی تھی۔ حضرت صاحب نے سنتے ہی اپنا سر مبارک کھڑکی سے باہر نکال کر دوستوں کو گاڑی کے پیچھے دوڑتے دیکھا۔ اور پھر انجن کی طرف منہ مبارک کر لیا۔ خدا کی حکمت گاڑی اسی وقت ٹھہر گئی۔ مسافر تو گاڑی کے بلا وجہ ٹھہرنے کے باعث حیران تھے۔ کہ کیا معاملہ ہے۔ لیکن اتنے میں ہر دو دوست دوڑ کر گاڑی پر سوار ہو گئے۔ اور گاڑی روانہ ہو گئی۔ اگلے اسٹیشن پر مولوی فضل احمد صاحب نے گارڈ سے دریافت کیا کہ آپ نے ہمیں گاڑی پر سوار ہونے کی بجائے دھکیل دیا تھا۔ بھلا یہ تو بتاؤ۔ کہ گاڑی کس وجہ سے ٹھہری تھی۔ اُس نے کہا کہ آپ کو دھکیل کر جب میں اپنے کمرہ میں آیا۔ تو کمرہ میں سخت اندھیرا چھا گیا۔ مجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ کوئی مجھے کہتا ہے کہ تو نے غضب کیا ہے۔ بریک باندھ کر گاڑی کھڑی کر دو۔ میں نے اسی وقت بریک ڈال دی۔ اور گاڑی کھڑی ہو گئی۔ جب آپ سوار ہو گئے۔ تو وہ اندھیرا بھی جاتا رہا۔ اور میں اطمینان سے کمرہ میں بیٹھا۔ گارڈ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوا۔ ہر اسٹیشن پر جناب کی خدمت میں بڑے ادب سے حاضر ہوتا۔



جب گاڑی کھیڑہ پہنچی۔ تو اُس نے بابو مولاداد صاحب ٹینشن ماسٹر سے بیان کیا کہ میں نے سنا ہوا تھا کہ اللہ قلے کے بندے بھی ہوا کرتے ہیں۔ آج اپنی آنکھوں سے ایک مرد کامل کو دیکھا ہے۔ چنانچہ اُس نے تمام واقعہ بابو صاحب سے بیان کیا۔ اور کہا کہ وہ بزرگ یہاں ہی تشریف فرما ہیں۔ بابو مولاداد صاحب واقعہ سننے ہی قبلاً عالم جناب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت و بیعت سے مشرف ہوئے:

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھے ایک دفعہ دوران سفر میں نوشہرہ علاقہ پشاور میں جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک مسجد میں عشا کی نماز کے بعد وعظ کرتا رہا۔ مگر کسی نے روٹی تک نہ پوچھی اور میں نے بھی کسی سے سوال نہ کیا۔ وعظ کے بعد اسی مسجد میں سو رہا۔ دو بجے ہوئے کہ ایک درویش جو اپنے آپ کو سلطان العارفین حضرت بابو صاحب کا خلیفہ ظاہر کرتا تھا مجھے جگا دیا۔ کہ اٹھو تہجد کا وقت ہے۔ نفل ادا کرو۔ غرض میں تھکے حاجت سے فارغ ہو کر بھی دھن کر رہا تھا۔ کہ وہی درویش آکر مجھ سے معافی کا طالب ہوا۔ اور مجھے ساتھ لے جا کر اپنے بستر پر لٹا دیا۔ میں نے کہا۔ کہ آپ نے جگا دیا بھی اور پھر اس طرح منت سماجت کرنے کا کیا مطلب۔ اُس نے کہا کہ جب میں مسجد میں آیا۔ تو تمہیں سوتا دیکھ کر دل میں خیال آیا۔ کہ دیکھوں کیا شخص ہے تو معلوم ہوا۔ کہ تم تہجد خواں ہو۔ اور سو رہے ہو۔ اس لئے میں نے جگا دیا۔ جب میں اندر جا کر مراقب ہوا۔ تو بحالت مراقبہ مجھ پر غنودگی طاری ہوئی۔ اور جناب عالم حضرت صاحب میرے سامنے آ گئے۔ اور مجھے سخت ڈانٹا۔ کہ میرا یہ فضل احمد بارہ ایک بجے تک تو وعظ کرتا رہا۔ کسی نے روٹی بھی نہ پوچھی۔ ابھی تھوڑی دیر اُس نے آرام کیا ہے۔ کہ تم نے اُسے جگا دیا۔ وہ اپنے وقت پر اٹھ کر تہجد پڑھ لیگا۔ اس سے میں ڈر گیا۔ اور آپ سے معافی مانگی۔ اور آپ کو بستر پر لٹا دیا۔ اس کے بعد وہ درویش میری خوب خدمت کرتا رہا۔ اور قبلاً عالم جناب حضرت صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتا رہا۔ اور دوسرے دوستوں کو بھی حضور عالی کی خدمت میں حاضر ہونے کی تاکید کرتا رہا:

مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ جناب مجھے تبلیغ کے لئے دیہات میں روانہ فرمایا۔ اور میرے ساتھ ایک دوست مرزا نام موضع کلیال ضلع راولپنڈی کا رہنے والا بھیج دیا۔ اس کو



فرمایا کہ مولوی صاحب کے ساتھ رہنا اور حتی المقدور خدمت و تواضع سے سلوک کرنا ہم مختلف گاؤں میں وعظ کرتے رہے جب ایک موضع سانگرہ ضلع راولپنڈی میں پہنچے تو میں وعظ شروع کیا۔ تو وہ دوست اثناء وعظ میں میرے کلام پر اعتراض کرنے لگا۔ اور بار بار میری بات کو کاٹنے لگا۔ میں نے پیر بھائی سمجھ کر اس کو کچھ نہ کہا۔ اور نہ ہی اس کی باتوں کا جواب دیا۔ دوپہر کو ہم نے اسی مسجد میں قیلولہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مرزا دوست چیتا چلتا مسجد سے باہر جاگ لگا۔ اور پکارنے لگا کہ حضرت صاحب مجھے مار گئے مار گئے مار گئے۔ میں ناگاہ نیند سے بیدار ہو کر اسکے پیچھے گیا۔ اور اس کو پھر مسجد میں لے آیا۔ اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے کہا کہ جب میں سو گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناب قبلہ حضرت صاحب میرے سر پر آگئے اور مجھے مارنے اور دھمکانے لگے کہ تو بڑا بے ادب ہے۔ دوران وعظ میں تو کلام کاٹتا اور اس پر اعتراض کرتا ہے کیا اسی غرض کیلئے تمہیں مولوی صاحب کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ تم کو ادب سے رہنا چاہئے۔ آگے بعد جب تک ہم سفر میں رہے وہ بڑے ادب و تواضع سے رہا۔ سفر سے واپس آکر جب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو میں نے اول السلام علیکم کے بعد مصافحہ کیا۔ مرزا میرے پیچھے تھا۔ اُس نے بھی سلام عرض کیا۔ اور دست بوسی کی۔ پتھر اس کے کہ ہم کچھ بیان کرتے۔ حضور نے خود ہی فرمایا کہ مرزا ادب سے رہنا چاہئے۔ وعظ میں قطع کلامی کرنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ خبردار آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس نے معافی مانگی۔ اور اپنے قصور پر مادم ہوٹا۔ اور وعدہ کیا کہ آئندہ ایسا نہ کرونگا۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں گھر میں موجود تھا اور میرے کمر تینوں بیٹے بخار میں مبتلا تھے۔ اتنے میں حضرت صاحب کا فرمان آیا کہ باہر دوستوں کی ملاقات کے لئے چلے جاؤ۔ میں نے سفر کی تیاری کر دی۔ گھر والوں نے بچوں کی بیماری دیکھ کر باہر جانے سے روکا۔ میں نے کہا کہ حضرت صاحب کا فرمان ہے۔ مجھے ضرور جانا چاہئے۔ بچوں کا خدا حافظ ہے۔ چنانچہ میں سفر پر چلا گیا۔ دو سکر دن ایک دوست کو گھر روانہ کیا کہ وہ بچوں کا پتلے آئے۔ کہ اب کیا حال ہے۔ اُس نے واپس آکر بیان کیا کہ رٹ کے راضی خوشی کھیل رہے تھے۔ یہ سن کر دل کو چین ہوا۔ اور بخیر و خوشی سفر کرتا رہا۔ کچھ دنوں کے بعد جب گھر واپس آیا۔ تو



گھروالوں نے بیان کیا کہ تمہارے جانے کے بعد رات کو طبیعت بہت گھبرائی۔ کبھی ایک بچہ کو دیکھتی کبھی دوسرے کو کبھی تیسرے کو بچے ہوش سے بچوں کی بیماری اور اپنی تنہائی پر روتی تھی۔ اسی پریشانی کی حالت میں مجھے اونگھ آگئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ جناب حضرت صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور شفقت سے تینوں بچوں کے سر پر ماتہ پھیر کر فرماتے ہیں کہ مٹی گھڑا نہیں۔ اب یہ انشاء اللہ تندرست ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میں جاگ اٹھی۔ دیکھا تو بچوں کو پسینہ آ رہا تھا۔ پسینہ خشک ہونے پر بخار جاتا رہا۔ اور بچے تندرست ہو گئے۔

حافظ محمد زمان صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں پٹن میں بعدہ امام مسجد ملازم تھا۔ بوجہ تبدیلی مجھے پٹن کے ساتھ چھاؤنی بھامون علاقہ ملک برہما میں جانا پڑا۔ برہما کے قیام کے زمانہ میں ایک دفعہ جناب حضرت صاحب دہاں تشریف لے گئے۔ اور حاجی رحمت اللہ صاحب کے ہاں رنگون قیام فرمایا۔ مجھے بھی آپ کا فرمان پہنچا۔ کہ اگر ملاقات کر جاؤ۔ بھاموں سے رنگون آنے میں کچھ جری راستہ بھی طے کرنا پڑتا ہے۔ رخصت لیکر جب بندر گاہ پر پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ مسافر لے جانے والا جہاز چھوٹ چکا ہے البتہ ایک سرکاری جہاز کھڑا تھا جس پر ہر ایک کو سوار ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ جہاز کے کپتان کے پاس جا کر میں نے کہا کہ میری آمد سے پہلے جہاز روانہ ہو گیا ہے۔ اور مجھے رنگون جانا ضروری ہے۔ آپ مہربانی فرما کر جہاز پر سوار ہوتے ہیں۔ کپتان نے نہایت درشت کلامی سے ٹال دیا۔ کہ سرکاری جہاز پر جلنے کی اجازت نہیں۔ مایوس ہو کر اپنی پٹن کے افسر کمانڈنگ کے پاس گیا۔ کہ آپ نے رخصت تو دیدی تھی۔ لیکن سوائے سرکاری جہاز کے اور کوئی جہاز رنگون جلنے والا نہیں۔ اگر وہ سرکاری جہاز کا انتظار کیا۔ تو میرے قید اتنے عرصہ تک واپس تشریف لے جائیٹے۔ افسر کمانڈنگ نے جہت کپتان کے نام چٹھی لکھ دی۔ کپتان نے جب یہ چٹھی دیکھی۔ تو حیران ہو گیا۔ اور جہاز پر سوار ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

بابو کرم دین صاحب نے بیان کیا کہ ریلیوننگ ڈیوٹی سے تبدیل ہو کر مجھے مستقل طور پر ترکی اسٹیشن پر بطور نائب اسٹیشن ماسٹر مقرر کر دیا گیا۔ میں اپنے ہمراہ ایک شخص مسنی جیون کو کہ وہ بھی جناب حضرت صاحب کا مرید تھا۔ اپنے ہمراہ لے آیا۔ تاکہ مکان میں اسباب غیرو رکھنے میں آسانی ہو۔ مگر اتفاقاً میرا مکان بابو فضل دین پلٹیر کے پاس رکھا ہوا تھا۔ میں دو دن کے بعد جب شیخ جیون کو



واپس کرنے لگا۔ تو قلم دوات یکرجنب حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں نیاز نامہ لکھنا چاہا۔ مگر جو بھی قلم اٹھائی۔ کہ کچھ لکھوں بے اختیار گریہ وزاری شروع ہو گئی۔ پھر دوسرے وقت جب لکھنے کا ارادہ کیا۔ تو پھر وہی حالت ہو گئی۔ آخر کار شیخ جیون کو کہہ دیا کہ جو کچھ حال ہے زبانی عرض کر دینا اس نے جناب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کیا کہ بابو صاحب وہاں اُداس اور تنگ ہیں۔ اور ہر وقت روتے رہتے ہیں۔ اگر ان کی تبدیلی راولپنڈی ہو جائے تو بہتر ہے حضور نے فرمایا۔ اوسے بابو صاحب کا اگر یہ حال ہے۔ تو پھر ان کو یہاں ضرور بھجانا چاہئے۔ اس سے تین دن بعد مجھے حکم پہنچ گیا۔ کہ تمہاری تبدیلی راولپنڈی کر دی گئی ہے۔

دوسری دن میں مجھے شیخ جیون ملا۔ میں نے کہا کہ میں تبدیل ہو کر یہاں آ گیا ہوں۔ اس نے کہا۔ کیسے۔ میں نے جواب دیا۔ کہ حضور کی محبت نے بلایا ہے۔ سرے سُنکر وہ بوڑھا آدمی بازار میں ہی اچھلنے اور کودنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یہ حضور کا باطنی تصرف ہے۔ مجھے حضور نے اُسی وقت فرمایا تھا۔ کہ بابو صاحب راولپنڈی تبدیل ہو کر آجائیں گے۔

بہن غلام مریم صاحبہ اول طرز نہ سکول بھیرہ بیان کرتی ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میرا رُکنا منظور الٰہی بھی ساتھ تھا۔ دوسرے دن آپ نے فرمایا کہ سیدے گھر چلے جاؤ۔ رخصت ہو کر میں اس ارادہ سے کہ اپنی ہمیشہ کی ملاقات بھی ہو جاوے۔ رتہ امرال متصل سٹیشن راولپنڈی چلی گئی۔ اور اُس نے رات کو ٹھہرا لینے کا اصرار کیا۔ یہ دیکھ کر میرا رُکنا منظور الٰہی دوبارہ جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ پھر زیارت کر آؤں۔ حضور نے دیکھتے ہی فرمایا کہ میں نے جو کہا تھا۔ کہ سیدے گھر جاؤ۔ ابھی تک تم کیوں نہیں گئے۔ جاؤ۔ ابھی والدہ کو کہو۔ کہ وقت ضائع نہ کرے۔ اور چلی جاوے۔ غرض آپ کے فرمان کے مطابق روانہ ہو کر رات کے دس بجے گھر پہنچی۔ دیکھا تو گھر کے دروازہ کا قفل ٹوٹا پڑا ہے۔ دیکھ بھال اور دریافت سے معلوم ہوا۔ کہ اگر میں رات کو نہ پہنچتی۔ تو چور اپنا کام تمام کر جاتے۔ قفل تازہ ہی ٹوٹا ہوتا تھا۔ بر وقت پہنچ گئی۔ اور آپ کی دعا و توجہ سے نقصان سے بچ گئی۔

اسی طرح غلام مریم صاحبہ بیان کرتی ہیں۔ کہ سیدے گھر میں جناب غلام نبی صاحب جب پہلی دفعہ بیعت کے لئے حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ دل تو یہی چاہتا تھا۔ کہ تین چار دن تک



آپ کو اپنے پاس رکھیں۔ لیکن آپ کا بہت جلد واپس جانا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔ لہذا آپ سیدھے گھر جاویں۔ ماموں صاحب حقیقت حال سے نا آشنا تھے۔ نئے نئے بیعت ہوئے تھے۔ یکے بیکے کے گھر والے چلے گئے۔ وہاں اپنے ایک عزیز کی تیمارداری میں کچھ دن صبر ہو گئے۔ اتفاقاً ہونے پر گھر پہنچے۔ دیکھا تو ان کا اپنا لڑکا عبدالحق صاحب جو سرگودھا میں ملازم تھا۔ بیمار ہو کر گھر آیا ہوا تھا۔ اب تو وہ افسوس کرنے لگے کہ میں اگر حضرت صاحب کے فرمان کے مطابق پہلے ہی آجاتا۔ تو اپنے بیٹے کی خدمت کرتا۔ بیٹے کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ اور وہ ایک ہفتہ کے بعد داغ مفارقت دے گیا۔ اور ہم سب کو دائمی رنج و الم میں مبتلا کر گیا۔

اگے جا کر مزید بیان کرتی ہیں۔ کہ اس واقعہ سے ماموں صاحب کو سبق حاصل ہو گیا۔ جو کام شروع کرتے۔ حضرت صاحب کی خدمت میں خط لکھ کر پہلے اجازت لے لیتے۔ چنانچہ ایک دفعہ ان کا ارادہ ہوا۔ کہ کپاس کا بیوپار کریں۔ حضرت صاحب سے جب اجازت حاصل کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ بالکل اس کام کے نزدیک نہ جانا۔ ماموں صاحب نے ارادہ ترک کر دیا۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے۔ کہ کپاس کا نرخ کم ہو گیا۔ اور وہ شخص جو کپاس کی خرید و فروخت کا مشورہ دے رہا تھا۔ دعا باز اور مکار ثابت ہوا۔ الحمد للہ کہ میرے ماموں صاحب حضرت صاحب کی دعا سے نقصان سے محفوظ رہے۔

تیسرے غلام مریم صاحبہ بیان کرتی ہیں۔ کہ میں بیس سال کی تھی۔ کہ میرا خاوند فوت ہو گیا۔ اور کوئی ذریعہ معاش نہ رہا۔ جب راولپنڈی شریف خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ تو مائی صاحبہ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضرت صاحب کی خدمت میں گزارش کی جاوے۔ کہ دعا خیر فرمادیں۔ کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت کا کوئی سبب بن جاوے۔ حضور نے فرمایا۔ جس نے پیدا کیا ہے۔ وہی سبب الاسباب ہے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ اُسی دن حضرت صاحب کے پتہ پر میونسپل کمیٹی کی طرف سے چٹھی موصول ہوئی جس میں تحریر تھا۔ کہ تمہاری درخواست منظور ہے۔ تم کو استانی مقرر کیا گیا ہے۔ یکم کو مدرسہ کا چار جے۔ یو۔ میں نے خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اس سے قبل میں کئی دفعہ کوشش کر چکی تھی۔ لیکن کوئی بھی میری درخواست پر غور نہیں کرتا تھا۔



حافظ محمد زمان صاحب بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں میں ملک برہما چھاؤنی بھاموں میں پکارا  
کا امام مسجد تھا۔ رحمت بیک گھرا یا ہوا تھا۔ عرس شریف سے فارغ ہو کر واپس برہما جانے کا  
ارادہ کیا۔ تو اپنے دعا فرمائی۔ اور چند نصیحتیں بھی فرمائیں۔ کلکتہ پہنچ کر جہاز پر سوار ہوا۔ میسر  
ہمراہ توپ خانہ کا بلکل بچانے والا بھی تھا۔ پہلے دن جہاز آرام سے چلتا رہا۔ دوسرے دن جہاز  
طوفان میں پھنس گیا۔ طوفان اس قدر تیز ہو گیا کہ جہاز کے ڈوبنے میں کوئی کسر باقی نہ رہی۔  
ہر شخص نے موت کو سامنے دیکھ کر چیخنا چلنا شروع کیا۔ جہاز والوں نے مسافروں کو کارک دے  
دیئے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا۔ کہ زندگی ختم ہونے والی ہے۔ آؤ کلکتہ شریف پڑھیں۔  
تاکہ کلکتہ پڑھتے پڑھتے جان نکلے۔ ہم نے باواز بلند کلکتہ شریف پڑھنا شروع کیا۔ جہاز کا ڈاکٹر  
ہمارے پاس آکر کہنے لگا کہ تم کیا کر رہے ہو۔ ہم نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہے ہیں جس کے  
قبضہ میں زمین و آسمان کی بادشاہت ہے۔ اور موت و حیات اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ڈاکٹر یہ  
کہہ کر ہاں اس وقت خدا کے سوا کوئی بچانے والا نہیں۔ چلا گیا۔ مجھے شروع ہو گئی۔ اور  
بیہوش ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت صاحب میرے سر پر کھڑے ہیں۔ اور فرماتے ہیں  
گھبراؤ نہیں۔ جہاز ڈوبتا نہیں۔ خیریت سے رنگون پہنچ جاؤ گے۔ ہوش آیا۔ تو اپنے ساتھی  
کو خوش خبری سنائی۔ تھوڑی دیر کے بعد طوفان کم ہو گیا۔ اور ہم بخیر و عافیت رنگون  
پہنچ گئے۔

ایک دوست محمد بخش نام موضع سہام متصل راولپنڈی کا رہنے والا بیان کرتا ہے کہ  
جب میرے پیشوا فوت ہو گئے تو میں کبھی کبھی حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا  
رہتا۔ ایک دفعہ میرے دانتوں میں سخت درد پیدا ہوا۔ بہتیرے علاج کئے۔ مگر کچھ فائدہ نہ  
ہوا۔ ایک دن جناب کی خدمت میں جبکہ آپ عید گاہ تشریف رکھتے تھے۔ حاضر ہوا۔ اور دانتوں  
کی تکلیف کے متعلق عرض کیا۔ جناب نے فرمایا۔ کہ جاؤ جا کر ندی نی میں غوطہ لگاؤ۔ سخت سردی  
کا موسم تھا۔ پہلے تو دل ڈر گیا۔ مگر جناب کے ارشاد کے موافق لی کے کنارہ پر چلا گیا۔ اور  
کپڑے اتار کر غوطہ لگایا۔ ایسا معلوم ہوا کہ پانی کے اندر کسی شخص نے میرے منہ پر زور سے طمانچہ  
لگایا۔ جب پانی سے سر باہر نکالا۔ تو درد بالکل جاتا رہا۔ بہت حیران ہوا۔ جلدی واپس جناب کی خدمت



میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے قسم فرمایا اور کچھ جواب نہ دیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چند دوست حضور کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک سید صاحب جنہوں نے اپنا لقب مسیح رکھا تھا۔ مجلس میں بیٹھے اور ادھر ادھر خرد و غرید کی بھری باتیں کرنے لگے اور یہ بھی کہا کہ میں مسیح ہوں۔ اسی اثناء میں ایک دوست جس کو دردِ سر نے بیتاب کیا ہوا تھا۔ درد کے مارے لنگڑاٹا ہوا حاضر ہوا۔ قبلہ حضرت صاحب نے سید صاحب کو فرمایا کہ مسیح علیہ السلام تو مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ آپ اس دوست کی ٹانگ سے وردی دور کر دیں۔ سید صاحب کی شیخی کر کر رہی ہو گئی۔ سولے خاموشی کے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ حضور نے فرمایا کہ فقیر ایک ادقی غلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس درد کا علاج ابھی کرتا ہوں۔ آپ دیکھتے رہیں۔ آپ نے اس شخص کو دور ہی کھڑا کر دیا۔ کچھ پڑھ کر دور سے ہی دم کیا۔ درد اسی وقت جاتا رہا۔ آپ نے پھر فرمایا اس پر بھی مجھے شکر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور عطیہ ہے۔ میں اُس کا حقیر بندہ ہوں۔ سید صاحب حیران رہ گئے۔

اسی طرح ایک دفعہ آپ دوستوں کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ اس وقت مجلس میں ہمارے دوست ڈاکٹر عبدالحق صاحب جو ولایت سے سائنس کی اعلیٰ ڈگری حاصل کر کے آئے ہوئے ہیں اور آجکل گورنمنٹ ٹیکنیکل سکول لاہور کے پرنسپل ہیں۔ موجود تھے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جو داڑھ کے درد سے بیتاب تھا۔ حضور نے ڈاکٹر صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کی سائنس کیا کہتی ہے۔ اس شخص کا درد کیا آپ دور کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ اسے کسی ڈاکٹر سے دوا لینی چاہئے۔ ہماری سائنس تو یہ ہی بتاتی ہے۔ لیکن میرا عقیدہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی نظر سے ہی درد دور ہو سکتا ہے۔ ظاہری اسباب کی ضرورت نہیں۔ روحانی سائنس بہت زبردست ہوتی ہے۔ غرضیکہ حضور نے اُسے دور دھوپ میں کھڑا کر دیا اور آپ نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے دم کیا۔ اور وہ شخص بالکل اچھا ہو گیا۔ گویا کہ کبھی درد ہوا ہی نہیں تھا۔

ڈاکٹر اقبال نے فقر کی تعریف میں کیا اچھا لکھا ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور باد کا لگاؤ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں



چلا سکتی ہر شے کشتہ کو موج نفس ان کی الہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل ل کے سینوں میں

صوبیدار محمد شیر صاحب ساکن پیر شاہ دس متصل دینا ضلع جہلم بیان کرتے ہیں کہ میں جمہدار تھا اور راولپنڈی چھاؤنی میں ہی مقیم تھا کہ ہماری پلٹن کو ایک لڑائی میں شریک ہونے کا حکم گیا۔ سب نے تیاری کر لی اور سبب وغیرہ باندھ لئے۔ میں موقعاً کہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں زیارت و قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔ کیونکہ لڑائی کے میدان سے معلوم نہیں تھا کہ زندہ بھی آؤنگا یا نہیں۔ بڑی گرجہ وزاری اور چھپنی اور بقراری کی حالت میں حضرت صاحب کی زیارت کی۔ اور عرض کیا کہ میری شائد یہ آخری ملاقات ہے۔ معلوم نہیں پھر دیدار نصیب ہو یا نہ ہو۔ حضرت صاحب کے دل پر میری اس حالت کا گہرا اثر پڑا۔ تاہم حضرت صاحب خاموش رہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایسا جتلا یا گیا ہے کہ تم لڑائی پر نہیں جاؤ گے۔ راولپنڈی ہی رہو گے۔ غرض میں ملاقات کر کے جب واپس آیا تو ہمارا اسباب سٹیشن پر پشیل گاڑی پر رکھا ہوا رہا تھا۔ اور پلٹن کے سپاہی حوالدار وغیرہ بھی جا رہے تھے۔ میں بھی گھوڑے پر سوار ہوا۔ تو ایک سپاہی نے مجھے بندوق ماتھ میں دیدی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس میں گولی بھری ہوئی ہے۔ اتفاقاً کسی حرکت کے باعث بندوق چھوٹ گئی۔ اور گولی میرے ماتھ کو زخمی کرتی ہوئی نکل گئی۔ بندوق کی آواز پر سب افسر جمع ہو گئے اور میری یہ حالت دیکھ کر افسر نے یہ حکم دیا کہ اس کو فوراً طری ہسپتال میں لے جاؤ۔ غرضیکہ پلٹن روانہ ہو گئی۔ اور میں ہسپتال میں داخل ہو گیا۔ رات کو میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں پیغام بھیج دیا کہ ایسا واقعہ گذرا ہے۔ اور میں یہاں رہ گیا ہوں۔ چند دن کے بعد مجھے صحت ہو گئی۔ اور اپنے کام پر چلا گیا۔ اور حضور کی دعا و توجہ کی برکت سے ترقی کرتے کرتے صوبیداری کے عہدہ پر ممتاز و سرفراز ہو گیا۔

مستری سراج الدین صاحب ساکن موچیدروانہ لاہور بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں انگریزوں اور جرمنی کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی۔ مجھے بھی انگریزوں کی طرف سے اس میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ دوران جنگ میں جرمنی والے انگریزوں کے چند آدمیوں کو قید کر کے یگے میں بھی انہی قیدیوں میں ناجرمن قیدیوں میں لایا۔ میں سخت بیمار ہو گیا اور مجھے ہسپتال بھیجا گیا۔ جب دیکھا کہ مجھے فغان نہیں ہوئی تو مرض بڑھتا جاتا ہے۔ لا علاج سمجھ کر ہسپتال کے باہر میدان میں چھو لہاری لگا دی۔ اور چار پائی ٹر



لٹا دیا۔ ہسپتال کے ایک ملازم کو کہہ دیا کہ یہ پنجابی عنقریب مرنے والا ہے جب مرجائے تو مجھے خبر دینا۔ میں اپنی حالت زار اور پردیس کی بے بسی پر روتا اور حسرت کرتا تھا۔ ایک رات کو پریشانی اور حیرانی میں مجھے نیند آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ جناب حضرت صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ مستری مراج الدین گھبراؤ نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اچھے ہو جاؤ گے۔ اور بخیریت اپنے وطن آؤ گے جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر ملنے ایک پنجابی جو وطن کھڑے ہیں۔ مجھے کہنے لگے کہ فکر نہ کرو۔ میں دوائی دیتا ہوں۔ خالق شفا دیگا۔ پاس کے میدان سے اُس نے ایک بوٹی اکھاڑی۔ اور اس کو پتھر پر رگڑ کر کچھ میسرے حلق میں ڈالی۔ اور کچھ میرے ناک اور کان میں ٹپکائی۔ اور ایک ٹکیہ میرے ناف پر رکھ دی۔ آدھ گھنٹہ گزرا ہو گا کہ میرے ناک کان اور منہ سے رطوبت غلیظ نکلتی شروع ہو گئی۔ اور ساتھ ہی اسہال شروع ہو گئے۔ چار پانی سے اٹھنا میرے لئے محال تھا۔ تمام بستر و جگہ بدبو سے بھر گئی۔ لیکن مجھے ہوش آگیا اور طبیعت بھی کچھ ہلکی ہو گئی۔ ہسپتال کے ملازم نے میری یہ حالت دیکھ کر ڈاکٹر کو خبر دی۔ ڈاکٹر دوڑا ہوا آیا۔ اور میری حالت کو دیکھ کر کہنے لگا کہ ویل پنجابی تم بچ گیا۔ پھر مجھے ہسپتال لے گئے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں میں بالکل تندرست ہو گیا۔ ایک دن ایک جرمن افسر نے قیدیوں سے آکر دریافت کیا کہ تم میں سے کوئی لوہار مستری بھی ہے جو یہ کام کر سکے۔ میں نے کہا کہ میں اس کام کو کر سکتا ہوں۔ وہ افسر مجھے کام پر لے گیا۔ اتنے میں انگریزوں اور جرمنوں کے درمیان صلح ہو گئی۔ اور قیدیوں کو رہا کر دینے کا اعلان ہو گیا۔ مگر اس جرمن افسر نے مجھے کام ختم ہونے تک اپنے پاس رکھا۔ کام ختم کرنے کے بعد مجھے مزدوری کا بہت سا روپیہ ملا۔ اور کفالت تمام مجھے انگریزی کیمپ میں بھیج دیا۔ اور بخیر و عافیت وطن آگیا۔

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کا ایک غلام فضل الدین درزی راو پنڈی کا رہنے والا نہایت فاضل غلام تھا۔ اُس کا بیٹا فیروز دین راو پنڈی کے ریلوے ورکشاپ میں ملازم تھا۔ اتفاقاً کسی بات پر افسر سے بگاڑ ہو گیا۔ اور صاحب اس کو نوکری سے علیحدہ کر دیا۔ وہ بیچارہ سو اپنے والد کے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ اسی ملازمت پر گزارہ تھا۔ اب کیا کریں۔ حضور دعا فرمادیں۔ کہ کسی اور جگہ روزگار کی صورت بن جاوے۔ حضور نے دعا فرمائی۔ اور کہا کہ اسی صاحب کے



پاس دوبارہ جاؤ۔ انشاء اللہ کام پر لگائے گا۔ اُس نے عرض کیا کہ صاحب بہت ناراض ہے امید نہیں کہ وہ مجھے کام پر لگا دے۔ لیکن حضرت صاحب نے تاکید فرمائی کہ نہیں پہنچے ضرور دعاں جانا چاہئے۔ عرض حسب فرمان حضرت صاحب دو سکر روز ریلوے ورکشاپ کے دروازہ پر چیب پیچا۔ تو صاحب نے فیروز دین کو دیکھ کر کہا کہ تو کیوں آیا ہے۔ اُس نے کہا کہ میرا حساب کچھ بچا ہے۔ فیصلہ کر دیجئے۔ صاحب نے کہا کہ اس وقت کوئی حساب نہیں ہو سکتا چلو تم اندر جا کر کام کرو۔ چنانچہ وہ بدستور کام کرتا رہا۔ اور حضور کی دعا کی برکت سے کبھی صاحب نے اظہار بھی نہ کیا کہ تمہیں ہم نے نکال دیا تھا۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جناب حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ شہر کے دوستوں میں سے امیر علی نام ایک دوست نے جو ایک مسجد کا امام تھا۔ خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جناب عالی میں نوجوان مجروح ہوں۔ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی نیک بیوی عطا فرمادے۔ حضور نے فرمایا کہ امیر علی ہم تمہارے لئے بیوی کہاں سے لائیں۔ میں نے عرض کیا کہ جناب اگر اس کے حق میں دعا فرمادیں تو شاید کوئی بہتری کی صورت پیدا ہو جاوے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا کہ سب دوست دعا کریں۔ حضور نے دعا فرما کر رخصت کر دیا۔ ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ امیر علی کی خالہ اپنی نوجوان لڑکی کو ہمراہ لیکر امیر علی کے پاس آگئی۔ اور اپنی لڑکی کا نکاح بلا کسی معاوضہ اور خرچ کے امیر علی کے ساتھ کر دیا۔

ایک دوست عبدالغنی گورہ ہسپتال والے بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک دوست عبدالحمید ملتان میں ملازم تھا۔ وہ حضور کا بھی غلام تھا۔ اس نے سر کے بال کاٹوں تک رکھے ہوئے تھے۔ ایک دن اثناء پرید میں کپتان صاحب نے دیکھ کر حکم دیا کہ تم بالوں کو کٹا دو۔ اگر نہ کٹاؤ گے۔ تو تمہیں سزا دی جائیگی۔ اس حکم سے عبدالحمید کے دل میں سخت رنج ہوا۔ اور مجھے کہنے لگا کہ میں نے بال بڑے شوق سے سنت نبوی کے مطابق رکھے تھے۔ میں ہرگز نہیں کٹاؤں گا۔ خواہ کچھ بھی ہو اسی دن شام کو ہم دونو حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت عید گاہ میں تشریف رکھتے تھے۔ قدمبوسی کے بعد جب حضور نے خیریت کا حال دریافت فرمایا تو عبدالحمید



نے رورو کر تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نے تسلی دی اور فرمایا کہ بالوں کو کٹا دو۔ یہ بھی سنت ہی ہے  
عبد المجید نے عرض کیا کہ حضور بال کٹوانے کو دل نہیں چاہتا۔ حضور کچھ دیر خاموش رہے۔  
اور پھر فرمایا کہ اچھا کل جب پریڈ جانے لگو۔ تو یا حتی یا قیوم پڑھے جاؤ۔ اور جب صاحب  
تمہاری طرف آئے۔ تو اس کی طرف پھونک دو۔ اللہ تعالیٰ فضل کریگا۔ عبد المجید نے دوسرے  
دن ایسا ہی کیا۔ پریڈ کے وقت جب صاحب آیا۔ تو اس نے میری وردی وغیرہ کا پورا پورا تھکا  
لیا۔ اور بالوں کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ اس کی بجائے ایک اور آدمی کو جس نے میری طرح بال  
رکھے ہوئے تھے۔ غصہ ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میں نے کل تمہیں بال کٹوانے کا حکم دیا تھا۔ تم نے  
کیوں تعمیل نہیں کی۔ اس نے کہا کہ جناب مجھے آپ نے نہیں فرمایا تھا۔ صاحب نے ڈانٹ کر کہا۔  
تم کو ہی حکم دیا تھا۔ غرض اس کو بہت خفا ہوا۔ عبد المجید خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوا گھرا گیا کہ اللہ  
تعالیٰ نے حضور کی دعا سے سختی معاف فرمائی۔

پنڈت دینا ناتھ صاحب حضرت صاحب کے ایک عاشق صادق ہیں۔ اور اب راولپنڈی میں  
مقیم ہیں۔ حضور کے دھال کے بعد ہمیشہ رات کو حضور کے روضہ مبارک پر ہی حاضر رہتے ہیں۔ اور  
اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کا خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کا یہ سبب ہوا جیسا  
کہ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے ایک شخص سے کچھ روپیہ لینا تھا جب میں نے اس سے روپیہ  
مانگا۔ تو اس نے انکار کر دیا۔ میں نے دعویٰ دائر کر دیا۔ عدالت میں میرے خلاف سب گواہ  
گذرے۔ اور مقدمہ خارج ہو گیا۔ پریشان ہو کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے  
دریافت فرمایا کہ پنڈت جی مقدمہ کا کیا بنا۔ میں نے عرض کیا حضور مقدمہ خارج ہو گیا ہے۔  
آپ نے فرمایا جاؤ اپیل کرو۔ انشاء اللہ بہتری ہوگا جناب کے حکم سے میں نے اپیل دائر  
کر دی۔ حضور کی دعا و برکت سے فیصلہ میرے حق میں ہو گیا۔ حضور کو جا کر خوشخبری سنائی۔  
اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔

ہابو محمد اکرم صاحب محکمہ نمک کوٹاٹ بیان کرتے ہیں کہ میری ہمیشہ عرصہ دراز سے  
بیمار تھی جکیموں۔ ڈاکٹروں کا علاج کرتے رہے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ زندگی سے مایوس  
ہو چکی تھی۔ آخر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور دعا فرمادیں۔ اللہ کریم میری



ہمیشہ کو شفا عطا فرماوے۔ آپ نے دعا بھی فرمائی۔ اور تعویذ بھی دیئے۔ ایک گلے میں باندھ دیا۔ اور باقی پلانے شروع کئے۔ حضرت صاحب کی دعا و توجہ کی برکت سے چند دنوں میں مریضہ تندرست ہو گئی۔ اور اب تک تندرست ہے۔

اسی طرح میری بھتیجی کو سل کا مرض لاحق ہو گیا۔ علاج کراتے کراتے تھک گئے۔ مگر کوئی آرام نہ آیا۔ اُسے حضور کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے اُسے بھی تعویذ دیئے۔ جھکے استعمال سے اُس کا مرض دور ہو گیا۔

بابو حاجی فضل الہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری تبدیلی جن شاہ اسٹیشن پر ہو گئی۔ یہ اسٹیشن ایک سان جمل میں واقع تھا۔ جہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ ایک جگہ دور۔ دو سکر قبل حضرت صاحب کا فراق۔ دل نہ لگا۔ ناچار حضرت صاحب کی خدمت میں بابو کرم دین صاحب کی معرفت عرض کیا۔ کہ میرے لئے دعا فرما دیں۔ کہ تبدیلی راوینڈی یا نزدیک کے اسٹیشن پر ہو جائے۔ حضور نے دعا فرمائی۔ اور فرمایا۔ کہ عرضی دیدو۔ میں نے اپنے افسران کو عرضی دیدی ایک ماہ کے بعد میری تبدیلی راوینڈی ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔

مولوی شاہ ولی صاحب ساکن موہری بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ ایک دفعہ ہمارے گاؤں میں رونق افروز تھے۔ دوستوں کا ہجوم کثرت سے تھا۔ تمام علاقہ کو حضور نے اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ میرے گھر کوئی اولاد نہ تھی۔ اور بالکل مایوسی ہو چکی تھی۔ میری والدہ نے حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ کہ جناب کے خادم شاہ ولی کے گھر کوئی اولاد نہیں۔ دعا فرما دیں۔ کہ اللہ کریم اُسے اولاد عطا فرماوے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ مشکل نہیں۔ حضور کی دعا سے اللہ کریم نے فضل کیا۔ اور میرے گھر کا پید ا ہوا۔ جس کا نام شاہ محمد رکھا گیا۔

محمد اسلم حبیب پوری ضلع انبالہ کا بیان ہے۔ کہ بیعت سے قبل میں ایک ناگفتہ بہ مصیبت میں گرفتار تھا۔ بیعت ہونے کے بعد میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت سے رہائی بخشی۔

نیز مجھے قرآن مجید پڑھنے کا بڑا شوق تھا۔ لیکن یاد نہیں ہوتا تھا۔ ہر چند کوشش کرتا



لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر جناب کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اور بہت جلد قرآن شریف پڑھ لیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے:

مرح الدین ولد ہر حاجی محمد صاحب مالی مقبرہ جہانگیر کا بیان ہے۔ کہ ایک بازاری بدعاش عورت نے مجھ پر دعویٰ دائر کر دیا۔ جس کی کیفیت یوں ہے۔ کہ اُس نے باغ مقبرہ جہانگیر میں آکر ناچاگانا شروع کر دیا۔ سرکاری باغات یا سیرگاہوں میں ایسا ملج رنگ قانوناً منع ہے اور ایسے فعل کی باز پرس مالی انچارج سے ہی ہوا کرتی ہے۔ میں نے اُسے منع کیا۔ لیکن وہ باز نہ آئی۔ ناچار اُسے زبردستی دھکیل کر باہر نکالنا پڑا۔ اس کے حمایتی اتنی بے عزتی کب برداشت کر سکتے تھے۔ انہوں نے مل ملا کر ڈاکہ زنی کا دعویٰ دائر کر دیا۔ ادھر میں نے بھی اپنے افسران کے پاس رپورٹ کر دی۔ اور ساتھ ہی معاملہ کی نازک صورت دیکھتے ہوئے قبلہ عالم حضرت صاحب کی خدمت میں خط لکھا۔ کہ دعا فرماویں۔ تاکہ اس مصیبت سے نجات ہو۔ اور حق پر فیصلہ ہو۔ کیونکہ اُن کا دعویٰ ثابت ہونے پر نوکری سے بھی علیحدہ ہونے کا خطرہ تھا۔ حضور کی دعا و توجہ سے مقدمہ سرکار نے خود اپنے قبضہ میں لے لیا۔ مجھے صرف گواہی کے لئے طلب کیا گیا۔ اُس بازاری عورت نے ہر ممکن کوشش کی۔ روپیہ صرف کیا۔ لیکن حق کے مقابلہ میں باطل کہاں ٹھہر سکتا تھا۔ ادھر سے قبلہ کی دعا سے میری تسلی تھی۔ آپ کی دعا سے میرے حق میں فیصلہ ہوا۔ اور اُن کا مقدمہ خارج ہو گیا:

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب شہر جہلم رونق افروز تھے۔ موضع نو تھیہ متصل جہلم کا رہنے والا ایک دوست مستری طلس نام حاضر خدمت ہوا۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ حضور میرے غریب خانہ پر تشریف لے جائیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ تو غریب آدمی ہے اسی جگہ تیرے لئے دعا کی جاتی ہے۔ مگر اُس نے گھر لیجانے کے لئے بڑا اصرار کیا۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اسکے ہاں تشریف لے جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ رات کو مولوی فضل احمد صاحب مع دو دیگر دوستان جو ہمراہ تھے۔ مسجد میں سوئے۔ اور حضرت صاحب کو مستری صاحب نے اپنے گھر میں سونے کیلئے غرض کیا۔ اس کا مکان نہایت پرانا اور کچا تھا۔ جو صرف دو کوٹھڑیوں پر مشتمل تھا۔ اور وہ بھی اندر آگ جلانے کے باعث سیاہ ہو چکی تھیں۔ ایک



کوٹھری میں حضرت صاحب اور دوسری میں اسکے اہل و عیال و بال بچے حضرت صاحب نے  
 بہتر کہا کہ میں بھی مسجد میں قیام کروں گا۔ مگر اس مرد خدا نے ایک نہ مانی۔ اور اس زندان خانہ میں سونے  
 کے لئے مجبور کیا۔ حضرت صاحب نے اپنی جان پر تکلیف اٹھائی۔ مگر اس کے دل کو ناراض نہ کیا۔ ایک مکان  
 کا یہ حال۔ دوسرے پاس ہی اسکے بال بچے تھے۔ جو کبھی روتے اور جاگتے۔ ایسے حال میں نیند  
 کہاں آسکتی تھی۔ حضرت صاحب ایک دو بجے تک تو کروٹیں لیتے رہے۔ آخر اٹھ کر مسجد کی  
 طرف تشریف لیگے۔ کہ جا کر نماز تہجد ہی ادا کریں۔ جب مسجد میں داخل ہوئے۔ اور دروازہ  
 دیکھا۔ تو دوست اندر سے دروازہ بند کر کے سوئے پڑے تھے۔ حضرت صاحب نے  
 ان کو بے وقت بیدار کرنا نہ چاہا۔ سردی کا موسم تھا۔ آخر باہر کے برآمدہ میں ہی آپ نماز پڑھنے لگے  
 مولوی فضل احمد صاحب کی نیند اتفاقاً کھل گئی۔ دروازہ کھول کر دیکھا۔ تو حضرت صاحب برآمدے  
 میں تھے۔ بے اختیار ان کا نعرہ نکل گیا۔ اور عرض کیا۔ کہ حضرت جی ایسی سردی کی حالت میں آپ  
 تشریف لے آئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ فضل احمد۔ مستری صاحب کا مکان نہایت تنگ  
 و تاریک تھا۔ نیز ان کے بال بچے روتے جاگتے رہے۔ اس واسطے نیند نہ آئی۔ اور مسجد میں چلا آیا۔  
 مولوی صاحب نے عرض کیا۔ کہ جناب حضور کو اپنے گھر بلانے سے مستری صاحب کا مطلب یہ ہی  
 تھا۔ کہ ان کی غریبی اور تنگدستی آپ کا ملاحظہ فرمادیں۔ اور خاص وقت میں دعا فرمادیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مہربانی  
 فرمائے۔ غرض جوں توں کہ رات گزاری۔ صبح رخصت کے وقت مستری صاحب نے خود اپنے حال  
 کی تنگی اور غربت کا حال ایسے درد بھرے لہجے میں بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب کے دل پر نہایت گہرا  
 اثر ہوا۔ اور چند منٹ تک آپ باطل مراقب اور خاموش رہے۔ پھر آپ نے سب دوستوں سے فرمایا  
 کہ آؤ سب کے سب مستری صاحب کیلئے دعا کریں۔ چنانچہ سب نے دعا کی۔ پھر حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ  
 آج کے بعد مستری صاحب کو ٹھیکیدار کہا کرو۔ اور مستری صاحب کو فرمایا۔ کہ کسی جگہ ٹھیکہ کا کام تلاش کرو۔  
 پھر حضرت صاحب رخصت ہو کر پنجاب کی طرف تشریف لے گئے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد نہر  
 جہلم کی کھدائی شروع ہو گئی۔ مستری صاحب بھی نہر کے افسر سے جا کر ملے۔ کہ مجھے بھی کوئی کام دیا جائے  
 افسر نے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ عرض کیا کہ میں مستری ہوں۔ افسر نے کہا۔ کہ تم ٹھیکہ لے لو۔ عرض کیا  
 کہ میرے پاس اس قدر روپیہ نہیں ہے۔ کہ ٹھیکہ کا کام چلا سکوں۔ افسر نے کہا۔ کہ پرواہ نہیں۔



پیشگی روپیہ مجھ سے لے لو۔ اور کام جلد شروع کر دو۔ غرض روپیہ بھی ملا۔ اور کام بھی شروع کر دیا۔ ایک ہی سال کے عرصہ میں مستری صاحب کی مفلسی دور ہو گئی۔ بڑے مالدار ہو گئے۔ انکان پختہ ہوئے اور گاؤں کے زمیندار جو کبھی ان کو پاؤں دھرنے کے لئے زمین نہیں دیتے تھے۔ ان کے سب محتاج ہو گئے۔ ان کی زمینیں خرید لیں۔ غرض حضرت صاحب کی دعا سے اس کی کلیا پلٹ گئی جب تک زندہ رہا۔ نہایت مخلص اور خدمتگار رہا۔ اللہ تعالیٰ اُسے بخشے۔ اب اس کا بھائی جلال دین بہاول پور و ملتان کے علاقہ میں ٹھیکہ کا کام کرتا ہے۔ وہ بھی اپنے مرحوم بھائی کی طرح نہایت فرمانبردار اور خدمتی ہے۔

ایک فوج کا ذکر ہے کہ حضرت صاحب اپنے عبادت خانہ (بیٹھک) میں تشریف فرما تھے اور ایک ہندو دوست سمنی بالملکند جو حضور کا معتقد تھا۔ خدمت میں حاضر تھا جناب اس کے ساتھ توحید کی باتیں کر رہے تھے۔ کہ جناب کے گھر کے دروازہ پر بہت سا شور و غل سنائی دیا۔ مسمیٰ بالملکند نے پتہ کر کے عرض کیا۔ کہ بہت سے خاکروب زن و مرد جمع ہیں۔ اور ایک بیمار کو جوان کا جھدار ہے۔ چار پانی پر ڈال کر لائے ہیں۔ بیمار درد کے مارے چیخ رہا ہے جس کی چیخ و پکار سے سرب کے سب مرد اور عورتیں زار زار رو رہے ہیں خاکروہوں نے عرض کیا۔ کہ یہ شخص بہت بیمار ہے۔ سب ڈاکٹروں اور حکیموں نے اس کو لا علاج کر دیا ہے۔ اور کہہ دیا ہے۔ کہ یہ نہیں بچے گا۔ اب جناب کی خدمت میں گھر کو واپس جاتے ہوئے اس کو لے آئے ہیں۔ شاید جناب کی دعا سے فائدہ ہو۔ جناب نے بالملکند کو مسکرا کر فرمایا۔ کہ یہ سب خالق کا کام ہے۔ بیمار بھی وہی کرتا ہے۔ شفا بھی وہی دیتا ہے۔ لیکن درمیان میں کسی اپنے بندے کی عزت و توقیر منظور ہوتی ہے۔ اس کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ شفا بخشتا ہے۔ دیکھو دل میں کسی قسم کی کراہت نہ کرنا۔ یہ لوگ بھی خالق کی مخلوق ہیں۔ اس کو نہ میں پانی بھرا ہے اٹھاؤ۔ اور میرے ساتھ نیچے چلو۔ آپ نے بیمار کے پاس آکر تسلی دی۔ اور اس کو کہا۔ کہ درد کی جگہ پر میرا ہاتھ رکھ دے۔ اُس نے آپ کا ہاتھ درد کی جگہ پر رکھ دیا جناب دم کرتے جاتے تھے۔ اور درد کی جگہ پر اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے۔ پانی پر دم کر کے اس کے منہ اور بدن پر چھڑکا۔ خدا کی حکمت کہ ابھی آپ ہاں ہی تشریف فرما تھے۔ کہ اُس بیمار کا درد آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا۔ اور وہ بے اختیار ہنسنے لگا۔ اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یہ کیا بات ہے۔



میں کہاں ہوں باب تو مجھے کوئی تکلیف نہیں حضور نے اپنے پاس سے دودھ منگوا کر پلایا اور وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ اُسے چار پائی پر لائے تھے۔ جلاتے وقت اپنے پاؤں سے چکر گیلہ ڈاکٹر اور حکیم جنہوں نے اُسے لا علاج کر دیا تھا۔ دیکھ کر حیران ہو گئے۔ اور جناب کے معتمد ہو گئے۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ جن دنوں بندہ موضع بانٹھ اس مکان میں مقیم تھا جو بندہ کے ایک مخلص دوست حافظ کاظم علی صاحب نے بندہ کو سہہ کر دیا تھا۔ اور خود بھی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ میں سخت بیمار ہو گیا۔ اور نہایت پریشانی کی حالت طاری ہو گئی۔ اس بدحواسی کی حالت میں میں اور کوئی علاج نظر نہ آیا۔ سوائے اسکے کہ حافظ کاظم علی صاحب کو راولپنڈی قبلہ حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں روانہ کیا جائے۔ اور حالات عرض کئے جائیں۔ اسکے روانہ ہونے کے بعد بخار کے باعث بیہوشی طاری ہو گئی۔ اور اس بیہوشی کی حالت میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میرے قبلہ حضرت صاحب تشریف لائے ہیں۔ حضور نے آتے ہی مجھے چار پائی پر بٹھا دیا۔ اور میرے بدن اور چہرہ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ کہ بچہ اب خیر ہو گئی ہے۔ فکر نہ کرو۔ اسکے بعد مجھے ہوش آگئی۔ گھر سے دریافت کیا۔ کہ حضرت صاحب کیا تشریف لائے تھے۔ محمد اہلوان نے کہا۔ کہ حضرت صاحب یہاں کب آئے تھے۔ خیر بندہ چپ رہا۔ دیکھا تو تمام بدن پر پسینہ آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بخار اتر گیا۔ اور میں تندرست ہو گیا۔ اور صاحب حافظ کاظم علی خدمت اقدس میں پہنچا۔ اور حال بیان کیا تو حضور نے فرمایا کہ تعویذ کی ضرورت نہیں۔ جاؤ مولوی صاحب تندرست ہو گئے ہیں۔ چنانچہ جب وہ واپس آئے۔ تو حال بیان کیا جس کو سُنکر وہ حیران ہو گئے۔ اور تعجب سے کہہ کہ حضرت صاحب نے حاضر خدمت ہوتے ہی فرمایا تھا۔ کہ دعا کی گئی ہے۔ خدا فضل کریگا۔ اور واپسی پر تم مولوی صاحب کو تندرست پاؤ گے۔

بابو محمد رمضان صاحب ہیڈ کلرک ریلوے سٹیشن لالہ موسے بیان کرتے ہیں۔ کہ میرے بائیں پاؤں کے چھپرے پر ایک زخم نکل آیا۔ جس نے بڑھتے بڑھتے تمام چھپرے کو گھیر لیا۔ کوئی اس کو سونگری پھوڑا۔ کوئی چسپل کوئی داد وغیرہ بیان کرتا۔ وضو کے وقت اس پاؤں کو کبھی نہ دھوتا تھا۔ ہر وقت اس پر پٹی بندھی رہتی تھی۔ خارش اس قدر ہوتی۔ کہ یہی دل چاہتا۔ کہ



اس کو چاقو سے چھیل دوں۔ دو سال تک ڈاکٹری۔ یونانی جراحی سبب کے علاج کئے گئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک دفعہ جناب حضرت صاحب کی خدمت میں راولپنڈی شریف حاضر ہو کر اتفاق ہوا۔ جناب نے خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد مجھے فرمایا۔ کہ اب پاؤں کا کیا حال ہے۔ بندہ نے پاؤں سے جراب اتار کر دکھلایا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ کہ تمہیں بہت تکلیف ہوتی ہوگی۔ پیشتر اس کے کہ جناب کچھ فرماتے۔ حاضرین دوستوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا۔ کہ مجھے اسی قسم کا پھوڑا نکلا تھا۔ اور میں نے بہت علاج کئے تھے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار ایک شخص نے دوائی بتلائی جس کے لگانے سے مجھے آرام ہو گیا۔ جناب نے اس شخص کو فرمایا۔ کہ دوائی بتادو۔ اس نے کہا۔ کہ جامن کا تیل۔ کافور۔ گلے کا مکھن۔ ان تینوں کو ملا کر مرہم بنالو۔ اور زخم پر استری سے پکھنے لگا کر اس پر مرہم لگا دو۔ بندہ نے لالہ موسیٰ واپس آ کر ایسا ہی کیا۔ وہ دوائی زخم پر اس طرح لگی۔ جیسے زہر قاتل لگتا ہے۔ میری ٹانے کی آواز دور تک جاتی تھی۔ بفراری اور بچینی کی کوئی حد نہ تھی۔ خیر جوں توں کہیے کے صبر کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اوپر کا چمڑا اگل سڑ کر دور ہو گیا۔ اور نیچے سے صاف گوشت اور چمڑا نکل آیا۔ خدا تعالیٰ کا شکر یہ کیا۔ کہ اتنی تکلیف کے بعد آرام تو آ گیا۔ مگر جب موسم بہار آیا تو پھر پھوڑا پڑا۔ اور اسی طرح خارش اور خٹس شروع ہو گئی۔ جب دوبارہ راولپنڈی شریف حاضر ہوتے کا اتفاق ہوا۔ تو جناب حضرت صاحب کی خدمت میں سب حال جیسے کہ گذرا تھا عرض کیا۔ جناب نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ اور لگا کر دیکھو۔ بندہ نے عرض کیا۔ کہ حضور اب اس دوائی کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں۔ جناب نے کچھ دیر سکوت فرماتے کے بعد فرمایا۔ کہ اچھا پاؤں آگے کرو۔ بندہ نے پاؤں آگے کر دیا۔ حضور نے دم فرمایا۔ اور اپنی لب مبارک سے زخم کے گرد حلقہ کر دیا۔ اور زخم کے اوپر بھی لگا دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اب دوائی پھوڑ دو۔ کسی دوائی کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل کر دے گا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد زخم اچھا ہو گیا۔ اور کسی قسم کا نشان باقی نہ رہا۔ چند دنوں کے بعد پھر اس حلقہ کے باہر کی طرف جو جناب نے انگلی سے کیا تھا۔ تھوڑا سا زخم پھوڑ نکلا۔ جس کی نسبت حضور کی خدمت میں بذریعہ نیاز نامہ گزارش کی۔ حضور نے غائبانہ دعا فرمائی جس سے وہ زخم بھی اچھا ہو گیا۔ اب کئی سال گزر گئے ہیں۔ زخم نہیں پھوڑا۔ پاؤں ظاہری



چڑا بالکل صاف ہے۔ اور کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

میاں فقیر محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے رٹکے فضل الہی کے دل کے مقام پر ایک لمبا چوڑا سُرُخ داغ پیدا ہو گیا۔ دن بدن زیادہ پھیلتا جاتا۔ بہتیرے ڈاکٹروں اور حکیموں کے پاس لے گیا۔ ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ یہ مرض لا علاج ہے۔ غرض مغموم اود مایوس ہو کر جناب حضرت صاحب کی خدمت میں رٹکے کو لے گیا۔ اور تمام ماجرا بیان کیا۔ کہ حکیموں اور ڈاکٹروں نے یہ مرض لا علاج قرار دیا ہے اس لئے حیران و پریشان ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اب آپ ہی دعا فرمادیں۔ کہ اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی عطا فرمادے۔ جناب نے فرمایا کہ صحت و تندرستی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ڈاکٹر وغیرہ کچھ نہیں کر سکتے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آرام آجائے گا۔ جناب نے ایک مٹی کا ڈھیلہ لے کر اس پر دم کر دیا۔ اور فرمایا کہ اس مٹی کو مرض کی جگہ پر پھیر دیا کریں۔ جب ہم نے عمل شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کی عجیب حکمت ظاہر ہوئی۔ وہ سُرُخ داغ دل کے مقام سے ہٹ کر گول اود دائرہ کی شکل بن کر ہاتھ اور پاؤں اور سر کی چوٹی تک پھیل گیا۔ حتیٰ کہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں تک پھیل کر آہستہ آہستہ خارج ہونے لگا۔ اور تھوڑے دنوں میں بالکل دور ہو گیا۔

میاں صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ میرے رٹکے عبدالغزیز کے پاؤں میں گھیرا ایک قسم کا لا علاج پھوڑا ہو گیا۔ ڈاکٹروں سے دو دفعہ آپریشن کرایا۔ ٹخنے کی ہڈی بھی نکال دی۔ لیکن آرام نہ آیا۔ بلکہ ٹانگ میں بھی پیپ پڑ گئی۔ ڈاکٹروں نے یہ دیکھ کر متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ اس ٹانگ کو کاٹے بغیر چارہ نہیں۔ یہ حال سن کر میں حیران و پریشان جناب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاکہ اجازت حاصل کی جاوے۔ رٹکے کو بھی ساتھ لے گیا۔ جناب اس وقت دوسری دفعہ حج کے لئے تیار تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حج سے واپسی تک انتظار کرو۔ ابھی ٹانگ نہ کٹواؤ پھر دیکھا جاوے گا۔ میں نے بھی اس کام کو ملتوی کر دیا۔ جب آپ حج سے بحیرت تمام واپس شریف لائے۔ تو میں بھی زیارت و قدیموسی کے لئے جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جناب نے خیر دعائیت کے بعد عبدالغزیز کا حال دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ جناب ویسا ہی ہے۔ جیسا جناب دیکھ گئے تھے۔ جناب نے ایک مٹی کا ڈھیلہ دم کر کے دیدیا۔ کہ جاؤ اس کو ساری



ٹانگ پر پھیرو۔ اور ساتھ ہی ایک ہلکی سی مرہم بھی بتادی۔ کہ اس کو زخم پر لگایا کرو۔ ہم نے حسب ارشاد احتمال شروع کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے اس مرض کو دور کر دیا۔ اور بالکل شفا ہو گئی۔

عطا محمد سپاہی محمد نیک کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ عرس کے موقع پر میں نے اپنے افسر سے رخصت مانگی۔ لیکن نہ ٹی میں بہت مجبور ہوا۔ ایسے مبارک موقع پر شامل نہ ہونا دل کو یہ چین کر رہا تھا۔ اور جوں جوں دن قریب آتے جلتے تھے۔ میرا جنون بڑھتا جاتا تھا۔ یہ ہی چاہتا تھا۔ کہ کسی طرح اڑ کر اپنے پیر کے پاس پہنچوں۔ عرس سے ایک دن قبل میرا افسر باہر دودھ پر چلا گیا۔ ظہر کی نماز کے بعد میری عجیب حالت ہو گئی۔ بخودی کے عالم میں گھر سے چل نکلا۔ چلتے چلتے شام ہو گئی۔ لیکن سفر برابر جاری تھا۔ راستہ میں کانٹے دار جھاڑیاں۔ پتھر ملی زمین۔ ہر گاؤں سے گزرتے وقت کتوں کا بھونکنا۔ اور پھر یہ کہ اندھیرا اور راستہ کی نادانیت ایسے حالات میں بہت مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن ہمت نہ ماری۔ برابر چلتا گیا۔ حتیٰ کہ کدات کے تین بچے کے قریب چکوال پہنچ گیا۔ ہاں سے بذریعہ ریل راوی پنڈی شریف پہنچا۔ عرس کی بہار دل کھول کر دیکھی۔ ختم شریف میں شامل ہوا۔ حضور عالی کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ عرس کے دو سکر دن اسی طرح واپس کھیڑم پہنچ گیا۔ قاعدہ کلید ہے۔ کہ بغیر اجازت نوکری سے چلے جانکی سزا سوائے موقوفی کے کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن میرے دل میں اس بات کا ذرا بھی فکر نہ تھا۔ واپسی پر مجھے کسی نے بھی نہ پوچھا۔ کہ تم کہاں گئے تھے۔ میرا سزا بھی تک باہر ہی تھا۔ مجھے ہر طرح تسلی تھی۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ میں اپنے پیر و مرشد کو مل گیا ہوں۔ اور خداوند کریم میری عزت رکھیگا۔ کھیڑم سے بذریعہ عریضہ میں نے قبلہ عالم کی خدمت میں یہ واقعہ لکھا۔ آپ نے جواب میں تاکید فرمایا کہ خبردار آئندہ بغیر اجازت نوکری سے اس طرح نہ آنا۔

بابو غلام نبی صاحب صاحبزادہ کمانہ جات فراتہ میں۔ کہ ۱۹۲۶ء میں ایک دفعہ میں صلح شاہ پور کے علاقہ میں دورہ کرتا ہوا ایک قصبہ جھاوڑیاں میں پہنچا۔ رات کو بازار میں ایک بالاخانہ میں قیام ہوا۔ سردی کا موسم تھا۔ سرکاری کام کی کثرت کی وجہ سے رات کے دو بجے تک نہ سو سکا۔ اس خیال سے کہ صبح تہجد کے نوافل میں سستی نہ ہو جائے۔ لیٹ گیا۔ دن بھر کی تھکاوٹ اور پھر دیر سے آرام کرنے کی



جب سے گہری نیند پڑی۔ تین یا چار سبکے کا وقت ہو گا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت صاحب  
مجھے جھنجھوڑ رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کمرہ سے باہر نکل جاؤ۔ میں فوراً اٹھ بیٹھا۔ دیکھا۔ تو کمرہ  
دھواں سے بھرا ہوا ہے۔ باہر نکلا۔ تو چھت سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ بالاحزانہ کی پختی  
دکان میں آگ لگی ہوئی تھی۔ میں نے شور مچا دیا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ اور آگ بجھانے لگے۔ اس  
دکان میں مٹی کا تیل۔ بنولے۔ اور بزاری کا سامان تھا۔ اگر مٹی کے تیل تک آگ پہنچ جاتی۔ تو کسی  
کو یہ پتہ بھی نہ چل سکتا۔ کہ اس مکان میں کوئی مسافر بھی آکر شب باس ہوا تھا۔  
نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

الحمد للہ کہ خالق کے فضل و کرم سے آگ پر جلد ہی بویا لیا گیا۔ اور قبلہ عالم حضرت صاحب کی بروقت  
امداد سے تمام قصبہ بچ گیا۔

## کنوؤں میں پانی کا لکنا!

میاں فقیر محمد صاحب ساکن چوہڑ متھل راولپنڈی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں پانی  
کی بہت قلت تھی۔ کنواں بھی کوئی نہیں تھا۔ گاؤں سے تین میل کے فاصلہ پر ایک کنواں تھا  
جس سے بڑی مشکل سے پانی لایا جاتا تھا۔ اور وہ بھی کوئی کوئی لاتا تھا۔ ورنہ اکثر لوگ بارش  
کے پانی پر جو شاہ پیار کی زیارت کے پاس ایک چوہڑ میں جمع ہو جاتا تھا۔ گزارہ کرتے تھے۔ ابتدا  
حال میں ایک دفعہ آپ چوہڑ تشریف لے گئے۔ وضو کے وقت حضور نے دیکھا۔ کہ وضو کے پانی میں  
کیڑے مکوڑے ہیں۔ میاں صاحب سے دریافت کیا۔ کہ یہ کیسا پانی ہے۔ کہ مٹرخ کیڑوں سے  
بھرا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ جناب یہ چھڑ کا پانی ہے میری نے آپ کے لئے گھر سے پانی  
لا کر وضو کرایا۔ بعد نماز میں نے عرض کیا۔ کہ یہاں پانی کی قلت ہے۔ دوستوں نے بھی عرض کیا۔  
دعا فرماویں۔ کہ اس مسجد کے قریب ہی اللہ تعالیٰ ہمیں پانی دیدے۔ جناب نے فرمایا۔ کہ اللہ  
تعالیٰ کے نزدیک یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ آؤ سب ملکر دعا کریں۔ چنانچہ سب دوستوں  
نے ملکر بارگاہ الہی میں دعا کی۔ حضور نے خوشخبری بھی سنائی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی



ہے۔ کنواں کھودو۔ خالق پانی دیدیگھ وہ جگہ بہ نسبت دوسری جگہ کے بہت اونچی تھی خیال تھا کہ شاید پانی نہ نکلے۔ مگر جناب کے فرمانے سے ہمیں تسلی تھی۔ حضور نے کڈال لے کر خود دست مبارک سے افتتاح کیا۔ اور اس کے بعد ہم سب دوستوں نے کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ ساتویں روز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور کی دعا کی برکت سے نہایت ہی عمدہ صاف پانی نکل آیا۔ چنانچہ وہ کنواں اب تک موجود ہے۔ اور اس کا پانی استعمال ہوتا ہے۔ میاں صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے ہمارے گاؤں میں لوگوں کو مارو اور پھوڑے پھنسی کی بیماری بھرت ہوا کرتی تھی جب اس کنوئیں کا پانی پینا شروع کیا اللہ تعالیٰ نے اس مرض کو بھی دور کر دیا ہے۔ اس کنوئیں کو تیار ہونے کے عرصہ آٹھ نو سال کا ہو گیا تھا۔ کہ ایک دفعہ جناب اس گاؤں میں تشریف لے گئے۔ اس وقت دوستوں نے عرض کیا کہ جناب اس کنوئیں کا پانی اب بہت کم ہو گیا ہے۔ اور گندلا ہو گیا ہے۔ دعا فرمادیں۔ کہ اللہ تعالیٰ پانی زیادہ کر دے۔ جناب نے فرمایا کہ سات عدد کنکر لاؤ جناب نے ان پر پڑھ کر دم کر دیا۔ اور فرمایا کہ ان کو کنوئیں میں ڈال دو۔ اور صبح کے وقت اطہار دو۔ کہ کس قدر پانی ہے جب صبح کے وقت پانی نکالنے کے لئے ڈول ڈالو تو لوگوں نے دیکھا کہ پانی بارہ فٹ تک پہنچ گیا ہے۔ اس کنوئیں کو دیکھا کہ گاؤں والوں نے سمجھا کہ اب ہر جگہ کنواں کھودا جا سکتا ہے۔ پانی بافراط مل جائے گا۔ چنانچہ لوگوں نے آٹھ نو جگہ کنوئیں کھودے۔ لیکن کہیں پانی نہ نکلا۔

حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ جناب کی خدمت میں حاضر تھا۔ سید حسن شاہ صاحب ساکن موضع کھیل تحصیل گوجران جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ ہم نے بڑی محنت اور مشقت سے اپنے گاؤں میں کنواں کھودا ہے۔ بہتیرا گہرا کھود کر پہچے لے گئے ہیں۔ مگر پانی نہیں نکلا۔ اب ہمارے پاس روپیہ پیسہ بھی نہیں رہا۔ جو مزدوری دیکر اس سے زیادہ گہرا کھود سکیں۔ جناب دعا فرمادیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم کو پانی دیدے۔ جناب نے سب حاضرین مجلس کو فرمایا کہ آؤ سب ملکر دعا کریں۔ جناب نے فرمایا کہ دو گز اور نیچے کھودو۔ انہوں نے جا کر ڈیڑھ گز کھودا۔ لیکن پانی نہ نکلا۔ شاہ صاحب پھر دوبارہ جناب کی



خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بیٹھتے ہی تند و ترش لہجے سے عرض کیا کہ ہم نے آپ کے  
 زمان کے بموجب عمل کیا۔ مگر پھر بھی پانی نہیں نکلا۔ ناحق ہماری محنت ضائع گئی۔ اگر ایسا ہی  
 تھا تو ہمیں پہلے ہی فرما دیتے کہ ہم لوگ تکلیف نہ اٹھاتے۔ غرض اس طرح شاہ صاحب سخت  
 سست الفاظ بولتے رہے۔ اور جناب خاموشی سے سنتے رہے۔ پھر فرمایا کہ شاہ صاحب  
 آپ جھگڑنے کے لئے آئے ہیں۔ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ کیوں نہ جھگڑوں جو کچھ ہمارے  
 پاس تھا۔ سب خرچ ہو چکا ہے۔ اب سو اسے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں۔ جناب نے فرمایا کہ  
 کہ شاہ صاحب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ناامید نہ ہونا چاہئے۔ آپ جائیں۔ اور دو گز جیسا کہ  
 میں نے کہا تھا۔ پورا کریں۔ انشا اللہ پانی نکل آئے گا۔ شاہ صاحب نے جواب دیا کہ جناب  
 اب تو میں ایک انچ بھی کھودنے کے لئے تیار نہیں۔ پانی ویسے ہی لوں گا۔ غرض شاہ صاحب  
 نے بہت تنگ کیا۔ دوست جو وہاں موجود تھے۔ شاہ صاحب کو سمجھانے لگے۔ لیکن شاہ  
 صاحب نے کسی کی بھی نہ سنی۔ آخر اپنے فرمایا کہ شاہ صاحب جاؤ۔ کنواں اور نہ کھودو۔ خداوند کریم  
 ویسے ہی پانی پیدا کرے گا۔ شاہ صاحب واپس گھر چلے آئے۔ ان کے لڑکے نے بیان کیا کہ جس دن  
 آپ یہاں سے حضرت صاحب کی خدمت میں گئے تھے۔ اُسی رات کو ہی کنوئیں میں پانی  
 آگیا تھا۔ شاہ صاحب نے خود جا کر کنوئیں کو دیکھا۔ بہت خوش ہوئے۔ اور جناب کی خدمت میں  
 بہت جلد حاضر ہوئے حضور نے ان کو دیکھ کر فوراً دریافت کیا کہ ابھی پانی نکلا ہے یا نہیں  
 شاہ صاحب نے خوش خبری سنائی کہ پانی دس بارہ گز تک آگیا ہے۔ اُس وقت سے آج  
 تک یہ کنواں برابر کام دے رہا ہے۔

موضع جاڑ متصل موضع مرصوبہ شاہ تحصیل کہوڑ ضلع راولپنڈی میں ایک نہایت ہی غلص  
 دوست صوبیدار روڈے خاں صاحب پشور رہتے ہیں۔ ان کے گاؤں میں پانی کا کوئی  
 کنواں نہ تھا۔ لوگ بارش کے پانی پر گزارہ کرتے تھے۔ سب لوگوں نے ملکر گاؤں کے  
 قریب کنواں کھودا۔ بہت گہرا لے گئے۔ لیکن پانی نہ نکلا۔ خرچ بھی بہت ہو گیا۔ بہار کی  
 عناقہ ہے۔ نیچے بہت بڑی پتھر کی بیل آگئی۔ بہت کوشش کی گئی۔ کہ اسے توڑ دیا جاوے  
 لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ جب ہر طرف سے مایوس ہو گئے۔ تو صوبیدار صاحب قبلہ عالم



حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور نہایت عاجزی سے تمام حالات بیان کئے۔ کہ رقم خرچ شدہ کا کوئی اندازہ نہیں۔ لیکن پتھر کی ریل کی وجہ سے اور کھدائی نہیں ہو سکتی۔ حضور کچھ دیر خاموش رہے۔ اور پھر فرمایا کہ صوبیدار صاحب آپ تسلی رکھیں۔ یہ ضروری نہیں کہ پانی کنوئیں کی تہ سے نکلے۔ سل کے آجلے میں کوئی سمکت ہوگی۔ جہاں۔ تم کنوئیں کو جلدی سے پکا کر دو۔ انشاء اللہ پانی آجائے گا۔ صوبیدار صاحب اس سے پہلے قبیلہ حضرت صاحب کی کئی کرامات دیکھ چکے تھے۔ راسخ الاعتقاد تھے۔ گھر چنچر کنواں پکا کر نیکی تیل دی کر دی۔ لوگ حیران تھے۔ کہ صوبیدار صاحب کیا کر رہے ہیں۔ پانی تو نکلا نہیں کنواں پکا کر کے خواہ مخواہ روپیہ ضائع کر رہے ہیں۔ لیکن صوبیدار صاحب نے لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہ کی۔ اور اپنے کام میں مصروف رہے۔ جب کنوئیں کا پتلا حصہ تیار ہو گیا تو ایک صبح کو آکر دیکھا کہ کنوئیں کی دیوار کے وسط میں سے قریباً دس بارہ فٹ کی بلندی سے پانی زور سے نکل رہا ہے۔ اور کنوئیں میں گر رہا ہے۔ صوبیدار صاحب نے ایک بڑا پائپ لیکر پانی کے منبع پر لگا دیا۔ اور کنوئیں کو مکمل کر دیا۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ پانی کنوئیں کی دیوار سے نکل رہا ہے۔ کنوئیں کی سطح سے پانی نہیں نکلا۔ اور ہم نے اس کو اسی حالت میں پکا کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مبارک ہو۔ خالق کا خاص عطیہ ہے۔ اُس کی رحمت سے کبھی بایوس نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کنواں آج تک برابر کام دے رہا ہے۔ یہ شانِ خداوندی ہے۔

موضع گوجرامتصل پڑھانہ تحصیل گوجران ضلع راولپنڈی میں پانی کی قلت کی وجہ سے لوگوں کو بہت تکلیف تھی۔ لوگوں نے بہت کنوئیں کھودیں۔ لیکن پانی کہیں سے بھی دستیاب نہ ہوا۔ ایک دفعہ آپ اس گاؤں میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے دوستوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس گاؤں میں پانی کی بہت تکلیف ہے۔ کئی جگہ کنوئیں کھودیں ہیں لیکن پانی نہیں آتا۔ حالانکہ بہت دور تک کھدائی کی ہے۔ عصر کے وقت آپ بام تشریف لے گئے۔ تمام دوست ہمراہ تھے۔ گاؤں سے ستر گز کے فاصلہ پر ایک جگہ آپ نے پانی فرمایا اور فرمایا کہ یہاں خدا کا نام لیکر کنواں کھودو۔ گاؤں ایک ندی کے کنارہ پر بہت بلندی پر



واقع ہے۔ اور یہ جگہ تو بہت ہی بلندی پر تھی۔ دوست حیران تھے۔ کہ جگہ بہت اونچی ہے۔  
کنواں بہت گہرا کھودنا پڑا لگا۔ اپنے فرمایا۔ کہ خداوند کریم کی وہ شان ہے۔ کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر  
بھی پانی دیتا ہے۔ اور اگر وہ چاہے۔ تو سوکھی لکڑیوں سے پانی کے چشمے نکال سکتا ہے  
اس کے نزدیک یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ دوستوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ پہلے حلقہ  
باندھ کر چہرہ بلند کیا۔ اور پھر آپ نے نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگی اور بسم اللہ  
کہہ کر کہ ال سے زمین پر بھٹ لگایا۔ اُس کے بعد مولوی فضل احمد صاحب نے بھی پیری کی  
اور کھدائی کا کام شروع ہو گیا۔ خدا کی حکمت اٹھ دس گز کے فاصلہ پر ہی پانی آ گیا۔ اور  
اس کثرت سے آیا۔ کہ آج تک کم نہیں ہوا۔ اب لوگوں کو بہت آرام ہے۔ رہٹ بھی چلتا  
ہے۔ سبزیاں و ترکاریاں بہت ہوتی ہیں۔ حضور کو ہر وقت دعائیں دیتے رہتے  
ہیں :

موضع چکوڑا تحصیل چکوال ضلع جہلم کی نسبت بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ لوگ وہاں  
کنواں کھود رہے تھے۔ کہ ایک فقیر کا وہاں سے گذر ہوا۔ کسی بات پر وہ فقیر کے ساتھ  
نہایت درشت کلامی سے پیش آئے۔ فقیر کوئی صاحب کمال تھے۔ اُن کی یہودہ گفتگو اور  
طرز سلوک پر خفگی آگئی۔ فرمایا۔ جاؤ۔ یہ کنواں نہیں۔ تنور ہے۔ لوگوں نے کنوئیں کو بہت  
کھودا۔ لیکن پانی نہ نکلا۔ کئی اور جگہ بھی آزمائش کی گئی۔ لیکن پانی کہیں سے بھی نہ نکلا۔  
یہ فقیر کی بددعا کا اثر تھا :

ایک دفعہ قبلہ عالم حضرت صاحب موضع کالس میں تشریف لیگے۔ موضع چکوڑا کے دوست  
بھی حاضر خدمت ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ ہمارے حال پر رحم فرمادیں۔ اور ہمارے گاؤں میں بھی  
تشریف لے چلیں۔ راستہ حزاب تھا۔ دوستوں نے حضرت صاحب کو پالکی میں بٹھا کر کنہوں  
پر اٹھایا۔ جب اس گاؤں کے قریب پہنچے۔ تو تمام لوگ اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہاں  
ذکر چہرہ بلند کرو۔ صاف زمین پر آپ نے بیع دیگر دوستوں کے دو دو نفل ادا کئے اور فرمایا  
کہ باجگاہ الہی میں توبہ و استغفار پڑھو۔ اور عہد کرو۔ کہ آئندہ کسی فقیر کے ساتھ بدسلوکی سے پیش  
نہیں آئینگے۔ انہوں نے نہایت عاجزی سے استغفار کی۔ اور سر بسجود ہو کر دعا مانگی۔ اس کے



بعد آپ نے زمین پر نشان لگا دیا۔ اور فرمایا کہ یہاں کنواں کھودو۔ خدا کی شان کہ پندہ گز کے فاصلہ پر ہی پانی آگیا۔ جو نہایت مصفا اور شیریں ہے۔

راجہ احمد خاں صاحب ساکن کالس تحصیل چکوال ضلع جہلم بیان کرتے ہیں کہ جب چکورہ میں پانی کی تکلیف رنج ہو گئی۔ تو میں نے بھی عرض کیا کہ ہمارے گاؤں میں بھی پانی کی قلت ہے۔ دعا فرمادیں۔ خالق ہمیں بھی پانی دیدے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اور راجہ صاحب نے کنواں کھودا۔ اور پانی نکل آیا۔ موضع کالس کے لوگ سب کے سب جھنور کے معتقد اور بہت ہی خدمت گزار ہیں۔

غرضیکہ جہاں کہیں بھی پانی کی تکلیف ہوئی۔ اور وہ لوگ قبلہ عالم حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو خالق نے مہربانی فرمائی۔ اور پانی بافراط مل گیا۔ کوئی شخص یوں نہ ہوا۔ **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء**۔

## قلیل طعائیں برکت

حضرت صاحب کے غلام طالب حسین صاحب ساکن بھمبر ترار ضلع راولپنڈی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب ہمارے گاؤں میں رونق افروز ہوئے۔ ہمارے والد سکندر خان صاحب نے جو سودا گری فیل تھے دعوت کا انتظام کیا۔ اور موجودہ چند حاضرین مجلس کے لئے صرف ایک دیگ چاولوں کی پکائی جناب کی تشریف آوری کی خبر سن کر گرد و نواح کے گاؤں سے اور بہت سے دوست جمع ہو گئے۔ مسجد کے اندر اور باہر اور گرد و دست ہی دوست نظر آتے تھے۔ تقریباً چھ سات سو کا مجمع تھا۔ جب کھانا تیار ہو چکا۔ تو ہمارے والد صاحب بہت گھبرا گئے۔ کہ کھانا کم ہے۔ اور دوست بہت جمع ہیں۔ بڑی شرمندگی ہوگی۔ اگر کھانا سب نے نہ کھایا۔ اس تردد کی حالت میں والد صاحب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تمام حقیقت بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ آپ بالکل نہ گھبرائیں۔ انشاء اللہ یہی کھانا سب کے لئے کافی ہو جائے گا۔ پھر جناب نے مولوی فیروز دین صاحب مرحوم کو جو اس وقت آپ کے ہمراہ



تھے فرمایا کہ دیگ کا منہ بند کر دو۔ اور صرف اتنا منہ خالی رکھو کہ جس سے کھانا نکال لیا جاسکے۔ اور نکال کر تقسیم کرتے جاؤ۔ مولوی فیروز دین صاحب کھانا نکال کر رکابوں میں ڈال دیتے۔ اور دوست کھاتے جاتے۔ حتیٰ کہ سب سیر ہو کر کھانا کھا لیا۔ جب سب دوست کھانا کھا چکے۔ تو جناب نے فرمایا کہ اب دیگ کے منہ سے ڈھکنا اٹھا دو۔ جب دیکھا۔ تو دیگ خالی تھی۔ جناب نے فرمایا کہ اگر اسی طرح دیگ کا منہ بند کئے ہوئے نکلے جاتے تو انشاء اللہ کھانا نکلتا رہتا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب کچھ آسان ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب کو ٹلی لوہاراں تشریف لائے میں نے حضور کی دعوت کی۔ کھانے کے وقت بہت سے دوستوں کا ہجوم ہو گیا۔ میں نے عرض کیا کہ جناب کھانا تھوڑا ہے۔ اور کھانے والے بہت ہو گئے ہیں۔ جناب نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ تسلی رکھیں یہی کھانا سب کے لئے کافی ہو گا۔ چنانچہ جناب کی توجہ اور برکت سے سب دوستوں نے سیر ہو کر کھایا۔ اور کچھ باقی بھی بچ رہا ہے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب کو ٹلی لوہاراں مشرقی میں رونق افروز تھے۔ اس وقت یہ خاکسار اور مولوی فضل احمد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ وہاں ایک شخص امام دین نام تھا۔ جو بابا کبابی کے لقب سے مشہور تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ جب اس کے پاس کچھ روپیہ پیسہ جمع ہوتا۔ کسی نہ کسی مولوی صاحب کو بلا کر مولود شریف کی مجلس اور وعظ کرتا۔ اور وہ روپیہ پیسہ اس کا ر خیر میں خرچ کر دیتا۔ اس نے جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جناب آج رات کو میری دعوت قبول فرمائیں۔ جناب نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ غریب آدمی ہے۔ اس کو تکلیف ہو گی۔ لہذا اس کی دعوت قبول نہیں کرنی چاہئے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اس شخص کی یہی عادت ہے۔ کہ جب کچھ پیسے جمع کر لیتا ہے۔ فقر کی خدمت میں صرف کر دیتا ہے۔ جناب کی تشریف آوری سے پہلے کئی دفعہ مجھ سے دریافت کر چکے ہیں کہ جناب حضرت صاحب کب تشریف لائیں گے۔ اور وہ کہتا ہے کہ اگر میری دعوت قبول نہ کی گئی تو میں ناراض ہو کر نماز بھی چھوڑ دوں گا۔ آپ ہنس پڑے۔ اور فرمایا کہ اچھا تمہاری دعوت قبول۔ چنانچہ اس نے دعوت کی تیاری شروع کر دی جو دوست اسے ملتا۔ اس کو کہتا کہ آج رات کو میں نے



حضرت صاحب کی دعوت کی ہے۔ تم بھی ضرور آنا۔ غرضیکہ تقریباً تمام گاؤں والوں کو دعوت دیدی۔ اور ہر ایک یہی کہتا نظر آتا۔ کہ آج رات کو بابا کبابی نے سب کی دعوت کی ہے۔ شام کی نماز کے بعد جب کھانا کھانے کے واسطے اس کے مکان پر جناب بھو دوستوں کے تشریف لے گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے مکان کے اندر باہر گلی تک سب آدمی ہی آدمی کھانا کھانے کیلئے موجود ہیں۔ باہر سے حافظ قاری محمد ابراہیم صاحب بھی جو دہاں درس دیتے تھے۔ بھو درویشوں کے آگئے۔ جب بابا کبابی سے دریافت کیا۔ کہ تم نے اس قدر آدمی بلائے ہیں۔ کیا ان کے لئے کھانے کا بھی کچھ انتظام کیا ہے۔ اس نے کہا۔ میسر پاس جو کچھ موجود تھا پکا دیا ہے۔ اپنے دریافت فرمایا کہ کتنی دیگیں پکاٹی ہیں۔ اُس نے کہا۔ کہ میں نے تو صرف تین چار سیر چاول اور آٹھ دس سیر آٹا اور دو اڑھائی سیر گوشت پکا دیا ہے۔ جناب نے فرمایا۔ کہ پھر اتنے آدمیوں کو کیوں بلایا۔ بابا سادہ آدمی تھا بے اختیار کہا۔ حضرت میں نے سنا ہوا ہے۔ کہ اللہ کے بندوں کی برکت سے تھوڑا کھانا بہت آدمیوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ میسر پاس جو کچھ موجود تھا۔ پکا کر تیار کر دیا ہے۔ اب آپ جائیں اور آپ کا کام جس طرح چاہیں۔ کر میں جناب نے فرمایا۔ اچھا بابا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح کر لگا۔ جناب نے سب کھانا ایک جگہ جمع کر کے اس پر اپنی چادر مبارک ڈال دی۔ اور فرمایا۔ کہ ہمارے اپنے دوستوں میں سے ابھی کوئی کھانا نہ کھائے۔ دوسرے آدمیوں کے لئے حکم دیدیا۔ کہ تھوڑے تھوڑے آدمی آتے جائیں۔ اور کھانا کھاتے جائیں۔ چنانچہ سب لوگ کھانا کھا گئے۔ پھر ہماری دوستوں نے بھی کھانا کھایا اور پھر بابا سے دریافت کیا۔ کہ کیا اور بھی کوئی باقی ہے اُس نے کہا کہ اس تبرک کو اپنے محل میں بھی تقسیم کر دوں گا۔ غرضیکہ محل میں بھی کھانا تقسیم کیا گیا۔ حافظ رسول بخش صاحب مرحوم امام مسجد اور قاری محمد ابراہیم صاحب مرحوم یہ کرامت دیکھ کر نہایت ہی متعجب اور حیران ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے بھی عجیب حال ہیں۔

مہر حاجی محمد مالی مقبرہ جہانگیر بادشاہ شاہدہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ قبلہ عالم



حضرت صاحب شاد رہ تشریف لائے۔ اور میرے مکان پر ہی رونق افروز ہوئے۔ رات کے کھانے کا انتظام بھی میرے گھر ہی تھا۔ اس وقت آٹھ دس دوست آپ کے ہمراہ تھے۔ میں نے دس پندرہ آدمیوں کا کھانا تیار کرایا جب کھانے کا وقت آیا۔ تو اصرار سے بہت سے دوست آگئے۔ میں حیران تھا۔ کہ اب کیا کیا جائے۔ رات زیادہ ہو چکی تھی۔ اور کھانا بھی پک نہیں سکتا تھا۔ شاد رہ میں نانبائی کی کوئی دکان بھی نہ تھی جہاں سے روٹی مل جاتی۔ حضرت صاحب نے میری پریشانی دیکھ کر فرمایا۔ گھر آئیں۔ کھانا جو کچھ بھی پکے۔ لے آؤ۔ آپ نے اس پر چادر مبارک ڈال دی۔ ہم نے دوستوں کو کھانا کھلایا۔ گھر کے افراد نے کھانا کھایا۔ پھر بھی ایک دو آدمیوں کا کھانا بچ رہا حضور کی دعا سے خالق نے برکت عطا فرمائی۔

حاجی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ عرس کے موقع پر حضرت صاحب کی خدمت میں دعوت کے لئے عرض کی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بہت دوست رخصت ہو چکے ہیں خلفاء اور سیٹھ صاحبان کے علاوہ چند اور دوست ہمان رو گئے ہیں۔ جو میں چالیس کے قریب ہوں گے۔ ان کی دعوت کا انتظام کر لو۔ میں نے اہل خانہ اور عید گاہ کے دوستوں کو بھی شامل کر کے تقریباً سترائی آدمیوں کے کھانے کا انتظام کر لیا۔ گرمی کے ایام تھے روٹی کھانے کا انتظام میں نے اپنے مکان کی چھت پر کیا۔ مقررہ وقت پر دوستوں کی آمد شروع ہو گئی۔ دوست آتے اور بیٹھتے جاتے۔ اور تانتا برابر لگا ہوا تھا۔ مکان کی چھت پر جگہ نہ رہی۔ اور ادھر دوست میڑھیوں پر چڑھ رہے تھے اور ساتھ ساتھ یہ لوازیں بھی آ رہی تھیں خوب آج حاجی صاحب نے دعوت کی ہے۔ جزاک اللہ۔ دوستوں کا اتنا ہجوم دیکھ کر میں گھبرا گیا۔ بٹھانے کو جگہ بھی نہ رہی۔ میں نے کہا۔ اچھا بیٹھو۔ جگہ ان کو ملے گی نہیں آپ ہی باہر چلے جائیں گے۔ لیکن دوست بھی دوست ہی تھے جس طرح ہوسکا بیٹھ گئے۔ اب اندازہ ہو گیا۔ تو میرے کریاس اتنے برتن بھی نہیں تھے۔ قبلہ عالم حضرت صاحب نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا۔ کہ روٹی لاؤ۔ میرے عرض کیا حضور ساٹھ آدمیوں کا کھانا پکے جس میں گھر کے افراد بھی شامل ہیں۔ ان دو صد کے قریب آدمیوں کے لئے تو کھانا کافی



ہے۔ آپ نے فرمایا۔ چار چار آدمیوں کے آگے برتن رکھنا شروع کر دو۔ اللہ کریم برکت عطا فرمائے گا۔ مجھے تسلی ہو گئی۔ اور کھانا تقسیم کرنا شروع کیا گیا۔ خداوند کریم کی حکمت کہ دوستوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ بلکہ کچھ بچ بھی رہا۔

اسی طرح ایک موقع پر بندہ مسکین قبلہ عالم حضرت صاحب کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا حاجی محمد علی صاحب نے حضور عالی۔ و جناب صاحبزادہ صاحب سلمہ ربہ۔ اور بندہ کی دعوت کی۔ شام کی نماز کے بعد جب درودِ ملت پر حاضر ہوا۔ تو حاجی صوفی ثناء اللہ صاحب۔ صوفی نیاز دین صاحب اور چار اور دوست کو ملی لوہاراں سے تشریف لے آئے۔ آپ نے انہیں فرمایا۔ کہ آج با ب صاحب (حاجی محمد علی) کے گھر دعوت ہے۔ چلو پہلے روٹی کھا آئیں۔ باہر جو نکلے۔ تو دیکھا۔ کہ عید گاہ کے دوست بھی دعوت کے لئے آئے ہیں۔ با ب صاحب حیران ہوئے۔ کہ دعوت تو میں نے قین اصحاب کی کی ہے۔ اور یہاں قین کی بجائے قینس موجود ہیں۔ دوستوں سے انہوں نے کہا۔ کہ میں نے آپ کی دعوت نہیں کی۔ آپ کو مغالطہ لگا ہے۔ میں گھر چلا آیا۔ پہلے حضور عالی بموعہ خاص دوستوں کے تشریف لے آئے۔ خیر کھانا رکھا گیا۔ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ عید گاہ کے دوستوں کو بھی بلا لو۔ با ب صاحب خاموش ہو گئے۔ عید گاہ کے دوست کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ قبلہ عالم حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ بندوں کی طرح اگر کھاؤ۔ تو روٹی مل جائیگی۔ بسم اللہ کرو۔ اور کھاتے جاؤ۔ چنانچہ دوست کھانا کھاتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ بھی سیر ہو گئے غرضیکہ تھوڑا کھانا تمام کے لئے کافی ہو گیا۔

اسی طرح چاء و شربت وغیرہ کی تقسیم کے موقع پر بار بار دیکھا گیا۔ کہ تھوڑی مقدار سب دوستوں کے لئے کافی ہو گئی۔ غرضیکہ خالق کا یہ خاص عطیہ تھا۔ کہ جب کبھی دیکھا۔ کہ کھانا تھوڑا ہے۔ اور کھانے والے بہت ہیں۔ تو یہ آپ کا معمول تھا۔ کہ اوپر چادر مبارک ڈال دیتے۔ اور کھانا تقسیم کرتے جاتے۔ خالق برکت عطا فرماتا۔ اور وہ تھوڑا کھانا سب کے لئے کافی ہو جاتا۔





## گم شدہ کامل جانا

ایک دفعہ عرس شریف کے موقع پر ایک دوست محمد زمان نام ساکن ساگرہ ضلع راولپنڈی ایک گدہ پر آٹا لاد کر لایا۔ رات کے وقت گدہ ہی گم ہو گئی۔ بہتیرا تلاش کیا مگر نہ ملی۔ مایوس ہو کر جناب کی خدمت میں عرض کیا۔ جناب نے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مل جاوے گی۔ صبح کے وقت جب جناب کے مکان پر رخصت کے لئے حاضر ہوا۔ تو دیکھا۔ کہ گدہ ہی جناب کے مکان کے دروازہ کے قریب کھڑی ہے۔ حضور کو اطلاع دی اور وہ دوست اپنی گدہ لے کر بخوشی گھر رخصت ہوا۔

اسی طرح ایک دفعہ آپ گوجرانوالہ رونق افروز تھے۔ کہ چک نظام علاقہ گوجرانوالہ کے دوستوں میں سے ایک دوست اپنے گدھے پر غلہ لاد کر منڈی میں لے گیا۔ وہاں گدھا باندھ کر حضور کی قدمبوسی کر کے جب واپس گیا۔ تو دیکھا۔ کہ گدھا غائب ہے۔ رات کا سماں اور شہر تلاش کر کے تھک گیا۔ آخر مایوس ہو کر وہ خاکسار کے پاس آیا۔ اور اپنا قصہ بیان کیا۔ خاکسار نے حضور کے آگے عرض کیا۔ کہ جناب یہ غریب آدمی ہے۔ دعا خواہیں کہ اس کا گدھا مل جاوے۔ جناب نے دعا فرمائی۔ اور فرمایا۔ کہ نماز صبح سے پہلے جہاں گدھا بندھا تھا۔ وہاں جا کر تلاش کرنا۔ وہ دوست صبح کو وہاں گیا۔ دیکھا۔ تو گدھا اُسی جگہ کھڑا تھا۔ اُس نے پکڑ لیا۔ اور خدمت میں عرض کیا۔ کہ گدھا مل گیا ہے۔

عرس شریف کے موقع پر ایک دفعہ ایک دوست لال کڑتی راولپنڈی کا رہنے والا صبح کی مجلس میں شامل ہونے کی خاطر ایک سائیکل ولے کی دوکان سائیکل مانگ کر لے آیا۔ اور اسے اپنی طرف سے بحفاظت ایک جگہ رکھ دیا۔ بعد فراغت مجلس جب جا کر دیکھا۔ تو سائیکل غائب تھا۔ سائیکل نیا تھا۔ اور پھر بیگانہ تھا۔ بہت حیران ہوا۔ قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم نیک ارادہ سے آئے تھے۔ جاؤ سائیکل لے جلنے والا بڑا جائیگا۔ پولیس میں رپورٹ کر دو۔ اُس دوست نے ایسا ہی کیا۔ دوکاندار کو جب علم ہوا۔ تو وہ بھی پریشان ہوا۔ کہ یہ سائیکل مرمت کے لئے آیا ہوا تھا۔ تین چار دن گز گئے۔ سائیکل



کا چور اُسی سائیکل پر سوار ہو کر اُسی دکان پر ضروری مرمت کرانے کے لئے آیا۔ دکاندار سائیکل کو پہچانتا تھا۔ جھٹ پولیس کو اطلاع دی۔ کہ چور خود چلکر آگیا ہے۔ پولیس نے موقع پر پکڑ لیا۔ اور چالان کر دیا۔

ایک دفعہ ایک عورت کی بھینس گم ہو گئی۔ بہتیری تلاش کی۔ لیکن نہ ملی۔ آپ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ صبح سویرے لٹی کی طرف جانا۔ انشاء اللہ مل جائے گی۔ چنانچہ وہ عورت صبح کے وقت اُسی سمت گئی۔ تو بھینس راستہ میں کھڑی تھی۔

ڈھوک رتہ متصل راولپنڈی کا ایک دوست کہاروں کا کام کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس کا گدھا گم ہو گیا۔ وہ حاضر خدمت ہوا۔ گدھا مل گیا۔ دوسری دفعہ پھر وہی گدھا گم ہو گیا۔ آپ نے پھر دعا فرمائی۔ گدھا مل گیا۔ تیسری دفعہ پھر گدھے کے گم ہونے کا واقعہ بیان کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اب کی دفعہ گدھا نہیں ملے گا۔ تلاش نہ کرو۔ کہار نے ہر چند تلاش کیا گدھا نہ ملا۔

سید عثمان شاہ صاحب سٹور کیپر کراچی بیان کرتے ہیں۔ کہ اُن کا لڑکا جس کی عمر آٹھ نوسال کی ہو گئی۔ کہیں چلا گیا۔ بہت تلاش کیا۔ لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ آخر مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں راولپنڈی بمبہ اہل و عیال حاضر ہوئے۔ اُن کی پریشانی کو دیکھ کر آپ نے تسلی دی۔ اور فرمایا۔ کہ فکر نہ کرو۔ لڑکا زندہ ہے۔ اور وہ ایک شخص کے قبضہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ وہ اُس کا دل اُس سے پھیر دے۔ اور وہ گھر حاضر ہو جائے۔ تاکہ اُس کے والدین کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ جب رخصت ہو کر کراچی پہنچے۔ تو اُن کا لڑکا خود بخود گھر آگیا۔

محمد ناظم صاحب ڈرافٹمین بیان کرتے ہیں۔ کہ دوران قیام راولپنڈی جب اُن کا ذکر کوہ مری تبدیل ہوا۔ تو وہ رخصت ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسباب وغیرہ لاریوں پر لد کر جا چکا تھا۔ بھرت چالیس روپے کے نوٹ پاس تھے۔ گھر جا کر بٹوا ہو کھولا تو دیکھا۔ کہ بٹوا خالی ہے۔ بہت پریشان ہوئے۔ کہ کرایہ کے لئے کوئی روپیہ نہیں بچا تھا۔



راستہ میں بھرت صاحب کی بیٹھک میں گھر میں غرضیکہ تمام جگہوں کو اچھی طرح دیکھا لیکن نوٹ دستیاب نہ ہوئے۔ آخر آپ سے ذکر کیا گیا۔ آپ نے چاہا کہ کرایہ کے لئے اپنے پاس سے کچھ رقم دیدیں۔ تاکہ کوئی تکلیف نہ ہو۔ ناگاہ محمد ناظم صاحب جو اٹھے۔ تو وہ نوٹوں پر ہی بیٹھ گئے۔ سب دوست یہ ماجرا دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس سے بہتر وہ بہت تلاش کر چکے تھے۔

## اولیاء کرام کی روحانیت استفادہ

جناب حضرت صاحب سال میں ایک دفعہ ضرور جناب شیخ المشائخ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے روضہ مبارک پر زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے اور وہاں آپ پر نہایت ہی عجیب و غریب حالات و واردات کا انکشاف ہوا کرتا۔ جو بیان سے باہر ہے ایک دفعہ حسب دستور آپ روضہ مبارک پر حاضر تھے۔ اور خاکسار و مولوی فضل احمد و مولوی شہناز صاحب دیگر خلفاء و دوست بھی ساتھ تھے۔ روضہ مبارک پر حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب پر ایک عجیب و غریب کیفیت طاری ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا حضرت مجدد صاحب روضہ مبارک سے باہر نکل آئے ہیں۔ اور حضرت صاحب ان سے معافی اور بغلیگر ہو رہے ہیں۔ دوست اپنی جگہ پر مدہوش اور اپنے آپ سے فراموش تھے۔ اس حالت میں یہ ہی معلوم ہوتا تھا کہ حضرت صاحب حضرت مجدد صاحب کے ساتھ کچھ کلام کر رہے ہیں۔ جب اس حالت سے اتفاق ہوا۔ تو حضور نے فرمایا کہ دوستو مبارک ہو۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فقیر کے دوستوں پر بہت خوش ہیں۔ اور سب کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ سب کی طرف سے السلام علیکم عرض کیا جس کا جواب حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے بڑی خوشی سے دیا۔

بابو کرم دین صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ جناب حضرت صاحب سرسندھ شریف تشریف لینگے۔ بندہ بھی ہمراہ تھا۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پاؤں کی طرف مراقب ہو گئے۔ بندہ فرمایا مجھے ہٹا کر بیٹھ گیا۔ مزار مبارک پر بیٹھتے ہی جناب کی حالت دگرگوں ہو گئی۔



مزار مبارک کو پاؤں کی طرف سے نفل میں لیکر بے اختیار زار زار روتے تھے۔ اتنے میں ایک افغان آگیا جس نے جناب کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا۔ اور کہا کہ اس طرح کرنا بے ادبی ہے۔ جب یہ چلا گیا۔ تو جناب کی پھر وہی پہلی حالت ہو گئی۔ حالت جذبہ میں بے اختیار رونے اور تڑپنے لگے۔ جب تھوڑی دیر کے بعد اس حالت سے جناب ہوش میں آئے۔ تو جناب نے بندہ سے دریافت فرمایا کہ جناب حضرت مجدد صاحب کی ملاقات ہوئی ہے۔ یا نہیں۔ بندہ نے عرض کیا کہ زیارت تو نہیں۔ بلکہ قبی تاثیر بہت ہوئی ہے۔ جو بیان سے باہر ہے۔ پھر جناب نے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ مبارک بیان کیا۔ اور فرمایا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا حلیہ مبارک کچھ کچھ جناب بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا جلتا ہے۔

ایک دفعہ جناب سرسند شریف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ خاکسار بھی ہمراہ تھا۔ تہجد کے نفل ادا فرما کر جناب تربت مبارک پر حاضر ہوئے۔ جناب خود تو حضرت مجدد صاحب کے روضہ مبارک کے مقابل دوزانہ بادب مٹھ گئے۔ یہ خاکسار پاؤں کی طرف ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ اور جذبہ دلولہ استقدر غالب ہوا۔ کہ جناب کو کچھ ہوش نہ رہا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جناب حضرت مجدد صاحب کے ساتھ بغلیں میں۔ اور معانقہ کئے ہوئے زار زار رو رہے ہیں۔ اس محوین کی حالت میں جناب کے منہ مبارک سے بے اختیار بڑے زور سے نعرہ نکلا جس کے اثر سے یہ خاکسار بھی ہوش اور بخود ہو گیا۔ اس بخودی کی حالت میں خاکسار کو روضہ مبارک کے اندر شمال مشرقی گوشہ میں ایک سفید نور دکھائی دیا جس میں خاکسار کو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک اور بہت سے عجائبات دکھائے گئے جن کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اب بھی خاکسار جب کبھی تنہا بیٹھ کر اس واقعہ کو یاد کرتا ہے۔ تو وہ نور آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔

اسی طرح پھر ایک بار جناب کے ہمراہ سرسند شریف کی زیارت کی۔ عشاء کی نماز ادا کر کے کے بعد مسجد کے پاس جنوبی حجرہ میں سونے کو جگہ ملی جناب حضرت صاحب اور دیگر ہمراہی دوست بھی سب اسی جگہ سو گئے۔ خاکسار کو اس رات حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی



زیارت حاصل ہوئی۔ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے خاکسار کو فرمایا۔ اُو تمہیں بتائیں  
کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ چنانچہ خواجہ وضو کرتے جاتے تھے۔  
اور خاکسار دیکھتا تھا۔ پھر تہجد کے لئے جاگ اٹھا۔

غرضیکہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اولیاء اللہ و بزرگان دین کے مزارات  
پر خاص طور پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس حاضری کو آپ حصول سعادت و ترقیدرجات  
کا ذریعہ جانتے تھے۔

## مراتب عالیہ

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں  
حاضر تھا۔ آپ کی مجلس میں ایک بابو صاحب ہندوستانی بھی جو لال کڑتی بازار چھاؤنی  
راولپنڈی کے رہنے والے تھے۔ وہ حضرت صاحب کے ساتھ بڑے ادب  
کے ساتھ اپنے حالات بیان کرتے تھے۔ اور آپ اُن کے مطابق اس کو جواب باصواب  
دیتے تھے۔ جب وہ جلنے لگے۔ تو تنہا ہو کر میں نے بابو صاحب سے پوچھا۔ کہ آپ کس  
جگہ بیعت ہیں۔ اُس نے کہا۔ کہ اسی جگہ۔ پھر اُس نے بیان کیا۔ کہ میری بیعت ہونے کا  
ایک عجیب واقعہ ہے۔ میرے دل میں فقر کی بہت محبت تھی۔ مگر بیعت ہونے کو دل  
نہیں چاہتا تھا۔ لال کڑتی بازار میں ایک مجذوب درویش پھرا کرتا تھا۔ میں اکثر اسکی  
خدمت کرتا رہتا تھا۔ ایک رات وہ میرے پاس ہی رہا۔ ایک لمحہ کمرہ میں جو خالی  
تھا۔ اس کو بسترہ کر دیا۔ رات کے دو بجے ہونے لگے۔ کہ میری آنکھ کھل گئی۔ مجذوب کو دیکھا۔ تو  
بسترہ پر موجود نہ پایا۔ تھوڑی دیر ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ ناگاہ وہ بسترہ پر موجود دیکھا۔ یہ  
حال دیکھ کر میرا دل بہت متاثر ہوا۔ صبح کے وقت جب وہ جانے لگا۔ تو میں نے اُس  
سے عرض کیا۔ کہ سائیں صاحب مجھے ایک بات بتاتے جائیں۔ کہ اس وقت قطب کون  
ہے۔ جس سے میں بیعت کروں۔ تو اُس مجذوب نے کہا۔ کہ عرصہ دس سال کا ہو چکا ہے



کہ نصب قطبیت راویںڈی کے رہنے والے چھاپہ کا کام کرنے والے ایک حافظ قرآن کو عطا ہو چکا ہے۔ مگر اس نے نام نہ بتلایا۔ پھر کچھ عرصہ اس تلاش میں رہا۔ حتیٰ کہ حضرت صاحب کی زیارت و ملاقات نصیب ہوئی۔ اور بیعت سے مشرف ہوا: **والحمد لله علی والدہ** بالوکریم دین صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب خلیفہ مجاہد حضرت صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک نیٹی کا برتن جس کو پنجابی زبان میں چائی کہتے ہیں۔ بندہ کے پاس ایک مستری کے ہاتھ جو نو شہرہ کو جارہا تھا۔ اس غرض کے لئے بھیجی۔ کہ اس کو جناب حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچاویں۔ ساتھ ایک رقعہ بھی تھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ چائی جناب غوث دوران قطب زماں جناب حضرت حافظ جی صاحب کی خدمت اقدس میں بھیج دیں۔ ان القاب کو دیکھ کر بندہ کے خیال ناقص میں آیا۔ کہ مولوی صاحب نے بڑا مبالغہ کیا ہے جناب حافظ صاحب اگر زیادہ سے زیادہ ہونگے۔ تو ولی ہونگے۔ غوث اور قطب ہونے کی زمانہ گواہی نہیں دیتا۔ بندہ نے اس رات خواب میں دیکھا کہ بندہ ایک پہاڑ کی طرف گیا ہے۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ جناب حافظ صاحبؒ کو ایک بزرگ کے باہم سجادہ نشین ہیں۔ جنابؒ بندہ کو دیکھ کر بڑے رعب و اب اور جلالیت سے فرمایا کہ تم اپنا سبق پڑھو گے یا نہیں۔ بندہ نے عرض کیا کہ پڑھوں گا۔ بندہ نے ایک کتاب کو جو رحل پر پڑی ہوئی تھی۔ کھولا۔ تو اس کے شروع ہی میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ کہ

”اپنے پیشوا کو غوث اور قطب ہی سمجھنا چاہئے“

جب بندہ بیدار ہوا۔ تو اس خیال سے توبہ کی۔ اور اپنے اعتقاد کو صحیح اور بچہ کیا۔ اس سے پہلے بندہ کا نفس امارہ جناب حضرت صاحبؒ کو اپنا پیر بھائی سمجھتا تھا۔ اس دن کے بعد جناب حضرت صاحبؒ کو اپنا پیشوا اور پیر سمجھنے لگا۔ کیونکہ جناب بابا جی علیہ الرحمۃ نے بیعت کرنے کے بعد بندہ کو مکمل کیلئے جناب حافظ صاحبؒ ہی کے سپرد کیا تھا۔

حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جناب سے بیعت ہونے سے پیشتر میں شہر احمد نگر ملک دکن میں چلا گیا تھا۔ وہاں ایک مجذوب فقیر کی خدمت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ اس کی خدمت میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد نجد میں جذب کے آثار پیدا ہو گئے۔ میں نے ارادہ کیا۔



کہ سب کچھ چھوڑ کر اس فقیر کی طرح میں بھی تنہا بیٹھا رہوں۔ لیکن اس نے منع کیا۔ ایسا نہ کرو۔ اپنے وطن جاؤ۔ چند مرتبہ عرض کرنے پر اس نے یہی جواب دیا۔ کہ وطن جاؤ چونکہ مجذوبوں کی کلام ذرا مشکل سے سمجھ میں آتی ہے۔ کیونکہ ان کی بات رمز و اشارہ کے طور پر ہوتی ہے وہاں ایک قادریہ خاندان کے بزرگ شیخ احمد علی خاں صاحب رہتے تھے جو بہت معمر اور مرتاض تھے۔ میں نے ان کی خدمت میں جا کر سب حال بیان کیا۔ انہوں نے بھی یہی فرمایا۔ کہ تم ضرور اپنے وطن جاؤ۔ تمہیں اپنے وطن میں ہی کامل پیشوا مل جائیگا۔ جس سے تمہارا مطلب حل ہو جائیگا۔ اسی خیال کو مد نظر رکھ کر میں اپنے وطن علاقہ راولپنڈی ملک پنجاب میں چلا آیا۔ اپنے ملک میں جس جگہ کسی بزرگ کی نسبت سنتا۔ اسکی خدمت میں حاضر ہوتا۔ مگر کسی جگہ دل کو تسلی نہ ہوتی۔ ایک دفعہ مجھے بھائی محمد زمان صاحب ساکن ساگرہ کے ساتھ راولپنڈی حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ یہ شخص جناب حضرت صاحب کامرید تھا۔ وہ مجھے جناب کی خدمت میں لے گیا جناب کی زیارت کرتے ہی دل کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ اور اس شعر کے مصداق ہو گیا:-

۲ دل کہ رم نمودے از خو برو جواناں      دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے  
جناب نے میسر لئے دعا بھی فرمائی۔ اور فرمایا۔ کہ رات کو آیت کریمہ تین صد بار اول و آخر سو سو بار درود شریف پڑھا کر۔ رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک دوست مظفر شاہ صاحب جوان دونوں جناب کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ ایک روٹی لے آئے۔ اور کہا۔ کہ یہ روٹی جناب نے تمہارے لئے بھیجی ہے۔ لو کھاؤ۔ اور دو روپے بھی دیئے۔ کہ یہ روپیہ حضور کی نذر کرنا۔ اور بیعت کے لئے عرض کرنا۔ چند روز متواتر اسی قسم کی خوابیں آتی رہیں جن میں صاف جتلا یا گیا۔ کہ جناب کی حلقہ غلامی میں داخل ہو جاؤ۔ اب دن بدن غائبانہ محبت دل میں جوش مارتی گئی۔ انہی دنوں میں جناب گوہر خان تشریف لے گئے۔ میں بھی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور خواب کا حال بیان کر کے بیعت ہونے کی درخواست کی۔ جناب نے بیعت سے مشرف فرمایا۔

ابتداء حالات میں کہ جناب پر جذب غالب تھا۔ اکثر مجذوب فقر جناب کی خدمت میں آیا



جایا کرتے تھے۔ اور ملاقات کر کے چلا جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک مجذوب فقیر کبل اوڑھے ہوئے جناب کی خدمت میں آیا۔ اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ جناب حضرت صاحب کچھ دیر تک اس کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ چلا جا۔ وہ چلا گیا۔ میاں فقیر محمد صاحب ساکن چوہڑے جو اس وقت موجود تھے۔ دریافت کیا کہ یہ شخص کیوں آیا تھا جناب نے فرمایا کہ یہ شخص ایک مقام پر بند تھا۔ اسکے شیخ نے اس کو میری طرف روانہ کیا تھا۔ اب اس کا مقصد حاصل ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ واپس چلا گیا ہے۔

اسی طرح ایک اور مجذوب سائیں فتو کے نام سے مشہور تھا۔ راولپنڈی کی گلیوں اور بازاروں میں پھرتا رہتا۔ لوگوں کو مارتا۔ گالی گلوچ نکالتا۔ دوکانوں میں گھس جاتا جو چیز چاہتا لے لیتا۔ کسی کی چیز بازار میں پھینک دیتا۔ کوئی چیز توڑ دیتا۔ ایک دفعہ مراقبہ اور استغراق کی حالتیں اپنے دیکھا۔ کہ جناب قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور سائیں فتو سامنے ہو میں معلق ہے۔ اور جناب کی طرف حقارت کے ساتھ انگلی سے اشارہ کر رہے ہیں جب جناب نے اس کی طرف توجہ کی۔ تو وہ دھم سے زمین پر گر پڑا۔ اور چیخنے چلانے لگا۔ جب صبح کے بعد آپ دوکان پر آئے۔ تو تھوڑی دیر کے بعد ہی سائیں فتو ایک عمدہ قیمتی بوٹ ہاتھ میں لئے حاضر ہوا۔ اور ہاتھ باندھ کر معافی طلب کی۔ جناب کے چچا صاحب جو آپ کے حال سے ناواقف تھے۔ فرمانے لگے کہ تو ہم کو اس سائیں سے کیوں مرواتا ہے۔ بوٹ اس کو دیدو۔ جناب حضرت صاحب نے بوٹ اس کو واپس کر دیا۔ لیکن سائیں بوٹ لینے پر راضی نہ ہوا۔ اور چلا گیا۔ حضرت صاحب نے دوبارہ اس کو بلایا جناب کے چچا صاحب اسکے دوبارہ آنے پر گھبرائے۔ لیکن آپ نے سائیں کے کان میں چپکے چپکے دو تین باتیں کیں۔ جس سے وہ خوش ہو کر چلا گیا۔ اور جب تک زندہ رہا آپ کے سامنے کبھی گستاخی سے پیش نہ آیا۔

ایسے ہی ایک مجذوب سائیں گوہر کے نام سے مشہور تھا۔ وہ بھی دوکانوں اور مکانوں میں گھس جاتا تھا۔ برتن توڑتا۔ لوگوں کو مارتا۔ مگر اس کو کوئی کچھ نہ کہتا۔



کیونکہ اس میں کمال درجہ کی ہیبت تھی۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ میں نے ایک رات تہجد کی نماز کے بعد کشفی حالت میں دیکھا کہ سائیں گوہر کے سامنے کھڑا ہے مجھے دھمکاتا ہے۔ اور لاٹھی دکھاتا ہے۔ انہیں میں ایک ہاتھ غیب سے حضرت بابا جی صاحب کاٹا ہر ہوا۔ اور میرے ہاتھ میں بھی ایک لاٹھی دیدی۔ اور آواز آئی کہ اس کو ایک لاٹھی لگا دو۔ میں نے وہ لاٹھی سائیں گوہر کے سر پر ماری۔ سائیں چیتا چلاتا بھاگ نکلا۔ صبح آوارہ و وظائف سے فارغ ہو کر جب میں دوکان پر جانے لگا۔ تو بازار میں سائیں گوہر کو دیکھا کہ اس کی پیشانی پر بڑا شدید زخم لگا ہوا ہے۔ اور اس پر اس نے سونا گڑ ملا ہوا ہے۔ اور لوگوں کو گالی گلوچ نکال رہا ہے۔ اور برا بھلا کہہ رہا ہے۔ جب اُس نے مجھے دیکھا۔ تو فوراً بھاگ نکلا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا۔ جب تھوڑی دُور گیا۔ تو بہت شور و غل کرنے لگا۔ اور پکارنے لگا کہ ملے میں مارا گیا۔ لوٹا گیا۔ حتیٰ کہ ایک فاحشہ عورت کے مکان میں گھس کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ میں واپس چلا آیا۔ ظہر کی نماز کے بعد مجھے ایک ضروری کام کے لئے ایک اور دوکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ دیکھا تو سائیں مذکور اس دوکان پر موجود ہے۔ اور دوکاندار کو کھلا برا کہہ رہا ہے۔ اور وہ اس سے دُرتا ہے۔ اور کچھ نہیں کہتا۔ میں نے جب سائیں کو دیکھا۔ تو کہا اے بوقوف تو نہیں جانتا۔ یہ کون ہے اٹھ۔ اور خاموشی سے نکل جا۔ لوگوں کو ستانا فقیروں کا کام نہیں۔ خبردار آئندہ ایسا نہ کرنا۔

پھر میں نے سائیں کو کہا کہ جا چلا جا۔ بازار کے لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ آج سائیں کو کیا ہو گیا ہے۔ ایک شخص نے خیال کیا کہ اب سائیں کچھ نہیں کہے گا۔ اس نے سائیں کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کیا۔ سائیں نے زور کے ساتھ ایک لاٹھی اس کے سر پر رسید کی۔ میں نے پھر دوبارہ ڈانٹا۔ سائیں یہ کہتا ہوا دوڑا کہ بٹے میں مارا گیا۔ لوٹا گیا۔ چند دن کے بعد اسکی حالت بدل گئی۔

ابتدائی حالات میں حضرت صاحب کے دل میں بار بار یہ شوق پیدا ہوتا کہ کسی ابدال کی زیارت نصیب ہو چنانچہ اس مقصد کے لئے وظیفہ ماثورہ بھی پڑھتے۔ اور دعائیں بھی مانگتے۔ کچھ مدت اس شوق اور امنگ میں گزر گئی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ گری کا موسم تھا۔ نہایت



پیش تھی جناب نے دوپہر کے وقت قیلوہ فرمانے کی خاطر حسب معمول اپنی بیٹھک میں چارپائی پر سونے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن نیند نہ آئی۔ بہتیرا تکلف بھی کیا۔ کہ کسی طرح نیند آئے۔ مگر کچھ نہ بنا اور دل میں ارادہ پیدا ہو گیا کہ عید گاہ چلنا چاہئے۔ دل کو سمجھایا کہ ایسی دوپہر کی سخت گرمی میں کہ گرم لو بدن جلانے دیتی ہے۔ عید گاہ جانے کا کیا مزہ ہوگا۔ پھر اس خیال سے سونے کا ارادہ کیا۔ کہ نماز ظہر کے بعد چلیں گے۔ مگر پھر یہی کشش اور جذبہ دامنگیر تھے۔ کہ عید گاہ چلیں۔ یہ جذبہ اور کشش اس قدر غالب ہو گئی۔ کہ بیٹھک میں آرام کرنا مشکل ہو گیا۔ جب بھی معلوم نہ تھی۔ کہ یہ کشش کیوں ہے۔ جو ایسی سخت گرمی میں دل میں پیدا ہو گئی ہے۔ غرض اسی حالت میں عید گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان دنوں میں عید گاہ بالکل جنگل میں واقع تھی۔ اتنی رونق اور آبادی جیسے کہ اب ہو گئی ہے۔ بالکل نہ تھی۔ راستہ میں دھوپ کے باعث کسی آدمی کا نشان تک نہیں ملتا تھا۔ سب لوگ اپنے گھر دلوں میں گھسے ہوئے تھے۔ مگر جناب میں کہ آپ کے دل کو جذبہ شوق کھینچے لئے جا رہا ہے۔ جب اس جگہ پر جہاں دونو سڑکیں باہم ملتی ہیں۔ پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص پھٹے پڑنے کیڑے پہنے ہاتھ میں عصا اور ایک جھولا کیڑے کالے ہوئے اس طرح کھڑا ہے۔ جیسے کسی کی انتظاری ہوتی ہے۔ جب جناب اس سے دوچار ہوئے۔ تو التماس علیکم کہی۔ اُس نے دو علیکم السلام کہا۔ اس کی آنکھوں اور چہرہ سے رعب داب ٹپک رہا تھا۔ دل میں خوف بھی پیدا ہوا۔ اور شوق بھی دامنگیر ہوا۔ فارسی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا کابل کی طرف سے آیا ہے۔ جب جناب نے اس سے مصافحہ کیا۔ تو اس کا ہاتھ ایسا سرد معلوم ہوا۔ جیسے ابھی برف سے باہر نکالا ہے۔ یہ دیکھ کر جناب کو بڑا تعجب ہوا۔ کہ ایسی سخت گرمی میں اس کا بدن ایسا سرد ہے۔ غرض اس کو ہمراہ لیکر عید گاہ کے تھڑے پر لے آئے۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ آپ کہاں سے تشریف لارہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں کابل سے آ رہا ہوں۔ اور کلکتہ جاؤں گا۔ آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ یہ شخص نہایت ضعیف اور سفر کے ناقابل ہے۔ یہ کیسے سفر کر سکیگا۔ پھر اس خیال کے وہ درویش مسکراتے لگ پڑا۔ ظاہر اس کے چہرہ پر سفر کے کوئی نشان نہ تھے۔ بلکہ اس کے جسم کی ٹھنڈک اور منہ کی بشارت سے ایسا معلوم ہوتا



تھا کہ ابھی کسی برفانی دورہ سے نکل کر آیا ہے۔ دیر تک آپس میں گفتگو ہوتی رہی۔ آخر دعا و سلام کے بعد اس نے جانے کی اجازت مانگی۔ کہ اب میں جاتا ہوں جناب نے اس کو ٹھہرانا چاہا۔ لیکن اس نے باصرار اجازت مانگی۔ تب جناب اس کو رخصت کرنے کے ارادہ پر عید گاہ کے باہر تک تشریف لائے۔ جب سڑک پر کچھ دور آگئے تو اس نے کہا کہ جناب تشریف لے جا دیں۔ گرمی بہت ہے۔ میں اب اکیلا جاتا ہوں۔ جناب نے اس کو رخصت کر کے واپس عید گاہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ ابھی چند قدم چلے ہوئے کہ جناب نے پھر اس کو سڑک دیکھنے کا ارادہ کیا۔ جب دیکھا تو وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ اور اس طرح نظر سے غائب ہو گیا جیسے آسمان پر چڑھ گیا۔ یا زمین میں چلا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بابو کرم دین صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ جناب حضرت صاحب گوجرانوالہ رونی افروز تھے۔ ان دنوں حضرت باباجی صاحب زندہ تھے۔ جناب نے ارادہ ظاہر فرمایا کہ دل سرہند تشریف حاضر ہونے کو چاہتا ہے۔ مگر ڈر لگتا ہے۔ کہ حضرت باباجی صاحب سے اجازت حاصل نہیں کی۔ شاید کہیں ناراضگی کا باعث نہ ہو۔ اس کے بعد جناب نے قبول فرمایا۔ قبولہ کے بعد جب آپ بیدار ہوئے تو گاڑی کا وقت دریافت فرمایا۔ کہ سرہند تشریف کو کس وقت گاڑی جاتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جناب باباجی صاحب نے خواب میں دیدار سے مشرف فرمایا۔ اور سرہند تشریف حاضر ہونے کی اجازت بھی فرمائی۔

جناب کے سر بھائی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب علیپوری جب پہلے پہلے علاقہ میسور کی طرف تشریف لے گئے۔ اور طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت شروع کی۔ آگے وہاں طریقہ قادریہ کے مشائخ تھے۔ اور اپنی کے اکثر مرید تھے۔ شاہ صاحب اور ان مشائخ کے درمیان اس مسئلہ پر مباحثہ و تکرار شروع ہو گیا۔ کہ افضل طریقہ کون ہے۔ وہ اپنے طریقہ قادریہ کو افضل کہتے۔ اور شاہ صاحب نقشبندیہ کو۔ شاہ صاحب نے جناب حضرت صاحب کی خدمت میں خط لکھا۔ کہ آپ طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت میں کچھ تحریر کر کے روانہ فرمائیں۔ جناب کا بھی خیال اس طرف آ گیا۔ اور کچھ مضمون لکھنے کا ارادہ کیا۔ اسی اثناء میں شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ خواب میں ملے۔ اور فرمایا کہ حافظ صاحب



آپ اس مسئلہ میں دخل نہ دیں۔ جناب نے اس خیال کو فوراً چھوڑ دیا۔  
مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دورانِ سفر حضرت صاحبِ ضلع جہلم کے  
علاقہ میں دینا سے پنڈوڑی کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ حضور پالکی میں سوار  
تھے۔ ایک قبرستان کے قریب پہنچ کر کہاں روکتے چاہا کہ بجائے قبرستان کے اندرونی راستہ  
کے باہر کے راستہ سے پالکی لے چلیں۔ لیکن جناب نے فرمایا: نہیں درمیانی راستہ سے  
چلو۔ جب قبرستان کے درمیان میں پہنچے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت ایک قبر سے  
باہر نکل کر انتظار میں کھڑی ہے۔ اس عورت نے جو ہنسی پالکی کو دیکھا۔ دوڑ کر مرجھا کر کہتی  
ہوئی حاضر خدمت ہوئی۔ اور عرض کرنے لگی کہ میں بڑی دیر سے انتظار میں تھی۔ الحمد للہ کہ  
میری مدت کی آرزو پوری ہوئی۔ آپ نے تھوڑی دیر وٹاں قیام فرمایا۔ اور آپس میں گفتگو  
ہوتی رہی۔ آپ نے ایک روپیہ لیکر ایک دوست کو دیا۔ کہ وہ اس عورت کو دیدے  
اس عورت نے عرض کی کہ حضور جس طرح آپ نے رات کو خواب میں دیا تھا۔ اسی طرح اپنے  
دست مبارک سے دیں چنانچہ آپ نے خود روپیہ عنایت فرمایا۔ اور خواب کی حقیقت  
دریافت کی۔ اس نے عرض کی کہ آج رات کو خواب میں آپ کو میں نے دیکھا کہ پالکی پر  
اسی طرح سوار ہیں۔ اور روپیہ مجھے دیا ہے۔ مجھے یہ بتایا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے  
دلی ہیں۔ ان کی زیارت صبح کو ہو جائے گی۔ تسلی رکھو۔ چنانچہ میں اسی انتظار میں  
بیٹھی تھی۔ خالق کا شکر ہے۔ اور میں اب بہت خوش ہوں۔ آپ نے دعا فرمائی۔  
اور آگے روانہ ہو گئے۔ اس عورت کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ بچپن ہی سے  
یہ عورت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتی تھی۔ دنیا سے کنارہ کش رہتی۔ جوانی کے  
وقت کو اس کی شادی ہو گئی۔ لیکن اس نے خاوند کو کہہ کہ خدا کے واسطے مجھے  
آزاد کر دو۔ کیونکہ میں اس لائق نہیں۔ کہ دنیا کے جھگڑوں میں پڑوں۔ خاوند نے اجازت  
دیدہی۔ اس عورت نے اپنے لئے قبر بنوائی ہوئی تھی جیسے شب و روز عبادت و ذکر  
الہی میں مشغول رہتی تھی۔ نہایت ہی زاہدہ عابدہ معلوم ہوتی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ اس  
زاہدہ عورت کی کشش ہی بہکواس راستہ سے لے آئی۔ بہت ہی مقبول بارگاہ الہی ہے۔



## جنور کا حضور فیضیابؐ نا اور آسیب زدوں کا شفا پانا!

ایک دفعہ جنور کے متعلق بات چیت ہو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہمارے پاس اکثر جن آیا کرتے ہیں۔ ابتدا میں تو یہ حال تھا کہ دوکان پر کام بھی کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں شام کی نماز کے بعد عید گاہ کے مغربی کونہ کی طرف مشغول عبادت تھا کہ میرے دل نے چاہا کہ اگر اس دفعہ جن آیا تو اُسے کہیں گے کہ مسقط کا حلوا کھلائے۔ دل میں خیال آیا ہی تھا کہ معامیرے ہاتھ پر ایک برتن موجود ہوا جس میں گرم گرم حلوا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ کار دانی ہمارے جن دوست کی ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ حلوا کہاں سے لائے ہو۔ جن نے عرض کیا کہ ایک دوکاندار نے ابھی ابھی تازہ حلوا بنایا تھا۔ میں نے تھوڑا سا لے لیا۔ کہ حافظ صاحب کو کھلاؤں گا۔ آپؐ یہ حلوا کھالیں۔ میں پھر حاضر ہونگا۔ جن رخصت ہو گیا۔ میں نے حلوا کھانا چاہا۔ لیکن دل نے کہا کہ دوکاندار کی اجازت کے بغیر یہ حلوا جن اٹھا کر لے آیا ہے۔ کھانا درست نہیں۔ فوراً رکھ دیا۔ جن چلا گیا تھا۔ ورنہ واپس کر دیا جاتا۔ وہ حلوا اٹھا کر ایک دوست کو دیدیا۔ مجلس میں ایک دوست (جس کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں) موجود تھا۔ جب بول اٹھا حضور وہ حلوا آپؐ نے مجھے دیا تھا۔ ادب کو بد نظر رکھتے ہوئے میں نے دریافت نہیں کیا تھا۔ کہ اتنا لذیذ حلوا گرم گرم کون دوست لے کر آیا۔ اور آپؐ نے چکھا بھی نہیں۔ ادب مجھے کیوں دیدیا۔ واقعی وہ حلوا مسقط کا ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ جن اکثر ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔

ایک دوست پیندے خاں کا قصہ مشہور ہے۔ کہ اُس کی والدہ کو جن بہت تنگ کیا کرتے تھے۔ علاج کرتے کرتے تنگ آ گئے تھے۔ ایک دفعہ مغرب کی نماز کے وقت جب کہ آپ قبرستان پر ودھائی کے نزدیک کنارہ لٹی پر تشریف رکھتے تھے۔ حاضر ہو کر یہ واقعہ جناب کی خدمت میں پیش کیا۔ کہ آج میری والدہ کو جن نے سخت تکلیف پہنچائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اچھا عشا کی نماز کے بعد چکر دم کرینگے۔ چنانچہ بابو محمد امین و محمد بخش کے ہمراہ آپ پیندے خاں کے گھر تشریف لے گئے۔ پیندے خاں کی والدہ اس وقت ہوش میں



تھی۔ ایک پلنگ پر آپ کو بٹھایا۔ ہماری دوست بھی اُسی پلنگ پر دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ آپ نے مائی سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ وہ بیان کرنے لگی کہ مجھے جڑے بہت تنگ کیا ہوا ہے۔ میری ہڈیاں چور چور ہو گئی ہیں۔ بہت علاج کر چکی ہوں۔ لیکن اس سے چھٹکارا نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کس وقت آتا ہے۔ مائی نے کہا کہ ویسے تو اس کا وقت مقرر نہیں۔ لیکن آج جاتے ہوئے کہہ گیا تھا کہ جس وقت حافظ جی صاحب شریف ناویں۔ مجھے بلا لیں۔ ہماری دوستوں میں سے ایک نوجوانات کے وجود سے بالکل نکاری تھا۔ وہ آزمائش کے طور پر ساتھ آیا تھا۔ باتیں سن کر اُس نے ہنس دیا۔ آپ نے جن کو آواز دی کہ آجا۔ یکایک آندھی کی طرح زور سے ہوا آئی۔ دروازے پھٹ سے کھل گئے۔ ہماری دوست دو نو جھوش ہو کر پلنگ سے نیچے گر گئے۔ مائی بھی چیخ مار کر جھوش ہو گئی۔ اور پھر کھڑی ہو گئی۔ اور کہا السلام علیکم۔ آواز تبدیل ہو گئی تھی۔ آپ سمجھ گئے کہ جن آگیا ہے دوستوں کو اٹھایا۔ وہ پلنگ سے ہٹ کر دوسری جگہ کھڑے ہو گئے۔ لیکن بدن کانپ رہا تھا۔ اور پیٹ سے شرابور تھے۔ آپ نے اب دریافت فرمایا شروع کیا کہ تمہارا نام کیل ہے۔ کہاں سے آئے ہو وہ جن عرض کرنے لگا کہ میرا نام سائیں دلبر ہے۔ مجھے اس مائی کیساتھ عرصہ سے محبت ہے۔ اور اب چورہ شریف سے آ رہا ہوں۔

قبلِ عام۔ وناں کب گئے تھے۔

جن۔ شام کی نماز کے بعد۔

قبلِ عالم۔ شام کہاں ادا کی۔

جن۔ آپ کے پیچھے لٹی کے کنارے پر۔

قبلِ عالم۔ کون کون سی سورت میں نے پڑھی تھی۔

جن۔ پہلی رکعت میں انا انزلناہ دوسری میں انا اعطینا۔

مائی بالکل پڑھی ہوئی نہیں تھی۔ سوائے سورہ اخلاص کے اور کوئی سورت نہیں جانتی

تھی۔ آپ نے مزید دریافت فرمایا۔

قبلِ عالم۔ عصر اور ظہر کہاں پڑھی۔



جن - ظہر چورہ شریف پڑھی۔ اور اُس کے بعد وہاں سے کھسکو (مکاورہ) یعنی جلدی روانہ ہوتا ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہاں کس وقت پہنچے۔ اُس نے کہا اُسی وقت پھر آپ کے ساتھ دوکان پر کام بھی کرتا رہا۔۔۔۔ اور قرآن شریف بھی سُنتا رہا۔ جب آپ قرآن شریف کا دورہ کر رہے تھے۔ میں ساتھ ساتھ کام میں امداد بھی دیتا تھا جب آپ نے دوکان بند کی۔ تو میں کشمیر چلا گیا۔

قبلہ عالم۔ وہاں کب پہنچے؟

جن۔ اُسی وقت۔

قبلہ عالم۔ نماز وہاں کہاں پڑھی؟

جن۔ جامع مسجد میں۔

قبلہ عالم۔ پھر۔

جن۔ عصر کی نماز کے بعد شام و عشاء آپ کے پیچھے پڑھی۔ آپ نے پوچھا کہ عشاء میں کون کون سی

سورت میں نے پڑھی تھی۔ اُس نے جواب دیا کہ سورہ والضحیٰ و سورہ الم نشرح

آپ نے فرمایا کہ سورہ والضحیٰ سناؤ۔ اُس نے تمام سورت سنا دی۔ حالانکہ دو مائی

ایک حرف بھی پڑھی ہوئی نہیں تھی۔ میرا بھائی ماشم آپ کو اسلام علیکم کہتا ہے۔

قبلہ عالم۔ (حیران ہو کر) وہ کہاں ہے؟

جن۔ وہ سلسلے سیڑھی پر بیٹھا ہے۔

قبلہ عالم۔ اچھا دیکھو۔ میرا کہا مانو۔ اس مائی کو چھوڑ دو۔ اس کا بیٹا ہمارا دوست ہے۔ اور

اس کی سفارش پر ہم یہاں آئے ہیں۔

جن۔ دل تو نہیں چاہتا۔ لیکن آپ کے حکم کے آگے کوئی عذر نہیں۔ چلا جاتا ہوں۔ پھر

کسی وقت حاضر ہوں گا۔

قبلہ عالم۔ نہیں اس کو زیادہ تنگ نہ کرو۔ پھر اسکے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔

جن۔ بہت اچھا۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے میرے دوستوں کو کیوں نیچے گرا دیا ہے۔ اُس

نے جواب دیا کہ حضور یہ اتنے بے ادب ہیں کہ آپ کی برابری کرنے کے لئے آپ کے



دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ بھٹاب ہم رخصت ہوتے ہیں۔ السلام علیکم۔

مائی دھرم سے نیچے گری۔ تھوڑی دیر بعد افاقہ ہوا۔ تو آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ کیا حال ہے۔ وہ عرض کرنے لگی۔ کہ بدن کی ہڈیاں ٹوٹ رہی ہیں، مجھے کچھ ہوش نہیں رہا۔ اس واقعہ کی نسبت آپ نے دریافت کیا۔ لیکن مائی نے یہ ہی کہا۔ کہ مجھے کچھ پرہیز نہیں آپ نے فرمایا۔ کہ وہ جن اب چلا گیا ہے۔ پھر نہیں آئے گا۔ اس واقعہ کے بعد پینڈ خاں اور اسکی والدہ کافی عرصہ زندہ رہے۔ کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ فالحمد لله علی ذالک

آپ نے ہمراہی دوستوں سے دریافت فرمایا۔ کہ جس وقت جن آیا تھا۔ تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ ایک نے کہا۔ کہ مجھے تو یہ معلوم ہوا۔ کہ کسی نے پکڑ کر مجھے زور سے نیچے دے پٹکے ہے کہ بے ادب حضرت صاحب کے برابر ہو کر بیٹھے ہو۔ پھر میری جرات نہ ہوئی۔ کہ آپ کے ساتھ بیٹھتا۔ دوسرا عرض کرنے لگا۔ کہ میرے مکان میں یہ کہا گیا۔ کہ اچھا تم جن کے وجود سے ہی انکاری ہو۔ یہاں تاثر دیکھنے آئے ہو اگر تم حافظ صاحب کے ساتھ نہ ہوتے تو تمہیں اس کی سزا دیتا۔ بس مجھے پکڑ کر نیچے گرا دیا۔ شکر ہے۔ خدا نے آپ کی طفیل فضل کیا اور نہ بڑی گت بنتی۔ مجھے آج یقین ہو گیا ہے۔ کہ جن بھی ہیں۔ اور ان میں بہت طاقت ہے لیکن ان کی طاقت اللہ تعالیٰ کے بندوں کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتی۔

بابو شوق محمد صاحب امرت سوری جو آجکل عبادان ملک ایران میں ملازم ہیں بیان کرتے ہیں۔ کہ چند سال پیشتر جبکہ میں عراق میں محکمہ بند و بست میں ملازم تھا۔ اور بطور معاون مہتمم بند و بست کے کام کرتا تھا۔ ایک دفعہ ہمارا کیمپ دریائے دجلہ کے کنارہ پر تھا۔ قریب ہی ایک قدیم زمانہ کا قلعہ تھا۔ جو شکستہ ہو چکا تھا۔ اسکی نسبت یہ مشہور تھا۔ کہ یہاں جنات کا بسیرا ہے۔ تنہا کوئی آدمی دوپہر یا رات کے وقت نہ گزر سکتا تھا۔ جمعہ کی نماز کے بعد میرا ادھر سے گزر ہوا۔ عربی میں مجھے کسی نے آواز دی۔ کہ یہ راستہ نہیں ہے۔ تم کہاں جا رہے ہو۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ مگر کوئی نظر نہ آیا۔ آوازیں آتی رہیں۔ اور میں آخر اسی راستہ سے گزر گیا۔ کیمپ میں آکر اپنے افسر سے ذکر کیا۔ لیکن اُس نے اعتبار نہ کیا۔ شام کو میں مراقبہ میں مشغول تھا۔ کہ میرا افسر باہر سے آیا۔ کہ تنبو کے قریب میں نے جتنی جلتی دیکھی



تھی۔ قریب آیا۔ تو روشنی غائب تھی۔ رات کو چوکیداروں نے بھی ایسے ہی روشنی دیکھی  
 وہ اس روشنی کی طرف چلے۔ تو وہ روشنی درباے دھل کی طرف چلنے لگی۔ ہم سب نے اس روشنی  
 کو چلتے دیکھا۔ رات کو ہتم صاحب اور میں دو نو بیمار ہو گئے۔ ہماری حالتیں متغیر تھیں۔ جنات  
 اپنا اثر دکھانے لگے۔ ڈاکٹر بھی حیران رہ گئے۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اگلے دن مجھے  
 کچھ ہوش آئی۔ ہڈیاں چور چور تھیں۔ اور یہی حال میرے افسر کا تھا۔ عشا کی نماز جوں توں  
 کر کے ادا کی۔ مراقبہ کیا۔ اور اسی حالت میں غشی آ گئی۔ رات کو قبلہ عالم حضرت صاحب کو  
 خواب میں دیکھا۔ کہ ہاتھ میں شمشیر ہے۔ اور فرما رہے ہیں۔ کہ تم کو کس نے تنگ کیا ہے  
 میں نے مودبانہ عرض کیا۔ کہ یہ جنات ہیں۔ جو ہمیں تنگ کر رہے ہیں۔ حضور عالی نے  
 شمشیر بلند کی۔ اور جلالت میں فرمایا۔ کہ ابھی ان کو تباہ کرتا ہوں۔ اتنے میں جنات کا  
 بادشاہ حاضر ہوا۔ اور عاجزی سے عرض کرنے لگا۔ کہ یا حضرت ہمیں معلوم نہیں تھا۔  
 کہ یہ آپ کا غلام ہے۔ غلطی ہوئی۔ معاف کر دیجئے۔ اُسندہ تنگ نہ کرینگے۔ عرض کیا  
 بہت منت سماجت کرنے لگا۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ صبح کو میں اور میرا افسر دو نو  
 بخیریت تھے۔ کئی دن وہاں قیام رہا۔ ہم نے پھر روشنی بھی نہ دیکھی۔ اور نہ ہی کسی نے  
 ہم کو تنگ کیا۔

حاجی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ اخبارات میں یہ خبر بڑی مہرجانی  
 سے درج کی گئی۔ کہ جہدر آباد دکن کی طرف ایک جگہ رات کو غیب سے پتھر برسے  
 ہیں۔ پتھر کسی کو نہ گتا نہیں۔ لیکن یہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ پتھر کون پھینکتا ہے۔ اور کس طرف  
 سے آتے ہیں۔ ایک ماہ سے لگاتار پتھر برس رہے ہیں۔ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی  
 وہاں سے ہمارے دوستوں میں سے ایک دوست نے قبلہ عالم حضرت صاحب کی خدمت  
 میں عرض کیا۔ کہ جس میں تمام حقیقت بیان کی ہوئی تھی۔ اتنے میں اخبارات میں بھی پھر  
 خبر شائع ہوئی۔ کہ پتھر ابھی تک برس رہے ہیں۔ اور یہ کام جنات کا معلوم ہوتا ہے  
 اگر کسی صاحب عمل یا بزرگ میں اتنی طاقت ہے۔ تو وہ ہی کوشش کریں۔ شاید انہیں  
 کامیابی ہو جائے۔ حضور نے جب یہ خبر سنی۔ تو اُس دوست کی طرف ایک تعویذ لکھ کر روانہ



کیا کہ اس مقام پر ٹلکا دینا۔ اور ساتھ ہی لکھا کہ جس وقت پتھر برستے ہیں۔ اُس سے چند منٹ پہلے ذکر جہر کرنا اور پھر آواز بلند فقیر کی طرف سے یہ پیغام پہنچا دینا کہ بس اتنی ایذا دینی اچھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے۔ جاؤ کہیں اور جگہ بسیرا کر لو۔ خالق کی مخلوق کو تنگ کرنا اچھا نہیں۔ اُس دوست نے اور دوستوں کی معیشت میں ذکر جہر بلند کیا۔ اور ایک درخت کے ساتھ تعویذ باندھ دیا۔ اور آپ کا پیغام اسی طرح بلند آواز سے سنایا۔ خدا کی حکمت اُس رات سے پتھر پھینکے جانے بند ہو گئے۔ اور اُس دوست نے ایک ہفتہ کے بعد خوشخبری لکھی کہ خالق نے آپ کی دعا سے یہ مصیبت رفع کر دی ہے۔ اس خط کے آنے پر آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اور جواب میں یہ لکھا کہ اس واقعہ کی اطلاع کسی اخبار میں دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قبلہ عالم حضرت صاحب نے بیان فرمایا کہ جن صورت انسانی میں متشکل ہو کر علماء و صلحاء کی خدمت میں حاضر ہو کر علم اور ذکر الہی سیکھتے رہتے ہیں۔ ذکر کی مجالس میں شریک ہوتے ہیں۔ چنانچہ سیالکوٹ میں مولانا مولوی عبد الحکیم صاحب جن کا مزار سیالکوٹ کے مغرب میں تالاب کے نزدیک واقع ہے۔ کے پاس اکثر جن قرآن شریف حفظ کیا کرتے تھے۔ آپ کی وفات کو کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ لیکن آجکل بھی اُن کے مزار پر رات کے وقت قرآن شریف کے پڑھنے کی آوازیں آتی ہیں۔ اسی طرح ایک اور بزرگ کی نسبت آپ نے فرمایا کہ اُن کے پاس ایک جن تعلیم پاتا تھا۔ ایک دفعہ اُن کی بیوی بیمار ہو گئی۔ بہت علاج کئے۔ آرام نہ آیا۔ آخر حکیموں نے کہا کہ اگر کہیں سے سیب مل جائے تو اُس کا پانی پلانے سے صحت ہو جائے گی۔ لیکن ہمارے علاقہ میں سیب نہیں ہے۔ اور جب تک سیب آئیگا۔ خدا معلوم مریضہ کی کیا حالت ہو جائیگی۔ اُن صاحب پریشان بیٹھے ہوئے تھے۔ شاگردوں نے دریافت کیا کہ حضور آج کیا وجہ ہے۔ گھر میں ضرورت تو ہے۔ آپ نے حکیموں کے علاج کا ذکر کیا۔ وہ جن بھی سن رہا تھا۔ یہ صبح کا واقعہ تھا۔ چاء سے ابھی فارغ ہوئے ہی تھے کہ وہ جن جو شاگرد کی صورت میں تھا۔ سیب لے آیا۔ آپ حیران ہو گئے کہ اس علاقہ میں تو سیب ہی نہیں۔ کہاں سے لے آیا ہے



اور پھر اتنی جلدی جن پہلے تو ٹاٹا رہا۔ آخر کار اُسے اپنا راز بتلانا پڑا۔ کہ میں جن ہوں۔ اب میرا راز فاش ہو گیا ہے۔ لہذا اب اجازت چاہتا ہوں۔ پھر وہ جن چلا گیا۔ اور مرید کو بھی آرام آ گیا۔

بابو کرم دین صاحب نے اپنی بیاض میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ گوہر انوالہ میں قبلہ عالم حضرت صاحب تشریف فرما تھے۔ گرمی کے ایام تھے۔ اور چار پائی مکان کے چھت پر کھلی ہوئی تھی۔ میں بھی پاس ہی ایک چوکی پر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے مین دفعہ لاجول پڑھا۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ قبلہ خیر تو ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ سلسلے مکان میں کون رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یہ مکان مدت سے خالی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تب ہی جنوں نے اس مکان میں اپنا ڈیرا جمار کھا ہے۔

قبلہ عالم فرماتے تھے۔ کہ میرے قبلہ حضرت باباجی صاحب نے نصیحت فرمائی ہوئی ہے۔ کہ جنوں کو زیر کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ ہاں تعمید وغیرہ دیدیا کو۔ چنانچہ آپ کا یہ ہی معمول رہا۔ اور خدا کے فضل سے جن نکل جاتے رہے۔ اور پھر کبھی تنگ بھی نہیں کیا۔

## ہدایت خلق

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب کلکتہ تشریف لے گئے۔ خاکسار اور چند مخلص دوست بھی ہمراہ تھے۔ وہاں سے کھر کپور آپ رونق افروز ہوئے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا۔ کہ ایک غیر شرع بنگالی جاہل آدمی نے اپنے آپ کو اس علاقہ کا قطب ظاہر کیا ہوا ہے۔ کالاننگ بالکل منگہ بدن پر بھبھوت ملے۔ مسجد کے دروازہ کے باہر ڈیرہ لگایا ہوا ہے۔ مسجد میں کسی کو نماز پڑھنے کے لئے بھی نہیں جانے دیتا۔ اور یوں بکتا ہے۔ کہ نمازوں میں کیا پڑا ہے۔ بہت سی خلقت اُس کی معتقد ہو چکی تھی۔ اکثر اچھے اچھے نمازی اور خدا یاد دوست کو اُس نے خراب کر دیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ آنکھوں میں کوئی دوائی ڈال لیتا تھا۔



جس کے باعث اُس کی آنکھیں نہایت سُرخ خون آلودہ دکھائی دیتی تھیں۔ اور کوئی نشہ دالی شے استعمال کرتا تھا جس سے اکثر مدہوش ہو جایا کرتا تھا۔ لوگ اسکے سُرخ چہرہ اور خون آلودہ آنکھوں کو دیکھ کر مست اور مجذوب خیال کرتے۔ اور اس سے بہت ڈرتے جو کچھ وہ کہتا۔ فوراً تعمیل کرتے۔ یہودہ بکو اس اور گالی گلوچ بھی نکالتا۔ مگر کسی کو کیا مجال کہ اُن تک کرے۔ ہر وقت اس کے گرد خلقت کا ہجوم رہتا۔ اور دست بستہ حلقہ اور صف باندھے کھڑے رہتے۔ ایک دوست فرزند علی بھی اسکے دامِ نزدیک میں پھنس چکا تھا۔ حضرت صاحب کو جب حقیقت معلوم ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا سنا گیا ہے۔ کہ بنگال میں جادوگر ہوتے ہیں۔ شاید کوئی جادوگر نہ ہو جس نے اپنی شعبہ بازی سے لوگوں کو اپنے زیر اثر کیا ہو۔ پھر جناب نے فرمایا۔ کہ اچھا دیکھا جاویگا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔ ظاہر ہو جائے گا۔ لوگوں نے یہ خبر اُس مچھول کو پہنچا دی۔ کہ پنجاب کی طرف سے بھی ایک فقیر صاحب کھڑا کچھ دینا تشریف لائے ہیں۔ اُس نے اپنے ایک معتقد مرید کو جناب کی خدمت میں بھیجا جس نے آکر بعد سلام بڑے زور سے اُس کی طرف سے کہا۔ کہ ہمارے قطب صاحب کا ارشاد ہے۔ کہ میں اس علاقہ کا قطب ہوں۔ میری اجازت کے بغیر آپ اس علاقہ میں کیوں آئے۔ یا تو اسی وقت اس علاقہ کی حدود سے نکل جاؤ۔ یا مجھ سے اجازت حاصل کرو۔ اور بے اجازت آنے کی معافی مانگو۔ اور اگر چند دن یہاں قیام کا ارادہ ہے۔ تو میری مرضی کے تابع ہو کر رہو۔ ورنہ میں بُری طرح پیش آؤ لگا۔ جناب نے فرمایا۔ کہ ہم لوگ بہت دُور سے آئے ہیں۔ راستہ کی تکلیف سے طبیعت ذرا تھکی ہوئی ہے۔ اس وقت معاف فرمادیں۔ کل دیکھا جاوے گا۔ جیسے حکم ہوگا۔ عمل کیا جاوے گا۔ دوسرے روز جناب نے چند ٹہیڈوں کے مزارات پر جو کھڑکیوں سے کچھ فاصلہ پر تھے۔ فاتحہ زیارت کے لئے جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ چند دوست اس علاقہ کے جو جناب کے معتقد تھے۔ اور اس راستہ سے واقف تھے۔ ہمراہ ہوئے۔ زیارت و فاتحہ سے فارغ ہو کر جب واپس جانیکا ارادہ کیا۔ تو وہاں سے ایک بڑا سانپ سیاہ رنگ کا نکلا۔ جس کو ایک دوست نے فوراً مار ڈالا۔ وہاں کے مجاور سانپ کے مارنے سے



جھگڑنے لگے۔ کومت سے یہ سانپ ان مزاروں پر رہتا تھا۔ جناب نے کیوں مرد ا  
 ڈالا ہے۔ جناب نے فرمایا کہ یہ موذی جانور اسی لائق تھا کہ اس کو مارا جائے۔ ان جاہلوں  
 کو سمجھا کر قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاقاً دوست اسی راستہ سے لئے۔ جدھر وہ  
 انسان صورت شیطان سیرت بیٹھا ہوا تھا۔ جب جناب اس کے نزدیک آئے۔ تو دوستوں نے  
 عرض کیا کہ جناب یہ ہے وہ قطب۔ وہ شخص آگ کی دھونی رملے بیٹھا تھا۔ یعنی گرد آگ  
 آگ کا حلقہ تھا۔ اور آپ اندر بیٹھا ہوا تھا۔ جب جناب نے اسکی صورت و سیرت کو باطنی نظر  
 سے دیکھا۔ تو فرمایا کہ یہ تو شیطان ہے۔ مکار ہے۔ دھوکہ باز ہے۔ اس کا کوئی تعلق درویشی  
 سے نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان تو نے ہی ہمیں پیغام بھیجا ہے۔ کہ ہماری اہلیہ  
 بغیر کلکتہ کیوں آئے۔ یہ ملک تیرا ہے۔ یا خدا کا۔ ذرا آگ سے باہر آ۔ تجھے مکاری کا  
 مزہ چکھائیں۔ اُس نے لال لال آنکھیں اور ڈراؤنی شکل سے آپ کی طرف دیکھا۔ اور کواک  
 کر کہا۔ اچھا آگئے۔ حضور نے بہادر علی دوست کو کہا کہ اس شیطان کو آگ سے باہر نکال  
 لاؤ۔ ذرا اس کی طبیعت تو لوگوں کو دکھاؤں۔ بہادر علی نے اُسے گیند کی طرح اٹھا کر پھینک  
 دیا۔ اس وقت اُس کے معتقدوں میں سے ایک تھانہ دار بھی وہاں موجود تھا۔ وہ اپنی تھانیداری  
 کے رعب میں جھٹ بول اٹھا کہ آپ دنگا فساد نہ کریں۔ حضور نے اُس کو بھی ڈانٹا۔ اور  
 فرمایا کہ تم چپ رہو۔ یہ فقیروں کا آپس میں معاملہ ہے۔ اگر یہ قطب ہے۔ تو معلوم ہو جاوے گا  
 ورنہ تم لوگ اس کے مکر سے آزاد ہو جاؤ گے۔ حضور نے دوستوں کو ارشاد فرمایا کہ اس  
 کے مغز پر فدا جوتیوں سے تواضع کرو۔ تاکہ اس کا نشہ ہرن ہو جائے۔ اور عقل ٹھکانے  
 آجائے۔ پھر باتیں کریں گے۔ دوستوں نے فوراً جوتوں سے تواضع کی۔ نشہ اتر گیا۔ ہاتھ جوڑ  
 کر فریاد کرنے لگا۔ کہ بابا ہمیں کیوں مارتے ہو۔ خدا کے لئے ہمیں جانے دو۔ آپ نے فرمایا کہ تم  
 تو کہتے تھے کہ میں قطب ہوں۔ اب تمہاری طبیعت کہاں گئی۔ کہنے لگا۔ بابا ہم کچھ بھی نہیں۔ خدا  
 کے واسطے ہمیں چھوڑ دو۔ دوستوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ تو وہ لنگوٹے کو ماتھ میں پکڑ  
 کر اس طرح دوڑ گیا جس طرح کمان سے تیر نکلتا ہے۔ جن جن دوستوں کو خراب کیا ہوا تھا  
 اور اُن کے مال و ایمان کو برباد کیا ہوا تھا۔ اُن پر حقیقت آشکارا ہو گئی۔ انہوں نے بھی دوڑ



کر اس شیطان کو جوتیاں اور مکے لگائے۔ اور اس کی خوب خدمت اور تواضع کی جتنی کہ وہ علاقہ سے کہیں باہر چلا گیا۔ دوستوں نے اور لوگوں نے جو اس کے مقصد بن چکے تھے۔ تو یہ کی۔ رات کو عشاء کی نماز کے وقت بہت مخلوق کا ہجوم ہو گیا۔ نماز کے بعد وعظ کیا گیا۔ اور وعظ میں اس قسم کے مجہول اور غیر شرع نام نہاد فقہروں کے متعلق سمجھایا گیا۔ کہ ایسے ایمان کے لیٹروں سے بچنا چاہئے۔ مولانا روم صاحب فرماتے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم بے ہمت پس ہر دوستے نباید داد دست

جتنے دن اس علاقہ میں حضور رذیق افروز رہے۔ ہر روز اور ہر رات بہت سے لوگ حلقہ بیعت میں داخل ہوتے رہے۔ اور ذکر کی دولت سے مشرف ہوئے۔ ایک دفعہ لاہور رنگ محل مستری احمد الدین صاحب کے مکان پر جناب حضرت صاحب رذیق افروز تھے۔ رات کے وقت دوستوں کو مجلس میں حلقہ ذکر کے بعد بیعتیں فرما رہے تھے۔ کہ ایک درست بنام حافظ محمد دین موچی دروازہ سے آیا۔ وہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔ آپ نے اسکی حالت دیکھ کر دریافت فرمایا۔ کہ تمہارے ڈرنے کی کیا وجہ ہے۔ اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔ کہ جناب۔ موچیدر دروازہ کے قریب ایک بزرگ ایک مکان میں کہیں سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور اپنے آپ کو لاہور کا قطب اور ابدال کہتے ہیں۔ بندہ ان کی صحبت میں تھا۔ میں نے جب ان کی خدمت میں حضور کی تشریف آوری کا ذکر کیا۔ تو قطب صاحب نے فرمایا۔ کہ تمہارے پیر صاحب نے بڑی غلطی کی ہے کہ میری اجازت بغیر لاہور میں داخل ہوئے ہیں۔ تم اسی وقت جاؤ۔ اور ان سے کہو۔ کہ اسی وقت لاہور سے چلے جاؤ۔ ورنہ ان کی نسبت اور ولایت سلب ہو جاوے گی۔ اچھا اگر رات کے سبب کہیں نہ جاسکیں۔ تو رات بسر کر کے صبح کو لاہور سے چلے جاؤ۔ جناب نے یہ بات سن کر تبسم فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ اچھا بھائی۔ ہماری طرف سے قطب صاحب کو کہہ دو۔ کہ اب تو رات ہو گئی ہے۔ اس وقت جانا مشکل ہے۔ کل صبح دیکھا جاوے گا۔ پھر اس دوست نے اجازت طلب کی۔ کہ جناب مجھے جانے دیں۔ وہ انتظار کرتے ہوں گے۔ مبادا میرے پیر کے جانے سے مجھ پر ناراض نہ ہوں۔ اور میرا نقصان ہو جائے۔ جناب نے بہتیرا سمجھایا۔ کہ



خیر ہے۔ تھوڑی دیر اور بیٹھو۔ گروہ کچھ ایسا سہما ہوا۔ اور خوف زدہ ہوا ہوا تھا۔ کہ اس کو مجلس میں بیٹھا مشکل ہو گیا۔ اس کا یہ حال دیکھ کر جناب نے اس کو اجازت دیدی۔ اور وہ چلا گیا۔ دوسرے روز اشراق کی نماز سے ابھی فارغ ہوئے ہی تھے۔ کہ پھر وہی دوست پیغام لے کر آیا۔ کہ قطب صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ ابھی تک تم کیوں نہیں گئے۔ فوراً چلے جاؤ۔ جناب نے اس کو فرمایا۔ کہ ہم اب لاہور آچکے ہیں۔ اتنی جلدی یہاں سے نہیں جاسکتے۔ تم جا کر ہماری طرف سے قطب صاحب کو کہدو۔ کہ مہربانی فرما کر اس جگہ تشریف لے آؤ۔ ان کی نیابت بھی ہو جاوے گی۔ اور پھر جس طرح فرماویں گے۔ عمل کیا جاوے گا۔ یہ سنکر وہ دوست چلا گیا۔ اور آپ نے دوستوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ دیکھو دنیا میں کیسے کیسے مکار اور فریبی پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ گمان کرتے ہیں۔ کہ شاید فقیر سادہ لوح ہوتے ہیں۔ دام تزویر میں آجائیں گے۔ مگر یاد رہے۔ کہ طریقت میں تصنع اور بناوٹ بدل نہیں سکتی۔ جناب اس کے متعلق دوستوں میں گفتگو فرما رہے تھے۔ کہ اتنے میں وہ قطب صاحب خود ہی دماغ حاضر ہو گئے۔ لمبا قد۔ سر پر ہندستانی ٹوپی۔ کشمیری دھڑاٹھے ہوئے۔ اکڑتا ہوا آیا۔ اور جس جگہ حضرت صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی جگہ مسند پر زانو زانو کندھے طاکر چوڑی مار کر بیٹھ گیا۔ دوستوں کو اس طرح بے ادبی سے اس کا بیٹھنا بہت نا پسند آیا۔ مگر جناب نے بھی اور دوستوں نے بڑے حوصلہ اور تحمل سے کام لیا۔ اور کچھ نہ کہا۔ اس نے بیٹھتے ہی ترچھی نگاہ اور غصہ آمیز لہجہ سے جناب کو کہا۔ کہ میں نے جب دو دفعہ آپ کو پیغام بھیجا تھا۔ کہ آپ فوراً چلے جاویں۔ تو آپ نے کیوں حکم عدول کی ہے۔ اور کیوں نہیں گئے۔ ساتھ ہی کانپتا تھا۔ اور اس کا ایک رنگ آتا اور ایک رنگ جاتا تھا۔ اس کی اس طرح بے ڈھنگی گفتگو سنکر اب جناب سے بھی نہ رہا گیا۔ جناب نے بھی غصہ سے فرمایا۔ کہ بے دین مکار۔ شیطان۔ تو کہاں کا قطب ہے۔ تو ہمیں مکر و فریب میں لانا چاہتا ہے۔ چل نکل یہاں سے دور ہو۔ پھر تو قطب صاحب کے طوطے اڑ گئے۔ شرمندہ ہو گئے۔ اور کھسیانی صورت بنا کر پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے۔ بدن پر رعشہ طاری ہو گیا۔ ایسا کہ پڑا کہ زبان سے بات نہ نکالتی تھی۔ بعض جو شیلے دوستوں نے ارادہ کیا۔ کہ قطب صاحب



کی طبیعت دیکھیں۔ اور دھول مکا سے تواضع کریں۔ لیکن آپ نے منع فرمایا۔ اور وہ نہایت تیزی سے دھول سے چلتا بنا۔

اس واقعہ سے قطب صاحب کا سارا راز فاش ہو گیا۔ لوگوں سے اُس نے بہت سا روپیہ مکاری سے لیا ہوا تھا۔ جس جس نے سنا۔ آگڑ ہوئے۔ روپیہ کا مطالبہ ہونے لگا۔ اب سولے اس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ کہ رات کو ہی رفقہ چکر ہو گئے۔ اللہ کریم ان مکاروں سے بچائے۔ آمین ۛ

مولوی ثناء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ جناب کی قدمبوسی و زیارت کے لئے خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ جناب مولینا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم اور دیگر دوست بھی مجلس میں حاضر تھے۔ کہ شیخ احمد الدین جو غیر مقلدانہ عقائد کا پابند اور فقرا کا مخالف تھا۔ مجلس میں آکر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ پہلے زمانہ میں اچھے اچھے مردان خدا گذر گئے ہیں۔ آجکل تو صرف نام نہاد ہی فقرا رہ گئے ہیں۔ بیائیں کریم بخش نماز میں نعرہ مار کر دوسروں کی نماز بھی خراب کرتا ہے۔ غرض اس نے اس قسم کی بیہودہ گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کہ جناب کے چہرہ مبارک پر جلالت کے آثار ظاہر ہو گئے۔ اور فرمانے لگے۔ کہ اگر اُسکی زبان سے بے اختیار اسم اللہ کا نعرہ نکل جاتا ہے۔ تو وہ معذور ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص جان بوجھ کر نماز کی حالت میں بلند آواز سے نعرہ لگائے تو وہ ناجائز ہے۔ اس کے علاوہ جناب نے مقامات عالیہ اور معارف بلند کی نسبت گفتگو فرمائی۔ شیخ احمد الدین یہ گفتگو سن کر حیران رہ گیا۔ اور اس قدر جذبہ ہوا۔ کہ ماہی بے آب کی طرح تڑپتا تھا۔ اور زار زار روتا تھا۔ سب اہل مجلس حیران رہ گئے۔ کہ اس کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ شخص تو غیر مقلد تھا۔ اور فقرا کا سخت مخالف تھا۔ اور حال یہ تھا۔ کہ دوستوں کے ساتھ فقرا کی باتیں کر کے ہمیشہ روتا جھگڑتا رہتا تھا۔ اور ان کو بدظن کرتا رہتا۔ بلکہ باہر سے جو دوست آتے۔ انہیں کہتا۔ کہ تم کیا لینے آتے ہو۔ اکثر اوقات وہ دوستوں سے مار بھی کھا لیتا۔ لیکن اپنی خباثت سے باز نہ آتا۔ اب باوجودیکہ اُس پر اس قدر جذبہ ہوا۔ لیکن دل سیاہ ہو چکا تھا۔ راہ راست پر نہ آیا۔ کبھی فقرا کے ساتھ مل جاتا۔ کبھی غیر مقلدوں کے



ساتھ مل جاتا۔ ایسے لوگ ہمیشہ خسارہ پانے والے ہوتے ہیں۔

حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابتدا میں کیمیا گری کا بہت شوق تھا۔ اور ہمیشہ اس خیال میں رہتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے گاؤں سے دو میل کے قریب ایک اور گاؤں ہے۔ وہاں ایک گھر میں بہت سی پُرانی کتابیں پڑی ہوئی ہیں۔ جب میں ان کو دیکھتا ہوں۔ تو ان میں چند نسخے کیمیا گری کے پاتا ہوں۔ میں ان کا مطالعہ کرتا تھا۔ کہ نسخے میں ایک ضعیف شخص میرے پاس آیا۔ اور ایک نہری رنگ کے ٹکڑے کو میرے ہاتھ میں دیکر کہنے لگا۔ اگر کیمیا بر دے زمین است و ہمین است و ہمین است۔ جب میں بیدار ہوا۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ اس گھر کو جا کر دیکھوں جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ جب میں اس گھر میں گیا۔ بعینہ جیسے کہ خواب میں دیکھا تھا۔ سات نسخے پرنے کاغذ پر قلمی لکھے ہوئے دستیاب ہوئے۔ ان کو پڑھ کر میرا شوق اور زیادہ ہو گیا۔ اور ایک نسخہ کی دوائیں لے کر بنایا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ جناب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ سات نسخوں سے سات زمین و آسمان مراد ہیں۔ اللہ ان کی معرفت عطا فرمائے گا۔ اس سے کیمیا گری مقصود نہیں ہے۔ لہذا اس کام سے باز آ جانا چاہئے۔ میں جانتا تھا کہ جناب کا فرمانا حق ہے۔ مگر ہوائے نفسانی دل پر غالب تھی۔ بار بار دل میں یہی خیال آتا رہتا تھا۔ اس اثنا میں ایک اور شخص نے مجھے ایک نسخہ بتایا۔ اور کہا کہ یہ میرا تجربہ شدہ ہے۔ خطا نہیں جائیگا۔ اس کو ضرور بناؤ۔ میں نے دوائیں خرید کر گھر میں رکھیں۔ اور ارادہ کیا کہ صبح اس نسخہ کو تیار کروں گا۔ رات کو خواب میں حضرت صاحب کی زیارت ہوئی جناب نے بڑی زبرد تلبیہ کی۔ اور بہت تاکید سے منع فرمایا۔ کہ خبردار کیمیا گری کا خیال نہ کرنا۔ جب میں بیدار ہوا۔ خوف طبیعت پر غالب تھا حتیٰ کہ جناب کی توجہ سے یہ خیال باطل دل سے دور ہو گیا۔

ایک دوست جلال دین راد پندھی میں ٹانگہ چلانے کا کام کرتا تھا۔ خلافت کیٹی کے دنوں میں وہ بھی رضا کاروں میں بھرتی ہو گیا۔ جب حضور عالی کو علم ہوا۔ تو آپ نے جلال دین کو فرمایا کہ ایسے غافل لوگوں میں مت شامل ہو۔ تمہاری طبیعت ذکر و فکر سے بند ہو جائیگی



لیکن وہ ہنگامی جوش کی زد میں بہ رہا تھا۔ اُس نے خدمت میں آنا چھوڑ دیا۔ ایک دفعہ جلال دین رضا کاروں میں شامل ہو کر ایک بے نماز اور شرابی آدمی کو گدھے پر سوار کر کے شہر میں تشریف کر رہا تھا۔ جب حضرت صاحب کے دربار شریف کے سامنے سے گزرا۔ تو اس وقت حضور عالی بھی موجود تھے۔ اُس نے وہی سہلہ کے اشارہ سے سلام کیا اور رضا کاروں کیساتھ چلا گیا جناب کو بھی یہ بے ادبانہ حرکت پسند آئی شام کو جب وہ اپنے گھر پہنچا۔ تو اس کو سخت بخار نے آگھیرا دوسرے دن وہ خود تو ٹانگہ چلا نہیں سکتا تھا۔ کسی اور شخص کو ٹانگہ چلانے کیلئے کہا وہ انگریز تھوڑی دیر ہی گیا تھا کہ ٹانگہ الٹ گیا۔ گھوڑی زخمی ہو گئی جب جلال دین کو پتہ چلا۔ تو اُسے معلوم ہوا کہ یہ شامت و مصیبت مجھ پر جناب کی بلے ادبی سے پڑی۔ اسی وقت گرتا پڑتا جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور توبہ کی۔ اُس کا بخار بھی اتر گیا۔ اور گھوڑی بھی تندرست ہو گئی۔ دوستوں کو ایسی محاسن سے الگ رہنا چاہئے۔

بابو غلام نبی صاحب صاحبِ نیکو ڈاکخانہ جات بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۳۷ء میں میری تبدیلی کرنا ہو گئی۔ وہاں ایک قلندر فقیر تھے جو قدرے جذوب تھے۔ لیکن قیود شرع سے آزاد تھے۔ مجھے اُن کی نفس کشی کے باعث اُن سے کچھ عقیدت ہو گئی۔ اور میں اکثر اُن کو ملنے جایا کرتا تھا۔ میں نے یہ حالات قبلہ عالم حضرت صاحب کی خدمت میں بذریعہ خط لکھ کر بھیج دیئے۔ حضور نے جواب ایسے پُر تاثیر پیرایہ میں دیا کہ میں بہت مسرور اور محظوظ ہوا۔ اور قلندر فقیر کی خدمت میں جانا چھوڑ دیا۔ (صاحب صاحب نے حضور کے ارشادات کو اشعار میں تلبد کیا ہے۔ لیکن یہاں مطلب سی درج کیا جاتا ہے۔)

اے میرے عزیز مجذوب فیروں کی خدمت میں زیادہ جانا اچھا نہیں۔ اس قلندر فقیر کو جہاں تک فقر نے دیکھا ہے۔ شرع سے کوئی لگاؤ نہیں۔ اتفاق سے اگر طاقات ہو جائے۔ تو خیر در نہ خاص طور پر نہ حاضر ہوا کریں۔ اتباع سنت لازمی جانتا۔ کوشش کریں کہ اس چند روزہ زندگی میں خدا راضی ہو جائے۔ تہجد ذکر و مراقبہ کی طرف خاص طور پر کوشش رکھیں۔ سب سے زیادہ قیمتی چیز وقت ہے۔ اسلئے اپنے اوقات کو خالق کے ذکر میں بسر کرو۔ کیونکہ جو وقت گزر جاتا ہے۔ پھر ملنا نہیں آتا۔



## مرزا قادیانی کے حالات ایک نظر

حضرت صاحبؒ نے ایک دفعہ اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ ابتدا میں جب مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جا بجا اس کا چرچا شروع ہوا اور اکثر دوست مجلس میں بیٹھ کر اس کے متعلق دریافت کرتے تو میں جواب میں کہتا کہ اگر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر کے بتاؤں گا۔ مگر جب کبھی زیارت سے مشرف ہوتا کچھ یاد نہ رہتا ایک دفعہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں جلوہ افروز ہیں اور حضور کے گرد اگر وہبت سے اصحاب اور اولیاء صف باندھے حلقہ میں مراقب بیٹھے ہیں۔ میں نے ان میں سے حضرت امام غزالی اور حضرت بایزید بطنائی رحمۃ اللہ علیہما کو دیکھا کہ سب سے پیچھے بیٹھے ہیں میں بھی ان کے پیچھے موڈ ہو بیٹھا۔ میرے دائیں طرف حضرت امام غزالی اور بائیں طرف حضرت بایزید بطنائی تھے۔ اس وقت ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ جو بیان نہیں ہو سکتی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے تمام مجلس متورق تھی اور فرش سے عرش تک نور ہی نور دکھائی دیتا تھا تھوڑی دیر کے بعد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ارشاد فرمایا جس کے گھنٹے ہی تمام اہل مجلس کھڑے ہو گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا مگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف آواز مبارک ہی سنائی دیا۔ یہ معلوم نہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ میں نے جب دائیں بائیں نظر اٹھا کر دیکھا تو بیشمار لوگ کھڑے ہوئے دیکھے میں نے حضرت بایزید بطنائیؒ سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کون ہیں انہوں نے فرمایا کہ ان میں کچھ تو اصحاب کرام ہیں اور باقی سب اولیاء اُمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت امام غزالیؒ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میرے عزیز تم آگے جاؤ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے تمام اصحاب بیٹھ گئے۔ میں اس وقت سب سے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ جب دائیں طرف نظر کیا تو حضرت



ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور کی خدمت میں رونق افروز دیکھا۔ اس وقت میں نے موقع مناسب خیال کر کے دریافت کیا کہ حضور مرزا قادیانی کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ سچا ہے یا جھوٹا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا سنتے ہی منہ مبارک دوسری طرف کر لیا۔ مجھے خوف پیدا ہوا کہ شاید حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہو گئے ہیں۔ اور ناراضگی کے باعث میری طرف سے منہ پھیر لیا ہے۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے فرمایا کہ تم اس آیت کو پڑھو۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجِبُّكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ يَشْهَدُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَ هُوَ الْكَافِرُ الْخَصَمُ۔ میں اس آیت کو پڑھنا چاہتا تھا۔ لیکن پڑھی نہ جاتی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پڑھو۔ پڑھو۔ جب میں نے اس آیت کو پڑھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہماری طرف توجہ و التفات فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مرزا قادیانی اس گروہ میں سے ہے جس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ یعنی مرزا قادیانی مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مرزا قادیانی کاذب ہے۔ پھر میں نے اس آیت کو زور سے پڑھا۔ تو میں جاگ اٹھا۔ دیکھا تو تہجد کا وقت تھا۔ یہ واقعہ بالکل سچا ہے۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ فقیر دروغ گو نہیں ہوتے۔ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب نے بنفس نفیس ارشاد فرمایا کہ فضل محمد نام ایک شخص طازم محکمہ چونگی مرثانی خیالات کی طرف مائل تھا جب کبھی وہ مجلس میں آتا۔ تو مرزا قادیانی کا ذکر چھیڑ دیتا۔ اور کہتا کہ مرزا حق پر ہے۔ میں مرزا کی تکذیب کرتا۔ اور اُسے راہِ راست کی طرف لانے کی کوشش کرتا۔ انہی ایام میں ایک رات تہجد کی نماز کے بعد مجھے غنودگی سی آگئی۔ میں نے دیکھا کہ جسم کے ساتھ بندی پر اڑ رہا ہوں۔ جب میں نے اوپر نظر کی۔ تو دیکھا کہ مجھ سے زیادہ بندی پر اور بہت سے اولیاء اڑ رہے ہیں۔ اور تسبیح اور تہلیل پڑھ رہے ہیں۔ جب میں اڑ کر آگے گیا۔ اور نیچے دیکھا۔ تو مجھے ایک نشیب جگہ میں ایک گاؤں دکھائی دیا۔ میں نے اس گاؤں میں اترنا چاہا۔ جب میں وہاں اُترا۔ تو کیا دیکھتا ہوں

میں نے اوپر نظر کی تو وہ شخص ہے جس کی باتیں لکھو دنیا کی زندگی میں خوش سلو ہو جاتی ہیں اور وہ اپنی دلی اداوت پر خدا کو گوارا نہیں دیتا ہے۔  
حالانکہ مسلمانوں میں زیادہ جھوٹا لوگ ہے۔



کہ آریہ اور سکھ لوگ باجہ بجا رہے ہیں۔ اور کچھ عیسائی بھی اُن کے ساتھ ملکر گارہے ہیں۔ اُن کے آگے آگے مرزائی لوگوں کو دیکھا۔ کہ قرآن شریف ہاتھوں میں لئے پڑھ رہے ہیں۔ اُن کے کمرے سیاہ ہیں۔ اور بے ادب معلوم ہوتے ہیں۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میرے قبلہ و کعبہ حضرت مرشد ناد مولانا خواجہ فقیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ جن کا ان دنوں میں وصال ہو چکا تھا میسر پاس کھڑے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ تینوں گروہ ایک ہی قسم کے ہیں۔ جناب خواجہ علیہ الرحمۃ نے میرا بازو پکڑا اور فرمایا کہ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئے۔ آؤ یہاں سے اُڑ چلیں جب ہم تھوڑا سا بلند ہوئے تو میں نے نیچے نظر کی۔ دیکھا کہ وہ لوگ گندگی میں پڑے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر گندگی اچھال رہے ہیں۔ اس وقت میرے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ جو مجھے ساتھ لے اُڑے تھے۔ فرمایا کہ یہ لوگ ہم میں سے نہیں ہیں۔ یہ لوگ جھوٹے ہیں اس وقت میری زبان سے بے ساختہ الحمد للہ نکلا۔ اور ایسی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ اس خوشی میں میری وہ غنودگی جاتی رہی۔ میں نے اپنے دل کو صاف اور خوش پایا۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کہ اپنے پیران عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طفیل اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا۔ جب میں نے یہ واقعہ فضل محمد کے سامنے بیان کیا تو بجائے اس کے کہ وہ راہ راست پر آجاتا۔ اور توبہ کرتا۔ مجلس میں آنا ترک کر دیا مجھے اس کی گمراہی پر بہت افسوس ہوا۔ کسی نے کیا اچھا کہہا ہے۔ شعر

بہ مقبولی کسے را دسترس نیست قبول مقبلاں در دست کس نیست

من یمدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ

حضرت صاحب کا مزاج مبارک شروع ہی سے ایسا واقع ہوا تھا کہ عام جلسوں اور مجلسوں میں بہت کم شامل ہوتے تھے۔ مذہبی جھگڑے اور بحث مباحثہ اور مناظرہ میں بھی دخل نہ دیتے تھے۔ اگر کہیں مناظرہ یا مقابلہ کا اتفاق ہو بھی جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جناب کا پتہ ہمیشہ بھاری رہا۔ اور مخالفوں نے ہر طرح نیچا دیکھا۔ چنانچہ ایک دفعہ جناب کو ایک واقعہ بمقام ٹیری علاقہ کوٹاٹ میں پیش آیا جس کا مختصر بیان یوں ہے کہ ٹیری کا خان عبدالغفور خاں حضرت صاحب کا بہت متفقہ تھا اس نے آپ کو



بڑے شوق سے اور محبت سے اپنے ماں بلایا تھا۔ اس وقت مولوی فضل احمد صاحب  
 صوفی عبدالرحمن اور چند ایک اور مخلص دوست بھی سفر میں ہمراہ تھے۔ اس علاقہ کے بڑے  
 بڑے مولوی اور پولیس کا سب علم یعنی تھانہ دار سے یکر پولیس کپتان تک سب مرزا  
 قادیان کے معتقد تھے۔ اور شب و روز مرزائی عقاید کی تلقین کرتے اور مرزائے مذہب  
 کو رواج دیتے تھے۔ کئی دفعہ ان سے سرحد کے مکا اور مولوی مثل ملا قربو غہ وغیرہ مرزا کی  
 بیوت اور حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بلا فائدہ مناظرہ کر چکے تھے۔ جس سے  
 اس علاقہ کے اکثر لوگوں کے دل تذبذب میں پڑتے جلتے تھے۔ رات کو جناب نے مولوی فضل احمد  
 صاحب کو وعظ کے لئے فرمایا۔ دورانِ وعظ میں مولوی صاحب کا خیال مرزا قادیانی کے  
 عقاید کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور بے اختیارانہ مولوی صاحب کی زبان سے نکل گیا۔ کہ علماء  
 اہل سنت و جماعت کے فتوے کے مطابق مرزا کافر ہے۔ اس بات کو سن کر جس قدر مرزائی  
 وہاں موجود تھے جل بھن گئے۔ ان کو اپنی علمیت پر گھمنڈ تھا۔ ان سے رٹا نہ گیا۔ کہ وعظ  
 کے ختم ہونے تک صبر کریں۔ وعظ کے دوران میں ہی شور مچا دیا۔ اور مولوی صاحب کو کہا  
 کہ آپ یا اس لفظ کافر کو واپس لیں اور معافی مانگیں۔ اور توبہ کریں۔ یا مرزا کو کافر ثابت  
 کریں۔ اس حالت میں وعظ تو ختم ہو چکا۔ مگر مرزائیوں کا شور و غل بڑھنا گیا۔ تمام علاقہ میں یہ  
 خبر ہوا کی طرح پھیل گئی۔ مرزائیوں کی طرف سے رقعہ پر رقعہ حضرت صاحب کی خدمت میں  
 آنے لگا۔ کہ ہم سے بحث و مناظرہ کرو۔ یا اپنا لفظ واپس لو۔ جناب نے جواب فرمایا۔ کہ ہم حق  
 کو ظاہر کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ اور اس غرض کے لئے ضرور مناظرہ کریں گے۔ تم  
 اپنے مناظر بلو او جناب نے گولڑہ پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین کی خدمت میں تاروی  
 کہ وہاں سے کوئی لائق مناظر آجاوے۔ مگر ادھر سے کوئی جواب نہ آیا۔ جناب سید جماعت  
 علی شاہ صاحب سجادہ نشین علیپور کی طرف بھی ڈبل تاروی۔ مگر بے سود۔ آخر اللہ تعالیٰ  
 پر بھروسہ کر کے جناب نے یہ نفس نفیس اس کام کے لئے کمر ہمت باندھی۔ اور مرزا قادیانی  
 کی کتاب "ازالہ اوثام" منگوا کر اس کو مطالعہ کیا۔ اور اس کے عقائد کفریہ پر نشان لگا لئے۔  
 سرحد کے ملا صاحب بھی اس حال کو سن کر مع بہت سے سامان اکل و شرب اور دُبنے وغیرہ



کے آگئے۔ ان سے دریافت کیا کہ آپ لوگ اس قدر سامان اونٹوں پر لاد کر کیوں  
 لئے ہو انہوں نے کہا کہ شاید چھ مہینے تک مناظرہ کرنا پڑے۔ تب تک خرچ کافی  
 ہو گا۔ جناب نے ان کی اس بے سمجھی پر تبسم فرمایا۔ کہ یہ عجب قسم کا مناظرہ ہے۔ جو چھ ماہ  
 تک متواتر رہیگا۔ سرحد کے ملاؤں کو بلا کر جناب نے دریافت کیا کہ آپ لوگ مرزاؤں  
 سے کس موضوع پر بحث کرو گے۔ انہوں نے کہا کہ آگے بھی مہنرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ و  
 السلام کی حیات اور ممات پر بحث کی گئی تھی۔ اب بھی اسی پر بحث ہو گی۔ جناب نے  
 فرمایا کہ مولوی فضل احمد صاحب نے اپنے وعظ میں مرزاؤں کو کافر کہا ہے۔ لہذا ہمارا  
 حق ہے کہ ہم اسی کے عقائد کفریہ سے اُسے کافر ثابت کریں۔ اور دیکھیں  
 کہ آیا اہل سنت و الجماعت کے عقائد کے مطابق وہ مسلمان بھی ہے۔ یا نہیں۔ دوسرے  
 دن گرد و نواح سے بشمار مخلوق کا ہجوم ہو گیا۔ سرحد کی طرف سے پٹھان اس کثرت سے  
 آگئے کہ موضع بٹیری میں جہاں تک نظر کام کرتی تھی۔ آدمی ہی آدمی دکھائی دیتے تھے۔  
 گلی کوچے میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ یہ حال دیکھ کر مرزاؤں کی طرف سے اس جگہ کا  
 تھانہ دار جو مرزائی تھا۔ جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کرنے لگا کہ اگر اس مجمع  
 پر فساد ہو گیا۔ اور ہنگامہ قتل و غیرہ گرم ہو گیا۔ تو اس کے ذمہ دار جناب ہونگے۔ جناب  
 نے فرمایا کہ ہم ذمہ دار نہیں۔ شرارت آپ لوگوں کی طرف سے سرزد ہوئی ہے۔ اور آپ  
 لوگوں نے شور و غل کر کے گرد و نواح کے لوگوں کو اکٹھا کر لیا ہے۔ جو کچھ ہو گا۔ سب کا  
 ذمہ آپ کے سر پر ہو گا۔ وہ اتنا کہہ کر کہ دیکھا جاویگا۔ چلا گیا۔ جب مناظرہ کا وقت آیا۔ دونوں  
 طرف سے مولوی صاحبان بڑی بڑی کتابیں اٹھا کر سامنے آ بیٹھے۔ گرد اگر د خلقت کا ہجوم  
 تھا۔ ہر ایک کے دل میں یہی دلولہ تھا۔ کہ دیکھئے آج کیا ہوتا ہے۔ غرض سلسلہ گفتگو  
 شروع ہوا۔ اور مباحثہ کرتے کرتے جیسا کہ علما کا قاعدہ ہے۔ منطق معقول کی طرف  
 چلے گئے۔ جب جناب نے دیکھا کہ اصل موضوع سے دور نکل گئے ہیں۔ جناب نے سب  
 کو خاموش کرادیا۔ اور فرمایا کہ آپ لوگ تو کسی اور طرف نکل گئے۔ اور جس امر کے متعلق  
 بحث کی ضرورت تھی۔ اس کو چھوڑ دیا ہے۔ جناب نے مرزاؤں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا



کہ دیکھنا تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کے عقائد کیا ہیں۔ اور آیا وہ مسلمان بھی ہے یا نہیں۔ اس بنا پر ہی تو یہ مناظرہ کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے چند ایک مقام کی بعینہ مرزا صاحب کی تحریر نقل کر کے جو پاس رکھی تھی۔ اس کے مطابق فرمایا۔ کہ سنو مولوی صاحبان۔ کہ جس شخص کے یہ عقاید ہوں۔ اس کے متعلق آپ لوگ کیا کہتے ہیں۔ سب نے باتفاق عرض کیا۔ کہ ایسے شخص کو ہم کافر کہتے ہیں۔ پھر جناب نے فرمایا۔ کہ اگر مرزا صاحب کے ہی ایسے عقائد ہوں۔ تو پھر مولوی صاحبان نے کہا۔ ہم اس کو بھی کافر ہی کہیں گے۔ جناب نے ازالہ اوہام کی تحریر بجنسہ پڑھ کر سنا دی۔ اور ازالہ اوہام سے نکال کر وہ وہ مقامات مرزائیوں کو دکھائیئے اور فرمایا کہ لوگوں کو بلند آواز سے پڑھ کر سنا دیں۔ پھر تو تمام مرزائیوں کے رنگ زرد ہو گئے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے۔ سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔ جناب نے فرمایا۔ کہ اب کیوں نہیں کہتے۔ کہ مرزا کافر ہے۔ آخر مرزائی مولویوں کے لئے ادھر ادھر بھاگ نکلنے کا موقع نہ رہا۔ ان کو آخر کار کہنا ہی پڑا کہ مرزا کافر ہے۔ ان کا یہ کہنا تھا۔ کہ چاروں طرف سے شور و غل بلند ہوا۔ کہ مرزا کافر ہے۔ مرزا کافر ہے۔ عام مرزائیوں نے مرزائی عقائد سے توبہ کی۔ تھانہ دار اور دوسرے غلہ کے لوگ جو مرزائی ہو چکے تھے۔ انہوں نے بھی توبہ کی اور تلم از سر نو مسلمان ہوئے۔ جناب کے قدوم بھنت لازم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مرزائی فتنہ سے لوگوں کو بچا لیا۔ فلیٰ الحمد للہ

اسی طرح شیخ عبد الکریم صاحب ساکن گوجرانوالہ جو آجکل انارکلی لاہور میں بوٹوں کی دکان پر ملازم ہیں۔ اور جناب کے خاص اور معتقد دوستوں میں سے ہیں۔ ان کے اکثر رشتہ دار مرزا کے معتقد ہو چکے تھے۔ ان کا چھوٹا بھائی محمد ابراہیم جواب فوت ہو چکا ہے۔ اللہ کریم اُسے غریقی رحمت فرمائے۔ چند دن اپنے مرزائی رشتہ داروں کی صحبت میں بیٹھنے کے باعث مرزا کا معتقد ہو گیا۔ یہ بات شیخ عبد الکریم صاحب کو بہت ناگوار گذری۔ انہوں نے بہتیری کوشش کی۔ کہ کسی طرح میرا بھائی اس عقیدہ سے باز آجائے۔ مگر ان کی کچھ پیش نہ گئی۔ گوجرانوالہ کے بڑے بڑے مولوی صاحبان کی خدمت میں بھی محمد ابراہیم کو لے گیا۔ لیکن اس کے شکوک رفع نہ ہوئے۔ آخر کار شیخ عبد الکریم صاحب اس کو کشاں کشاں راولپنڈی میں



جناب کی خدمت میں لے آئے۔ راولپنڈی سے اس کے ساتھ دوسرے مرزائی بھی شامل ہو گئے اور اچھی خاصی تعداد میں جناب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے جناب کے صاحبزادہ الحاج مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بھی اس مجلس میں موجود تھے جناب نے فرمایا کہ آپ لوگوں کے ساتھ مولوی صاحب بحث کیلئے در آپ کے شکوک کو رفع کرینگے آپ لوگ بھی اپنے مولویوں میں سے ایک آدمی کو چن لیں تاکہ وہی گفتگو کرے۔ باقی چپ رہیں۔ انہوں نے ایک مولوی کو منتخب کر کے کہا کہ بس یہی مولوی صاحب گفتگو کریں گے باقی کسی کو بولنے کا حق نہیں ہوگا۔ گفتگو شروع ہوئی جناب صاحبزادہ صاحب مولوی عبدالرحمن صاحب نے ان کے تمام سوالات و شکوک کو ایک ایک کر کے توڑ دیا۔ پھر جناب مولوی صاحب نے مرزائیوں کے آگے چند سوالات پیش کئے جن کا ان سے کچھ جواب نہ بن آیا لاجواب ہو گئے۔ رنگ فق ہو گیا۔ ایک دوسرے کے منہ کو دیکھنے لگے۔ لاجواب ہونے کی صورت میں جیسے کہ مرزائیوں کی عادت ہے۔ دوسرے موضوع پر جانیکا ارادہ کیا۔ اتنے میں شیخ عبدالکیم صاحب کا بھائی محمد ابراہیم بول اٹھا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ پہلا مذہب ہی سچا ہے۔ میں اس نئے باطل مذہب سے توبہ کرتا ہوں۔ مرزائی صاحبان تو نادوم ہو کر چلے گئے جناب کے دروازہ سے نکل کر ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے کہ تو نے یہ جواب کیوں نہ دیا۔ دوسرا کہتا تھا کہ یہ جواب دینا چاہئے تھا۔ غرض جھگڑتے ہوئے نکل گئے۔ اور محمد ابراہیم پھر از سر نو مسلمان ہوا۔ اور جناب کے معتقد اور مخلص دوستوں میں سے بن گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت بخشے۔ آمین۔

مولوی شہداء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص مرزائی عقیدہ کا جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت مولانا مولوی عبدالغفر صاحب مرحوم بھی مجلس میں حاضر تھے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ جناب مرزا کے متعلق مراقبہ فرمائیں۔ اور بتلائیں کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا۔ جناب نے کچھ دیر مراقبہ کیا۔ اور پھر فرمایا کہ قرآن مجید کی یہ آیت شاہد حال بتائی گئی ہے۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ ذِكْرًا۔ اس نے فوراً توبہ کی۔ اور از سر نو ایمان و اسلام سے مشرف ہو کر چلا گیا۔



ایک دفعہ جناب حضرت صاحب موضع بہادر والی متصل سکیم کی اسٹیشن تشریف لیگئے  
 وہاں کے ذیلدار صاحب کا باغ ایک شخص نے جو مرزا کا معتقد تھا، ٹھیکہ پر لیا ہوا تھا۔  
 چوہدری صاحبان اس کو حضرت صاحب کی خدمت میں لے آئے۔ تاکہ کسی صورت سے یہ  
 شخص اس باطل عقیدہ سے باز آجائے۔ عرض کیا کہ جناب یہ آدمی مرزا کا معتقد ہے۔ اور  
 ہر وقت ہم سے بحث و تکرار کرتا رہتا ہے۔ اس کو نصیحت فرمادیں۔ کہ اس عقیدہ سے توبہ  
 کرے۔ جناب نے اس کو پہلے تو نصیحت فرمائی۔ اور مرزا کے عقائد کفریہ بتائے۔ لیکن اس  
 نے ہند سے کام لیا۔ آخر آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ قرآن مجید کی شہادت پر عمل کرو گے۔  
 اس نے کہا۔ کہ ہاں قرآن مجید کی شہادت پر ضرور عمل کرونگا۔ حضرت صاحب نے قرآن  
 مجید منگوا یا۔ اور کہا۔ کہ کھولو۔ اُس نے کہا کہ اس قرآن شریف کو میں نہیں کھولتا میں اپنے  
 گھر سے لاؤنگا۔ چنانچہ وہ اپنے گھر سے ترجمہ والا قرآن شریف لے آیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ  
 اس کو جہاں سے تمہارا دل چاہے۔ کھولو۔ چنانچہ اُس نے قرآن مجید کو کھولا۔ آپ نے  
 فرمایا۔ کہ اس سے آگے اور سات برقی گن کر ساتویں سطر پڑھو۔ جب اُس نے ایسا  
 کیا۔ تو یہ آیت مبارک نکلی۔ وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ  
 الخ۔ چنانچہ اُس نے ترجمہ اور تفسیر حاشیہ کی خود ہی پڑھی جس سے مرزا کی تکذیب  
 ہوتی تھی۔ حاضرین مجلس نے جو وہاں کافی تعداد میں موجود تھے۔ بے اختیار مرحلہ کے نعرے  
 بلند کئے۔ اور کہا۔ کہ مرزا جھوٹا ہے۔ توبہ کرو۔ اور راہِ راست پر آجاؤ۔ لیکن اس مرزائی کا دل  
 سیاہ ہو چکا تھا۔ اُسے توبہ نصیب نہ ہوئی۔ شرمندہ ہو گیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ تو شیطان  
 کا بھائی ہے۔ لوگو یہ شیطان ہے۔ چنانچہ وہ مجلس سے نکل گیا۔ لوگوں نے اُس کا نام شیطان کھا  
 اور شیطان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے ہدایت دے۔

سید رجن شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۱۴ء میں جبکہ جنگ عظیم شروع ہوئی۔ میرا نام  
 بھی لڑائی کے میدان میں جانے والوں کی فہرست میں درج ہو گیا۔ اور اس سبب سے  
 مجھے راولپنڈی جانیکا اتفاق ہوا۔ وہاں مولوی نیاز اللہ صاحب سے جو میرے بڑے  
 محب اور رسالت کے نہایت ہی خدمت گذار تھے۔ میری ملاقات ہوئی۔ دیر تک ہم دونوں



شیعہ دینی مذہب پر گفتگو کرتے رہے۔ میرا خیال شیعہ مذہب پر جا ہوا تھا اور میرے تمام  
 رشتہ دار بھی شیعہ تھے۔ مولوی صاحب سنی مذہب پر تھے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ  
 جسے اپنے فقرہ ہوتے ہیں۔ میں نے رخصت ہوتے وقت مولوی صاحب سے عرض کیا  
 کہ اگر آپ کے پاس کوئی کتاب ہو۔ تو مجھے مطالعہ کے لئے دیویں۔ تاکہ فرصت کے وقت سفر  
 میں دل لگا رہے۔ مولوی صاحب نے مجھے "ہدایت الانسان الی سبیل العرفان" جو جناب  
 حضرت صاحب کی تصنیف ہے۔ مطالعہ کے واسطے دیدی۔ میں نے ابھی دو دن ہی مطالعہ  
 کیا تھا کہ میرے خیالات میں تبدیلی ہونے لگی۔ میں نے دوبارہ مولوی صاحب کی خدمت  
 میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کتاب کے مصنف کس زمانہ میں ہوئے ہیں۔ مولوی صاحب  
 نے کہا کہ اس کتاب کے مصنف ابھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جناب لدکوہ حضرت حافظ جی  
 صاحب بادشاہی شریف میں ہی زندہ موجود ہیں۔ چلو تم کو زیارت کرالائیں۔ میرے دل میں اس  
 بیان سے شوق دیدار و زیارت کی ایک لگ سی بھڑک اُٹھی۔ اور مولوی صاحب کے ہمراہ  
 جناب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ جناب نے بڑی شفقت اور محبت کے ساتھ میرا حال دریافت  
 فرمایا۔ میری عادت تھی کہ جب کبھی کسی عالم اور مولوی کے ساتھ گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا۔  
 تو نہایت دلیر اور بے باک ہو کر کلام کرتا۔ مگر جناب کا رعب قاب مجھ پر ایسا غالب ہوا۔ کہ مجھ  
 سے بولا بھی نہ گیا۔ غرض میرے متعلق جو حالات جناب دریافت فرماتے رہے۔ مولوی صاحب  
 بیان کرتے رہے۔ جناب سے رخصت ہو کر اپنی قیام گاہ پر آیا۔ تو رات کو سوتے وقت غنودگی  
 سی آگئی۔ اسی حالت میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ چاند چڑھا ہوا ہے۔ اور اس کی روشنی سے سارا گھر  
 روشن ہے۔ میں نے خیال کیا۔ کہ شاید چھت کے سوراخ سے چاند نظر آرہا ہے۔ جب بیدار  
 ہوا۔ تو دیکھا۔ کہ میرا منہ لحاف سے لپٹا ہوا ہے۔ باہر نکل کر چھت کی طرف دیکھا تو کوئی  
 سوراخ نظر نہ آیا۔ پھر سو گیا۔ اور ویسے ہی چاند نظر آیا۔ پھر جاگ اٹھا۔ غرض اس رات میرے  
 ساتھ کئی دفعہ یہ معاملہ ہوا۔ میں حیران تھا۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ بڑی سوچ کے بعد میں نے  
 خیال کیا۔ کہ یہ نور جناب کی توجہ کی برکت سے نظر آرہا ہے۔ یہ جناب کی صحبت کا اثر ہے  
 جسے ہوتے ہی میں جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر جب میں خدمت ہونے



لگا۔ توجہ بے فرمایا۔ کہ شاہ صاحب خوب خدا یاد کر دے۔ آپ کے بزرگوں کی درت ہی ہے۔  
 حضور کا یہ فرمانا تھا کہ میرے دل کی عجب حالت ہو گئی جن باتوں کا مجھے خواب میں بھی خیال نہ آیا  
 تھا۔ وہ وارد ہونے لگیں۔ اپنی موت قیامت حساب دوزخ جنت عذاب قبر وغیرہ گویا آج  
 ہی مجھ پر واقع ہونے والے ہیں۔ جب اپنے مکان پر پہنچا۔ تو کسی سے بولنے کو جی نہ چاہا۔ جنگل  
 میں تنہا جا کر بیٹھ رہا۔ اور اپنی ضائع کی ہوئی گزشتہ عمر پر افسوس کر کے خوب دل کھول کر  
 رو دیا۔ اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔ کہ الہی میں کس مصیبت میں گرفتار ہوں۔ میں نے  
 دنیا میں آکر کچھ بھی نہیں کیا۔ غرض اس وقت کی حالت جو مجھ پر طاری تھی۔ ناقابل بیان تھی  
 دوسرے روز مجھے پشاور جانے کا حکم ہوا۔ میں نے اپنے دوسرے ہمراہیوں سے کہا۔ کہ  
 تم میرا سامان لے چلو۔ میں شہر سے ہو کر آتا ہوں۔ میں بیعت کے ارادہ سے حضرت صاحب  
 کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت جناب عید گاہ میں رونق افروز تھے۔ میں نے اپنا ارادہ  
 ظاہر کیا۔ جناب نے بیعت فرما کر ذکر تلقین کیا۔ اس وقت مجھے اس قدر جذبہ ہوا۔ کہ ٹرپ ٹرپ  
 کر میرا بدن زخمی ہو گیا۔ جناب نے ایک دوست کو میرے ہمراہ کر دیا۔ وہ مجھے ٹانگہ پر سوار  
 کر کے چلا گیا۔ جب میں پشاور پہنچا۔ تو وہاں ایک مرزائی کے ساتھ جو ہمارے عمل کا بڑا فاضل  
 تھا۔ باہم ہونیکا اتفاق ہو گیا۔ وہ ہر وقت مرزا کی حقانیت کے متعلق مجھ سے گفتگو کرتا رہتا۔ اسی  
 باتوں سے میرے دل میں کچھ دوسوہ آگیا۔ ایک روز اس نے مجھے استخارہ کے لئے کہہ میں  
 نے اس کے کہنے پر تہجد کی نماز کے بعد استخارہ کیا۔ اور دعا کی۔ کہ خدایا۔ مرزا کا حال مجھ پر سچ  
 سچ واضح کر دے۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ بہت سے گدھے بوجھ سے لدے ہوئے جا  
 رہے ہیں۔ ان کے آگے آگے ایک بڑا قد آور گدھا ہے۔ اور اس پر سب بھاری بوجھ لدا  
 ہوا ہے۔ اتنے میں کوئی آواز دینے والا آواز دے رہا ہے۔ کہ یہ سب آگے مرزا ہے  
 اور مجھے اس کے مرید ہیں۔ جب صبح میں نے اس مرزائی ڈاکٹر سے خواب بیان کی۔ تو اس  
 نے کہا۔ کہ استخارہ میں غلطی ہوئی ہے۔ آج رات کو پھر استخارہ کرنا۔ دوسری رات پھر نماز  
 تہجد کے بعد استخارہ کر کے سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں۔ کہ بہت سے سیاہ کوئے  
 ایک گندی مالی سے پانی پی رہے ہیں۔ جب صبح میں نے اس سے بیان کیا۔ تو وہ بہت مسرور



ہوا۔ اور مجھ پر مرزا کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ جناب حضرت صاحب کی خدمت میں عریفہ لکھا کہ ایک مرزائی شخص مجھے وسوسہ میں ڈالتا ہے۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ جناب نے بہت تسلی آمیز خط ارسال فرمایا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے پاس سے دور کر دے گا۔ چنانچہ ہفتہ کے اندر اندر ہی وہ ڈاکٹر ہم سے دور تبدیل ہو گیا۔

سید سردار علی شاہ صاحب وکیل و سکرٹری انجمن اسلامیہ روہڑہ ضلع انبالہ نہایت مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ ایک مرزائی کی صحبت سے وہ راہ راست سے ہٹ کر کا دیان کے کید میں پھنس گئے۔ جب کچھ عرصہ شاہ صاحب کی طرف سے خط نہ آیا۔ تو آپ کو فکر پیدا ہوا۔ اور اپنے دریافت کے لئے اُدھر دوستوں کی طرف خط لکھے۔ کہ حقیقت حال سے آگاہ کریں۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ شاہ صاحب مرزائی ہو گئے ہیں۔ تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ دوستوں نے عرض کیا کہ اے مخلص دوست کا جدا ہو جانا درست نہیں۔ دعا فرمائیے کہ وہ راہ راست پر آجائے۔ آپ نے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ خود ہی پشیمان ہو کر ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ شاہ صاحب کے بعد شاہ صاحب کا خط آگیا جس میں مرزائی عقائد سے توبہ کی ہوئی تھی۔ دوستوں کو اس خوشخبری سے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سب کو راہ مستقیم پر چلائے۔ آمین۔

## حضرت صلح رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کریمانہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کے متعلق مجھ جیسے سیکم کا کچھ لکھنا بعینہ روز روشن میں چراغ جلانے کے مصداق ہے۔ آپ مجسم مکارم اخلاق تھے۔ اور دوستوں کو بھی خوش خلقی کی نہایت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن خوش خلقی اور مکارم اخلاق کے متعلق فرمایا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو چیزیں کرنے میں نہایت آسان اور کل بروز محشر میزان میں بڑی وزنی ہونگی۔ ایک حسن خلق۔ اور دوسرے خاموشی۔ پاکیزگی

لہذا اگرچہ ایک ہی شخص بعد سید سردار علی شاہ صاحب کی تسکین تھی اور عدالت الٰہی میں شہرہ روز محشر جیسے شہرہ کی شہرت ہوگی۔

یہ سید سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو چیزیں کرنے میں نہایت آسان اور کل بروز محشر میزان میں بڑی وزنی ہونگی۔ ایک حسن خلق۔ اور دوسرے خاموشی۔ پاکیزگی



اخلاق کے متعلق فرمایا کہ ایمان اور اخلاق ایسے باہم وابستہ ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں حقیقت یہ ہے کہ اسلام بغیر پاکیزگی اخلاق کتل نہیں ہو سکتا۔ اسلام اور ایمان کی تکمیل حُسن اخلاق پر موقوف فرمائی گئی ہے۔ الغرض سعادت انسانی مکارم اخلاق سے وابستہ قرار دی گئی ہے۔ اور سیدنا و مولینا حضرت سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں مکارم و حُسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ کلمات طیباتِ جب یاد آتے ہیں تو خیال آتا ہے کہ جس عظیم الشان ہستی کے یہ مبارک خیالات تھے۔ وہ بذاتِ خود کس قدر اعلیٰ و ارفع درجہ کے مکارم اخلاق سے متصف اور اخلاقِ نبوی کے رنگ میں سر سے پاؤں تک رنگی ہوئی ہوگی۔ بھلا ایسے وجودِ پاک کے اخلاق کریمانہ مجھ جیسے بے مایہ و تہید ست سے کہاں تک بیان ہو سکتے ہیں وہی چھوٹا مٹنہ اور بڑی بات والی مثل صادق آتی ہے۔ آپ نرم دل رحیم و کریم نہایت سخی بامروت تھے جنابِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت تارہ کی وجہ سے خالق نے ان تمام اخلاقِ حسنة آپ کو شرف بخشا ہوا تھا کہ جن کے دیکھنے سے خود بخود ہی جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ آپ نہایت درجہ کے حلیم الطبع اور بردبار تھے باوجود دینی و دنیاوی ظاہری و باطنی اقتدار اور عز و جاہ حاصل ہونیکے بھی اگر کوئی نااہل ناشائستگی یا سخت کلامی سے پیش آتا تو آپ اول تو جواب ہی نہ دیتے۔ اور اگر جواب دیتے بھی تو ایسے لب و لہجہ میں کہ مخالف خود بخود شرمندہ اور نادام ہو جاتا۔ آپ نے معاملات میں باوجود قدرت کے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ اور نہ ہی کبھی کسی پر خفا ہوئے۔ جب کوئی شخص ملنے اور ملاقات کرنے کیلئے آتا تو نہایت خندہ پیشانی سے ملتے۔ ہر شخص کے ساتھ بڑی تواضع اور شیریں کلامی سے پیش آتے۔ امیر غریب ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لوگ حاضر خدمت ہوتے تھے۔ ہر ایک کو عزت کے ساتھ بٹھاتے۔ اور قلبیت و خلوصیت اور شفقت بھری گفتگو فرماتے کہ سننے والے سُنکر ہمیشہ کے لئے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ گفتگو ہمیشہ آہستگی سے صاف ساوہ اور مختصر مگر پُر معانی الفاظ سے فرماتے۔ سادگی اور صفائی بہت رکھتے۔ اور اسی کو پسند فرماتے تھے۔ دوستوں کے ساتھ انتہائی درجہ کی محبت رکھتے۔ ہر ایک دوست بزرگم خود ہی سمجھتا تھا



کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جتنی محبت اور شفقت میرے ساتھ ہے وہ میرے سے نہیں  
دوستوں کے ساتھ بلا تکلف گفتگو فرماتے۔ خود بھی تکلف کرتے اور احباب کو بھی تکلف  
سے بچنے کی تلقین فرماتے۔ منکسر المزاجی ایسی کہ بعد ختم شریف اگر کوئی دوست شجرہ منظوم  
پڑھتا تو اپنا اسم مبارک شجرہ شریف میں پڑھنے سے منع فرمادیتے۔ عرض کیے پر کہ حضور ہمارے  
لئے حضور کا اسم پاک راحت کا موجب ہے۔ فرمایا کرتے: من آمم کہ من دائم اپنے پاس بیٹھنے  
والے دوستوں کو فرماتے کہ میرے پاس کسی دوست کی بُرائی مت بیان کرو۔ کہ یہی غیبت  
ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے دوست اس کے مرتکب ہوں۔ بلکہ چاہتا ہوں کہ سب کی  
طرف سے میرے سینے میں صفائی اور ٹھنڈک ہو۔ کھانا باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بے شمار  
عطا فرمایا ہوا تھا۔ ہمیشہ سادہ اور ایک ہی قسم کا تناول فرماتے۔ اگر سالن پکا ہے تو تمام نے  
اسی سالن سے کھایا۔ اگر دال پکی ہے تو تمام نے دال ہی کھائی اور اگر سبزی ساگ وغیرہ  
سے کوئی چیز پکی تو تمام گھر میں وہی چیز کھائی گئی۔ تکلفانہ اور انواع و اقسام کا کھانا پسند  
نہ فرماتے۔ بلکہ اگر کوئی دوست دعوت کرتا تو اُسے بھی فرمادیتے کہ تکلف نہ کرنا اور ایک  
ہی چیز پکانا۔ اگر اس معاملہ میں کوئی شخص کچھ زیادہ عرض کرتا بھی تو فرماتے کہ ہاں درست اور  
مباح تو ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ خالق نے انسان کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ وہ اس دنیا  
دوں کی آسائش اور یہاں کی لذات میں سرمست اور نکور رہے بلکہ یہ تو ایک مسافر خانہ  
ہے۔ یہاں پر صرف گذر اوقات کر لینا ہی غنیمت ہے۔ مقامی دوستوں میں سے اگر کوئی بیمار  
ہو جاتا تو اس کی عیادت کے لئے بذاتِ خود قدم رنجہ فرماتے۔ اور جنازہ کیلئے توراولپنڈی  
شریف کے علاوہ مصافحات میں بھی نو نو دس دس میل کے فاصلہ پر بھی تشریف لے جاتے  
بروز جمعہ اور علاوہ ازیں بھی وقتاً فوقتاً آپ وعظ اور پند و نصائح سے مخلوق فرمایا کرتے تھے جو کہ  
نہایت مؤثر اور قسادت قلبی کو دور کرنے والے ہوتے تھے۔ آپ کی مجلس غیبت بدگوئی  
فحش و تفاخر کذب و لغویات سے قطعی اور بالکل مبرا و منزہ ہوتی تھی۔ بلکہ اسرار و معارف اور  
انوار و اذکار الہی سے مملو ہوتی تھی۔ نماز پنجگانہ ہمیشہ باجماعت پڑھتے۔ رات کو زیادہ جاگتے  
توافل اور تلاوت قرآن مجید و مناجات میں رات بسر کرتے۔ بعض اوقات صرف آپ کو دیکھنے پر ہی



دیکھنے والے کی حالت متغیر ہو جاتی تھی۔ اور ذکر و فکر میں اُن کو استقامت عطا ہو جاتی  
 بعض اوقات ایسے لوگ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے جو باوجود مسلمان ہونیکے  
 شعار اسلام کے تارک اور تہذیب فرنگی کے فریفتہ و دلدادہ ہوتے۔ ان سے بھی بڑی  
 خوش خلقی سے پیش آتے۔ ایک دن ایسے ہی ایک صاحب تشریف لائے۔ حضرت  
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تواضع اور مروت فرمائی۔ ادھ گھنٹہ کے بعد وہ شخص چلا  
 گیا۔ تو راقم الحروف نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ جناب ہر ایک کے حال پر  
 شفقت فرماتے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ اگر اس قسم کے لوگ کہ جن کی شکل و شبہات سے یہ  
 بھی امتیاز نہیں ہو سکتا کہ اہل اسلام سے ہے یا کسی اور فرقہ سے۔ ایسی مروت و تواضع  
 نہ فرمایا کریں۔ اس پر جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیٹا! دین کے معاملہ  
 میں سختی منع ہے۔ اور مذہبی و دینی تبلیغ ایسی نہیں ہونی چاہئے۔ کہ جس سے لوگ گھبرا اٹھیں  
 اور بجائے اس کے کہ نزدیک آویں دور بھاگ جائیں۔ بلکہ ارشاد الہی یونہی ہے۔ اُدْعُ اِلٰی  
 سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ الْحَسَنُ۔ کہ اے نبی کریم علیہ  
 الصلوٰۃ والتسلیم! اللہ تعالیٰ کے رستہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور  
 اُن سے بحث عمدہ اور احسن طریق سے کرو۔ بلکہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ لوگوں کو دین  
 کی طرف خوش خلقی سے بلاؤ۔ سختی مت کرو۔ بلکہ نرمی سے پیش آؤ۔ جب تم ان سے خدا کی  
 باتیں کرو۔ تو ایسے پیرایہ میں کرو جس سے وہ گھبرانہ جائیں اور جو ان کو شاق نہ گذرے۔ اب  
 بھلا تم ہی بتاؤ کہ یہ جو شخص آیا تھا۔ آتے ہی اس کو درکار دیا جاتا۔ تو اس کے دل پر  
 کیا گذرتی۔ آج آیا ہے پھر ایک دو مرتبہ آنے تک انشاء اللہ تعالیٰ اس کی ظاہری حالت  
 بھی بدل جائیگی۔ کبھی آپ کی زبان مبارک سے کوئی جھوٹا کلمہ نہیں نکلا۔ بلکہ دوستوں کو بھی  
 راستی کی تاکید فرمایا کرتے اکثر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ مقولہ ص

راستی موجب رضائے خداست

کہا کرتے تھے۔ فرماتے ہمیشہ راستی پر قائم رہو اگر تم کو اس میں ہلاکت بھی نظر آئے۔ تو فکر نہ کرو  
 کہ فی الواقع اسی میں نجات ہے۔ اور جھوٹ سے بچو اگرچہ اس میں فائدہ اور نجات بھی نظر آئے



اس لئے کہ وہ فی نفسہ نقصان و ہلاکت ہے۔ راستی کی تاکید پر ایک دو حکایتیں بھی بیان فرمایا کرتے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص تھا جس میں تمام بری خصلتیں تھیں۔ وہ حاضر خدمت جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہوا۔ آپ نے اُسے بُرے افعال سے تائب ہونے کی ترغیب و تلقین فرمائی۔ اس نے عرض کیا کہ مجھ سے یہ سب کام چھوٹے مشکل ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا صرف ایک کام چھوڑ دو۔ باقی کے متعلق پھر دیکھا جائیگا۔ وہ ایک کام کے ترک پر قائل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔ اس نے پختہ اقرار کیا۔ اور راستی پر قائم ہو گیا۔ صرف جھوٹ کے ترک کرنے اور راستی پر قائم ہونے کی برکت سے اس کے تمام بُرے افعال چھوٹ گئے۔

اور دوسری حکایت حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ محمدی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ طالب علمی کی جبکہ ان کی والدہ مکرمہ و معظمرہ نے راستی پر قائم رہنے اور جھوٹ سے بچنے کی وصیت فرما کر انہیں تحصیل علم کی خاطر روانہ کیا تھا۔ بیان فرمایا کرتے تھے۔ علاوہ ان اخلاقِ حسنہ کے آپ اعلیٰ درجہ کے امین بھی تھے۔ اکثر لوگ آپ کے پاس مانتیں رکھتے اور حسب ضرورت بلا کسی توقف سے لاتے۔ امانت میں اس قدر محتاط تھے کہ اوائل عمر قیامی کی حالت اور اپنے چچا صاحب کی کفالت میں گزری اور جب ہوش سنبھالا اور نکاح بھی ہو گیا۔ اور کاروبار و دکان کا شروع کیا۔ اخراجات خانگی اور دیگر ضروریات بشری کی احتیاج بھی لاحق ہوئی۔ اگر کوئی وقت تنگی یا ضرورت کا آ بھی گیا تو اس کو ایسے ہی بسر کر دیا۔ مگر کسی کی امانت میں تصرف اور دسترس نہ کیا۔ اکثر فرمایا کرتے کہ امانت عزت ہے خائن کبھی امین نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی عزت پاسکتا ہے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ وفاتے عہد کے پورے پورے عامل تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ جس میں عہد کی وفا اور پابندی نہیں وہ دیندار نہیں۔ اور یہ بھی کہا کرتے کہ قیامت میں سب سے اچھے خداوند کریم کے وہ بندے ہوں گے جو پاک و پوری سے اپنے عہد پورا کرتے ہیں۔ پرہیزگاری و تقویٰ اخلاقِ حسنہ میں سب سے افضل و اعلیٰ چیز ہے۔ اور اسی کے طفیل تمام شرافت و بزرگی اور مقبولیت عبادت نصیب ہوتی ہے۔ یہ آپ کی ذات والا صفات میں اس قدر تھی کہ جو اظہار من الشمس تھی۔ بیان یا تحریر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں



حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب ظہیر الدین بابر بادشاہ سے ملتا ہے مگر حسب الارشاد  
باری تعالیٰ اِنْ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اس پر ہیزگاری اور تقویٰ کے طفیل خالق نے  
اتنی بربرگی عطا فرمائی کہ ایک دو نہیں بلکہ بے شمار سادات نے بھی اس تقویٰ کی خاطر آپ کی  
غلامی کو باعث فخر جانا۔ اور آپ کے غلامان و خادمان کے زمرہ میں داخل ہو کر سعادت حقیقی کے  
مستحق بنے۔

آپ کا استقلال و استقامت ایسی تھی کہ گویا اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا  
فَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ کی مجسم تفسیر تھے۔ دوستوں کو بھی استقامت کے  
لئے بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے کہ استقامت بہ از کرامت ہے۔ راقم الحروف  
نے ایک کثیر زمانہ آپ کی خدمت میں بسر کیا اور واقعی دیکھا کہ ایسی استقامت و استقلال کہیں  
نظر نہیں آیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اصغر مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب اور  
فرزند اکبر حضرت مولانا مولوی عبدالغفر صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ ہر دو حضرات کے وصال پر بندہ  
موجود و حاضر تھا۔ ایسے فرمانبروار و تابع و معبود و مہربان فرزندوں کی وفات حسرت آیات  
پر جس قدر ایک ضعیف العمر والد کو رنج و صدمہ ہو سکتا ہے وہ ہر ایک فرد بشر جو صاحبِ ادا و  
بے جان مکتا اور اندازہ لگا سکتا ہے۔ مگر سبحان اللہ و بحمدہ خداوند کریم کے برگزیدہ بندگان  
کے استقلال و عمت اور استقامت۔ خود حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہر دو حضرات کا  
جنازہ پڑھایا۔ بدستور حسب معمول اپنے اوراد و وظائف جاری رکھے اور اوقاتِ عینہ  
پر ادا فرماتے رہے۔ پیارے فرزندوں اور جگر پاروں کی مفارقت کے ہجوم و غموم کی  
وجہ سے فدیہ بابر فرق نہ آنے دیا۔ واقعی استقامت ہو تو ایسی ہو۔ یقین اپنے خالق کے ساتھ  
بڑا محکم رکھتے تھے اور فرمایا کرتے کہ حق تعالیٰ نے رضا و یقین میں اپنی حکمت و جلال سے  
تازگی و فرحت رکھی ہے اور جناب بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرمایا ہے کہ مجھے امت سے کسی  
کسی بات کا فکر و اندیشہ سوائے ضعیف یقین کے نہیں۔ انسان جس قدر خالق کے ساتھ  
محکم یقین رکھتا ہے۔ اتنے ہی الغام و اکرام اس پر مزید ہوتے ہیں۔ خاسر نیم کا کمال۔ علم کی  
زیادتی۔ عقل کی تازگی اور حلم کی سنگستگی جیسی نعمتیں اسی یقین سے وابستہ ہیں۔ اور یقین



ہی انسان کو زمین سے عرش بریں پر پہنچا سکتا ہے۔ کیا خوب کہا ہے شاعر اقبال خوش  
مقال نے

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا ہو تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الایں پیدا  
دوسری جگہ اس یقین کی تعریف بدیں الفاظ کرتا ہے

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم ۛ جہاد زندگانی میں میت مرنے کی شمشیریں

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ درجہ کے متوکل علی اللہ تھے۔ مگر وہ توکل جس کو  
عوام الناس جہال نے توکل سمجھ رکھا ہے۔ کہ اپنا بیج بن کر بیٹھ رہنا اور ہاتھ پاؤں نہ ہلانا اور  
مثل جمادات کے بیکار ہو کر پڑ رہنا ایسی توکل کے آپ سخت خلاف تھے اور دوستوں کو  
ایسی توکل سے بڑی سختی سے منع فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ فرماتے کہ توکل کے معنی یہ ہیں کہ  
دلی بھروسہ خالق پر رکھا جاوے۔ یہ بھروسہ توحید پر مبنی ہے۔ اور یہ اس وقت حاصل ہو  
سکتا ہے جبکہ اس بات کا انسان کو پختہ یقین ہو جاوے۔ کہ فاعل حقیقی سوائے خداوند  
کریم کے کوئی نہیں۔ اور دنیا میں جو کچھ از قسم مخلوق و رزق عطا و حراماں حیات و موت  
تو نگری و مفلسی موجود ہے وہ اس فاعل حقیقی خداوند کریم کا پیدا کیا ہوا ہے جس کا کوئی شریک  
نہیں جب انسان کی سمجھ میں یہ پوری طرح آجائیگا تو پھر کوئی شبہ نہیں۔ کہ اس کے خوف  
و رجاء اعتماد و اعتبار کا مرجع وہی ایک ذات وحدہ لا شریک بن جائیگی۔ کیونکہ وہی فاعل یگانہ  
ہے تو اسکے ماسوا جو کچھ کسی فعل میں موثر ہے وہ باستقلال موثر نہیں۔ بلکہ خداوند کریم کا مطیع اور  
اسی کے زیر فرمان ہے۔ توکل تدبیر کے منافی نہیں اور ان اسباب کو کام میں لانا جو یقینی طور پر  
ایک شے کے ہونے یا نہ ہونے میں اثر رکھتے ہیں۔ خلاف توکل نہیں۔ مثال کے طور پر  
بیان کرتا ہوں کہ اگر کسی شخص کے سامنے روٹی پکا کر رکھی جاوے اور اس کو بھوک بھی ہو مگر  
وہ اس روٹی کی طرف ہاتھ نہ بڑھاوے اور کہے کہ میں متوکل ہوں۔ اور توکل میں کوشش کا  
ترک کرنا شرط ہے۔ تو اس کا یہ کہنا اور خیال جنون اور دیوانگی سے کم نہیں اور توکل سے اس  
کو کچھ مناسبت نہیں بلکہ اس نے خداوند کریم کی عادت و سنت کو نہیں پہچانا۔ اسی طرح اگر  
ایک شخص کیفیت نہ جوتے نہ بوتے۔ اور منتظر بیٹھ جاوے کہ خداوند ہی فضل پیدا کر لیا اور



کاٹ لوں گا۔ تو یہ بھی سراسر جہالت اور عادت الہی سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ اکثر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ توکل کے معنی سمجھانے اور ذہن نشین کرنے کے لئے اس اعرابی کی حکایت بیان فرمایا کرتے تھے۔ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا اور آپ کے استفسار پر کہا کہ اونٹنی کو توکل پر چھوڑ آیا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے اس کے گھٹنے کو باندھ اور بعد توکل پر چھوڑ کہ توکل تدبیر کے بعد ہے۔ اسی مضمون کو مولیناروم علیہ الرحمۃ نے یوں ادا فرمایا ہے ۵

گفت پیغمبر باوان بلند بر توکل زانوائے شتر بہ بند

غور و تدبیر اور تامل و تفکر میں بڑی دستگاہ تھی۔ اور دوستوں کو بھی فرمایا کرتے کہ دلوں کو غور و تدبیر کا عادی بناؤ۔ اور اکثر غور کیا کرو جو واقعات پیش آئیں ان سے عبرت حاصل کیا کرو۔ اور نتیجہ اخذ کیا کرو۔ گھڑی بھر غور و تفکر رات بھر نوافل پڑھنے سے افضل ہے مگر یاد رہے کہیں لغزش نہ کھانا۔ مخلوق کے حال میں غور و تفکر کرنا۔ خالق کی ذات میں غور نہ کرنا کہ انسانی ادراک اس کی ماہیت کو سمجھنے سے عاجز اور درماندہ ہے۔ اگر اس کی ذات میں غور و تفکر کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں اعلیٰ درجہ کا زہد تھا۔ زہد بھی جس کو حقیقی معنوں میں زہد کہا جاتا ہے نہ یہ کہ حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینا اور خدا و مال کو ضائع کرنا۔ بلکہ اصلی زہد یہ ہے کہ جو چیز تیرے قبضہ میں ہے اس پر تیرا بھروسہ اور اعتماد اس چیز سے زائد نہ ہو۔ جو خداوند کریم کے پاس ہے اور جو کچھ تجھ کو ملا ہے تیرا قلب اس پر قناعت کرے اگر تجھے اپنے سے اچھے اور متمول لوگ نظر آئیں تو اپنے سے کمتر لوگوں کی طرف خیال لیجانا چاہئے۔ اصل تو تگری دوسروں کے مال سے نگاہ ہٹالینا اور طمع سے بچنا ہے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے قانع تھے اور فرمایا کرتے کہ غنا کی دولت بغیر قناعت میسر و حاصل نہیں ہو سکتی اور قناعت ایسی دولت ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی جو شخص اپنے حصہ رزق پر قانع اور راضی نہیں اس کا عمل خدا تک رسائی نہیں پاتا۔ اور ایسا شخص کل جب خداوند کریم کے حضور میں حاضر ہوگا تو خالق کو اپنے اوپر ناخوش پائیگا



اس لئے جہاں تک ہو سکے قناعت حاصل کرو۔ آپ صابر ایسے تھے کہ بڑے بڑے مصائب اور مشکلات کے وقت نہایت اولوالعزمی سے ثابت قدم رہے یہ صبر کی حالت تنگدلی اور گراں خاطری سے نہیں ہوا کرتی تھی۔ بلکہ رضا اور نہایت کشادہ دلی کے ساتھ رہتے اور اکثر ایسی حالت میں اللہ عزوجل فی مصیبتی واخلف لی خیراً منہا پڑھا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ تمام امور اسی ذات پاک وحدہ لا شریک لہ کی مرضی کے تابع ہیں۔ اور علاوہ ازیں صبر کا بدل معیت الہی ہے۔ وہ یہ کہ إِنَّ اللہَ مَعَ الصَّابِرِینَ جب اپنے خالق و مالک کی معیت حاصل ہووے تو پھر اور کیا چاہئے۔ علاوہ ازیں صابر جب اپنے صبر میں پورا اترتا ہے تو رحمت الہی کے دروازے اسکے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔ رحم اور حلم و عفو جیسے اوصاف جو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والصفات میں دیکھے گئے فی زمانہ کہیں نظر نہ آئے۔ آپ فرماتے کہ ارشاد نبوی ہے تم زمین والوں پر رحم کرو۔ خداوند کریم تم پر رحم کر لیکہ حالی صاحب کا یہ شعر بھی فرمایا کرتے تھے

کردہر باقی تم اہل زمین پر خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر  
جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں یہ اخلاق حسنہ عملی طور پر دیکھے گئے۔ ایک مرتبہ جناب عید گاہ تشریف لے گئے۔ ایک کلنگ جس کی ایک ٹانگ لٹٹی ہوئی تھی۔ دیکھا اُس کو پکڑ کر اپنے کپڑے کی پٹی بنا کر اور ٹانگ شکستہ کو راست کر کے باندھ دیا اور پانی وغیرہ بھی پلایا۔ اور اڑا دیا۔ عرض کی گئی جناب مفت اور بے محنت شکار ہاتھ آیا تھا۔ ذبح کر کے کھا لیا جاتا۔ آپ نے فرمایا کہ مخلوق خدا پر رحم کرنا چاہئے۔ وہ پرندہ بیچارہ دراندازی اور مصیبت کی حالت میں دیکھ کر دل کو رنج پہنچا۔ اور خالق نے اُسے یہاں اسی لئے بھیجا یا کہ اس پر رحم کر کے اس کا علاج کیا جاوے۔ اس طرح ہمارے حضرت سیدنا خواجہ شاہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جنگل میں تشریف لیجا رہے تھے دیکھا کہ ایک کتیا چھوٹے چھوٹے بچوں کو لٹے بے تاب پڑی ہے بچوں کی محبت کی ماری کہیں جا نہیں سکتی۔ بھوک و پیاس سے نقابت اتنی ہو گئی کہ اُٹھتی ہے تو گر پڑتی ہے۔ یہ واقعہ دیکھ کر حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کو رحم آگیا آپ واپس بازار تشریف لے گئے پاس نقدی نہ تھی اپنی چادر مبارک نلبانی



کے پاس قیمت کے عوض رکھ کر کچھ روٹی کباب اور ایک آنچرہ پانی کالائے اور کتیا کے آگے رکھ کر خود اوب کے ساتھ مراتب ہو گئے۔ بس اسی فعل پر اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت عطا فرمائی جو برسوں کی عبادت سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جاندار پر رحم کرنا چاہئے کہ بڑے ثواب کا کام ہے۔

عفو و حلم کا یہ حال تھا کہ راولپنڈی شریف کے مغربی جانب اپنی زمین ہے جہاں زراعت کاشت کی جاتی ہے۔ ربیع کا فصل تھا۔ اور گندم خوب ہری بھری تھی۔ رات کو روزانہ چور کاٹ کر لے جاتے۔ اپنے دوست جو عید گاہ میں رہتے ہیں کچھ عرصہ رات کو دماں حفاظت کے لئے جاتے رہے۔ آخر کار ایک دن چور کو جبکہ وہ خود (ہری گندم) کاٹ کر اور باندھ کر چلنے لگا۔ پکڑا لیا۔ اور وہ بوجھ اٹھا کر اس کو مارتے مارتے آستانہ عالیہ کی جانب لے آئے۔ اور لا کر بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نوافل اشراق وغیرہ اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر اپنے حجرہ شریف سے نکلے تو معاملہ آپ کی خدمت میں پیش ہوا۔ دوستوں کو ملامت کی کہ اس غریب کو کیوں مارا۔ مارنا نہیں چاہئے تھا۔ اندر گھر سے روٹی منگائی اور اس چور کو کھائی۔ چوری کرنے کی وجہ اور نام و سکونت دریافت فرمایا۔ اور روٹی کھانے کے بعد اس کو کچھ نقد پیسے بھی دیئے۔ اور نصیحت فرمائی کہ بیٹا پھر چوری نہ کرنا یہ کام خدا کے نزدیک بہت بُرا ہے۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مانگ کر لینی چاہئے۔ ایسا بُرا فعل نہیں کرنا چاہئے۔ نصیحت کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح عید گاہ کے باغ میں سے رات کو گو بھی کی چوری ہوئی شروع ہو گئی۔ دوستوں نے راقم الحروف سے ذکر کیا۔ کیونکہ اُن دنوں میں جناب قبراہی الحرمین الشریفین حضرت مولانا و بالفضل اولینا قدوة السالکین و افتخار العارفین صاحبزادہ مولوی عبدالرحمن صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ راولپنڈی شریف برائے سیر و سیاحت کو ٹیٹا شریف لے گئے ہوئے تھے۔ بندہ نے عید گاہ کے دوستوں کو عرض کیا کہ رات کے وقت باری باری ذرا حفاظت رکھیں۔ بوقت سحر جب دوست تہجد ادا کرنے کے لئے اُٹھے تو چور جس نے گو بھی کاٹا ایک بڑی بوری بھری ہوئی تھی۔ اور واپس جا رہا تھا۔ دوستوں نے اُسے پکڑ لیا اور باندھ کر خوب مارا۔ اور بوقت صبح آکر راقم کو اطلاع دی بندہ نے جا کر چور کو



اپنے ہاتھ سے کھولا اور بمعہ مال مسروقہ تھانہ میں پہنچا دیا۔ واپس گھرا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نے اظہار ناراضگی فرمایا کہ وہ غریب اس فقیر کے ذریعہ تکلیف اٹھائیگا اور سزا پائیگا۔ یہ تم نے بہت بُرا کیا۔ جاؤ جا کر اُسے چھوڑ دو۔ بندہ نے عرض کی جناب مشکل ہے۔ چور موقعہ پر سے پکڑا ہوا اور مال موجود اور معاملہ پولیس میں جا چکا بھلا اب کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں تم جاؤ اور پولیس والوں کو کہد و چھوڑ دیں۔ بندہ نے دل میں خیال کیا کہ بھلا وہ کیسے اس معاملہ کو چھوڑ سکتے ہیں۔ خیر طوعاً و کرہاً تھانہ میں پہنچا۔ اور تھانہ دار سے سب تذکرہ کیا۔ اُس نے کہا یہ تو بہت مشکل ہے بندہ مرنے کہا۔ کہ ہاں واقعی آپ کے قانون کے مطابق تو بہت مشکل ہے مگر ادیاء اللہ کے خیال ہوتے ہیں۔ حضرت صاحب اس معاملہ میں ناراض ہوئے اور بڑی تاکید سے بندہ کو بھیجا کہ تو نے اس غریب کو تھانہ میں پہنچا یا اب تو ہی جاؤ اور پولیس والوں سے چھوڑا۔ تھانہ دار بیچارہ خود اٹھا اور پہلے آکر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے فرمان کی تصدیق کر کے پھر تھانہ میں گیا۔ چور اور گوبھی کی بوری زیر نگرانی پولیس حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچائے گئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چور سے پوچھا کہ تو کہاں کا رہنے والا اور کیا کام کرتا ہے۔ اُس نے بتایا کہ علاقہ کوہ مری کے رہنے والا ہوں۔ اور یہاں تالاب مائی ویرو سے تھوڑا آگے مانیائی کی دوکان کرتا ہوں۔ کام کار نرم ہے جس کی وجہ سے ایسے فعل کا مرتکب ہوا ہوں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گھر سے روٹی منگو کر کھلائی اور نقد چار آنے بھی دیئے اور اس کے حق میں بہتری و برکت کی دعا فرمائی۔ اسے بھی نصیحت کی کہ غمان نہ پڑھا کر د۔ اور ذکر الہی کیا کر د۔ خداوند کریم تمہارے کاروبار میں برکت بخشے گا۔ یہ چوری کا کام بہت بُرا ہے پھر ایسا نہ کرنا۔

تواضع میں یہ حال تھا۔ کہ فرماتے جب جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی کہ بعد از خدا بزرگ توئی کی شان والے سید پیشرو کو ارشاد ہوتا ہے واخفض جناحتک للمؤمنین تو بھلا ہماری کیا ہستی۔ جو شخص محض خدا کے واسطے کسی کی تواضع کرتا ہے خداوند کریم اس کو رفعت و بزرگی عطا فرماتا ہے اور جو اس کے خلاف کرتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ



کی ذات بھی پست کرتی ہے۔ بندہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک دفعہ بابو فیض احمد شیشن  
 ماسٹر سرکاری طور پر آنکھوں کے معائنہ کے لئے ریلوے ہسپتال میں حاضر ہو نیکے لئے  
 آئے اور رات عید گاہ میں ہے صبح کو نیکے انہوں نے ہسپتال میں حاضر ہونا تھا۔ آٹھ بجے جب کہ  
 حضرت صاحب نوافل اشراق وغیرہ سے فارغ ہوئے تو بابو صاحب موصوف بھی زیارت  
 کیلئے حاضر ہو گئے۔ اور دعا بھی کرائی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ذرا  
 ٹھہر جاؤ میں اندر سے ہو کر آتا ہوں۔ مگر بابو صاحب نے بات نہ سمجھی اور حضرت صاحب کے  
 اندرون خانہ تشریف لیجانے کے بعد ہسپتال کی حاضری کیلئے روانہ ہو گئے۔ تین چار منٹ گزر گئے  
 کے بعد جناب ردی لیکر اندر سے باہر تشریف لائے اور بابو فیض احمد صاحب کی نسبت دریافت  
 فرمایا۔ اور آواز دی بابو فیض احمد۔ عرض کی گئی کہ جناب وہ تو آپ کے تشریف لیجانے کے بعد علی ہی  
 چلے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بندہ خدا میں نے جو کہا تھا میرے آنے تک ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں  
 محمد زمان کو حکم فرمایا کہ سائیکل لیکر جاؤ اور ان کو بلا لاؤ ردی تو کھا جائیں تمام دن بھوکے رہیں گے محمد زمان گیا  
 اور جامع مسجد سے تھوڑا اکے جا کر بابو صاحب موصوف کو ملا اور بتایا کہ حضور عالی ردی لیکر انتظار  
 فرما رہے ہیں۔ جب بابو فیض احمد واپس آئے تو دیکھا کہ حضور ویسے ہی ردی اٹھائے کھڑے  
 انتظار فرما رہے ہیں۔ بابو صاحب موصوف نے معذرت اور معافی چاہی کہ جناب بڑی غلطی  
 ہوئی۔ میں آپ کا ارشاد نہ سمجھا اور حضور کو خواہ مخواہ تکلیف ہوئی۔ آپ نے فرمایا خیر یہ تو کوئی  
 تکلیف نہیں۔ مان یہ واقعی فقیر کیلئے تکلیف تھی کہ تم سارا دن بھوکے رہتے۔ مروت و مدارات  
 کے متعلق تو مبصدا تھا تھ کنگن کو آر سی کیا۔ بجائے کچھ لکھنے کے عملی طور پر ملاحظہ و معائنہ کیا  
 جاسکتا ہے۔ عید گاہ کے فقر اور ویش جنہوں نے محض وجہ اللہ اپنے گھر بار اور خویش و اقربا کو خیر و کھیر  
 اصحاب صفہ کی یاد کو تازہ کیا ہوا ہے یہ تمام حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مروت و مدارات کا نتیجہ ہے۔ خود  
 تبار عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے کہ فی اللہ و ستوا کی خدمت کرنیکا ایسا ثواب ہوتا  
 ہے جیسے فرائض کے ادا کرنا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں تشدید فرماتے اور تمام عمر اس فرائض خداوندی  
 پر ایسے حسن طریق سے عاقل سے کہ آج تک جو عروج و کمال اور خوبی و شائستگی آپ کے سلسلہ کو حاصل ہے  
 وہ تمام سراسر اس کا نتیجہ و ثمر ہے اللہم زد فزود۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ امر بالمعروف اور



نہی عن المنکر بھی جہاد ہے۔ اور امر حق کے اظہار کرنے میں کسی کے خوف کو خاطر میں نہ لاؤ۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کریمانہ سے یہ بھی تھا کہ باوجود ظاہری و باطنی دمانی و مدبری اور چشم بصیرت رکھنے کے کوئی کام ہوتا تو وہ دستوں سے مشورہ فرما لیتے۔ اگر عرض کیا جاتا کہ جناب آپ تو بہت بہتر جانتے ہیں بھلا ہمارے جیسے نادانوں سے مشورہ کی کیا ضرورت تو آپ فرمایا کرتے کہ مشورہ مستحب امر ہے ہمارے اقلے نامدار جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جو کام کرتے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ضرور مشورہ لیتے۔ قرآن مجید میں بھی اس طرح ارشاد ہے۔ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ يَعْنِي وہ لگ جہنوں قبول کیا واسطے اپنے رب کے یا ایمان لائے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع بن گئے اور نمازیں پڑھیں ان کا کام آپس میں ہمیشہ مشورہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایسے عمدہ اور مستحسن امر کو آبیوں چھوڑا جاوے اور اس میں بہت بہتری ہوتی ہے۔ اسلئے جو کام کرنا ہو اس میں اپنے ہی خواہوں سے مشورہ ضرور لے لینا چاہئے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جیاد شرم دیکھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ فرماتے کہ جو شخص انسانوں سے شرم نہیں کرتا وہ خدا سے بھی شرم نہیں کرے گا۔ اور خداوند کریم شرم و حیا یہ ہے کہ باحفت رہو کوئی بُرا خیال بھی نہ لے دماغ میں پیدا نہ ہو۔ موت و فنا کو یاد رکھو آخرت کی طلب میں لگے ہو آرائش دنیائے دُور سے بچو۔ جناب حضرت صاحب شہرت کو پسند نہ فرماتے تھے جسکے متعلق ایک شخص معتقد دوست کی چند سطور نقل کر دیتا ہوں وہ صاحب لکھتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ جناب حضرت حافظ جیسا کہ ان احسانات اور عنایات باطنی کا جو مجھ گنہگار پر باطنی طور پر فرما رہے ہیں کچھ ذکر کروں اور آپ کے ایام سفر حجاز کی عنایات باطنیہ کمال لکھوں جو میں نے چشم خود دیکھی ہیں یا مجھ سپر گزری ہیں مگر میرے اس ارادے حضرت قبلہ نے آگاہ ہو کر فرمایا کہ میری بابت کبھی کوئی ایسی بات نہ لکھا جسے میری ذات کی نسبت لوگوں کو کسی قسم کا خیال پیدا ہو یا میری شہرت کا موجب میرے نفس کی تازگی کا باعث ہو۔ بلا حضرت صاحب نے فرمایا۔ من اثم کم و انعم اور جناب نے بتا کر یہ بھی فرمایا اگر تم ایسا کر گئے تو پھر میں تم سے ناراض ہوں گا چنانچہ میں حضرت صاحب کے حکم کی تعمیل کر کے ان تصرفات باطنیہ اور خوارق عادات و کرامات کے لکھنے اور بیان کرنے سے اپنی قلم کو روکتا ہوں اور زبان کو بند کرتا ہوں مگر یہ تو میں ہلاتا رہ دو عرض کر دنگ۔ کہ حضرت قبلہ عالم حافظ جیسا کی ذات بابرکات اس وقت بہت بڑی اور غیر متفرقہ نعمت ہے جس نے مشکل المزاجی کے تحت میں بھی لکھا ہے اور یہی محمول پسندی تھی کہ شجرہ شریف میں اپنا



اہم گرامی نہیں پڑھنے دیتے تھے اور یہی جنول پسندی تھی کہ اپنی حیات میں اپنے سوانحیات مرتب نہیں کرنے دیے اگر کبھی تذکرہ ہوا بھی تو فراتے میں جو کچھ ہوں جانتا ہوں اس کام کو پہنچنے دو۔ اگر عرض کیجاتی کہ حضور مقدرین اور طالبین کیلئے اور بالخصوص آئندہ نسلوں کے لئے بزرگان دین کے حالات مشعل راہ ہدایت ہوتے ہیں تو فرماتے میری زندگی میں رہنے دو۔ بعد میں گرضند کریم کو منظور ہوا تو وہ خود ہی وقت پر یہ کام کرایا لگا۔

ایشا خالق نے آپکی ذات میں کچھ ایسا ودیعت فرمایا ہوا تھا کہ ہمیشہ دوستوں کو اپنی ذات پر مقدم رکھتے ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ ہمیشہ راقم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ روٹی جب تک تمام مہمان اور دوست و خدام نہ کھالیتے خود تناول نہ فرماتے بلکہ خود بنفس نفیس دوستوں اور تمام خادموں کو روٹی کھاتے اور ان کے کھالینے کے بعد خود ماحضر تناول فرماتے۔ بارہا ایسا ہوتا کہ پہلے جو دوست موجود ہوتے اور گھر کیلئے روٹی تیار ہوتی۔ عین وقت تناول اور مہمان آجاتے گھر کیلئے جو روٹی ہوتی وہ مہمانوں کو کھل دیتے۔ اور گھولے اجانس اور ان کا انتظام جلنے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سب کو کھلا پلا کر جب فراغت پاتے اور خور روٹی تناول فرمانے لگتے۔ تو کوئی ایسا دوست آجاتا جس نے ریل گاڑی پر جلدی پہنچنا ہوتا تو خود تناول فرمانا چھوڑ دیتے اور اس دوست کو روٹی کھلا دیتے۔ خود ویسے ہی گزارہ کر لیتے۔ فیاض ایسے تھے کہ کبھی کسی سائل کو محروم نہ رکھا۔ بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ کوئی سائل آیا۔ اور اس کے متعلق آپ کی خدمت میں اگر کسی نے عرض بھی کر دی کہ جناب ان لوگوں نے در یوزہ گری کو پیشہ بنا لیا ہے تو آپ فرماتے خداوند کریم ان پر نور عم پر رحم فرماوے اور اس دنیا کی حقیقت آشکارا کرے۔ کیا کروں و اما السائل فلو تنصرا کا ارشاد سامنے آجاتا ہے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کریمانہ کا بیان ایک بحر ناپید کنار نظر آتا ہے احاطہ تحریر میں لانے سے عاجز آکر اب ایک مختصر سی بات پر ختم کرتا ہوں جیسے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صحیفہ زندگی کا صفحہ صفحہ ہر قسم کے اخلاق حسنہ سے مملو و لبریز نظر آتا ہے ویسے ہی اس خالق کون و مکان نے آپکی کتاب زندگی سے عجب و تکبر اور خود پسندی، ہمت جھٹی، زبان طراری، خصوصیت، مجادلہ، شہادت، مکر و فریب، غیبت، لعن طعن، نخس، تعلق و چاپلوسی، مزاحی، خوشامد پسندی، بخل و حسد، ظلم و تعدی، حرص و طمع، طول امل اور فکر باطل، گیانی



و تجسس۔ تکلف۔ انرا طاریب و زیست کے تمام اخلاق ذمہ کو محو کر بالکل پاک و صاف بنا دیا تھا۔ یہ بالغ نہیں بلکہ واقعی حقیقت ہے جو سب پر آشکارا و ظاہر ہے اور جس کو وہ تمام لوگ کہ جنہوں نے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے بلا لحاظ مذہب و ملت تسلیم کرتے اور ملتے ہیں۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ کبشد خداے بخشندہ  
ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

بالخصوص تمام یارانِ طریقت اور بالعموم مجاہدِ اہل اسلام کی خدمت میں مخلصانہ و مؤدبانہ گزارش ہے کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگیوں اور اخلاقِ حسنہ کے بیان کو نیکی جیسا کہ حق ہے ہرگز طاقت اور یدار نہیں یہ جو کچھ آپ کے مکارمِ اخلاق اور مبارک عادات یا طریقِ عبادات کے متعلق لکھا گیا ہے محض اسلئے کہ ان حالات کے پڑھنے والے لوگ اولیاءِ اللہ اور بالخصوص سیدنا مولانا غوث احمد انی قطب ربانی جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کے پورے دل کے میدان میں لگائیں اور دلِ جان سے اس طریق پر عمل پیرا ہو کر سعادت دارین کے مستحق بنجائیں۔ اولیاءِ اللہ کی دوستی و محبت اور انکی پیروی تمام نیکیوں کی سردار اور عالی درجات پر پہنچانوالی بلکہ اپنے خالق سے ملانوالی ہوتی ہے اور یہی محبت و دوستی اور پیروی نادار مفلسوں کیلئے بڑا قیمتی سرمایہ اور تہید ستوں کیلئے اعلیٰ و اکمل متاع ہے اور خاص کر ہمارے طریقہ انیقہ نقشبندیہ مجددیہ میں طالبِ کمال سلوک شیخ مقتدا کی تقلید اور پیروی پر منحصر ہے۔ پس ضروری ہے واسطے طالبانِ حق کے کہ بہتین جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میں غامی ہو کر اور آپ کی پیروی پر کار بند رہ کر آپ کے اخلاقِ حمیدہ سے متصف اور آراستہ ہونے کی کوشش رکھیں انشاء اللہ تعالیٰ بفضلِ خداوند کریم اس محبت اور اتباعِ پیشوا کے طفیل دونوں جہان میں سعادت مند اور مقبول ہونگے۔ اولیائے کرام کے حالات لکھنے اور شائع کرنے سے اصلی فرض و غایت ہے یہی ہوا کرتی ہے کہ ناظرین و قارئین بغور و خوض پڑھ کر ان پر عمل کریں۔ نہ یہ کہ سرسری ذرا ہ سے دیکھ کر اپنا وقت بھی ضائع اور لکھنے والے کی محنت کو برباد کر ڈالیں۔ اس موضوع کو اس شعر پر ختم کیا ہوں۔

دادیم تراز گنج مقصود نشان ماگر نہ رسیدیم تو شاید برسی



# کلمات طیبات

فرمایا۔ اعمال کی صحت و قبولیت اخلاص نیت پر منحصر ہے ہر ایک آدمی اپنے عمل سے اسی نتیجہ کا حقدار ہوتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہو۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کا ارشاد بھی نیت میں خلوص پیدا کرنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تمام اعمال میں نیت معتبر ہے اسلئے بڑا ضروری ہے کہ اخلاص نیت حاصل کرنے کی کوشش کچھ دیر نہ بغیر کے اعمال حق تعالیٰ کے نزدیک ہرگز موجب ثواب نہیں ہو سکتے۔ غور و تدبر کر نیے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص نیت ذرا مشکل سا کام ہے کیونکہ اس میں سب سے اول نفس کو قابو کرنا پڑتا ہے۔ اسلئے کہ ہوائے نفسانی جو کہ اندہ دلی رہنما ہے اس سے چٹکارا نفس کو قابو کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اکثر انسان کو جو علم خود یقین ہوتا ہے کہ وہ ریا نہیں کرتا مگر حق یہ ہے کہ بدوں فضل ایزدی اس غیر محسوس مرض سے بچنا کمال ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ریا کی رفتار انسانی طبائع میں ایسی غیر محسوس شے ہے کہ ہر ایک شخص کو اس کا پتہ لگنا بھی بہت مشکل ہے۔ بہر حال ریا اور اخلاص ہرگز یکجا جمع نہیں ہو سکتے۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا فعل اور عمل محض حق تعالیٰ کے لئے ہو۔ اس میں کسی قسم کی نمود و غرض نہ ہو۔ کسی پر دباؤ یا اور کوئی دنیاوی فائدہ بالواسطہ یا بلاواسطہ متصور نہ ہو۔ جب عمل اس ضروری شرط یعنی اخلاص نیت کے ساتھ پورا کیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں بھی اسکی قدردان عزت اور وقعت ہوتی ہے۔ دوستو! اپنی نیتوں کو خالصاً لوجہ اللہ بناؤ یعنی ایسی کہ جس میں کسی قسم کی آمیزش ہو ایسی نیت اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول بندوں سے مخصوص ہوتی ہے جو مَخْلُصِينَ لَهُ الدِّينِ کی جماعت میں داخل ہیں۔ انسان خالص الایمان تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ اسکے تمام معاملات اور عبادات حق تعالیٰ کی رضامندی اور تقویٰ کی نیت پر مبنی ہوں۔ یہ پختہ بات ہے کہ جس عبادت میں اخلاص نیت نہیں وہ عبادت حقیقت میں عبادت ہی نہیں بلکہ محض ایک عادت ہے۔ اور وہ بھی بے سود ہے۔

فرمایا۔ شریعت حقہ کی بڑے ذوق و شوق اور احتیاط سے پابندی کرو۔ اور اس پر ہمیشہ ثابت قدم رہو۔ کیونکہ شریعت حقہ ہی حیات ابدی کا ذریعہ ہے نیز اس شریعت حقہ کی پابندی امراض باطنی کا ازالہ کرتی ہے۔ آئینہ دل جب مسوائے اللہ کے رنگار سے رنگا ہو جائے تو اس رنگار کو دور کرنے والی بہترین چیز شریعت حقہ کی پابندی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جسے اس نعمت عظمیٰ کا شرف حاصل ہوا۔

فرمایا۔ ایک دن جبکہ باوا میرا تہجد جی جو راولپنڈی میں دہریوں کا سرگرم ہے۔ اور باوجود دہریہ ہونیکے



جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کا بھی قائل ہے اور اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ اسکی عادت ہے کہ جب حاضر ہوتا تو کوئی نہ کوئی مسکدہ ہریت کا چھڑو لیتا تھا خداوند تعالیٰ نے انسان کے دل کو اس طرح کا بنایا ہے کہ خود بخود اس کو معلوم ہوتا رہتا ہے کہ خدا ہے اور ایکلا وحدہ لا شریک ہے۔ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہے اور نہ کسی سمجھانے کی حاجت۔ انسان کا سر اسکی قوت علی اور باطن آپ کے آپ کو ہی دیتا ہے اور یہ خیال خود بخود اس کے دل سے پیدا ہوتا ہے۔ غرض انسان کی فطرت میں خدا اور اس کے تمام صفات کا تسلیم کرنا داخل ہے۔ ان میں جو سعید ازلی ہوتے ہیں وہ تو اشاروں ہی میں اپنے مقصود کو پا جاتے ہیں۔ اللہ شفی و بہت کچھ دن تو راہ پر لگ جلتے ہیں مگر ان پر کچھ ایسا شیطان مسلط اور سوار ہے کہ تھوڑے ہی دنوں بعد صراط مستقیم کو چھوڑ کر پھر ضلالت میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۝

**فرمایا۔** قلبی امراض بہت پُخطر اور ہلک ہوتے ہیں جس قدر یہ زیادہ پُخطر ہیں اسی قدر اس کے مریض بھی زیادہ ہیں چنانچہ جسمانی بیمار ہزار میں سے ایک آدھ ہوتا ہے لیکن قلبی بیمار ہزار میں سے نو سو تک ہوتے ہیں۔ یاد رکھو کہ جس کا قلب سلیم ہو گا۔ وہی نجات اور مخلصی پائیگا جس طرح جسمانی مرض کی علامت کھانے پینے کی رغبت کا کم ہونا ہے۔ اسی طرح دلی مرض کی علامت بھی اُس کی غذا یعنی ذکر اللہ کی طرف کم مائل ہونا ہے جس طرح خدا کا اور خدا کے بغیر بہن قائم نہیں رہ سکتا ہے۔ اسی طرح دل بھی حق تعالیٰ کی محبت و عشق اور ذکر بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اطمینان قلبی ذکر الہی سے حاصل ہوتا ہے اور اسی ذکر کے ساتھ ہی دل قلب سلیم ہو سکتا ہے جو شخص ذکر الہی میں زندگی بسر نہیں کرتا اس کا دل مرنے والا ہے ۝

**فرمایا۔** طالب اللہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ سعادت کے تین اصولوں پر محبت و استقلال کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اول طاعت ذکر اللہ کی کسی حال میں بھی ذکر الہی سے غافل نہ رہے۔ دوم نفس امارہ کی مخالفت رکھے تاکہ حرص و ہوا کم ہو جاوے۔ اور نفس امارہ مطیع بن جاوے۔ یہاں تک کہ ذکر الہی سے باز نہ رکھے تیسرا اصول موافقت حدود شرعیہ۔ ایسی موافقت کرے کہ تمام حرکات و سکنات ظاہری اور تمام خیالات اور افکار باطنی میں شرعی حدود اور سنن و آداب کو ملحوظ رکھے جب ان تین اصولوں کی پابندی نصیب ہو جاوے تو پھر بفضل خداوند کریم دل سراسر ذکر ہو جاتا ہے۔ اور تمام اعضا فرمانبردار اور نفسانی صفات مغلوب ہو جاتی ہیں۔ اور ظاہر و باطن آباد ہو جلتے ہیں ۝



**فرمایا۔** دنیاوی کار و بار بقدر کفاف کر لینا۔ کہ جس کی وجہ سے خود اپنے آپ اور اپنے اہل و عیال کو غیر کی احتیاج سے بچایا جاوے۔ یہ بھی عبادت میں داخل ہے۔ مگر اس قدر دنیا کی محبت میں مت ڈوبو۔ کہ آخرت اند اس کے بادشاہ کو بھی بھول جاؤ۔ ایک دن مرنا ہے سب غور و تکبر بیماری میں فنا ہو جاتا ہے۔ اور موت کے وقت تو سب امراء بھی مفلس و محتاج ہو کر مرتے ہیں۔ چند روز کا عیش و راصل عیش ہی نہیں۔ بلکہ غلبہ خیالات و توہمات سے اس چند روزہ دنیا کو دارالقرار سمجھ رکھا ہے۔ حقیقت میں یہ ایک مسافرخانہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے صفات اور کمالات کو ایسا ذہن نشین اور مضبوط کر لو۔ کہ کسی وقت بھی اس سے غفلت نہ ہو۔ اس کا حکم سب احکام سے مقدم سمجھو اور سب سے پہلے اس کا کام کرو۔ تمام عالم میں وہی تو ہے اور سب اسی کے سہارے چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ اسی کی قدرت اسی کی قوت اسی کا انعام اسی کا فیض اسی کا سب کچھ پھر اس کو چھوڑ کر دوسری طرف جو جاوے اس سے بڑھ کر کون نادان ہے؟

**فرمایا۔** طالب کو چاہئے۔ کہ جب ارباب جمعیت کی صحبت میں حاضر ہو اس وقت ارادہ ناکر نہ کرے کیونکہ غرض ذکر سے اس نسبت کا حاصل ہونا ہے۔ فقیہ کی دانست میں جب ان بزرگوں اور علما کی خدمت میں جائے تو دل کو لفظی ذکر اور حدیث نفسی دونوں سے بچا دے۔ سیدنا مرشدنا جناب حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ان حضرات یعنی ارباب جمعیت کی صحبت میں خاموشی کلام کرنے سے نافع تر ہے۔ کیونکہ ہر کلام سے حدیث نفسی حاصل ہوتی ہے۔ اور فیض الہی ہرگز منقطع نہیں ہوتا۔ اس سے منقطع ہو جاتا ہے۔ علاوہ بریں جن لوگوں کو دوام حضور حاصل ہے۔ ان باتوں کو سن کر ان کا دل پریشان ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک شخص مطالعہ کتاب میں مشغول ہے اور دوسرا شخص آکر آواز سے اس کے آگے بولنے لگے تو ضرور اس کتاب پڑھنے والے کا دل پریشان ہو گا۔ پس ان کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث نفسی سے محترز رہے۔ اور ابتدا میں ایسے شخصوں سے جہاں تک ہو سکے ملے جن پر یہ نسبت غالب ہو۔ ورنہ غیر نسبت والے خواہ کیسے ہی متقی زاہد مولوی حافظ کیوں نہ ہوں ان سے سوائے نقصان کچھ حاصل نہیں۔ فقیہ کی اس سے یہ مراد نہیں کہ زہد و تقویٰ وغیرہ بذات خود مستحق دنیا ہد کے لئے فائدہ مند نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے



کہ ان لوگوں پر زہد و تقویٰ غالب ہے۔ یہ طالب بیچارہ مبتدعی۔ اس کو ان کی صحبت میں وہی نسبت زہد و تقویٰ حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اس مطلوبہ نسبت سے جو کہ سب نسبتوں سے شریف و لطیف تر ہے رہ جائے گا۔

**فرمایا۔** طریقہ خواجگان قدس اللہ سرہم میں بندگان خدا کی خدمت بجالانی اور ان کو راحت پہنچانی ذکر و مراقبہ پر مقدم ہے۔ عبادات و نوافل فی اللہ محبت اور خدمت خلق کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اکثر لوگ راہ خدا میں بہت مجاہدہ کرنے سے بھی منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں لیکن مجھے ایک راہ خدا تک پہنچنے کی بہت سہل معلوم ہوئی ہے اور وہ خلق کی خدمت ہے۔ اس میں گوشہ نشینی چاہئے۔ شاید کسی صاحب دل کے دل میں گھر ہو جائے اور اس دل سے کہ نظر گاہ حق ہے کچھ حقیقت مل جائے۔

خود را بشکن کہ بت شکستن اینست      بگذر ز خودی ز قید رستن اینست  
در گوشہ خاطر عزیزاں جاکن      در مذہب ما گوشہ نشستن اینست

**فرمایا۔** طالب صادق کے لئے ضروری اور لازمی ہے کہ ہر حال میں روئے دل اپنے شیخ و مرشد کی طرف رکھے اور جو کچھ کہیں سے بھی حاصل ہو۔ اپنے شیخ کی توجہ سے جلتے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ ایک روز ایک شخص کی طرف مخاطب ہو کر بسبیل تمثیل فرماتے گئے کہ اگر خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ کی صحبت میں تجھ کو نسبت حاصل ہو۔ اور پھر کسی بزرگ سے مل کر کچھ حاصل ہو تو کیا سمجھے گا۔ یہ سوال کر نیکی بعد خود ہی فرمایا۔ تجھ کو چاہئے کہ اس کو بھی خواجہ صاحب ہی کی نسبت سمجھے۔

ایک روز ایک مرید حضرت قطب الدین حیدرؒ کا شیخ شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں چلا آیا۔ جب اس کو بھوک لگی تو اپنے پیشوا کے شہر کی طرف رخ کر کے کہنے لگا۔ شئی اللہ قطب الدین حیدر شیخ علیہ الرحمۃ سمجھ گئے۔ ایک مرید کو اشارہ کیا وہ کھانا لے کر گیا۔ جب کھا چکا پھر اسی طرف منہ کر کے کہا۔ الحمد للہ قطب الدین حیدر آپ ہم کو ہر جگہ ہر حال میں یاد رکھتے ہیں۔ جب مرید حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا کیا کہتا تھا۔ کہنے لگا۔ یہ عجب آدمی ہے۔ کھانا آپ کا کھاتا ہے۔ شکر قطب الدین حیدر کا بجالانا،



شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا طریق مریدی کا کوئی اس سے سیکھے کہ غارِ اودا باطنِ جہاں سے فیض اُٹھاتا ہے اپنے ہی پیر کی طرف سمجھتا ہے الغرض اپنی ذات کو اپنے شیخ کی محبت سوا ہر چیز خالی کر دے۔ اور اس کے فیض کا منتظر رہے۔ یہاں تک کہ فیض آنے لگے ۔

فرمایا۔ لوگ درویشی کو کچھ اور سمجھتے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک درویشی کی حقیقت یہ ہے۔ کمتر از کم شوا اگر داری بسر۔ ایں طریقہ کا طمان است اے بسر۔ نیز فرمایا۔ شعر۔

تو دروگم شو کمال اینست و بس تو مشوا صلا وصال اینست و بس

فرمایا۔ جوانی کے دنوں میں ذکر و وعظ پر خوب دل لگتا تھا۔ اور سیر کرنے کو بھی جی چاہتا تھا۔ کہ دُور دُور ملک میں جا کر اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کریں۔ لیکن اب ضعیفی آگئی جسم کمزور ہو گیا ہے۔ سفر کی ہمت نہیں رہی۔ لیکن دل میں وہی شوق اور ولولہ موجزن ہے۔ اور خلقِ خدا کے حق میں یہاں تک شفقت و محبت آتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنا ولی بنالے۔ مگر یہ اس کا اختیار ہے۔ باوجود جسمانی کمزوری کے روحانیت یہاں تک ترقی کر گئی ہے۔ کہ اکثر وفاتِ یزین باوجود اس قدر فرخ ہونے کے ایک قدم دکھائی دیتی ہے۔ اور باطنی نظر تھوڑے عرصہ میں ہر جگہ کام کر آتی ہے۔ یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

فرمایا۔ ہم سے جہاں تک ہو سکا اپنی طاقت کے بموجب شریعت حقہ کی اتباع کا خیال رکھا ہے ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ راولپنڈی میں ایک غیر شرع فقیہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کا جنازہ ہمارے گھر کے سامنے سے لے جا رہے تھے۔ جنازہ دیکھ کر خیال آیا۔ کہ چل کر اس کا جنازہ پڑھیں۔ مگر جب ان شام آدمیوں کو دیکھا جو اس کے جنازہ کے ساتھ تھے۔ تو وہ سب بھنگی۔ چرسی۔ غیر شرع تھے۔ اس واسطے ارادہ رہ گیا۔ اور خیال آیا۔ کہ اگر اس کا جنازہ پڑھا تو لوگ کچھ کی کچھ باتیں بنائینگے پھر دل میں آیا۔ کہ نہیں ضرور جنازہ میں شامل ہونا چاہئے۔ پھر یہی خیال مانع ہوا۔ پاس ہی پیر صاحب کے وعظ کی کتاب فیوضِ یزدانی موجود تھی خیال آیا۔ کہ اس سے فال پکڑیں۔ جو پیر صاحب فرماویں گے عمل کیا جاویگا۔ جب کتاب کو کھولا۔ اور سات ورق گن کر اسکی



ساتویں سطر کو پڑھا۔ تو اس پر یہ لکھا نظر آیا۔ کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاویں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کی طرف مہربانی کی نظر نہ فرماویگا۔ یہ پڑھ کر اس کے جنازہ میں شامل نہ ہوئے۔

فرمایا۔ بعض لوگ اعتراض کے طور پر کہتے ہیں کہ فقیر کیا بناتے ہیں۔ بیشک ٹھیک ہے فقیر کچھ نہیں بناتے۔ بنانے والا اور ہدایت دینے والا وہی ہے۔ لیکن چونکہ یہ عالم اسباب ہے اسباب کے ساتھ اس کی حکمت کام کرتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ رازق ہے مگر رزق کے اسباب پیدا کر دئے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روزی دیتا ہے۔ اسی طرح ہادی بھی وہی ہے۔ مگر جس کو ہدایت دینا پاتا ہے۔ اہل اللہ کے ذریعہ دیتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کرام کچھ اور بنانے کے لئے نہیں آئے۔ بلکہ ہدایت کے لئے آئے ہیں۔

ایک دفعہ دوستوں کی مجلس میں فرمایا۔ کہ رازق مطلق وہی واحد حقیقی ہے۔ جو سب کو رزق پہنچا رہا ہے۔ اس کی تقسیم میں کسی قسم کا فرق نہیں آتا۔ اس کے حکم کے تابع کوئی گلی کوچوں میں پھر کر احد کوئی دکانوں میں بیٹھ کر اور کوئی کسی پیٹے یا ملازمت کے ذریعے اپنا نصیب و مقدمہ لے رہا ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے دھن میں لگا رہتا ہے۔ کیا مجال کہ اس کے حکم سے سر پیر سکے۔ اور اس کے امر کے سوا کسی کو کچھ دے سکے۔

فرمایا۔ ایک شرک اور کفر ظاہر ہے۔ اور ایک خفی نظام شرک و کفر کو ہر شخص جانتا ہے۔ باطنی اور خفی شرک و کفر یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر پر بھروسہ نہ کرے۔ اس اسباب پر ہی اعتماد رکھے اور مسبب الاسباب پر بھروسہ نہ کرے۔ ہاں اسباب کو اپنے مقصد کے حصول میں واسطہ غیر مقصود سمجھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت اسباب کے ہر ذرہ میں اپنا کام کرتی ہے۔ اور اس کے نظام عظیم قائم ہے۔ ورنہ وہ مالک حقیقی بغیر اسباب کے بھی جو کچھ چاہے کر سکتا ہے۔ خالص توحید یہی ہے۔ کہ درمیان سے اسباب کو ہر ذرہ اٹھ جائے۔ اور فاعل حقیقی پر نظر ہو جائے۔ یہ مقام بلند انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خاصانِ خدا و اولیاء عظام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور انہی کا حصہ ہے۔ ان کے اتہاع سے اہل بھی جس کو اللہ تعالیٰ چاہے کچھ حصہ عطا فرمادیتا ہے۔ یہ محض اس کا فضل ہے۔



فرمایا۔ دشمن ہمیشہ اس گھات میں لگا رہتا ہے۔ کہ اپنے حریف کی جان اور مال کو نقصان پہنچا۔ انسان کے دو بھاری دشمن نفس امارہ اور شیطان ہیں۔ وہ بھی اس گھات میں لگے رہتے ہیں کہ سالک مومن کے جان اور مال کو نقصان پہنچائیں۔ جان کا نقصان تو یہ ہے۔ کہ اس کو ذکر اور عبادت سے فافل کر کے گناہوں میں مبتلا کریں۔ اور ایسے امور میں مشغول کریں جس سے اس کے ایمان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور مالی نقصان یہ ہے۔ کہ اعمال صالحہ سے جو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا موجب ہیں۔ اس کو خسار الدنیا والاخرہ بنا کر دنیا سے نامراد جانا پڑے۔ اس لئے ضروری ہے کہ نفس اور شیطان کے مکروں سے واقف ہوتا رہے۔ یہ بات سوائے اہل اللہ کی مجلس کے حاصل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نفس اور شیطان کے مکروں سے بچائے۔

فرمایا۔ اب دل میں آتا ہے۔ گناہی تعلقات بھی مخلوق خدا سے منتقل کر دوں۔ اور حجرہ کے اندر خلوت میں بیٹھ رہوں۔ اور کسی سے میل جول۔ آمد و رفت نہ رکھوں۔ مگر کیا کروں۔ خالق کی مرضی نہیں۔ اس نے چند امور میرے حوالہ کئے ہیں۔ جن کے لئے مجھے مجبوراً تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح خالق کی مرضی۔ اگر وہ راضی ہو جائے۔ تو یہی سعادت دارین ہے۔ ورنہ کیا میں اور کیا میری طاقت۔ اللہ تعالیٰ جس سے کام لینا چاہتا ہے۔ اس کو چن لیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

فرمایا۔ مرید کا رابطہ اپنے شیخ کے ساتھ جس قدر قوی ہوگا۔ اسی قدر اس پر فیوض و برکات کا فیضان ہوگا۔ اور معرفت زیادہ ہوگی۔ ذکر و عبادت میں سستی نہ آئے گی۔ فنا فی الشیخ ہونا ہی عین فنا فی اللہ ہے۔ مگر یہ نعمت کسی قسمت والے کو ملتی ہے۔ اور جس قدر رابطہ اور محبت کم ہوگی۔ اسی قدر مرید میں سستی اور بے لذتی پیدا ہوگی۔ جو معرفت اور ترقی رابطہ سے ہوتی ہے۔ وہ کسی اور شے سے نہیں ہوتی ظاہری علم حواہ کستہ ہی حاصل ہو۔ امراض قلبی دور نہیں ہو سکتیں۔ جب تک کسی شیخ سے رابطہ نہ ہو۔ جو لوگ رابطہ کو شرک کہتے ہیں۔ غلطی پر ہیں۔ رابطہ مرید کے لئے زمینہ ہے۔ جس کے ذریعہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ جب تک مرید کامل و مکمل نہ ہو جائے۔ شیخ کی ضرورت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا پس شیخ کے ساتھ رابطہ پیدا کرنا چاہئے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

رابطہ کیا ہے یہ عینک ہے۔ نور وحدت جس سے آتا ہے نظر



ایک بار حضور نے فرمایا کہ اب قیامت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ یسوعی و فجور اور  
 بدعتی کا زور ہے۔ علماء بدعتی اور بدعمل ماورقرا فاسق اور غیر شرع ہوتے جاتے ہیں۔  
 اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ کہ ابھی نیک لوگ دنیا میں موجود ہیں۔ مگر تھوڑے ہیں۔ اور دن بدن کمی  
 ہوتی جاتی ہے۔ جو نیک وجود دنیا سے گم ہو جاتا ہے۔ اس کا نعم البدل مشکل سے میسر ہوتا ہے  
 ڈر ہی لگتا ہے۔ کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ خاتمہ کس طرح کرتے ہیں۔ پھر حضور نے فرمایا کہ آؤ سب دوست  
 دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمام مسلمانوں کا خاتمہ ایمان کے ساتھ کرے۔ پھر فرمایا۔ کہ  
 بعض لوگ خاص موقعوں اور خاص سفروں میں بھی مکر و فریب سے باز نہیں آتے۔ پھر حضور نے ایک  
 حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب ہم حج کے سفر میں جہاز میں بیٹھ گئے۔ ہمارے پڑوس میں ایک شخص تھا۔  
 جو مع اپنی بیوی کے حج کے لئے جا رہا تھا۔ جہاز پر سوار ہوتے وقت نہ اس نے اپنا ٹکٹ خریدا اور  
 نہ اپنی بیوی کا۔ اپنی بیوی کو بسترے کی طرح باندھ کر جہاز میں لے گیا۔ اور اپنی نسبت کہا۔ کہ  
 میں ایک دوست کو ملنے اور رخصت کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ پھر جہاز سے باہر نہ نکلا۔ جب جہاز  
 سے اترنے کا وقت آیا۔ اور ٹکٹ لینے کے لئے افسر جہاز میں آگئے۔ تو ٹٹی میں چھپ گیا۔ اور  
 جہاز سے ویسے ہی باہر نکل گیا۔ اس کا یہ حال دیکھ کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ بلکہ  
 دوران سفر جہاز میں اس کا یہ حال رہا۔ کہ ہم نے ایک دن قیمہ اور ساگ پکایا۔ اتنے میں نماز کا  
 وقت آگیا۔ ہم نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتے رہے اور وہ ہمارا قیمہ اور ساگ چوری چوری  
 کھا تا رہا۔ دیکھنے پر اس کو بہت ملامت کی۔ جس پر وہ بہت شرمندہ ہوا۔ اور معافی مانگی۔ ایسے لوگ  
 حج سے کیا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

فرمایا۔ مدت سے دلی آرزو تھی۔ کہ مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ  
 کا اردو ترجمہ ہو جائے۔ کیونکہ اس کی فارسی اور عربی بہت مشکل ہے۔ اور مضامین اس سے بھی  
 زیادہ دقیق اور عام فہم سے بالاتر ہیں۔ الحمد للہ کہ یہ آرزو پوری ہو گئی۔ اور حضرت مجدد الف  
 ثانی قدس سرہ کی روح خوش ہو گئی۔ اور مقامات و سلوک مجددی روز روشن کی طرح واضح  
 ہو گئے۔ اور کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہا۔ پھر حضور نے فرمایا کہ ایک دفعہ واقعہ میں کیا دیکھتے  
 ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ رونق افروز ہیں۔ اور حضور کے حلقہ میں اور بہت سے



اولیاء اللہ حاضر ہیں۔ ان میں سے ایک شخص ایک کتاب سنارٹا ہے۔ اور سب سن رہے ہیں۔  
 تھوڑی دیر کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے پاس سے ایک کتاب اس کو دی۔ اور فرمایا  
 کہ لو۔ اب ہماری کتاب کو پڑھ کر سناؤ۔ جب وہ پڑھنے لگا۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ حضور عالی۔  
 یہ تو حضور ہی کے مکتوب شریف ہیں۔ حضور نے نہایت ہی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور بڑے سرور  
 کے ساتھ سنتے رہے۔ حضور قدس سرہ کی روحانی قبولیت کا ہی اثر ہے۔ کہ مکتوبات شریف  
 کا اردو ترجمہ نہایت ہی مقبول عام و خاص ہو گیا ہے۔ اور چاروں سلسلوں کے بزرگ ان کے  
 فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

ایک دن حضرت صاحب اپنے فرزند ارجمند مولوی عبدالرحیم صاحب مرحوم و مغفور کے  
 صاحبزادہ منظور الہی سلمہ رباً کو قرآن مجید کا سبق پڑھا رہے تھے۔ چند دوست بھی مجلس میں  
 حاضر تھے۔ سبق سے فارغ ہو کر صاحبزادہ صاحب کو بطور نصیحت کے فرمایا۔ کہ بیٹا۔ جہان تک  
 ہو سکے۔ ہزاری لڑکوں سے الگ رہنا چاہئے۔ ان کا طریقہ ہر دم لڑائی جھگڑا۔ گالی اور کجواں  
 ہے۔ ان کی صحبت میں چال چلن خراب ہو جاتا ہے۔ اور دل کی حالت بگڑ جاتی ہے۔ پھر حضور  
 نے مثال کے طور پر ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ  
 دریائے وجہ پر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک چھوٹا سا لڑکا دریا کے کنارے بیٹھا رو رہا ہے۔ سید  
 الطائفہؒ نے اس سے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ حضرت دوزخ کے در سے  
 رو رہا ہوں۔ فرمایا۔ کہ تو ابھی چھوٹا بچہ ہے۔ مکلف نہیں ہے۔ عرض کیا کہ حضرت جو کچھ آپ فرما  
 رہے ہیں۔ بیشک درست اور سچا ہے۔ لیکن میں ہر روز دیکھتا ہوں۔ کہ جب میری والدہ آگ جلاتی  
 ہے۔ تو پہلے چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کو آگ لگاتی ہے۔ پھر بڑی لکڑیوں کو آگ لگتی ہے۔ تو ڈرتا ہوں  
 کہ میں بھی دوزخ کی چھوٹی لکڑیوں سے نہ ہو جاؤں۔ پھر فرمایا کہ سابقہ زمانہ میں بچوں کا یہ حال  
 تھا۔ اور اس زمانہ میں یہ حال ہے۔ کہ عمر بھر میں دوزخ کے ڈر اور خوف خدا سے کبھی رونا نہیں  
 آتا۔ دنیا کے مال سے اگر کوئی کوڑی بھی گم ہو جاوے۔ تو اس کا افسوس کئی دن تک نہیں جاتا  
 اگر نماز و ذکر و عبادت وغیرہ دینی امور ضائع ہو جاویں۔ اور قیمتی عمر بیہودہ لہو و لعب میں بسر ہو جائے  
 تو کبھی افسوس نہیں ہوتا۔ یہی دل کی قساوت اور شقاوت کا باعث ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔



فرمایا۔ مومن کو صرف دین کا غم کھانا چاہئے۔ کیونکہ دنیا کی چیز اگر ضائع ہو جائے تو اس جیسی یا اس سے بہتر یا اس سے ناقص چیز کامل جانا ممکن ہے۔ مگر جو دین کا کام خواہ کس قدر ہی کم ہو اگر ضائع ہو جاوے گا۔ تو تمام عمر اس کی تلافی و تدارک مشکل ہے۔ کیونکہ گزرا ہوا وقت پھر واپس نہیں آتا۔ اسی واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس شخص کو صرف ایک ہی غم یعنی دین کا غم لاحق اور غالب ہو۔ اللہ تعالیٰ دوسرے غموں سے اس کو کفایت کرے گا فرمایا۔ جس طرح ہر ایک دنیا دار اپنے اپنے کام میں ترقی کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ کل کی نسبت برج مجھے زیادہ نفع اور فائدہ ہو۔ اسی طرح سالک کو بھی لازم ہے۔ کہ کوشش کرتا ہے کہ کل کی نسبت آج اس کی زیادہ ترقی ہو۔ سالک کو کوئی وقت بھی غفلت میں بسر کرنا نہیں چاہیے ورنہ خسارہ اشیائے گدار اور قیامت کے دن پھٹائیے گا۔ حدیث میں آیا ہے۔ من استوی یوساہ فہو مغبون۔ جس شخص کے دونوں یعنی آج کا اور کل کا برابر ہیں، وہ گھاٹے میں ہے۔ نیز فرمایا کہ وہ بہت ہی بے باک آدمی ہے۔ کہ جس کی عمر تھوڑی ہے۔ مگر اس کے اعمال صالحہ بکثرت ہیں اور بے نصیب وہ آدمی ہے جس کی عمر تو بہت ہے۔ مگر اس کے اعمال صالحہ بہت کم ہیں۔ پس جہاں تک ہو سکے سالک کو غافل نہیں رہنا چاہئے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر۔

یک چشم زون غافل ازاں ماہ نہاشم      شام کہ نگاہے کند آگاہ نہاشم

فرمایا۔ مجتہدی کو فرض نمازوں کے سوا باقی اوقات ذکر الہی میں بسر کرنا چاہئے۔ جب تک ذکر رکھ رہا ہے اور سلطان الاذکار تک نہ پہنچ جائے۔ نوافل و مستحب میں مشغول نہ ہونا چاہئے فرمایا۔ اس راہ میں تصنع اور بناوٹ نہیں چلتی۔ اور نہ ہی کوئی حیلہ و بہانہ کام آتا ہے۔ جب تک ظاہر احکام شرعی سے اور باطن آداب طریقت سے آراستہ ہوا ہے۔ اس راہ میں چلنا مشکل ہے۔ شعر۔

کار مردان روشنی و گرمی است      کار دونان حیلہ و بے شرمی است

فرمایا۔ رویش کے لئے دو ملتندوں۔ عورتوں۔ مردوں۔ غیر شرع فقروں۔ اور اہل سنت و جماعت علماء و فقہاء کے مخالف اور بدعتی گروہوں کی مجلس اور صحبت زہر قاتل ہے۔ مرید کو فروعی مسائل میں بھی اپنے پیشوا کی تقلید کرنی چاہئے۔ اسی میں اس کی سعادت و ارین اور ترقی



ہے۔ خالق سب کو راہ راست چلنے کی توفیق عطا فرماوے۔

فرمایا کہ دوستوں کو دنیا کے کام میں بھی نیت خالص لوجہ اللہ اور دینی غرض مد نظر رکھنی چاہئے مثلاً اگر کوئی دوست شہر میں کوئی سودا وغیرہ خریدنے کے لئے آئے تو اس کی یہ نیت ہونی چاہئے کہ کسی اللہ تعالیٰ کے مقبول اور برگزیدہ فی اللہ دوست یا اپنے پیشوا کی زیارت کروں گا۔ اس زیارت و ملاقات کے ضمن میں سوداؤ خریداری جاویگا۔ اور دینی سودا بھی بہت نفع کا حاصل ہوگا۔ کہ جسوقت وہ اپنے گھر سے روانہ ہوگا ایک ایک قدم کے بدلے اس کے عمل میں نیکی لکھی جاوے گی۔ اور ایک ایک رات صاف ہوگی۔ اور جب وہ آپس میں خوشی خوشی ملاقات کریں گے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ گویا دین کے حصول میں دنیا کا حصول وابستہ ہے۔ اسی مضمون پر ایک دفعہ ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بزرگ اپنے کسی مرید کے ہاں تشریف لگئے۔ مرید نے ان کے لئے ایک صاف اور ستھر مکان تیار کیا ہوا تھا۔ اس میں انہوں نے قیام فرمایا۔ پھر اس مرید سے پوچھا کہ یہ مکان تو نے کیوں بنایا۔ اس نے عرض کیا کہ حضور اس لئے کہ حضور جیسے بزرگ لوگ آکر یہاں قیام فرمائیں۔ اور مجھے ثواب ہو۔ فرمایا۔ یہ تمہاری نیت بہت اچھی ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ یہ درجہ اس طرف کیوں رکھا ہے۔ عرض کیا۔ اس لئے کہ روشنی اور ہوا آتی رہے۔ فرمایا۔ کہ یہ نیت تو نے بھی نہیں کی۔ تمہیں یہ نیت کہ فی چاہئے تھی۔ کہ اس درجہ سے اذان کی آواز سنا کر دوں گا۔ اور روشنی اور ہوا تو خود بخود آجاتی غرض مومن کی ہر کام میں نیت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہونی چاہئے۔

فرمایا کہ طالب کو اللہ تعالیٰ کا شاہد اور حضور ایسا حاصل کرنا چاہئے۔ کہ اٹھنے بیٹھنے چلتے پھرتے اسی خیال کو ملحوظ رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں میرے ہر فعل پر مطلع ہے۔ اس طریق سے طالب بہت جلدی ترقی کر جاتا ہے۔ فرمایا کہ جب میں ابتدا میں ابھی دکان پر کام کرتا تھا۔ یہ حضور اور شاہد بہت غالب ہو گیا تھا۔

فرمایا کہ انسان عبادت اور ذکر الہی کو ایک فضول اور بیکاروں کا کام سمجھتا ہے۔ اور دنیاوی کاروبار کی اصل مقصود جانتا ہے۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ بلکہ کعبہ بیٹ سے لے کر مرتے دم تک کی ضروریات انسانی کا اللہ تعالیٰ مشغول ہے۔ اور حسب ضرورت اپنے وقت پر مہیا کرتا



ہاتا ہے۔ مگر آخرت کا معاملہ انسان کی اپنی سعی اور کوشش پر موقوف رکھا ہے۔ اور یہی انسانی  
ویدائش سے مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق رفیق فرمائے۔

فرمایا کہ مبتدی کو اول اول عبادت و ذکر الہی کا بھی خوب مزہ آتا ہے۔ اور بہت ذوق  
و شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دنیاوی اسباب و زریب و زینت بھی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ پھر  
ان دونوں طرفوں میں سے جس طرف کی محبت غالب آجائے۔ اسی طرف کھینچا جاتا ہے۔

فرمایا کہ جس شخص کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی رضا ہو۔ ضرور اللہ تعالیٰ  
اس کے حال پر مہربانی فرماتا ہے۔ اور اس کو ضائع نہیں چھوڑتا۔ جو شخص دروازہ کھڑکھڑاتا  
ہے۔ ایک دن اس کے لئے دروازہ کھل جائیگا۔ من دق الباب فقد فتح کسی نے کیا  
اچھا کہا ہے۔ شعر۔

عاشق کہ شد کریا رہا لش نظر نہ کرو اے خواجہ دنیست و گرنہ طیب بہت  
فرمایا۔ اے میرے دوستو۔ یہ نسبت اور محبت جو تمہارے سینوں میں ڈال دی گئی ہے  
اس کی حفاظت کرو۔ تاکہ پھلے پھولے اور پھل وے۔ اور بعض دوست جو میلے کھیلے کپڑوں  
والے نظر آتے ہیں۔ ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھو ان کے سینے اللہ تعالیٰ  
کے ذکر اور نور سے لبریز ہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر۔

خاکسارانِ جہاں را بمقارنت منکر تو چہ دانی کہ دریں گرو سوارے باشد  
فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو راضی اور خوش کرنے کی کوشش کرو۔ یہی  
رضا مندی ہے جہاں میں سرخروئی اور عزت کا باعث ہے۔ خدا تعالیٰ کو ناراض کرنا اور  
خویش و اقارب اور دنیا داروں کو خوش کرنا دونوں جہاں میں ذلت اور خواری کا باعث ہے  
نیز مخلوق تو کسی حال میں بھی راضی نہیں ہو سکتی۔

آپ نے ایک دفعہ ایک دوست کو ایک کتاب مطالعہ کے لئے عنایت فرمائی۔ اس  
دوست نے عرض کیا کہ جناب اس کا ہدیہ کیا ہے۔ فرمایا کہ دل۔ اس نے عرض کیا کہ جناب دل  
تو دے چکا ہوں۔ جناب نے فرمایا کہ ابھی نہیں۔ جب دل دو گئے تو معلوم ہو جاویگا۔ ہم لوگ  
دل کے حکیم ہیں۔ دل کی نبض کو تاڑ جاتے ہیں۔ طریقت کا معاملہ دل پر ہی موقوف ہے۔ جب



تم پورے طور پر دل دو گئے ہمیں بھی معلوم ہو جائیگا۔ اور تم کو بھی پتہ لگ جائیگا۔  
فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے دروازہ پر کھڑا ہو کر اس کی مخلوق کو اس  
کی طرف اور اس کی جنت کی طرف بلاتا ہوں۔ مگر افسوس کہ لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں  
اور سمجھتے نہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

فرمایا کہ ہر شے پر خواہ النج کی قسم ہو خواہ میوہ کی قسم سے اس پر اس کے کھانے والے  
کا نام لکھا ہوتا ہے۔ خواہ وہ چیز کہاں پیدا ہو۔ اور اس کا کھانے والا کہاں ہوا پنے وقت  
پر۔ وہ چیز کھانے والے تک پہنچ جاوے گی۔ یا کھانے والا وہاں پہنچ جاوے گا۔ یہ راز اللہ تعالیٰ  
کو معلوم ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔ شعر

بدر ہر دانہ بنو شتہ عیاں      ہست این رزق فلاں ابن فلاں

رمایا کہ عبادت کے دو پر ہیں۔ جن سے عبادت آسمان کی طرف اڑتی ہے۔ ایک  
اکل حلال۔ دوسرا صدق مقال یعنی حلال کھانا اور سچ بولنا۔ حلال کی باسی اور خشک روٹی  
میں وہ لذت اور مزا ہوتا ہے۔ جو انسان کے دل کو عبادت پر آمادہ کر دیتا ہے۔ اور حرام  
میں سراسر ظلمت بلکہ ایمان کا زوال ہے۔ اور سچ بولنا ہر حال میں نجات کا باعث ہے۔ اور  
جھوٹ ہاک کر دیتا ہے۔ اکل حلال کے متعلق آپ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ مولانا فضل  
الرحمن صاحب مرحوم کے ایک خلیفہ صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے بیان کیا کہ  
مولانا صاحب کے مرید اکثر غریب اور مزدوری پیشہ لوگ ہی تھے۔ ایک مرید جنگل سے ایک  
گٹھ لکڑیوں کا لاتا اور بیچ کر اس سے گزارہ کرتا۔ ایک دن اس نے عرض کیا کہ جناب میں  
آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ مگر صرف جناب کی یا جناب کے خلیفہ صاحب کی۔ اس سے  
زیادہ کی مجھ میں طاقت نہیں۔ مولانا صاحب نے منظور فرمائی۔ اس دن وہ دو گٹھے لکڑیوں کے  
لایا۔ اور ایک سے دعوت کا سامان کیا۔ جب مولانا صاحب اور میں دعوت کھانے کو گئے۔  
اس نے روٹی اور مسور کی دال پکاٹی تھی۔ اور اس میں گھی اچھا ڈالا ہوا تھا۔ خلیفہ صاحب نے  
فرمایا۔ حافظ صاحب۔ اس سادہ اور حلال روٹی میں وہ لذت تھی۔ کہ آج تک وہ لذت نہیں  
گئی یہی دل چاہتا تھا۔ کہ تمام رات ذکر و مراقبہ و عبادت میں گزاریں۔ ذکر کا نور ہر گھڑی

لے آپ گنج مراد آباد کے رہنے والے خاندان نقشبندی کے ایک متاثرہ بزرگ اور جناب قبلہ عالم حضرت کے مخلص دوست و معتقد تھے۔



زیادہ زیادہ ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ روقِ حلال نصیب کرے۔ اور حرام سے بچا دے۔  
 فرمایا۔ کہ نماز تہجد کی اچھی طرح حفاظت کیا کرو۔ اس نماز سے نفس راہِ راست پر  
 آجاتا ہے۔ سلف صالحین اس نماز کو اصل اصول سمجھتے تھے۔ اور اگر کسی دن نماز تہجد میں  
 سستی واقع ہوتی یا قضا ہو جاتی تو اس کا تدارک کرتے تاکہ پھر نفس سستی نہ کرے۔ فرمایا  
 کہ ہمارے ایک دوست بہت شب بیدار تھے۔ جس رات نماز تہجد میں سستی واقع ہوئی  
 یا قضا ہو جاتی۔ تو اس روز روزہ رکھ لیتے۔ اور اس طرح نفس کی سستی دور کرتے کیونکہ نفس  
 پر نماز تہجد کھڑا ہونا آسان ہے۔ اور روزہ رکھنا مشکل ہے۔ اور نفس ہمیشہ آسان کام کی  
 طرف جاتا ہے۔

فرمایا۔ انسان جتنی تواضع اور خدمت اور غلامی اپنے اہل و عیال اور خویش و اقارب  
 کی کرتا ہے۔ اگر اتنی اپنے خالق اور مولا کریم کی کرے۔ تو کہیں کا کہیں پہنچ جاوے۔ مگر کیا کیا  
 ہر شخص کا فکر یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

فرمایا۔ کہ طریقہ علیہ نقشبندیہ دوسرے طریقوں پر اس لئے فضیلت رکھتا ہے۔ کہ اس  
 میں سنت کا اتہام ہے۔ اور بدعات سے اجتناب۔ اور اس کی بنا شیخ کی محبت اور صحبت پر  
 ہے۔ محب میں جس قدر محبوب کی محبت زیادہ ہوگی۔ اتنے ہی زیادہ محبوب کے اخلاق ظاہری  
 و باطنی اس میں بطریق جذب و انجذاب و انعکاس پیدا ہونگے۔ اور یہ طریق بعینہ اصحاب کرام  
 رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے۔ اور تمام موصل الی اللہ راستوں سے زیادہ نزدیک  
 اور آسان بھی ہے۔

فرمایا۔ کہ قرآن مجید کی تلاوت کا جب ہی لطف آتا ہے۔ کہ اس کو ایسے تدبر اور تفکر  
 سے پڑھا جاوے۔ کہ وعدہ کی آیت پر بقلا اور وعید کی آیت پر فنا کی حالت طاری ہو جائے۔  
 یعنی قرآن مجید اس کی استعداد کے موافق اس کا حال بن جائے۔ اور قال سے نکل جائے۔  
 نکلا ہے۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک دوست سورہ مزمل پڑھ  
 رہا تھا۔ جب اس آیت پر پہنچا۔ اِنَّ لَنَا اَنْكَالًا وَجَحِيْمًا ذَا غُصَّةٍ وَوَعْدًا اَبًا  
 الْيَمَاطِ۔ تو امام صاحب کا رنگ بدل گیا۔ سانس رک گیا۔ جیسے کسی نے کلا گھونٹ دیا۔ یہوش



ہو کر گر پڑے۔ دیر کے بعد ہوش آئی۔ کبھی کبھی ہمارا بھی ایسا ہی حال ہوتا تھا۔ افسوس کہ اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مگر قرآن مجید ویسے ہی جوان ہے۔

فرمایا۔ کہ جس طرح آفتاب کی گرمی آتشی شیشے کے بغیر روٹی کو جلا نہیں سکتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم کے عشق و محبت کی آگ شیخ کی محبت و عشق کے بغیر طالب کے دل میں شعلہ نہیں مارتی۔ جو لوگ ضرورت شیخ کے منکر ہیں۔ وہ کیا جانیں وہ اس بازار میں داخل ہی نہیں ہوئے۔ اگر وہ اس بازار کی سیر کریں۔ تو ان کے دل کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔

فرمایا۔ لَا صَلَوةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ۔ حضور قلب کے بغیر نماز کامل نہیں۔ جب اول اول نمازیں نذر آئے لگتا ہے۔ تو کبھی یہ حضور آتا ہے کبھی نہیں۔ مگر جب یہ حضہ اس کا حال بن جاتا ہے۔ تو پھر حضور دائمی ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جس وقت نماز میں اللہ تعالیٰ کو قلبی رویت سے اپنے سامنے دیکھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ہیبت اس کے دل پر غالب آکر تمام خطرات کو دل سے نکال دیتی ہے۔ اور نمازی کو دنیا و مافیہا سے نکال کر دوسرے عالم میں لے جاتی ہے۔ اور کمال استغراق اور بخودی میں اس کو وہ لذت آتی ہے۔ جس کا بیان وہی شخص جانتا ہے۔ جو ایسی نماز ادا کرتا ہو۔ دوسرے کیا جانیں۔ اس کا حال اس شعر کے مصداق ہو جاتا ہے۔ شعرا

شب بہ تاب ہاؤ خوش لب و ریاضنم و ربر کجا دانند حال ما غریبتان تموجہا  
فرمایا۔ کہ امراض قلبی میں سے دو مرضیں اس قسم کی ہیں۔ جو تمام امراض کی جڑ ہیں۔ اگر ان کا علاج ہو جائے۔ تو باقی تمام امراض دور ہو جاتے ہیں۔ ایک خود بینی۔ دوسرے بد بینی۔ جہاں تک ہو سکے ان کا علاج کرنا چاہئے۔ ان مرضوں کا علاج نہ تو جسمانی امراض کے حکیم و طبیب کر سکتے ہیں۔ نہ علماء و ظاہر۔ کیونکہ وہ خود ان امراض میں گرفتار ہیں۔ بلکہ ان امراض کی شفا اللہ تعالیٰ نے علماء ربانی اور اہل اللہ و شیوخ کامل و مکمل کے ہاتھوں میں اور ان کے نفوس پاک میں رکھی ہے۔ جو ان امراض سے شفا چاہتا ہے۔ وہ روحانی حکیموں کو تلاش کرے۔ اور ان کا غلام بنے۔



فرمایا کہ اَلدُّعَاءُ خَيْرُ الْعِبَادَةِ - دُعا عبادت کا مغز اور اصل ہے۔ مگر دعا کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں وہ دل اور ہاتھ اور وجود پیش نہ کرو۔ جو سراپا گناہوں میں تھرا ہوا ہو۔ بلکہ پاک ہاتھ اور دل سے اس کے حضور میں دعا کرو۔ تاکہ جلدی قبول ہو۔ اگر تم ایسے نہیں۔ تو پھر ان لوگوں سے توسل اور تعلق پیدا کرو جن کا ہال ہال اللہ تعالیٰ کے ذکر اور محبت سے پاک و صاف ہو چکا ہے۔ اور ان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب اور معیت حاصل ہے۔ ان کے دل کو اپنے اوپر مہربان کرو۔ تاکہ وہ تمہارے لئے دعا کریں۔ کہ قبول راز و نیاز شد بخن۔

فرمایا کہ انسان فطرت میں مقلد پیدا کیا گیا ہے۔ مگر افسوس کہ بُروں کی صحبت میں بیٹھ کر ان کے بُرے افعال کی تقلید میں تمام عمر بے با ذکر کے دونوں جہان کی ذلت اور خواری مول لے لیتا ہے۔ کیوں نہیں نیک لوگوں کی اور ان کے نیک اعمال کی تقلید کرتا۔ کہ دونوں جہان کی عزت اور آبرو حاصل ہو۔

فرمایا طالب کو لازم ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ اور محاسبہ کرتا رہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ یہ غافل ہو جائے۔ اور نفس موقعہ پا کر اس کو ہلاکت میں ڈال دے۔ نفس بڑا مکار ہے ہر دم گھات میں لگا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچاوے۔

فرمایا کہ دوستوں کو آپس میں فی اللہ محبت ہونی چاہئے۔ کوئی دنیاوی غرض درمیان نہ ہو۔ اور اس محبت کا نئے درجہ یہ ہے کہ اپنے فی اللہ بھائی کے عیب ڈھانپے اور اس کے ہنر کو ظاہر کرے۔ بلکہ دوسرے دوست کو سہا ہنر اور اپنے آپ کو سراپا عیب و نقص تصور کرے۔

فرمایا جب دوست خواجگانِ قدس سرہم کا شجرہ شریف پڑھتے ہیں۔ اور اس میں میرا نام بھی جیتے ہیں۔ تو اپنی حالت کو دیکھ کر شرمندہ ہونا پڑتا ہے کہ ایسے پاک وجودوں کے زمرہ میں کیا میری ہستی۔ مگر یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خریداروں میں سے جیسا بڑھیا عورت کا حال یاد آجاتا ہے۔ تو دل کو تسلی آ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ خریداروں کی صف میں تو میں۔ اُجِبْتُ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ۔ لَعَلَّ اللّٰهُ يَرْزُقُنِي صِلَاحًا۔



تہجد میں صالحین کو دست رکھتا ہوں گے خود ان میں سے نہیں تقریباً کہ اللہ تعالیٰ انکے فضل مجھے بھی صلاحیت عطا فرمائے  
 فرمایا کہ ابتداء حال میں اہل دل اور اہل حال بزرگوں کی کتابوں کا از حد شوق تھا احیاء  
 العلوم مشنوی مولانا روم اور تحفۃ العاشقین ہر وقت مطالعہ میں رہتی تھیں۔ ان سے بہت فائدہ  
 ہوا۔ احیاء العلوم سے نہایت ہی مستفید ہوا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ میرے کتابی  
 پیر ہیں۔ ان کی میں نے کئی دفعہ خواب میں بھی زیارت کی ہے۔ کمال شفقت فرماتے رہے۔  
 اور روحانی فیوض و برکات سے ممنون فرماتے رہے۔

فرمایا۔ بعض اوقات حد سے زیادہ مغلسی اور تنگدستی کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ کاذ  
 الْفَقْرَانِ يَكُونُ كُفْرًا مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچا دے۔ اسی واسطے مبتدی  
 متاہل کے لئے لازم ہے۔ کہ وجہ معاش کے اسباب کا پابند رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا  
 امر آجاوے۔

فرمایا کہ صبح کی نماز کے بعد اشرق تک مراقبہ میں مشغول رہنا ترقیات کا موجب  
 ہے۔ اس واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص صبح  
 کی نماز کے بعد تنہا گوشہ میں بیٹھ کر خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے۔ اور کوئی دنیا کی کلام  
 نہ کرے۔ پھر جب سورج ابھی طرح نکل آئے۔ تو اشراق کے نفل ادا کرے۔ اس کو حج اور  
 عمرہ قبول ہوئے ہوئے کا ثواب ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ اس قیمتی وقت کو ضائع  
 نہیں کرتے۔ ہمارے اس کی بہت حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ کہ اس نے ہمارے  
 دوستوں کو ایسے عمدہ وقت میں مراقبہ و ذکر کی توفیق عنایت فرمائی ہے۔

فرمایا کہ جس شخص کی صحبت میں تمہارے دل میں دنیا کی محبت اور خواہشات نفسانی  
 غالب آئیں۔ اس کی صحبت کو زہر قاتل سمجھو۔ اور اس سے بچو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور جس  
 کسی کی مجلس میں خدایا آئے۔ دنیا کی محبت سے دل سرد ہو۔ آخرت کا شوق بڑھے۔ اس  
 کی مجلس کو لازم پکڑو۔ وہ اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ اس سے دونوں جہان کے فائدے حاصل  
 ہوں گے۔

فرمایا کہ نماز تہجد تلاوت قرآن مجید۔ تنہائی میں ذکر کے وقت رونا اور زاری کرنا۔



عاشقان الہی کے لئے سرمایہ ہے۔ اس کی وہی لذت جانتا ہے۔ جو اس درد میں مبتلا ہو۔ دوسرا کیا جانتا ہے۔ وہ نہایت اعلیٰ چیز ہے۔ مولانا عطار فرماتے ہیں۔  
 کفر کا فراودین دین۔ اررا ذرہ دروے دل عطار را  
 فرمایا۔ کہ ظاہری باطنی انعام اور کمال جس کسی کو ملا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور ان کی محبت۔ اور ان کے دروازہ سے ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اور سب دروازے بند کر دیئے ہیں۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھلا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ملنا چاہتا ہے۔ اس کو اس دروازے سے گزرنا چاہئے۔ ورنہ محال ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

محال است سعدی کہ راہ صفا توں رفت جز ورپے مصطفیٰ  
 فرمایا۔ کہ یہ جو ہا وافرید شکر گنج کے متعلق مشہور ہے۔ کہ کچے دھاگے سے کنوئیں میں لٹکے رہے۔ اُس کچے دھاگے سے پیشوا کی محبت مراد ہے۔ پیشوا کی محبت ہی سے سب کام درست ہوتے ہیں۔ اگر یہ لوٹ گئی۔ تو پھر ایسے کنوئیں میں گرتا ہے جس سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں سے جو پیشوا کی طرف سے بدظن کریں۔ دور بھاگنا چاہئے فرمایا۔ کہ مومن کو دنیاوی مال و اسباب سے بڑھ کر اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہئے۔ اور اس کو فانی دنیا کے بدلے بیچنا نہ چاہئے۔ ایمان بہت اعلیٰ اور باقی رہنے والی دولت ہے۔ اسی پر سارا دار و مدار ہے۔ اگر یہ دولت دشمن لوٹ کر لے گیا۔ تو پھر کچھ بھی نہیں۔ سارے جہان کی بادشاہی کی قیمت ایک رائی کے دانہ جتنے ایمان کی قیمت بھی نہیں ہو سکتی۔

فرمایا۔ کہ دعا کا مانگنا اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک قوی رابطہ ہے اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ اگر قبول ہو گئی تو بہتر ورنہ آخرت کا ذخیرہ بن جائیگی۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے فضول اور بیہودہ امر کی دعا نہ کرے۔ اس کی عظمت اور جلالت اور کبریائی کو مد نظر رکھ کر اس کی شان کے شایاں دعا مانگے اس کی بارگاہ میں کسی شے کی کمی نہیں ہے۔ مگر جس قدر کسی کو ضرورت ہو۔ اور اس کے



لئے بہتر ہو۔ عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی بہتری ان سے زیادہ جانتا ہے۔  
 فرمایا یا اگر کسی دوست سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ تو اتنا ہی کرے۔ کہ تھوڑا سا وقت  
 صبح کی نماز کے بعد اور تھوڑا سا وقت عصر یا شام کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کر لیا کرے  
 اس طرح کرنے سے اللہ تعالیٰ درمیانی شب یا روزی اوقات کو ذکر ہی میں شامل کر لیتا ہے  
 اور اس کا نام ولیوں میں داخل کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

فرمایا۔ کہ ذکر کو صرف اسی قدر کھانا چاہئے جس سے عبادت کرنے کی طاقت پیدا  
 ہو۔ اتنا نہ کھائے کہ بوجھ کے مارے اٹھ بھی نہ سکے۔ کھانے کا مقصود طاقت اور طاقت  
 سے مقصود عبادت الہی ہے۔ جو انسان کی پیدائش سے غرض ہے۔

خوردن پرانے زیتن و ذکر کردن است تو معتقد کہ زیتن از بہر خوردن است  
 اور نہ ہی اتنا کم کھائے۔ کہ ضعف کے مارے اٹھنا محال ہو جائے۔ اعتدال پر رہے۔  
 نہ چنداں بخور کر ذہانت بر آید نہ چنداں کہ از ضعف جانم بر آید

فرمایا۔ تمام رات سوتے رہنا اور کچھ وقت بھی نہ جاگنا عاشقان الہی کا کام نہیں۔ حضرت  
 داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یَا دَاؤُدُ مَنْ اِذَا عَلٰی مُجَبَّتٰی وَنَامَ  
 لَیْلَةً فَقَدْ کَذَبَ۔ اے داؤد علیک الصلوٰۃ والسلام جو شخص میری مجبت کا دعویٰ کرے  
 اور پھر تمام رات سوتا رہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ تفسیر روح البیان میں لکھا ہے۔ کہ حضرت  
 سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی والدہ ماجدہ نصیحت فرمایا کرتی تھی۔ کہ بیٹا رات کو  
 زیادہ نہ سو جا کر۔ کیونکہ جو دنیا میں رات کو زیادہ سو۔ لے گا۔ قیامت کے دن مفلس اٹھے گا۔  
 فرمایا۔ کہ تو کل ظاہری اسباب کے ترک کر دینے کا نام نہیں۔ بلکہ دل سے اسباب  
 کا نکال دینا ہے۔ یعنی ان کو مقصود اصل نہ سمجھے مقصود اللہ تعالیٰ ہی ہو۔ اور اسباب کے درمیان  
 میں غیر مقصود جانے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت اسباب کے پردوں کے پیچھے اپنا کام  
 کرتی ہے۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسباب کو درمیان سے اٹھا  
 دے۔ تو یہ اعلیٰ دولت ہے۔

فرمایا۔ کہ پہلے خود عمل کرو۔ پھر دوسروں کو اس کے کرنے کی ترغیب دو۔ ورنہ کچھ فائدہ



نہ ہو گا۔ بھلا جو شخص خود بیمار ہو۔ وہ دوسروں کا علاج کیا کریگا۔ اور جو خود وعظ و نصیحت کا محتاج ہو۔ وہ دوسروں کو کیا نصیحت کرے گا۔

فرمایا۔ دنیا کا ساز و سامان۔ آسائش و آرام اور اہل و عیال وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ مگر ان سب سے بڑھ کر اعلیٰ دولت جسمانی اور روحانی صحت ہے۔ ایک شخص کے پاس ہزار نعمتیں موجود ہوں۔ مگر وہ خود بیمار ہو۔ تو اس کے کس کام۔ یہی حال دل کی بیماری کا ہے۔ کہ عبادت و ذکر سے روک دیتی ہے۔

فرمایا۔ کشف یہ نہیں ہے۔ کہ لوگوں کے دلوں کی باتیں معلوم کرے۔ یا ان کے عیوب کو ٹھوٹا رہے۔ اور اگر بالفرض یہ بات حاصل ہو بھی جائے۔ تو بھی کسی کے عیوب کا ظاہر کرنا منع ہے۔ اور گناہ ہے۔ بلکہ کشف یہ ہے۔ کہ طالب کا روح عالم ناسوت سے پرواز کر کے عالم ملکوت اور لامہوت کا سیر کرے۔ اور وہاں کے مشاہدات کا بے حجاب معائنہ کرے۔

فرمایا۔ کہ فقروہ نہیں جو لوگوں کو غیب کی باتیں بتائے۔ اور اس طرح لوگوں کا اعتقاد اپنے حق میں مضبوط کرے۔ بلکہ فقروہ ہے۔ جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے۔ اور اس کا کوئی کام شریعت حقہ اور سنت سنہ کے مخالف نہ ہو۔ اصل فقر وہی ہے۔ جو شریعت کا پابند ہو۔ غیر شرع فقیر سراسر سرخوہ شیطان ہے۔ ان سے بچنا چاہئے۔ یہ لوگ ایمان کے لیٹرے اور ڈاکو ہیں۔

فرمایا۔ اگر علماء کی مجلس میں جاؤ۔ تو اپنی زبان کو نگاہ رکھو یعنی خاموش رہو۔ اور عالم کی باتوں کو سنو۔ اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور اگر اہل اللہ کی مجلس میں جاؤ۔ تو اپنے دل کو نگاہ رکھو۔ یعنی اس میں غیر خیال نہ آنے دو۔ کیونکہ یہ لوگ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں ان کی وعظ حال سے ہوتی ہے نہ قال سے۔ ان کی خاموشی ہی سراسر وعظ ہوتا ہے۔

فرمایا۔ کہ ہمارے سیدنا و مرشدنا قدس سرہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر مکھن کھانے سے دانت گھستے ہیں تو گھسنے دو۔ اگر اللہ اللہ کرنے پر لوگ ہنستے ہیں تو ہنسنے دو۔ یعنی لوگوں کے ہنسنے اور ٹھٹھا کرنے پر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ چھوڑو۔ وہ اپنا کام کریں تم اپنا کام کرو۔



فرمایا۔ سفر میں قسم کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ محض دنیاوی بیوپار اور تجارت کے لئے سفر کریں۔ دوسرے یہ کہ تجارت بھی ہو۔ اور خدایا دی بھی۔ تیسرے یہ کہ محض رضا راہی کے لئے سفر کریں۔ یہ اہل اللہ کا سفر ہے۔ اور اعلیٰ سفر ہے۔ اس سے اعلیٰ ایک در باطنی سفر ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اخلاقِ رفیعہ سے صفاتِ حمیدہ کی طرف سیر کرے۔ اور دن رات زیادہ زیادہ ترقی کرے۔ کیونکہ لکھا ہے۔ کہ مِّنَ اللّٰهِ تَوْنِیْ یَوْمَہٗ فِہُمْ مَغْبُوتٌ جس کے دونوں یعنی آج کا اور کل کا برابر ہیں وہ گھائے میں ہے۔

فرمایا۔ جو عمر گند چلی وہ واپس آنے کی نہیں۔ اور جو آئندہ آنے والی ہے۔ اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ پس یہی وقت جو موجود ہے۔ اسی میں جو کچھ کرنا ہے کر لو۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلدُّنْیَا سَاعَةٌ اِجْعَلْہَا طَاعَةً۔ دنیا ہی ایک ساعت ہے۔ جو گذر رہی ہے۔ اس میں جس قدر ہو سکے عبادت کر لو۔

فرمایا۔ جو لوگ بیگانی عورتوں کی محبت کو عشقِ مجازی کہتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ بلکہ یہ فسق و فجور اور شیطانی کام ہے۔ اس سے کبھی عشقِ حقیقی حاصل نہیں ہوتا۔ عشقِ مجازی اپنے پیشوا کی محبت اور عشق ہے۔ اس میں جس قدر ترقی کرے گا۔ تمنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کا عشق حاصل ہوگا۔

فرمایا۔ امیروں اور دنیا داروں کی تعظیم و تکریم اس خیال سے کہ ان سے کوئی دنیاوی فائدہ یا مقصود حاصل ہو۔ منع ہے۔ اور شرکِ خفی ہے۔ ہاں ان سے میل جول اور محبت کرنا اس خیال سے کہ تمہاری محبت سے وہ لوگ خدایا دہو جائیں۔ اور نیک بن جائیں۔ تو بہت ہی ثواب کا کام ہے۔

فرمایا۔ ذاکروں کا اصلی کھانا یہ ہے۔ کہ حلال ہو۔ اور وضو کے ساتھ پکا ہو۔ مذکری کے ساتھ کھائیں۔ اور ذکر کے ساتھ منہم کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِذْ ذِکْرُکُمْ طَعَامٌ کَبِیْرٌ لِلّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ طعام کو منہم کرو۔

فرمایا۔ بعض درویش گوشت کے ٹکڑے کو جو صنوبری شکل انسان کے ہائیں پہلو میں ہے دل کہتے ہیں۔ اور پیچھے پڑے کی حرکت کو قلب کا جاری ہونا سمجھتے ہیں۔



یہ ان کی غلطی اور بے علمی ہے۔ دل اصطلاح تصوف میں ایک جوہر روحانی ہے۔ جو کثرت ذکر اور تصفیۂ تزکیہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ ایک عکہ دراکہ ہے جس سے عجیب و غریب علوم و اسرار اور مکاشفات کا انکشاف ہوتا ہے۔ مولانا روم نے اپنی مثنوی میں اسی دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے۔ شعر

دل چہ بہت آن جوہر روحانی است    دل نہ از جسم است و نہ جسمانی است  
فرمایا۔ فقیر کو لازم ہے کہ جو کام کرے۔ استقامت کے ساتھ کرے۔ جب خدا تعالیٰ کی یاد میں مصروف ہو۔ تو کسی اور طرف متوجہ نہ ہو۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ فقیر جب خدا کی یاد میں مصروف ہوتا ہے۔ تو نفس خطرہ میں ڈالتا ہے۔ کہ تو حجرہ میں پڑا جو خدا کو یاد کرتا ہے۔ بھلا تیری یاد خدا سے خلق خدا کو کیا فائدہ پہنچا۔ تو نے علم سیکھا۔ کیوں تو باہر نکل کر مخلوق کو بھی عبادت کی طرف راغب نہیں کرتا۔ غصیکہ وہ نفس کے دھوکہ میں آکر باہر نکلتا ہے۔ امور دنیا میں مشغول ہوتا ہے۔ اور خدا کی ذات سے جدا ہو جاتا ہے۔

فرمایا۔ ہمارا ایک نہایت ہی مخلص دوست تھا۔ کچھ عرصہ اس کی طرف سے خطوط کا سلسلہ بند رہا۔ صبح کی نماز کے بعد جب توجہ کی جاتی۔ تو وہ توجہ اکثر واپس آجاتی۔ آخر فقر نے بذریعہ خط دریافت کیا کہ تمہارے ذکر اللہ سے غافل ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اس نے لکھا کہ حضور خطرات نفس بہت آتے ہیں۔ ہر چند ہٹاتا ہوں۔ مگر ہٹتے نہیں۔ اس لئے ذکر بھی نہیں کرتا۔ کہ جب تک دل پاک نہ ہو۔ ذکر کیسے کروں۔ فقر نے اس کی طرف لکھا۔ کہ دل کو پاک بھی اللہ کے ذکر سے ہی کیا جاتا ہے۔ جوں جوں ذکر کرو گے۔ توں توں خطرات دور ہوتے جائیں گے۔ تم نے گناہ گروں کو دیکھا ہو گا۔ کہ ایک ہاتھ میں کاسہ ہوتا ہے۔ دوسرے ہاتھ میں لاشی بھیک لینے کی خاطر کاسہ کو بھیک دینے والے کی طرف بڑھاتے ہیں۔ اور دوسرے لاشی والے ہاتھ سے کنتوں کو ہٹاتے ہیں۔ کیونکہ اگر بھیک ہی کی طرف خیال رکھیں! اور کنتوں کو نہ ہٹائیں تو ان کے کاٹ کھانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور اگر کنتوں کو ہی ہٹاتے رہیں۔ اور بھیک دینے والے کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ تو بھیک سے محروم رہنے کا خوف۔ غصیکہ ایک ہی وقت دونو کام کرنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح خالق کے ذکر میں بھی مشغول رہو! ورنہ دل سے خطرات کو دور کرتے ہو



اس طرح خطرات دور ہو جاویں گے۔ اور دل بھی اللہ کے ذکر سے پاک ہو جاویگا۔  
 فرمایا۔ حقیقی اور صادق طالب وہ ہوتا ہے۔ جو کوشش اور کمال ہمت سے تمام  
 نفسانی مرادوں کو مٹا دے۔ اور حق تعالیٰ کی محبت میں تمام نفسانی خواہشوں اور آرزوؤں کو تباہ  
 کر دے۔ اور جو کچھ خداوند کریم چاہے۔ اس پر راضی اور خوش رہے۔ اور اس بات کی آرزو  
 نہ کرے۔ جو حق تعالیٰ سے حجاب کیا باعث ہو۔

فرمایا۔ دنیا اہل دنیا کے واسطے دھوکا اور سراسر غور ہے۔ آخرت زاہدوں کے لئے  
 سرور ہی سرور ہے۔ اور اہل معرفت کے لئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نور ہے۔  
 فرمایا۔ علم بڑی دولت ہے مگر اس شخص سے حاصل کرنا چاہئے۔ جو علم سے معلوم کو  
 پہنچ گیا ہو لیکن جو شخص فخر حاصل کرنے کی خاطر علم حاصل کرتا ہے۔ اور اس تحصیل علم  
 سے اپنی بڑائی اور زینت چاہتا ہے۔ تاکہ مخلوق خدا میں مقبول و پسندیدہ ہو۔ وہ دن بدن  
 حق تعالیٰ سے دور اور مجبور ہوتا جاتا ہے۔

فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے وہ اس کے سوا کسی اور کے ذکر میں زبان  
 نہیں کھول سکتا۔ سب سے کمتر چیز جو عارف کیلئے لازمی ہے یہ ہے کہ دنیاوی مال متاع  
 اور عز و جاہ و ملک سے بیزار ہو جائے۔ اصلی حق تو یہ ہے۔ کہ اگر اس کی محبت و دوستی میں  
 دو لڑ جہان ترک کر دئے جائیں۔ تو بھی تھوڑا ہے۔

فرمایا۔ تین چیزیں تمہاری محبت و دوستی کو تمہارے دوستوں کے دل میں زیادہ اور  
 پہنچنے کرنے والی ہیں۔ جب ان سے ملو سلام مسنون کہنے میں پیشدستی کرو۔ ان کو عمدہ اور پسندیدہ  
 نام سے بلاؤ۔ اور اپنی مجلس میں ان کے لئے جگہ کشادہ کرو۔

فرمایا۔ دوستو۔ جوانی کے وقت کو غنیمت جالو۔ اور خوب کام کرو۔ اس سے پہلے کہ تمہیں  
 بڑھاپا آجائے۔ اور کمزور ہو جاؤ۔ اور پھر ایسی کمی میں رہ جاؤ جیسا کہ میں رہ گیا ہوں۔ یہ اس  
 وقت آپ نے فرمایا جس وقت آپ باوجود پیرانہ سالی کے بھی ایسی عبادت کرتے تھے۔ کہ  
 نوجوان بھی آپ کی سی عبادت نہیں کر سکتا تھا۔

فرمایا۔ سب سے بڑی قوت یہ ہے۔ کہ انسان اپنے نفس پر غالب آئے۔ اور اس کو



اپنا مطیع بنائے۔ جو شخص اپنے نفس کو ادب سکھائے سے عاجز رہے۔ وہ دوسروں کے نفس کی کیا اصلاح کرے گا۔ یا ادب سکھائے گا۔

فرمایا۔ جو شخص لوگوں سے بہت زیادہ میل جول رکھتا ہے اس میں صدق بہت کم ہوتا ہے۔ سب سے اچھا خلق یہ ہے کہ اسکے ہاتھ سے مخلوق کو تکلیف نہ پہنچے بلکہ اگر لوگوں کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے۔ تو برواشت کرے۔ بغیر اس کے کہ کینہ رکھے یا بدلہ لے۔

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا دل حق تعالیٰ کے رُسر کا سقا ہے۔ اور جس دل میں دنیاوی محبت ہو۔ اس میں اللہ تعالیٰ اپنا رُسر نہیں رکھتا۔ پس دلوں کی نگہبانی کرو۔ کیونکہ جب تک دل کی حفاظت نہ کی جاوے۔ یہ نعمت حاصل نہیں ہو سکتی۔

فرمایا۔ کوئی شخص ایسا نہیں۔ کہ معرفت طلب کرے۔ اور پھر محروم رہے۔ اگر سارا نہیں ملے گا۔ تو کچھ نہ کچھ ضرور مل رہے گا۔ اور صادق فقرا کی یہ نشانی ہے۔ کہ نہ وہ سوال کرتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی سے لڑتے جھگڑتے اور بحث مباحثہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی ان سے لڑے جھگڑے۔ تو وہ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

فرمایا۔ انسان کا ایمان اس وقت درست ہوتا ہے جبکہ انسان نفس و ہوا اور طبیعت اور تمام مخلوق سے آزاد ہو جاوے۔ اپنے جیسی مخلوق پر بھروسہ نہ رکھے۔ بلکہ خالق کے ساتھ یقین محکم رکھے۔ کہ نفع و نقصان اور روزی کا مالک وہی وحدہ لا شریک لہ ہے۔ اور ہمیشہ اسی کی طاعت اور فرمانبرداری میں لگا رہے۔





# باب سوم۔ معمولات

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسب ارشاد باری تعالیٰ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ  
 أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم  
 کی اطاعت و فرمانبرداری پر دل و جان سے فدا رہے۔ اور اکثر ارشاد فرماتے۔ کہ جناب حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ  
 علیہ سنت نبوی کی متابعت کیلئے بہت تاکید فرمایا کرتے تھے اور خود بھی اس متابعت پر تاحین حیات متمسک  
 کیسافہ قائم رہے بغیر کا بھی وہی معمول ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا و التماس ہے کہ حق تعالیٰ تادم بہین اس نعمت عظمیٰ  
 استقامت بخشے۔ کوئی شخص بغیر تلبس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات نہیں حاصل کر سکتا۔ مسلمہ و متفقہ فیصلہ ہے  
 آپ کی اوائل عمری سے یہ عادت مبارک تھی۔ کہ نصف شب کے بعد بیدار ہوتے  
 اور یہ دعا مسنونہ پڑھتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَاْنَا بَعْدَ مَا مَاتْنَا تَتَادَا لِيَدُ الْبَحْثِ  
 وَالنَّشُوْر۔ اور یہ آیت مجید بھی تلاوت فرماتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ  
 وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ اَلَّذِيْنَ كَفَّ وَابْرَبَّهُمْ يَعْدِلُوْنَ۔  
 هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ لِّبْنٍ ثُمَّ قَنَّى اَجَلًا وَّ اَجَلًا مُّسَمًّى عِندَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ مَّمْرُوْنَ  
 وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ  
 اس کے بعد قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے۔ پہلے بایاں پاؤں رکھتے پھر ایسا  
 اور دعائے مسنونہ پڑھتے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبٰثٰتِ وَالْخَبٰثٰثِ اور بیٹھتے وقت بائیں  
 پاؤں پر زور رکھتے۔ بعد فراغت طاق ڈھیلوں سے استنجا فرماتے۔ اور دل میں یہ دعا پڑھتے  
 اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِّنَ الْبَغَاۗقِ وَحَصِّنْ فَرْجِيْ مِّنَ الْفَوَاحِشِ۔ جب بیت الخلا  
 سے باہر تشریف لاتے تو پہلے داہنا پاؤں باہر نکالتے۔ اس کے بعد بائیں سے استنجا کرتے  
 اور بعدہ رو قبیلہ میں بیٹھ کر وضو فرماتے

## طریق وضو

ہاتھ دھونے سے پیشتر یہ دعا پڑھتے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ بسم  
 اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی دِيْنِ الْاِسْلَام۔ الْاِسْلَامُ حَقٌّ وَالْكَفْرُ بِالْحَقِّ



ہاتھ دھونے کے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْیَمْنَ وَالْبَرَکَۃَ وَاَعُوْذُ بِكَ  
 مِنَ الشُّوْمِ وَالْهَلٰکَۃِ۔ پھر اول دائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے۔ پھر بائیں پر۔ پھر دونوں کو ملا کر دھونے  
 پر مضمضہ رکھی، بطریق مسنون کرتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَعَلٰی  
 تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَعَلٰی صَلَٰوَةِ حَبِیْبِكَ عَلَیْهِ الصَّلَٰوَةُ وَالسَّلَامُ۔ اور استنشاق رک میں پانی  
 ڈالتا، بھی تین مرتبہ تازہ پانی سے جدا جدا کرتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ  
 وَمِنْ مَسْوَءِ الدَّارِ مَجْمَعِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ وَاِلَیْهِ الْاَبْرَارُ عَلَیْہِمْ الصَّلَٰوَةُ۔ بعد  
 اس کے پیشانی پر آہستگی سے پانی ڈالتے اور منہ دھونے کے وقت دستار مبارک ذرا پیچھے ہٹا  
 دیتے۔ تاکہ جو تقائی سر پر منہ ہو جاوے۔ منہ دھونے کے وقت بڑی احتیاط فرماتے۔ کہ کپڑوں پر  
 پانی کا قطرہ نہ پڑے۔ نہایت آہستگی سے پانی ڈالتے۔ منہ دھونے وقت آپ یہ دعا پڑھتے۔  
 اَللّٰهُمَّ بَیْضٌ وَجْہِیْ بِنُورِكَ یَوْمَ تَبْیَضُّ وَجُوْہُ اَوْلِیَائِكَ وَلَا تَسْوَدُّ وَجْہِیْ بِظُلْمَاتِكَ  
 یَوْمَ تَسْوَدُّ وَجُوْہُ اَعْدَائِكَ۔ اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ وَ اَشْہَدُ  
 اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ۔ ریش مبارک کا خلال بھی فرماتے۔ اس کے بعد دایاں و بایاں ہاتھ  
 کہنیوں تک دھوتے اور تین تین مرتبہ خوب ہاتھ پھرتے۔ تاکہ کہیں سے خشک نہ رہ جاوے۔  
 دائیں ہاتھ کے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اَنْ تُعْطِیْنِیْ کِتَابَیْ بِیْمِیْنِیْ وَ  
 حَاسِبِیْ حِسَابًا یَّسِرًا۔ اور بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ  
 مِنْ تُعْطِیْنِیْ کِتَابَیْ بِشَمَالِیْ اَوْ مِنْ قَرَاۤءِ ظَہْرِیْ۔ پھر آپ سر مبارک کا مسح فرماتے۔ اور یہ  
 دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ غَسِّیْنِیْ بِرَحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَیْ مِنْ بَرَکَاتِكَ وَاِظْہِرْ لِّیْ تَحْتَ ظِلِّ  
 عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ وَ اَشْہَدُ  
 اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ۔ پھر آپ دونوں کانوں کا مسح اندر باہر ہٹے پانی سے کرتے۔ اور  
 یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنَ الدِّیْنِ یَسْمَعُوْنَ الْقَوْلَ فِیْ تَبَعُوْنَ اَحْسَنَہُ  
 اَللّٰهُمَّ سَمِعْنِیْ مُسَادِدِی الْجَنَّةِ مَعَ الْاَبْوَارِ۔ اس کے بعد گردن کا مسح اسی پانی سے انگلیوں  
 کی پشت سے کرتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ قَلْبَیْ رَقِیْبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ  
 وَ الْاَغْلَالِ اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ وَ اَشْہَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ



پھر آپ دایاں و بایاں پاؤں ٹخنوں سے اوپر تک دھوتے، دائیں ہاتھ سے پانی ڈالتے، اور بائیں ہاتھ سے پاؤں کی انگلیوں کو نیچے کی طرف سے اوپر کو خلال کرتے، اور خلال دائیں پاؤں کی چھینگی سے شروع کر کے بائیں پاؤں کی چھینگی پر ختم کرتے، پاؤں دھوتے وقت ہر مرتبہ اس طرح ہاتھ پھرتے کہ گویا پاؤں خشک ہو جاتا، دایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔

اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَيَّ وَقَدَمَيَّ وَالِدَتِي عَلَى صِرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ يَوْمَ تَزِلُّ الْأَقْدَامُ فِي النَّارِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، اور بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ تَزِلَّ قَدَمَيَّ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ الْأَقْدَامُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي النَّارِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وضو سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھتے۔ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ وَاجْعَلْنِي مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ الْجَنَّةِ النَّعِيمِ وَاجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ، وَاجْعَلْنِي عَبْدًا شَكُورًا وَاجْعَلْنِي أَنْ أَذْكُرَكَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَأُسَبِّحَكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا۔ پھر عوذ اور بسم اللہ اور سورہ الم نشرح و قدر پڑھتے اور پھر یہ دعا پڑھتے۔ اللَّهُمَّ اشْفِنِي بِشَفَائِكَ وَدَاوِلِي بِدَوَائِكَ وَعَافِنِي مِنَ الْبَلَاءِ وَأَعْصِمْنِي مِنَ الْهَوَالِ وَالْأَمْرَاضِ وَالْأَوْجَاعِ ط۔

## نماز و اوراد شب روزی

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب وضو سے فارغ ہوتے تو نماز کے واسطے رو بقبلہ بہ تمام ہمت متوجہ ہوتے، اپنے دونوں پاؤں کے درمیان چار انگشت سے زیادہ فاصلہ نہ فرماتے۔ کہ آئمہ اربعہ مجتہدین کے نزدیک یہی مستحب ہے۔ بوقت تکبیر تحریمہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لوت تک لے جاتے، آپ کی تمام انگشتیں رو بقبلہ ہوتیں، ہاتھ زیر ناف باندھتے، اور دو رکعت نماز تہمتہ الوضو ادا فرماتے، اس کے بعد نماز تہجد پڑھتے، تہجد کی نماز میں الشراپ سورہ



یسین و سجدہ و ملک و مزمل۔ واقعہ اور چار قل وغیرہ پڑھتے۔ گاہ بگاہ سورہ یوسف اور سورہ  
انبیاء بھی پڑھتے۔ کبھی کبھی بخودی اور محویت کے عالم میں ایک ہی رکعت میں دو اڑھائی  
پارے قرآن مجید پڑھ جاتے۔ تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر دعائیں مانگتے۔ جن میں تمام احباب  
کو شامل فرمایتے۔ کبھی کبھی تہجد کی نماز کے بعد تھوڑی دیر استراحت بھی فرمایتے۔ اور اکثر صبح  
تک ہی اپنے باطنی شغل میں شاغل رہتے۔ تہجد کی نماز آپ ہمیشہ بارہ رکعت پڑھتے تھے  
اخیر اسقام والا مہرے وقت کبھی آٹھ رکعت اور گاہ بگاہ چار رکعت بھی پڑھتے۔ دوستوں  
کو بھی نماز تہجد کے لئے بہت تاکید فرماتے۔ جن دوستوں کو قرآن مجید کی بڑی سورتیں حفظ  
نہ ہوتیں۔ انہیں ہر رکعت میں سہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنے کو فرماتے۔ نماز تہجد سے فارغ ہو  
کر گاہ بگاہ آپ نہایت خوش الحانی سے مصری قرأت میں سورہ نوح اور سورہ آل عمران کا  
آخری رکوع تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ جس سے خواب غفلت میں سرشار رہنے والے بھی بیدار  
ہو جاتے۔ سورہ مائدہ بھی گاہ بگاہ تلاوت فرمایا کرتے۔ جب آیت ان تعذ بھم فانھم  
عبادک وان تعذر لھم فانک انت العزیز الحکیم پڑھتے۔ تو بے خودی کی حالت  
طاری ہو جاتی۔ ہاتھ پر ہاتھ مارتے۔ اور اس آیت مجید کا بار بار تکرار فرماتے۔ سامعین پر بھی  
کچھ ایسی حالت طاری ہو جاتی۔ جو بیان سے باہر ہے۔ سننے والا جسم لڑاں اور چشم رواں ہو  
جاتا۔ جب اس سے آگے قال اللہ ہذا یوم ینفع الصادقین صدق قہم لھم جنات  
تجری من تحتھا الا نھما خالدا فیہا ابد ارضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذالک  
الفوز العظیم۔ تلاوت فرماتے تو رنگ بدل جاتا۔ بشرہ سے انبساط و بشاشت ترشح ہوتی  
اور کچھ ایسی حالت معلوم ہوتی کہ جیسے کوئی بہت بڑی دولت و نعمت عظمیٰ کے حصول کا وقت  
ہے۔ گاہے گاہے مناجات بہادر شاہ جو انہوں نے حکیم سنائی کے اشعار پر تفسیم فرمائی ہے۔  
خود پڑھتے یا کسی دوست سے سنتے جو کہ آپ کو بہت پسند و مرغوب تھی۔ اسی لئے اس کتاب میں  
کسی دوسری جگہ درج کر دی گئی ہے۔ تاکہ سب احباب اس کے مطالعہ سے بھی محفوظ ہو سکیں  
اس کے بعد صبح کا ختم شریف جو کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع سفر حج بیت  
اللہ شریف، زیارت روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم عالم ربیاء میں ارشاد فرمایا تھا۔ بمود و ستان



پڑھتے ختم شریف پڑھ چکے کے بعد شجرہ شریف منکوم پڑھا جاتا۔ اگر وقت زیادہ ہوتا تو دوستوں کو مراقبہ کے لئے ارشاد فرماتے۔ ورنہ صبح کی ستی پڑھتے اور بعدہ فرضوں کی جماعت خود ادا ہو کر ادا فرماتے۔ قرأت بہت طویل فرماتے۔ آپ کی خوش الحانی اور اس پر عربی لہجہ میں قرأت سبحان اللہ سامعین کے قلوب پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ اکثر افراد غیر از یاران طریقت بھی جب کبھی آپ کے پیچھے نماز ادا کرتے تو کہتے کہ سبحان اللہ۔ قرآن مجید کا پڑھنا آپ پر ختم ہے۔ آپ کی قرأت حضور دل سے ہے۔ جو سننے والوں کے دل کو بھی موثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ سامعین کی آنکھیں اللہ کے خوف سے آنسوؤں سے بھر پڑا اور دل میں بے اختیار رقت پیدا ہو جاتی۔ سنت نبوی کے مطابق آپ بالعموم صبح کی نماز میں طوالت مفصل پڑھا کرتے۔ ہر ایک نماز اول وقت ہی ادا فرمایا کرتے۔ بعد فراغت فریضہ صبح چند مرتبہ آپ کلمہ طیبہ پڑھتے۔ دوست بھی ساتھ شامل ہوتے۔ اور نہایت خوش الحانی سے باواز بلند پڑھتے۔ اس کے بعد آپ آیت مبارک فسبحن اللہ حین تمسون وحین تصبحون پڑھتے اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ پھر ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظہرون پڑھتے۔ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ الحمد للہ پڑھتے۔ اس کے بعد ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھتے اور پھر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وهو حی لا یموت بیدہ الخیر وهو علی کل شیء قدیر۔ اس کے بعد ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً پڑھتے۔ اور تمام دوستوں کے ساتھ باواز بلند خوش الحانی سے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے۔ اس کے بعد احباب کی طرف متوجہ ہو کر دست بدعا ہوتے۔ بعد فراغت نماز تمام احباب زحمت ہو جاتے۔ اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلوت میں تشریف رکھتے اور مقتضائے حال تا اشراق اپنے شغل باطنی میں مصروف رہتے۔ اس وقت کسی شخص کو خلوت خانہ میں جانے کی اجازت نہ ہوتی تا وقتیکہ حضور عالی اشراق سے فارغ ہو کر خود دروازہ نہ کھولتے۔

بعد فراغت نماز صبح تنہائی میں پہلے تین مرتبہ حزب البحر پڑھتے۔ اس کے بعد ایک گھنٹہ



مراقبہ واستغراق میں رہتے۔ اور بعد ازاں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد چار رکعت نماز اشراق ادا کرتے اور دعا فرماتے۔ اس کے بعد آپ اندرون خانہ تشریف لے جاتے اور صرف تھوڑی دیر میں ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر تشریف لاتے۔ تمام اصحاب و اصحاب حاضر ہوتے ہر ایک سے آپ بڑی شفقت و مہربانی سے حالات پوچھتے اور اپنی توجہ مبذول فرماتے مجلس قائم ہو جاتی۔ اور مشنوی مولانا روم یا فیوض یزدانی مصنفہ جناب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ یا کیمیائے سعادت یا حکایات الصالحین میں سے کوئی ایک کتاب پڑھی جاتی۔ اس وقت آپ کی نظر کیمیا اثر سے حاضرین کو کچھ ایسی کشش روحی اور جذب پیدا ہوتا کہ جس کا بیان کرنا محال ہے۔ جس شخص پر آپ کی نظر پڑتی وہ آپ کی جلالیت سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اور آپ کی نظر کچھ ایسا کام کر جاتی۔ کہ غافل سے غافل بھی ڈا کر ہو جاتا تھا۔ بعض دفعہ کتب مذکورہ کے سماع کے وقت ایسے ایسے نکات و اسرار بیان فرماتے۔ کہ مخالفین بھی سن کر حلقہ غلامی میں داخل ہو جاتے۔ اور آپ کو استاد العارفین تسلیم کر کے اٹھتے اور اپنی زبان سے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم کہتے ہوئے روانہ ہوتے۔ اس مجلس کے ختم ہونے پر آپ گھر تشریف لے جاتے اور مہمانوں اور درویشوں کو روٹی تقسیم فرماتے۔ جب سب دوست کھانا کھانے سے فارغ ہو جاتے تو بعد ازاں خود ماحضر تناول فرماتے۔ حضرت صاحب کے گھر کا کھانا نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں۔ بلکہ حقیقت ہے۔ آپ کے غلاموں سے یقیناً ایسا کوئی شخص نہ ہوگا۔ جو اس لذت سے بے بہرہ رہا ہو۔ آپ ہمیشہ مسنون طریقہ پر کھانا تناول فرماتے اور دوستوں کو بھی تاکید فرمایا کرتے کہ حتی الامکان اتباع سنت کا خیال رکھا کریں۔ کہ اس میں دین و دنیا کی سعادتیں ہیں۔ کھانا شروع کرتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بسم اللہ الذی لا یضرمع اسمہ شیئی فی الارض ولا فی السماء وهو السميع العليم۔ فاللہ خیر حافظا وهو ارحم الراحمین۔ سورہ لایلاف بھی احیانا تلاوت فرمایا کرتے۔ بعد از فراغ طعام یہ دعا پڑھتے۔ الحمد لله الذی اطعمتنا واسقانا واشبعنا واروانا وجعلنا من المسکین۔



اس کے بعد جناب فیلولہ فرماتے۔ دوستوں کو بھی اس سنت کی ادائیگی کی ترغیب و تشویق فرماتے۔ سبحان اللہ جناب سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سونا بھی عبادت ہے۔ خلاف سنت ہزاروں مجاہدے اور ریاضتیں کسی کام کی نہیں۔ اور یہ سونا محض اتباع سنت کی خاطر اللہ کریم کو اتنا مرغوب و پسند ہے کہ جس کی قدر و قیمت کل قیامت کو معلوم ہوگی۔

ظہر کے وقت اٹھتے اور تازہ وضو کرتے۔ اور عبادت خانہ میں تشریف لاتے۔ دو رکعت تحیۃ الوضو ادا فرماتے۔ بعد چار رکعت نماز سنت گزارتے۔ پھوڑی دیر دوستوں کا انتظار فرماتے مقامی دوست اور باہر سے آمدہ صحابہ سب جمع ہو جاتے۔ اور نماز فریضہ خود امام ہو کر باجماعت ادا کرتے۔ اس کے بعد دو رکعت سنت و دو رکعت نفل ادا کرتے۔ اور مقتدیوں کی طرف رجوع فرما کر دعا فرماتے۔ اور پھر حلقہ ذکر مہوتا۔ حضرات خواجگان رحمہم اللہ تعالیٰ و اولیائے عظام کا ذکر خیر مہوتا۔ طالبان خدا سے فرداً فرداً احوال پوچھتے۔ ہر ایک کے حسب حال و خواہش سلوک مہوتا۔ اور مخالف حال ارشاد فرماتے۔ دوستوں کو انتہائی محبت و الفت و شفقت سے دیکھتے۔ بارگاہیسا مہوتا۔ کہ احباب کا مافی الضمیر خود ہی بیان فرما دیتے۔ اور اس پر نہایت اختصار سے ایسے پر معافی الفاظ اپنی زبان معارف بیان سے فرماتے۔ کہ طالبوں کے مقصد خود بخود ہی حل ہو جاتے۔ گاہے گاہے وقت ملتا تو اس وقت بھی تلاوت قرآن مجید فرماتے۔ اس کے بعد آپ عید گاہ تشریف لے جاتے۔ وہاں پھر تازہ وضو فرماتے۔ اور جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مد فیوضہ کی امامت میں تمام احباب کے ساتھ فریضہ عصر ادا فرماتے۔ اس کے بعد نہایت بیحد کراہت و تفکر میں مشغول رہتے۔ شام تک اسی حالت میں گزارتے۔ ہاں اگر کوئی فی اللہ دوست و دروازے آیا ہوا ہوتا۔ تو اس کی طرف کچھ دیر توجہ فرماتے۔ ورنہ بہت کم گفتگو فرماتے۔ اور اس وقت کو ہاتھ سے ہرگز نہ جاتے دیتے۔ جب شام کی اذان ہوتی۔ تو مسجد میں تشریف لاتے جناب صاحبزادہ صاحب امامت فرماتے۔ اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام دوستوں کے ساتھ اقتدا فرماتے۔ اکثر نماز فریضہ کے بعد دعائے مسنونہ فرما کر میں سنت کے لئے اللہ کھڑے ہوتے۔ اور دو رکعت نماز سنت اور پھر دو رکعت نفل پڑھتے۔ اور پھر چھ رکعت نفل ادا بین ادا فرماتے۔



تمام دوستوں کو بھی اوابین کے لئے بہت تاکید فرماتے۔ اور نوافل اوابین کے بہت بڑے فضائل بھی بیان فرمایا کرتے۔ تمام احباب کو اول رکعت میں آیتہ الکرسی اور دوسری میں تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنے کو فرماتے۔ جن کو سورہ واقعہ یاد ہوتی۔ انہیں اوابین میں واقعہ بھی پڑھنے کی اجازت فرماتے۔ نوافل اوابین اور افرام کے دعائے حزب البحر پڑھتے۔ پھر تمام دہیتوں کے ساتھ ختم خواجگان نقشبند یہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پڑھتے۔ ختم شریف کے بعد شجرہ شریف منطوم کسی خوش الحان دوست کو پڑھنے کیلئے فرماتے اور پھر قرآن مجید کی تفسیر کا درس شروع ہو جاتا کوئی ایک دوست قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتا جس پر جناب قبلہ صاحب زادہ صاحب فیوض تفسیر روح البیان سے تمام سامعین کو بہرہ ور اور مستفیض و مستفید فرماتے۔ اثنائے تفسیر میں قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبان حقایق و معارف بیان سے نہایت پراثر نکات و کلمات طیبات اور اسرار کا انکشاف فرماتے۔ بار بار آپ نے تفسیر روح البیان کا سماع فرمایا۔ اور علاوہ ازیں متعدد تفاسیر مثلاً رٹونی۔ قادری۔ خلاصۃ التفاسیر و تفسیر حقانی و کتب تصوف مذاق العارفین و کیمیائے سعادت و شنوی مولانے روم حکایات الصالحین وغیرہ کا تو اتنا مطالعہ فرمایا کہ قرآن مجید کی طرح یہ بھی گویا حفظ تھیں۔ بلکہ تفسیر روح البیان بھی اسی طرح یاد تھی۔ جہاں کبھی کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو آپ فی الفور حوالہ دیتے۔ کہ فلان تفسیر میں فلاں آیت کے تحت یوں لکھا ہے۔ اور فلاں مفسر صاحب نے یوں لکھا ہے۔ تفسیر روح البیان کو آپ بہت پسند فرماتے تھے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ تھا۔ اور آپ کو کچھ ایسا فہم و ذہانت عطا ہوئی تھی۔ کہ جو کتاب ایک مرتبہ سن لیتے وہ ایسی یاد رہتی۔ کہ گویا حفظ کرنی ہوئی ہے۔ اکثر مجالس میں شنوی مولانے روم یا اسکا انتخاب موسوم بہ شجرہ معرفت یا فیوض یزدانی و اکسیر ہدایت اور شنوی تحفۃ العاشقین اور حکایات الصالحین پڑھی جاتی تھیں۔ پڑھنے والا دوست جہاں کہیں پڑھتے پڑھتے کتابت کی غلطی یا کسی اور وجہ سے جھجکا فوراً بلا توقف آپ تصحیح فرما دیتے۔ تفسیر قرآن مجید کے درس کے بعد دعائے خیر فرماتے اور نماز عشاء آپ اول وقت حسب معمول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے جناب حاجی محمد حسن حضرت صاحب زادہ صاحب فیوضہم امامت فرماتے۔ اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیعت تمام دوست جماعت کے ساتھ فریضہ عشاء ادا کرتے۔ اس کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ادا فرماتے۔ بعدہ وتر بھی



پڑھ لیتے۔ اور نوافل سے فارغ ہو کر پھر عید گاہ سے گھر تشریف لاتے۔ گرمیوں میں بعد عشاء عید گاہ سے تشریف لاتے۔ اور موسم سرما میں مغرب و عشاء اپنے گھر پر عبادت خانہ میں بموعہ تمام دوستوں کے ادا فرماتے۔ عشا کی نماز کے بعد جلدی ہی آپ استراحت فرمایا کرتے۔ اور سونے سے پیشتر سورہ الم سجدہ اور تبارک و چہار قل وغیرہ پڑھ لیتے۔ سورہ فاتحہ آیت الکرسی اور آخری رکوع سورہ بقرہ کا بھی اور علاوہ ان کے اور بھی کچھ آیات مجید تلاوت فرمایا کرتے۔

بیٹنے وقت مسنون طریق پر بیٹتے۔ دائیں پہلو پر بیٹتے اور دایاں ہاتھ دائیں زخسار مبارک کے نیچے رکھتے۔ اور ذکر الہی میں شاغل ہو جاتے۔ (یعنی ذکر قلبی سری میں) دوستوں کو بھی ارشاد فرمایا کرتے کہ سوتے وقت ذکر الہی میں سویا کریں۔ غفلت کی مذمت اور یاد الہی کی تعریف میں اکثر آپ یہ اشعار بھی دوستوں کو سنایا کرتے تھے۔

غفلت ازوے یک زماں صدمہ گداں      زندگی یاد است نزد عارفان

حق چہ باشد یاد آں یزدان پاک      کے بداند قدر او این مشیت خاک

ایں جہان و آں جہاں فانی بود      غیر یادش جملہ نادانی بود

یاد او سرمایہ ایمان بود      ہر گدا الیاد او سلطان بود

چسیت سلطانی و درویشی بدان      یاد آں جاں آفرین انس و جان

یاد او گر مونس جاننت بود      ہر دو عالم زیر فرماننت بود

رات کا کھانا اکثر آپ عشا کی نماز کے بعد تناول فرمایا کرتے یعنی شام سے عشا تک عبادت الہی میں مشغول رہتے۔ اور دوستوں کو بھی مشغول رکھتے۔

## جمعہ کی نماز

جمعۃ المبارک والے دن آپ سب سے پیشتر غسل فرماتے۔ اور پاکیزہ لباس زیب بدن مبارک فرماتے۔ اداۓ سنت کی خاطر خوشبو یعنی عطر وغیرہ بھی استعمال فرماتے۔ مگر بہت قلیل مقدار میں اور تیل بھی لگاتے۔ اور نماز جمعہ سیدنا مولانا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر ادا فرماتے۔ اور صلوٰۃ ظہر بہ نیت آخر ظہر بعد اداۓ فریضہ جمعہ فرداً ادا کر لیتے



نماز جمعہ کے لئے آپ دوستوں کو تاکید فرمایا کرتے۔ اور اس کی فضیلت کے متعلق ارشاد فرماتے کہ یہ دن بڑی عظمت والا ہے۔ حق تعالیٰ نے اس مبارک دن سے اسلام کو عظمت بخشی ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے اس کو مختص فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت جمعہ میں ان تمام نیاد امور کو جو جمعہ اور اس کے لئے مانع ہوں۔ حرام فرمایا ہے۔ علاوہ انہیں جناب سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ امی و ابی) کا ارشاد پاک بھی ہے۔ کہ اللہ کریم نے تم پر جمعہ فرض فرمایا۔ اور تارک جمعہ کے لئے وعید سنائی۔ کہ جو شخص دیدہ دانستہ بغیر کسی عذر کے تین جمعے چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر ہر کہہ دیتا ہے۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے۔ کہ جس شخص نے تین جمعے بلا عذر چھوڑ دئے۔ تو گویا اس نے دین اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔ نیز فرمایا کہ ایک شخص فوت ہو گیا تھا۔ دوسرے ایک شخص نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر متوفی شخص کے متعلق بیان کیا۔ کہ وہ شخص جمعہ اور جماعت میں حاضر نہ ہوا کرتا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ وہ دوزخ میں ہے۔ سائل اس کے متعلق متواتر ایک ماہ دریافت کرتا رہا اور یہی جواب پاتا کہ وہ دوزخی ہے۔ بوجہ جمعہ اور جماعت کے تارک ہونے کے۔ اب خیال کرنا چاہئے۔ کہ کس قدر سخت اور شدید وعید ہے۔ اس مبارک دن کی عبادات و اعمال اور فضائل دینی کتابوں میں منقول۔ اور حضرات مشائخ رحمہم اللہ سے ادعیہ معمول ہیں۔ اور احکام فقہ کی کتابوں میں درج ہیں۔ تمام دوستوں کو معلوم کرنے چاہئیں۔ کہ دل میں زیادہ شوق پیدا ہو مشکوٰۃ شریف میں بروایت حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ منقول ہے۔ کہ جناب بکرمی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ مجھ پر جمعہ کے دن درود شریف زیادہ پڑھا کرو۔ بے شک وہ درود شریف اس دن مجھ پر حاضر و پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اور کوئی شخص درود شریف نہیں پڑھتا۔ مگر مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا درود شریف یہاں تک کہ فارغ ہو جائے۔ ابو درود کہتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور بعد انتقال کے بھی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک۔ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے۔ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام کو کھائے۔ پس نبی اللہ زندہ ہیں۔ اور رزق دئے جاتے ہیں۔ قصہ کوتاہ یہ کہ بہت



بڑی برکتوں والا دن ہے۔ اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے۔ کہ اس میں جو دعائیں مانگو قبول ہوتی ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی دن بہشت میں داخل ہوئے اسی دن زمین پر تشریف لائے۔ اسی دن انتقال فرمایا۔ اسی دن قیامت ہوگی جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کو عید المومنین فرمایا۔ امد چاہئے کہ اس کو حقیقی معنوں میں عید بنایا جاوے۔ اور حق تعالیٰ کی رضا کی نعمت عظمیٰ کے حصول میں حتی الامکان کوشاں رہنا چاہئے۔ اللہ کریم اس فقیر اور فقیر کے تمام دوستوں کو اس دولت سے بہرہ ور فرماوے۔ آمین۔ یہ چند کلمات طیبات جو کہ ایک مرتبہ استفسار پر حضور نے فرمائے تھے۔ جمعۃ المبارک کے ذکر میں آگئے۔ پھر اصلی مقصود کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ کہ جمعہ کے دن آپ غسل وغیرہ اور تیل و خوشبو اور پاکیزہ لباس پہننے سے فراغت پا کر اول وقت شہر کی پرانی جامع مسجد میں تشریف لے جاتے پہلے تحیمۃ المسجد پڑھتے۔ پھر چار رکعت سنت قبل جمعہ ادا فرماتے۔ جمعہ کے دن بعد اذان نماز جمعہ سے اول نماز تسبیح بھی پڑھا کرتے اور دوستوں کو بھی پڑھنے کی ترغیب و تاکید فرماتے۔ ۱۳۳۳ھ تک خود امام ہو کر نماز جمعہ پڑھاتے رہے۔ ۱۳۳۳ھ میں جب قبلہ حضرت صاحبزادہ صاحب تحصیل علوم سے فارغ ہو کر واپس راولپنڈی شریف پہنچے۔ تو پھر ہمیشہ جمعہ کی امامت جناب صاحبزادہ صاحب کے سپرد فرمائی۔ بعد فراغت جو تمام دوست عبادت خانہ میں جمع ہو جاتے۔ اور حلقہ ذکر ہوتا۔ آپ تمام مجمع کو توجہ دیتے۔ اور حضرت سیدنا مولانا محمد دالغ شانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار بھی بوقت حلقہ ذکر پڑھتے۔ اشعار۔

ہر روز باشی صائم ہریل باشی قائم	در ذکر باشی دائم مشغول شود در ذکر ہو
گر عیش خواہی جاوداں عورت بخواہی درجا	ایں ذکر ہو بہاں بخواں مشغول شود در ذکر ہو
سوئے نداد و خفتنت ناچار باید رفتنت	در گورت نہا ماندنت مشغول شود در ذکر ہو
ہو بند کرش ساز کن نام خدا آغاز کن	قفلے زمینہ باز کن مشغول شود در ذکر ہو
علمی بخوانی با عمل فردا نباشی تا نحسب	در عیش قادر لم یزل مشغول شود در ذکر ہو
بہر دم خدا را یاد کن دلہائے غمگین شاد کن	بیل صفت فریاد کن مشغول شود در ذکر ہو
مسکین احمد در شو و ز جملہ عالم فرو شو	در راہ حق چوں گرد شو مشغول شود در ذکر ہو



علاوہ ازیں جمعہ کی شب اور اتوار کا دن بھی حلقہ ذکر کے لئے مقرر فرمائے ہوئے تھے۔ جن کا ذکر اپنے موقعہ اور محل پر ہوگا۔

## دُرود شریف

جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کی بھی تاکید فرماتے۔ اور علاوہ اس کے دلائل الخیرات جو درود و صلوٰۃ اور تحیات و مناجات کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ خاص خاص احباب کو بطور وظیفہ کے پڑھنے کے لئے ارشاد فرماتے۔ اور اس کے فیوض و برکات کی بے حد تعریف فرماتے۔ بلکہ دہلی سے کئی سو جلدیں دلائل الخیرات کی منگوا کر جس جس دوست کو اس لائق سمجھا عطا فرما کر پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ ایک روز آپ سے عرض کیا گیا کہ جناب کیا جمعہ کے دن کی تخصیص ہے۔ تو فرمانے لگے کہ ہاں۔ جناب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کو سید الايام فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ جمعہ کے دن درود شریف مجھ پر کثرت سے پڑھا کرو۔ یہی تخصیص کافی ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان الله و ملائکته یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً و جب اللہ تعالیٰ خالق کون و مکان اور اس کے ملائکہ درود شریف پڑھتے ہیں۔ اور پھر ساتھ ہی مومنین کو بھی ارشاد ہوتا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی۔ اور درود شریف کے پڑھنے سے جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کی خوشنودی کا اندازہ اس بات سے لگاؤ۔ کہ جس دن یہ آیت مجید نازل ہوئی۔ تو آپ کے زحار مبارک مارے خوشی کے چمک اٹھے۔ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فرمایا۔ کہ آج تم لوگ مجھے بشارت اور مبارکباد دو۔ کہ ایسی آیت مجھ پر نازل فرمائی گئی ہے۔ جو دنیا و مافیہا سے مجھے عزیز تر ہے۔ درود شریف پڑھنے والوں کے لئے بڑی فضیلت ہے۔ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والے پندرہ مرتبہ خالق کی طرف سے رحمت و سلام بھیجا جاتا ہے۔ اور اس کی دس برائیاں مٹا کر دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں درج کی جاتی ہیں۔ اور درود شریف پڑھنے والا جنت میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہوگا۔ جب تک کوئی شخص درود شریف پڑھنے میں مصروف رہتا ہے۔



ستر ہزار فرشتے اس درود خواں پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اور درود شریف پڑھنے والوں کے لئے خوشخبری یہ ہے کہ جناب شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر درود شریف بکثرت پڑھے گا۔ بالخصوص شب جمعہ اور بروز جمعہ۔ میں کل بروز قیامت اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔

درود شریف کی بڑی عجیب خاصیت یہ ہے کہ دیگر تمام عبادتیں کسی قصور یا لغزش کی وجہ سے رد ہو سکتی ہیں۔ مگر درود شریف کسی حالت میں بھی رد نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا خاص طور پر جب دعائیں مانگو۔ تو اول و آخر ضرور درود شریف پڑھ لیا کرو۔ یقینی امر ہے کہ درود شریف کی برکت سے عجیب الدعوات دعا قبول و منظور فرمائے گا۔ خداوند کریم و رحیم ایسا بزرگ و بزرگ ہے۔ اور یہ اس کی شایان شان نہیں کہ دعا کا اول و آخر منظور و قبول کر لے۔ اور درمیان سے رد کر دے بلکہ ایسی دعا کو حق تعالیٰ لامحالہ منظور و مقبول فرمائے گا۔ درود شریف پڑھنے والے پلھراط پر بھی درود شریف کے نور کی روشنی میں با سائی گزر جائیں گے۔ اور جو پلھراط سے گزرا وہ جنتی ہوا۔ ہاں یہ ضروری امر ہے کہ درود شریف حضور دل اور محبت اور اشتیاق سے پڑھا جاوے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ محبت سے درود شریف پڑھنے والے کا درود شریف براہ راست میرے پیش ہوتا ہے۔ اور میں بذات خود سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ اور بغیر محبت جو درود شریف پڑھے وہ بذریعہ ملائکہ آتا ہے۔ لکھنے والوں کے لئے فرمایا کہ جو شخص میرا نام لکھتے وقت ساتھ درود شریف لکھے۔ جب تک کتاب میں میرا نام لکھا درود شریف رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ لکھنے والے پر درود و رحمت بھیجتے رہیں گے۔ اللہ کریم فقیروں کے دوستوں کو ایسے بزرگ و بہتر عمل کی زیادہ زیادہ ہمت و توفیق بخشنے کہ درود شریف کا ورد رکھنے والا جمیع آفات و بلیات اور فتن و ابتلا سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ اگر کسی شخص کا عقیدہ کسی بزرگ پر نہ ٹھہرے تو محبت کے ساتھ درود شریف کی کثرت رکھے۔ اس کو اس درود شریف کی برکت سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پرورش میں لے لیتے ہیں۔ اور جس بزرگ سے منظور ہو۔ اس کی طبیعت کا رجحان و میلان اس کی طرف کر دیتے ہیں۔ خود حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر درود ہزارہ پڑھا کرتے تھے۔ اور دوستوں



کو اکثر یہ درود شریف پڑھنے کو فرمایا کرتے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم محمد وآلہ وصحابہ وسلم۔  
اکثر حل مشکلات کے لئے یہ درود شریف بعد نماز عشاء ۳۱۳ مرتبہ پڑھنے کو بھی فرمایا کرتے  
تھے۔ اللہم صلی علی سیدنا و مولانا محمد و باریک وسلم صلوة تنجینا بھامن  
جميع الاحوال والافات وتقضى لنا بها جميع الحاجات وتطهرنا بها  
من جميع السيئات وترفعنا بها عندك على الدرجات  
وتبلغنا بها اقصى الغايات من جميع الخيرات في الحيات وبعد الممات  
انك على كل شئ قدير۔

## جمعرات اور اتوار کا حلقہ ذکر

پیشتر اس کے کہ حلقہ ذکر کی کیفیت لکھی جاوے۔ بہتر و مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ذکر اللہ  
کی فضیلت جو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبان معارف بیان سے سنایا کرتے تھے۔ فی اللہ  
دوستوں کے افادہ کی خاطر کہ اس سے ذکر اللہ کی رغبت و شوق پیدا ہو سکے جاوے۔ اور وہ یہ  
ہے۔ فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جب کسی شخص کو کہا جاوے۔ کہ تم کو ڈپٹی  
کشنریا علیٰ افسر نے یاد کیا ہے۔ تو وہ صرف اسی بات پر اتنا فخر کرتا ہے۔ کہ جو حد بیان سے  
باہر ہے۔ حالانکہ وہ ہمارے ہی جیسے ضعیف و ناتوان اور محتاج بندے ہیں۔ تاہم خوشی کا لہجہ  
پورا نہیں سماتا۔ کس قدر بزرگی اور خوشی و باعث فخر یہ بات ہے۔ کہ وہ خالق اس و جان اس  
ضعیف و ناتوان انسان کو یاد فرماوے۔ مگر یہ چاہتے ہو۔ تو ذکر اللہ میں شاغل رہو۔ کہ خداوند کریم  
تم کو یاد کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فاذکرونی اذکرکم یعنی پس یاد کرو مجھے  
میں یاد رکھوں گا مگر یاد دہاری یاد سے اس کی یاد اتنی ہی فوقیت رکھتی ہے۔ جیسا ہمارے مخلوق  
ہونے پر اس کا خالق ہونا۔ حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ مجھے معلوم ہے۔ کہ میرا  
پروردگار مجھے کس وقت یاد فرماتا ہے۔ ان کی اس کلام سے لوگ ڈرے۔ اور دریافت کیا۔  
کہ آپ کو کیسے معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب میں اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہوں۔ وہ مجھ



کو یاد کرتا ہے۔ اور یہ آیت مجیدہ جو اوپر لکھی گئی ہے پڑھ کر سنائی۔

پھر فرمایا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ اور یہ اسی ذات وحدہ لا شریک لہ کو لائق و سزاوار ہے۔ حکم ہوتا ہے۔ اذکر واللہ ذکراً کثیراً۔ ذکر کر واللہ کا بہت اور بے شمار ذکر۔ قرآن مجید میں ذرا تہہ بر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ذکر اللہ کو اس خالق نے کیا فضیلت و بزرگی بخشی ہے۔ ہاں یہ امر ضروری ہے۔ کہ جن کو ذکر کرنے کی ترکیب نہ معلوم ہو۔ وہ سیکھیں۔ اور معلوم کریں کہ ذکر کیسے کیا جاتا ہے۔ اسی لئے خالق نے فرمادیا۔ اذکر وہ کما ھد اکھ کہ ذکر اللہ کا کہ جسے کہ تم کو سکھایا اب کس نے سکھایا سکھانے والے تو وہی آقاؐ نے نامدار جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ان کے بعد علمائے ربانی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وارث اور نائب فرمایا۔ اسی لئے اللہ کریم نے ایک جگہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ فاستلوا اھل الذکر انکم تم لا تعلمون۔ یعنی علمائے ربانی سے دریافت کرو۔ جو تم نہیں جانتے۔ ہذا ذکر کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ پہلے ذکر کرنے کی ترکیب کسی واقع کار اور کامل مرد یعنی مرشد حق مناس سے سیکھے اور بعد اس کے ذکر کثیر میں شاغل ہو۔ پھر دیکھے کہ کیا لطف اور حظ آتا ہے۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ بعض نا فہم اور اس طریق سے ناواقف لوگ کہتے ہیں۔ کہ ذکر سے مراد محض قرآن مجید اور نماز ہے۔ میں مانتا ہوں۔ کہ قرآن مجید کو بھی ذکر کہا گیا ہے۔ چونکہ اس میں تمام ذکر ہی کا بیان ہے۔ اور قرآن مجید پر عمل کرنا انسان کو ذکر بنادیتا ہے۔ جہاں اللہ اکبر نے ذاکرین کا ذکر فرمایا ہے۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم۔ کہ وہ لوگ جو ذکر اللہ کا کرتے ہیں کھڑے ہو کر۔ بیٹھ کر اور اپنی کروٹوں پر۔ انسان ان تین حالتوں سے خارج نہیں ہو سکتا۔ مقصود اس آیت کریمہ سے یہ ہے۔ کہ اللہ کے بندے اپنے اللہ کو ہر وقت یاد کرتے ہیں۔ نماز یا دیگر عبادات اپنے اپنے وقت پر موقوف ہیں۔ لیکن ذکر دائمی جو بغیر قلب کے نہیں ہو سکتا۔ اس آیت کریمہ سے وہی مقصود ہے۔ اور اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل اذانہ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



علیہ وسلم۔ اپنے اللہ کو ہر حال میں یاد کیا کرتے تھے۔ بلکہ ذکر بن حالت نوم میں بھی اپنے اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔ فاذا قضیتہم الصلوۃ فاذا کبروا للہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم۔ پس جب ادا کر چکونماز پھر ذکر اللہ کا کرو چلتے پھرتے کھڑے بیٹھے اور پیٹے اب صاف اور صریح معلوم ہوا۔ کہ یہ ذکر اللہ غیر از نماز ہے۔ اور یہ وہی ذکر اللہ ہے۔ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر نبی تک حضرات صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم کا معمول ہے۔ اور یہ ایسی دولت ہے جس کو خود اللہ تعالیٰ نے ولذکر اللہ اکبر فرمایا۔ کہ البتہ ذکر اللہ کا بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ومن اعرض عن ذکرہ فان لم یعمیشتہ ضحکاً وخصراً یوم القیمۃ اعمی۔ یعنی جس نے میرے ذکر سے منہ پھرا اور غفلت کی۔ بیشک اس کے لئے زندگی میں تنگی ہے۔ اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا ٹھائیں گے۔ یہ قیامت کے دن اندھا ٹھانے کی وعید شدید محض ذکر الہی سے اعراض کی وجہ سے ہے۔ تو سادہ معلوم ہوا۔ کہ جو ذکر الہی میں شب و روز مصروف و شاغل رہتے ہیں۔ وہ دنیا کی زندگی میں بھی مطمئن رہتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔ فاذا کبروا للہ کذا کریم ابائکم اواشد ذکراً۔ پس کرو ذکر اللہ کا جس طرح تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تر۔ ایام جاہلیت میں عربوں کا قاعدہ تھا۔ کہ بعد اختتام حج اپنے اپنے آباؤ اجداد کی یاد میں قصائد پڑھتے جن میں ان کی رفعت شان و بڑائی وغیرہ کا بیان ہوتا۔ خالق نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس آباؤ اجداد کے تذکرہ کو ترک کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔

ذکر اللہ کو اتنی فضیلت بخشی کہ اس پر دارین کی فلاح کا انحصار ہے۔ جیسے کہ سورہ جمعہ کے آخری رکوع میں ارشاد فرمایا۔ فاذا قضیت الصلوۃ فانشرُوا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا للہ کثیراً بعدکم تفلحون۔ کہ جب نماز ادا ہو چکے۔ تو زمین میں منتشر ہو جاؤ۔ اور اللہ کریم کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ تاکہ تم فلاح و خلاصی پاؤ۔ اس آیت مجیدہ کے معانی پر غور و فکر کرنے سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ کہ ذکر اللہ



سے مراد وہی ذکر ہے۔ جو پیران طریقت نفی اثبات یا ذکر اسم ذات کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور جس کے متعلق ان حضرات کا فرمان واجب الاذعان ہے کہ چلتے پھرتے بیٹھے کھڑے لیٹے کاروبار میں شاغل رہتے وقت ایک لمحہ بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہو۔ اور بمصدق ”دست بکار دل بایار“ ظاہر خواہ کسی صورت یا حالت میں ہو۔ باطن کو اپنے خالق کی یاد سے معمور و مسرور رکھو۔

ایک اور آیت مجید ہے۔ اَمِنْ شَرِّهِ اللهُ صَدْرُهُ لِّلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوْبِهِمْ عَنِ ذِكْرِ اللهِ اِنَّكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ۔ اور وہ شخص کہ کھولا اللہ کریم نے سینے اس کے کو واسطے دین اسلام کے پس وہ اوپر نور و روشنی کے ہے اپنے رب کی طرف سے اور ہلاکت ہے واسطے ان لوگوں کے جو سخت دل ہونگے ہیں اللہ کے ذکر سے اور وہی ذکر الہی سے غافل لوگ بیچ گرامی صریح کے ہیں۔ یہاں ذکر اللہ سے غافل لوگوں کو قاسیۃ القلوب اور فی ضلال مبین اور ان کے لئے ویس فرمایا۔ اس کے مقابلہ میں ذاکرین کے لئے شرح صدر اور فہو علی نور من ربہ فرمایا۔ اب ذاکر کی فضیلت معلوم کر و ذکر ایسی بے بہا دولت ہے جس کے طفیل شرح صدر لاسلام اور نور اپنے رب کی طرف سے عطا فرمایا جاتا ہے اور فقیر کا پختہ یقین ہے کہ یہ نعمتیں بغیر ذکر الہی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتیں۔

حق تعالیٰ کو اپنا ذکر جتنا پسند و مرغوب ہے اتنی اور کوئی چیز نہیں۔ انسان کے لئے دنیاوی رسم و رواج کے مطابق مال و اولاد بڑی مرغوب چیزیں ہیں۔ اور میں بھی عطیات النبیہ سے اپنے پس کی چیزیں نہیں ہیں۔ وہی دینے اور عطا کرنے والا ہے۔ اور انسان اپنی کوتاہ فہمی سے اکثر انہی کی محبت کے باعث یا وحق سے غافل ہوتا ہے۔ اسی لئے صاف اور کھلے نقطوں میں ارشاد فرمایا۔ یَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَ مَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ یعنی اے ایمان والو۔ تمہارے مال و اولاد تم کو غفلت میں نہ ڈالیں اللہ کے ذکر سے۔ اور جہاں سے گناہ زیان پانے والوں سے ہو گا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ مال و عیال ہر حال میں ذکر الہی سے غافل کرنے والے نہیں ہو ورنہ صلہ رحمی و پرورش عیال کی تاکید نہ ہوتی۔ ہاں زیادہ مشغول اور حد سے تجاوز نہ ہو۔ کہ یاد



حق کی فراموشی تک نوبت پہنچ جائے جو سخت مبغوض ہے۔

تیز فرمایا کہ حق تعالیٰ اپنے ذاکر بندوں کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ  
الَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا اللَّهَ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تَلَّيْتُمْ عَلَيْهِمْ آيَاتَهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا  
وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ۔ یعنی ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاوے تو ان کے  
دل ٹھنڈے رہیں اور جب قرآن مجید پڑھا جاوے۔ ان کا ایمان و یقان زیادہ ہو یعنی تصدیق کریں  
اور عمل پر آمادہ ہوں اور اپنے اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ دوستوں نے بار بار دیکھا کہ جب اللہ  
تعالیٰ کے ذکر کا حلقہ مٹتا ہے۔ اکثر دوستوں کو جذبہ ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ اکثر مفسرین  
نے لکھا ہے کہ جیسے خرے کی ٹہنی یا پتہ جلانے سے تھر تھراتا ہے۔ اسی کو جل کہا جاتا ہے۔ تو حلقہ  
ذاکرین جو دوستوں کی حالت ہوتی ہے۔ اس پر غور و خوض کرو گے۔ تو صاف معلوم ہو جائیگا  
کہ وجل کیا ہے۔ یہی خوف یا محبت اور عشق الہی سے تھر تھراتا ہے۔ جو سوائے ذاکرین کے کسی کو  
نصیب نہیں ہوتا۔ جنہوں نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا اور نہ ہی حلقہ ذکر میں شمولیت کی ہو۔ بھلا وہ اس  
حالت کی کیفیت کیسے جان سکتے ہیں۔ اور اس ذکر اللہ کی لذت اور قدر و قیمت سے کب بہرہ  
مند ہو سکتے ہیں۔ اِنَّمَا كَانَتْ هَذِهِ آيَةٌ فِي مَوْجِدِهِمْ صَافٍ بَيِّنٌ هُوَ۔ کہ وہ مومن نہیں  
جو ذکر اللہ سے متاثر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم تم سب کو زمرہ ذاکرین میں شامل کرے۔ ذکر اللہ کی  
محبت کے لطیف جو مراتب و درجات حاصل ہوتے ہیں۔ وہ انہی حضرات کو علم ہے جن کو یہ دولت  
عطا فرمائی گئی۔ ان کو سوائے اپنے اللہ کے کسی سے علاقہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ ظاہری طور پر دنیاوی  
کاروبار میں شاغل دکھلائی دیں۔

تمام قرآن مجید میں جگہ جگہ ذکر کی تاکید اور جا بجا ذاکرین کے اوصاف حمیدہ کا بیان ہے جیسے  
کہ ارشاد ہے۔ رَجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ۔ ایسے جو انہیں تجارت اور  
ہر حال میں ذکر الہی میں مصروف رہتے ہیں۔ جن کو خرید و فروخت بہو میں نہیں ڈالتی۔ مشاغل دنیاوی  
و مصائب ذاتی انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہرگز غافل نہیں کرتے۔ وہ ایسے اللہ کے بندے  
ہوتے ہیں جو باہم و بے ہمہ بہر حال بصدائق دست با کار دل پایا رہتے ہیں۔ نہ مشاغل ان  
کے مزاحم نہ تعلقات خارج۔ انتظام دنیاوی و مقتضیات بشری سب کچھ ہیں بھی اور کچھ بھی



نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگے ہیں۔ پس ایسے ہی لوگ بازی لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **وَ اذْكُرُوا شُكْرَ رَبِّكَ بَلَدَةً وَّ اَصِيْلًا**۔ یعنی اپنے رب پر ہمدردگار مالک و خالق کے اسم پاک کا ذکر صبح و شام کرو۔ یہاں جو صبح و شام کے اوقات کا ذکر ہے۔ عموم احوال و اوقات مراد ہے۔ نہ کہ تعین و تخصیص وقت۔ پس معلوم کرو کہ مراد کیا ہے۔ یعنی صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک اپنے پروردگار کے پاک نام کا ذکر کرتے رہو۔ اگر تعین وقت بھی معنی لے جاویں۔ تو چونکہ صبح و شام ابتدا و انتہائے اوقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں جو اس حیات کی تازگی کا باعث و موجب ہوئی ہیں۔ میسر ہوتی ہیں۔ اس لئے بھی ذکر اللہ کے زیادہ مستحق ہوئے۔ اور یہ بھی اس بیان میں لطافت ہے۔ کہ جب اطراف اوقات ذکر میں سپر ہوئے تو درمیان کے وقتوں میں اس کے فیوض و برکات ضرور میسر ہونگے۔ اور تمام اوقات ذکر اللہ کی مہر و نیت میں شمار ہونگے بہر حال اللہ کا ذکر کسی وقت اور کسی حال پر موقوف نہیں۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے برابر کرنا چاہئے۔ یہی خاصہ ہے حضرات مشائخ طریقت کا اور اسی کو ذکر کثیر فرمایا گیا ہے۔ تمام احباب کو اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اور اپنی سب عبادات سے مولے اس کی رضا و خوشنودی کے ورنیت نہ رکھے۔ رضائے باری تعالیٰ اور وصال ذات الہی جو مستہائے سلوک ہے۔ اسی ذکر الہی سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ بغیر اس کے ہرگز یہ نعمت نہیں ملتی سو ذکر الہی سے کسی وقت اور کسی حالت میں بھی غافل نہ ہونا چاہئے۔

ذکر کے متعلق ایک دن کچھ گفتگو ہو رہی تھی۔ اتنے میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحبِ حمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے حضور نے دریافت فرمایا۔ کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ عرض کیا گیا۔ کہ جناب ذکر کے متعلق باتیں ہو رہی ہیں۔ کہ قرآن پاک میں کہاں کہاں ذکر کے لئے ارشاد ہوا ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ کیا اس میں کچھ شک و شبہ ہے۔ عرض کیا گیا۔ کہ جناب شک و شبہ تو ہرگز نہیں۔ مگر بعض لوگ بوجہ اپنی کوتاہ فہمی کے سوال کیا کرتے ہیں۔ کہ بھائی قرآن مجید میں بتاؤ جو یہ تم ذکر کرتے ہو۔ اس کے متعلق کوئی سند ہے۔ یہ سنکے آپ نے فرمایا۔ واہ سبحان اللہ۔ قرآن مجید تو شروع سے آخر تک ذکر اللہ کے متعلق علی الاعلان ارشاد فرما رہا ہے۔ اور سارے کا سارا ہی سند ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ معترضین نے قرآن مجید پڑھا ہی نہیں۔ ورنہ ایسا اعتراض اور



سوال نہ کرتے۔ لو ایک آیت مجید بتاتا ہوں جس میں بڑے بڑے نکات اور ذکر اللہ کے متعلق فضیلت ظاہر ہے۔ ساری آیت بھی نہیں بلکہ وہی حصہ جو ذکر کے متعلق ہے۔ وہ یہ ہے۔ و الذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات عند اللہ لهم مغفرة واجراً عظيماً۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور بکثرت ذکر کرنے والی عورتیں تیار کر رکھی ہے اللہ تعالیٰ اجل شانہ نے ان کی خاطر بخشش اور بہت بڑا ثواب۔

اب فضیلت نو ذکر اللہ کی عند اللہ لهم مغفرة واجراً عظيماً کو لے کر لکھنے لگو تو پوری ایک کتاب بن جائیگی۔ بلکہ کتاب کیا چیز ہے۔ ختم ہونے میں نہ آئے گی۔ اور جو ذکر ہیں۔ انہیں شک بھی نہیں۔ لہذا فضیلت نو ذکرین کی اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات ہی جانتی ہے۔ اسی کے سپرد کرو۔ باقی رہا اس ذکر کے متعلق تو اس پوری آیت مجید میں مجھے تمام اوصاف بیان کئے گئے۔ مسلمان ہونا۔ مومن ہونا۔ نماز پڑھنا۔ راستبازی۔ صبر۔ خشوع۔ صدقہ دینا۔ روزہ رکھنا۔ پاکدامنی و عصمت وغیرہ۔ اب صاف لفظ ذکر اور اس پر بکثرت ذکر کرنا کیسی کھلی اور صریح و بین دلیل ہے جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کا شائبہ نہیں۔ اس میں بہت سے نکات ہیں۔ ایک تو یہ کہ جیسے مرد ذکر اللہ کا بکثرت کر کے مغفرة واجراً عظيماً کے انعام و اکرام کا مستحق ہو سکتا ہے۔ عورتیں بھی ذکر کثیر کی برکت سے اس انعام کی مستحق ہو سکتی ہیں۔ علاوہ اس کے نماز اور قرآن مجید کی تلاوت مستورات کو ایام معینہ میں معاف ہوتی ہے۔ مگر یہ ذکر جو مشائخ طریقت میں مروج ہے۔ ان دنوں میں بھی منع نہیں آیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ذکر کثیر اسی کو فرمایا گیا کہ کسی حال میں بھی ذکر اللہ سے غافل نہ رہو۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہوا۔ کہ ہم نے تجھے اپنا برگزیدہ و مقبول بنایا۔ اور تم بعد اپنے بھائی کے ہماری آیات و عنایات لے کر فرعون کے پاس جاؤ۔ اور اسے اچھی و نرم کلام سے سمجھاؤ۔ شائد وہ سوچ سمجھ کر راہ راست پر آجاءے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے مولا میں تنہا اور تیرا ایک فقیر بندہ۔ وہ فرعون پرکش اور بڑی افواج والا بادشاہ۔ تو اللہ کریم نے فرمایا۔ ولاتنیا فی ذکری۔ یعنی تم اور ہارون دونوں میرے ذکر میں سستی و غفلت نہ کرنا۔ لا تخافا انی معكما اسمع واری۔ نہ ڈرو تم میں تمہارے ساتھ ہوں۔ سنتا ہوں تمہاری باتوں کو اور دیکھتا ہوں تمہاری حالت کو۔ تو یہاں ذکر میں ہوشیار رہنے کو



ارشاد فرمایا۔ اس میں ٹکتر سی ہے کہ ذکر کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ تو جس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو جائے۔ اس کے مقابلہ میں ایک فرعون نہیں بلکہ بیسوں فرعون جیسے اور فرعون بھی ہوں تو کیا کر سکتے ہیں۔ یہ معیت بغیر ذکر الہی حاصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب آقائے نامدار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ہجرت تب معیت حضرت صدیق اکبرؓ کے شریف سے چل کر غار ثور میں قیام پذیر ہوئے۔ اور کفار مکہ خاص غار کے منہ پر پہنچ گئے۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ اگر یہ کفار اپنے پاؤں پر بیچ کر غار کے اندر نگاہ کریں۔ تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا۔ یعنی اے پیارے فدائی و شیدائی صدیق اکبر فکر نہ کیجئے اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ تو یہ معیت الہی محض ذکر اللہ کے باعث تھی۔ اے دوستو اگر تم چاہتے ہو کہ یہ معیت الہی تمہیں بھی میسر ہو تو ہمہ تن یکمال ہمت ذکر الہی میں مشغول و مصروف رہا کرو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔ کہ ذکر کو مذکور کی معیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نعمت سے محروم نہ چھوڑے۔

نیز فرمایا۔ کہ حق تعالیٰ ذاکرین کو خوشخبری اور بشارت دیتا ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِاللَّهِ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ۔ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ بشارت دو ان نرم دل لوگوں کو کہ جب وہ ذکر اللہ کرتے ہیں۔ تو ان کے قلوب اشتیاق اور فرط محبت سے تھر تھراتے ہیں۔ کہ یہ ذکر الہی ان کے لئے دارین میں باعث خیر و برکت ہے۔ ایک دوسری آیت مجید میں بھی ذکر کی فضیلت آئی ہے۔ یہاں تک کہ ذکر کو ہدایت یافتہ کہا گیا۔ اور علی الاعلان فرمایا کہ یہی ذکر اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہیں۔ ارشاد ہوا شَرُّ قُلُوبٍ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ رَافِي ذِكْرِ اللَّهِ۔ ذَٰلِكَ هُدًى لِّلَّهِ يَهْدِي مَن يَشَاءُ۔ یعنی ان کے اجسام و قلوب ذکر اللہ پر نرم ہوتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ یونہی ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دراصل ہدایت اسی میں ہے کہ ان اپنے خالق کے ذکر میں ہر گھڑی اور ہر لمحہ مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ کو ذکر نہایت ہی پسند و محبوب ہے۔ اسی لئے بار بار بتا کر ذکر کے لئے ارشاد فرمایا گیا۔ جیسے وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ



و تبطل الیہ تبتیلًا۔ یعنی تمام ماسوا سے دل کو فارغ کر اور اپنے خالق کے اسم پاک کا ذکر کر۔  
 ذکر کے فضائل بے شمار ہیں۔ اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ تم ان مخالفین ذکر اللہ اور دنیائے دوں میں  
 مستغرق لوگوں کو لہو و لعب میں رہنے دو۔ اور اللہ اللہ کے ذکر میں مصروف رہو۔ قل اللہ شر  
 ندھہ فی خوضہم یلعبون۔ اس کی ہرکت سے خواہ کیسا ہی گنہگار اور ظالم انسان ہو۔ جب  
 ذکر اللہ میں مصروف ہو کر خداوند کریم سے بخشش چاہے۔ وہ خداوند کریم و رحیم ذکر اللہ کے  
 لطیف تمام قصور و گناہ بخش دیتا ہے۔ جس پر قرآن مجید کی یہ آیت مجید شاہد و دال ہے۔  
 والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکر والہ فاستغفر والذین یجہلون  
 (یہاں تک وہ فضائل جو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان معارف بیان سے بحوالہ  
 قرآن مجید سماع میں آئے تحریر کئے گئے ہیں۔ اب وہ فضائل جو حضور عالی کی زبان حقائق  
 بیان سے بحوالہ احادیث یا بحوالہ اقوال اولیائے امت مرحومہ سماع میں آئے ہیں۔ تحریر  
 کرتا ہوں۔)

فرمایا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہر ایک  
 عبادت محدود ہے۔ اور بامجبوری بعد مسموع مگر ذکر اللہ تعالیٰ کا نہ محدود نہ بعد مسموع۔  
 بلکہ ہر حال ہر وقت ہر لمحہ ہر آن میں مطلوب و محمود ہے۔ ترغیب میں آیا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ  
 علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے ایک ذکر کثیر ہے۔  
 ذکر کے فضائل میں حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آل  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اذکروا للہ حقاً یقال انکم مجنونون۔  
 یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کثرت سے کرو۔ کہ لوگ تم کو مجنون کہیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ سے فرمایا۔ کہ حق تعالیٰ کے حضور میں تو ذکر سے  
 افضل و محبوب تر اور کوئی شے پیش نہیں کر سکتی۔ اور بہشت میں جہنیوں کو کسی بات کی حسرت  
 نہ ہوگی۔ مگر دنیا میں جو وقت بغیر ذکر گزر رہا ہو گا اس کی انہیں وہاں جنت میں بھی حسرت ہوگی  
 فرمایا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ میں اپنے بندے



کے گمان کے نزدیک ہوں۔ افسوس اس کے ساتھ ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ اگر وہ  
 ذکر اپنے دل میں کرتا ہے۔ تو میں بھی اس کو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجلس میں  
 بیٹھ کر ذکر کرتا ہے۔ تو میں اس کی مجلس سے بہتر مجلس میں اس کو یاد کرتا ہوں اگر بندہ میری طرف  
 ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے۔ تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ ایک  
 ہاتھ میری طرف آتا ہے۔ تو میں ایک گز اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ چل کر میری طرف آتا  
 ہے۔ تو میں دو گز اس کی طرف جاتا ہوں۔ اس حدیث کو مسلم بخاری۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن  
 ماجہ سب نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے علاوہ فضیلت ذکر کئی اور فوائد بھی حاصل  
 ہوتے ہیں۔ سب سے اول اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ ذکر کے ہمراہ رہتا ہے۔ یہی  
 مضمون ایک دوسری حدیث میں بھی آیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں اپنے بندے کے ہمراہ ہوں۔ جب  
 تک وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ اور اس کے دونوں ہونٹ میری یاد میں ملتے ہیں۔ اس کو ابن ماجہ نے  
 بھی روایت کیا ہے۔ اور ابن حبان نے صحیح کہا۔ پس جب اللہ تعالیٰ ساتھ ہو تو اور کیا چاہئے  
 سارے کام دین و دنیا کے بن گئے۔ اور جو شخص خداوند کریم کا ذکر نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ بھی  
 اس سے دور ہوتا ہے۔ بھلا بتاؤ پھر کون اس کا یار و مددگار بن سکتا ہے۔ اسی حدیث سے  
 یہ فائدہ بھی مستفاد ہوا۔ کہ ذکر اللہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ذکر قلبی اور ذکر لسانی۔ یہ مسلمہ امر ہے  
 یاد رکھو۔ کہ ذکر قلبی کا اثر بہت قوی اور بزرگترین ہے۔ اسی کو ذکر خفی بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی حدیث  
 شریف میں آیا ہے۔ کہ ذکر لسانی سے ذکر خفی ستر درجہ افضل ہے۔ یہ ایسا ذکر ہے جس کو  
 فرشتے اعمال نویس بھی نہیں سن سکتے۔ جب قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کو جمع  
 کرے گا۔ اس وقت اعمال لکھنے والے فرشتے اعمال نامے لاویں گے۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا یا سنا  
 ہوگا۔ وہ اعمال ناموں میں لکھا ہوگا۔ اور حضور خداوندی میں پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا۔  
 کہ اس کے واسطے کچھ باقی رہا ہے یعنی کوئی ایسا عمل رہا تو نہیں گیا۔ جو بندہ نے کیا اور لکھا نہ  
 کیا ہو۔ فرشتے عرض کریں گے ہاں ہم نے جو کچھ دیکھا اور سنا سب اس اعمال نامہ میں جمع کیا۔  
 کچھ باقی نہیں چھوڑا۔ اس وقت حق تعالیٰ بندے کو مخاطب کر کے فرمائے گا۔ کہ تحقیق تیرے لئے



میرے پاس ایک نیکی ہے۔ جس کو تو نہیں جانتا۔ اور میں تجھ کو اس کا بدلہ دوں گا۔ وہ ذکر خفی ہے۔ ذکر کیا اس کو علامہ جلال الدین سیوطی اور حضرت ملا علی قاری صاحبان نے اور یہی ہمارے مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ کے لئے ایک بڑی حجت و دلیل ہے۔

تیرا سی ذکر کی تعلیم کے لئے اللہ کریم نے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واذکر ربك في نفسك۔ یعنی ذکر کر واللہ تعالیٰ کا اپنے دل میں۔ تیسرا فائدہ جو اس حدیث شریف مذکورہ سے نکلا وہ یہ ہے۔ کہ لوگوں میں بیٹھ کر ذکر کرنا بھی موجب اجر عظیم ہے۔ ذکر زبانی کا یہ فائدہ ہے۔ کہ جب کوئی گناہ سامنے آتا ہے تو بندہ خداوند کریم سے ذکر کا اس کو یاد کر کے اس سے کنارہ کرتا ہے۔ اور ہاندہتا ہے۔ ایسے ذکر کی زبان سے کوئی بڑی بات نہیں نکلتی۔ اس کو اس بات کا خیال ہوتا ہے۔ کہ جس منہ سے میں خدا کا نام لیتا ہوں۔ اسی منہ اور زبان سے فحش کلام اور بے حیائی و سخن نامہوار کیے نکالوں۔ وہ اس بات سے بھی شرم کرتا ہے۔ کہ میں اب کسی شخص کی غیبت کیوں اور کیسے کروں کس طرح جھوٹ بولوں۔ سو یہ ذکر ہر مصیبت ظاہری و باطنی سے بچاتا ہے۔ اور آخرت میں نجات دلاتا ہے۔ وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب اور سعادت مند ہے۔ جس کو حق تعالیٰ نے اپنے ذکر و فکر کی توفیق عنایت فرمائی ہو۔ اور اس سے بڑھ کر بد بخت اور روسیاء کوئی نہیں جس کا تمام وقت و اہمات باتوں اور نکتے کاموں میں گزر جاتا ہو۔ نہ کبھی ذکر کیا ہو نہ فکر۔ ایسے شخص کے خاتمہ کا خدا ہی حافظ ہے۔ فرمایا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ عبد اللہ بن بشر روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احکام اسلام اور قسم و نفل اس قدر ہیں۔ کہ ان کے ادا کرنے سے عاجز ہوں۔ مجھے کوئی ایسا ورد یا عمل فرمائیے۔ کہ کرنے میں آسان ہو۔ اور اجر و ثواب میں بہت ہو۔ اور کسی وقت یا جگہ اور کسی حالت پر موقوف نہ ہو۔ تاکہ میں اس پر عمل پیرا ہوں۔ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے ہر دم اور ہر آن پورا زمان کو تروتازہ رکھ۔ اور ہمیشہ اس میں مشاغل رہ۔ اس حدیث میں جو زبان کا لفظ ہے۔ مضمون اس بات پر صاف دلالت کرتا ہے۔ کہ زبان و قلب ہر دو سے مراد ہے۔ کیونکہ ہر



اور ہمیشہ کا عمل بغیر قلب ناممکن ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آخری بات جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی وہ یہ تھی کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب و مرغوب ہے۔ تو ارشاد فرمایا کہ نیرامنا اسحالت میں ہو کہ تیری زبان ذکر اللہ سے تر ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے۔ لکل شیء صقالہ وصقالہ القلوب ذکر اللہ۔ یعنی ہر چیز کی صفائی کے لئے ایک صقالہ ہوتا ہے۔ دلوں کی صفائی کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذکر صقالہ ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے عذاب اور قہر سے نجات دینے والی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا فی سبیل اللہ جہاد بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں مگر جہاد فی سبیل اللہ اتناڑے کہ اس کی تلوار ٹوٹ جاوے۔ مگر فرمایا کہ اگر غازی اپنی تلوار یہاں تک کھارے اور مشرکین پر چلاوے کہ ٹوٹ جاوے۔ اور خون سے لہڑ جاوے۔ تو بھی ذاکر درجہ میں افضل و ارفع و اعلى ہیں۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ وہی حدیث جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں ذکر کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خداوند تعالیٰ کا ذکر اس کثرت سے کرو۔ کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔ اسی حدیث کو حضرات احمد والیعلیٰ و ابن حبان و حاکم رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی صحیح اسناد سے بیان کیا ہے۔ پس دو ستور ضروری اور لازمی جائز ذکر اللہ کو۔ اور لوگوں کے کہنے اور طعنہ زنی پر نہ جاؤ۔ اپنے مالکے خالق کے ذکر میں بدوق و شوق مصروف رہو۔ لوگ دیوانہ کہیں تو کہنے دو۔ ریا کار کہیں تو کہنے دو۔ تم اپنی نیت کو خالص رکھو۔ اور کسی کے کہنے کی پروا نہ جاؤ۔ اس میں شک نہیں کہ فاکرین کے ساتھ کثریسے لوگ رہے۔ اور آئندہ بھی تاقیامت یہ فرقہ ساتھ ہی رہیگا۔ ان کی باتوں کا دل تنگ نہ ہو۔ اور ذکر اللہ کو نہ چھوڑو۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی اس قسم کے لوگ موجود تھے۔ جو ذکرین اللہ کو مضحکہ و استہزاء سے پیش آیا کرتے اور ان کو ریاکار کہا کرتے تھے۔ اس امر کا ثبوت یہ حدیث شریف دے رہی ہے۔ جو ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ فرمایا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اذکر اللہ ذکرا حقاً یقول



المنافقون انکم صاؤون۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کا ایسا ذکر کرو۔ کہ منافق لوگ تم کو ریا کار کہیں۔ اس حدیث کو طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کیلئے ہے۔ طبرانی کی ایک روایت میں حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے اس طرح بھی آیا ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں درہم ہانتا ہو۔ اور دوسرا ذکر میں لگا ہو۔ تو وہ فاکر جو ذکر الہی میں مصروف ہے۔ اس درہم ہانٹنے والے سے بہتر و افضل ہے۔ بہر حال ذکر اللہ تعالیٰ کا تمام عبادتوں سے بہت بڑا ہے۔

عبداللہ بن عمر راوی ہیں۔ کہ فرمایا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بہت کلام نہ کیا کرو۔ کیونکہ بہت کلام کہنا بغیر ذکر اللہ کے دل کی سختی اور قساوت کا سبب ہے۔ اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہے۔ ترمذی میں بھی لکھا ہے۔

اس ارشاد نبوی میں واہیات اور بیہودہ باتوں سے منع کیا گیا ہے۔ اور ذکر اللہ کی ترفیہ فرمائی گئی۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تنبیہ الغافلین میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت لکھے ہیں۔ جو بوجہ طوالت تمام چھوڑ کر صرف ذکر کی فضیلت کے متعلق جو حصہ ہے سنا تا ہوں۔ کہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا تو ان کو جن پانچ امور کے بھالانے کا حکم ہوا تھا۔ ان میں سے ایک ذکر اللہ تھا۔ حکم ہوا کہ ذکر اللہ بہت کثرت سے کیا کرو۔ اور اس پر مثال بیان فرمائی۔ کہ جیسے ایک قوم کے واسطے ایک قلعہ ہو اور ان کے فریب ہی ان کا دشمن ہو۔ پس دشمن حملہ کرنے کو آجھاوے۔ تو وہ قوم اپنے قلعہ میں داخل ہو کر دروازے بند کر لے۔ پس جس طرح یہ قوم اپنے دشمن سے بچ گئی اسی طرح فا کر اپنے دشمن شیطان لعین سے بچ جاتا ہے۔ فا کر گویا ذکر اللہ کے قلعہ میں آجاتا ہے۔ جہاں نہ شیطان کی پیش جاتی ہے۔ نہ کسی اور کی سبھان شہ و بحمدہ ذکر کے فضائل لا تعد ولا تحصى ہیں۔ یہ ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اگر انسان سوئے وقتے ذکر کرتے سو جملے تو جب تک سو یا ہوئے۔ ذاکروں میں شمار کیا جائیگا۔ اس کا ایسی حالت



میں سونا بھی ذکر ہی ہو جائیگا حدیث قدسی میں بھی ایسے ہی آیا ہے۔ مَا مِنْ عَبْدٍ يَضَعُ  
 جَنْبَهُ عَلَى الْفَرَاشِ فَيَذْكُرُ اللَّهَ تَعَالَى فَيُذْكَرُ النُّوْمُ وَهُوَ كَذَلِكَ إِلَّا كَتَبَ  
 اللَّهُ لَهُ ذَاكِرًا إِلَى أَنْ يَسْتَيْقِظَ یعنی اگر کوئی بندہ بستر پر سوتے وقت اللہ کے ذکر میں  
 سو جاوے تو جاگنے تک اللہ تعالیٰ اس کو ذکر لکھتا ہے۔ کس قدر اس خالق کی مہربانی و  
 شفقت ہے۔ کہ بندہ تو سو رہا ہے۔ مگر مولا کریم اس کو ذکر کرنے والوں میں شمار فرما رہا ہے۔  
 حضرت فضیل ابن عیاض فرمایا کرتے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ اور جس حال میں بھی ہو۔ بکثرت اللہ  
 تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہو۔ تاکہ ہر قسم کی برائیوں سے بچے رہو۔ حضرت ابراہیم ادرہم رحمۃ  
 اللہ علیہ کا ذکر ہے۔ کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا۔ کہ دنیا کی باتیں کر رہا ہے۔ خبر گئے۔ اور  
 فرمایا۔ کہ کیا تو اس بات سے بخوف ہے۔ کہ اس کلام کے سبب تجھ پر عذاب ہو۔ اس شخص  
 نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ تو ایسی کلام کیوں کرتا ہے۔ جس میں ثواب کی امید بھی نہیں۔  
 اور عذاب سے بے خوفی بھی نہیں علیک بذکر اللہ یعنی تجھ پر اللہ کا ذکر کرنا واجب ہے  
 کسی اللہ والے نے انہی حضرت ابراہیم ابن ادرہم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور عرض کی کہ  
 اے معلم خیر۔ مجھے کچھ نیک ہدایت فرمائیے۔ حضرت ابراہیم ابن ادرہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ الخیر  
 کلمۃ فی ذکر مولانا والشر کلمۃ فی حب دنیا یعنی سب بھلائی اور نیکی تیرے مولائے  
 کریم کے ذکر میں ہے۔ اور تمام بُرائی و بدی دنیا کی محبت میں۔ اللہ تعالیٰ فقیر کو بوجہ تمام باران  
 طہیقت اپنے ذکر و فکر میں شاغل رہنے کی توفیق رفیق کرے۔ اور حب دنیا اور اس کی تمام برائیوں  
 سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔

ذکر کی فضیلت میں یہ بھی فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ذکر کو اللہ  
 تعالیٰ بغیر طلب اور بن مانگے وہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ جو سالکین سے بہت بڑھ کر ہوتی  
 ہیں۔ مَنْ شَغَلَكَ ذِكْرِي عَنْ مَسْئَلَتِي اعْطَيْتُهُ فَوْقَ مَا أَعْطَى السَّائِلِينَ و  
 یعنی جس شخص کو میرے ذکر نے اس بات سے روک رکھا۔ کہ وہ مجھ سے کچھ سوال کرے۔ تو میں  
 اس کو سالکوں سے بڑھ کر عطا کرتا ہوں۔ الغرض ذکر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑی اور اعلیٰ اور  
 افضل عبادت ہے۔ باقی تمام عبادات کا وقت اور مقدار مقرر ہے۔ مگر ذکر اللہ کا نہ تو کوئی



وقت مقرر ہے اور نہ ہی مقدار۔ ذکر اللہ میں ہر آن مصروف رہنا اور بکثرت ذکر کرنا قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فاذا قضیتہم الصلوۃ فاذا ذکر اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ رات دن خشکی میں سمنہ میں سفر میں حضر میں اور غنا و فقر میں بیماری و صحت اور پوشیدہ و ظاہر۔ الغرض ہر حال ہر آن ہر جگہ جیسے بھی اور جہاں بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگے رہو۔ مسلم و بخاری میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے۔ کہ فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے مثل الذی یدکر ربہ والذی لا یدکر مثل الحی والمیت۔ مثال اس شخص کی جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے۔ اور اس شخص کی جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی ہے یعنی فاکر بمنزلہ زندہ کے ہے۔ اور غافل ذکر الہی سے بمنزلہ میت ہے۔ اگرچہ دنیاوی رسم و رواج کے مطابق دو نو زندہ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر وہ زندگی و حیات ابدی و حقیقی ہے۔ بغیر ذکر الہی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور ذکر ہی وہ چیز ہے جو مردہ اور غافل دلوں کو زندہ و بیدار کر سکتی ہے۔ اور معرفت حق سبحانہ کا سبب ہے۔ اور ذکر ہی میں یہ اثر ہے۔ کہ جنت کی ابدی و دائمی حیاتی کے لائق بنا سکتا ہے۔ کسی نے کیا عمدہ کہا ہے۔

زندگانی تو ان گفت حیاتے کہ مراست زندہ آن است کہ بادوست وصلے والد فرمایا جناب قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ انسان کی بزرگی اور شرافت و فضیلت کہ جس کی وجہ سے یہ حضرت انسان تمام مخلوق پر فائق ہے۔ معرفت الہی ہے۔ معرفت الہی کی استعداد کا تعلق دل سے ہے۔ دوسرے اعضا کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں۔ دیگر تمام اعضا دل کے تابع ہیں۔ اور دل بمنزلہ بادشاہ اور دیگر تمام اعضاء رعیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور دل کا اطمینان و تسکین اور استعداد معرفت الہی تمام تر ذکر اللہ پر منحصر ہے اس میں کچھ شک و شبہ نہیں۔ قرآن پاک اس پر شاہد ہے۔ پس جو شخص اس شرافت و فضیلت انسانی کا خواہشمند ہے۔ اس کے لئے نہایت ضروری و لازمی امر ہے۔ کہ ذکر اللہ میں کوتاہی نہ کرے۔ اور ہر وقت اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگائے رکھے۔

اوقات ہماں بود کہ بایا برسرفت بالی ہمہ بے حاصل و بے خردی بود



مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ کا گزر جمدان پہاڑ پر ہوا جو مدینہ منورہ سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیز تیز چلو اب جمدان پہاڑ نزدیک آگیا ہے۔ سَبَقَ الْمُفْرَدُونَ قَالُوا وَمَا الْمُفْرَدُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ قَالَ الَّذِينَ كَرُّوا اللَّهَ كَثِيرًا وَالَّذِينَ كَرَاتَ۔ یعنی آدمیوں میں سے اپنے آپ کو جدا کرنے والے اور اکیلے چلنے والے آگے بڑھ گئے۔ یاروں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ لوگ کون ہیں۔ اور مفردون سے کیا مراد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ مرد اور عورتیں ہیں۔ جو خدا تبارک کے کاذب بکثرت کرتے ہیں یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو خاص خدا ہی کی عبادت اور ذکر کے واسطے خالص کر لیا ہے۔ اور خداوند کریم کی یاد کے لئے لوگوں سے خلوت اور تنہائی اختیار کر لی ہے۔ اور خلق سے گوشہ پکڑ لیا اور ماسوائے حق کو چھوڑ دیا ہے۔ دوستوں اور خویش و اقارب کی محبت اور شہوت کے تمام اسباب چھوڑ کر ذکر الہی میں مشغول ہو گئے ہیں۔ یہی مقام تفریب ہے۔ جس کے متعلق خالق کا ارشاد ہے۔ وَتَبْتَغِلُ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا۔ اذہمہ بکسل و با و پیوند رسب سے منہ موڑا اور اپنے خالق سے رشتہ جوڑ۔ مگر افسوس ہماری حالتوں پر کہ بات بات میں نفس و شیطان کے مکر و فریب میں جکڑے ہوئے اور نفس کی رضامندی حاصل کرنے کے واسطے اللہ کریم کے ذکر و فکر سے منہ موڑ کر خواب غفلت میں ایسے سوئے ہیں۔ کہ جگانے پر جاگتے ہی نہیں کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بقول دشمنی پیمان دوست بیشکستی      ہمیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی  
یعنی شیطان اور نفس کے کہنے پر عمل کر کے تو نے اپنے حقیقی دوست یعنی حق تعالیٰ کے وعدہ حق کو توڑ دیا۔ اے انسان نادان فرادیکھ اور سوچ تو سہی کہ کس سے تو نے تعلق توڑا۔ اور کس کے ساتھ جادوستی گمانھی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ مفردون وہ ہیں جو غیر خدا کو جانتے ہی نہیں ایک ہی کہتے ایک ہی جانتے۔ ایک ہی دیکھتے ہیں۔ بہر تن ذکر ہی کے لئے خالص ہوتے ہیں۔ مشارق میں لکھا ہے۔ کہ فردا زجل اس وقت بولتے ہیں۔ جب آدمی



اپنے تمام مال و اسباب اور جائیداد کو راہ خدا میں خرچ کر دے۔ اور پھر مخلوق سے گوشہ خلوت اختیار کرے۔ اور ذکر الہی میں مشغول ہو جائے۔ قاموس میں بھی یہی معنی لکھے ہیں۔

ترندی کی روایت میں المفردون کی جگہ الْمُسْتَهِتِرُونَ یَضَعُ الذِّكْرَ عَنْهُمْ اَثْقَالَهُمْ فَيَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِفَافًا۔ آیا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو ذکر اللہ میں فریفتہ و شیدا اور عاشق ہیں۔ اس کی یاد کے سوا بات نہیں کرتے۔ اور نہ کسی اور کو سوا اس کے یاد کرتے ہیں۔ ذکر الہی ان کے گناہوں کے بھاری بوجھوں کو ان کے جسم سے اتار دیتا ہے۔ اور قیامت کے روز وہ لوگ گناہوں سے پاک و صاف پکے پھلکے اور بے تعلق ہو کر آویں گے۔

فرمایا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ذکر کی فضیلت میں حضرت امام مالک و احمد و ترندی ابن ماجہ وغیرہ نے ایک حدیث ابی درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمام اعمال سے اچھا اور افضل ہو۔ اور تمہارے شہنشاہ خداوند کریم جل وعلیٰ کے نزدیک تمہارے تمام عملوں سے زیادہ پاکیزہ تر اور پسندیدہ و مرغوب ہے۔ اور تمہارے درجات کو تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے رستہ میں سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی بہتر و اچھلے۔ اور وہ بہتر ہے تمہارے لئے اس سے بھی کہ جہاد فی سبیل اللہ میں تم دشمنوں کا مقابلہ کرو۔ پھر تم ان کی گردنیں مارو۔ درود تمہاری گردنیں ماریں اچھا رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا عمل ہمیں ضرور بتلایئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اب اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ذکر اللہ کی فضیلت اتنی ہے۔ جو صدقہ اور جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر تمام عبادات پر فوقیت رکھتی ہے۔ غور و خوض کرو دوستو۔ اور اس وقت و فرصت کو غنیمت جانو اور دلو حقتہ اپنا بسند احمد و ترندی میں عبد اللہ ابن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ لوگوں میں سے کون اچھا آدمی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خوشخبری اور مبارک ہے اس آدمی کے لئے جس کی عمر طویل اور اعمال صالحہ کثیر



ہوئے۔ اعرابی نے پھر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب عملوں سے زیادہ بہتر اور افضل کونسا عمل ہے۔ تو فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اچھا عمل یہ ہے کہ اس دنیا کے دوں سے جدا ہوتے وقت تو ایسے حال میں جاوے کہ تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔ یعنی ایسا ذکر جاری ہو جو مرتے دم تک غفلت پاس نہ پھٹکے۔ اور تو یاد الہی میں ہنستے ہنستے کوچ کرے۔ ہر بخوشی عالم عقبیٰ کا راہ لے۔ کسی نے کیا عمدہ کہا ہے۔

یا داری کہ وقت زادن تو ہم خداں بدند تو گر یاں  
آپناں زنی کہ وقت مردن تو ہم گریاں بوند تو خداں  
یعنی جب تو پیدا ہوا تھا۔ تو تمام خوش تھے۔ مگر تو نالاں و گریاں تھا۔ اب زندگی ایسے حال میں گزار کر مرتے وقت تو خداں جاوے اور سب تجھے روویں۔ ترندی اور ابن ماجہ میں ام حبیبہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی ہر ایک کلام جو اس کے منہ سے نکلتی ہے۔ سوائے امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ذکر اللہ کے اس کے واسطے وبال اور عذاب و موجب ندامت و حسرت ہوگی۔ ہند بڑا ضروری اور لازمی امر ہے کہ انسان اپنی قیمتی اور تھوڑی سی عمر کو بیودہ امور میں ضائع و برباد نہ کرے فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ثوبان رضی اللہ عنہ سے احمد و ترندی و ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا کہ کہا انہوں نے ہم ایک مرتبہ سفر میں جناب سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آیت مجید والذین یکسرون الذهب لفضۃ نازل ہوئی بعض صحابہ نے کہا یہ آیت سونے اور چاندی کے متعلق نازل ہوئی ہے کاش کہ ہمیں معلوم ہوتا کہ کونسا مال افضل اور بہتر ہے۔ تاکہ ہم اس کو لیتے اور ایسی وعید کے مستحق نہ بنتے یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب مالوں سے اچھا مال زبانِ ذاکر اور دلِ شاکر اور ایماندار بیوی ہے۔ جو اپنے خاوند کو ایمان اور خدا یاد میں مدد دے۔

بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم



نے شیطان انسان کے دل پر بیٹھنے اور اس کے ساتھ چمٹے والا ہے جس وقت انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان وہر بھاگ جاتا ہے۔ اور نزدیک نہیں آسکتا جس وقت انسان ذکر الہی ہے غافل ہوتا ہے۔ تو اس کے دل میں بُرے بُرے وساوس ڈالتا ہے۔ اس لئے جو شخص شیطان اور اس کے وساوس سے بچنا اور محفوظ رہنا چاہے۔ وہ ہر وقت ذکر الہی میں ہوشیار و بیدار رہنے کی کوشش میں لگا رہے۔ ذکر اللہ کی فضیلت میں ایک اور بہت عمدہ حدیث شریف آئی ہے۔ حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ حدیث مجھے پہنچی ہے کہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں کچھ جمعیت بھاگ جائے مگر بعض دلیر اور شجاع نہایت دلیرانہ مقابلہ میں ڈٹے رہیں اور غافلوں میں ذکر کرنے والا خشک درخت میں سرسبز اور شاواہب شلخ کی مانند ہے۔ بلکہ ایک روایت میں آیا ہے۔ بہت سے خشک فختوں میں ایک سبز اور ہاتھ اور درخت کی طرح ہے۔ اور غافلوں میں ذکر کرنے والا اندھیرے گھر میں چراغ کی طرح ہے۔ غافلوں میں ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں اس کی جگہ جنت میں دکھا دیتا ہے۔ غافلوں میں ذکر کرنے والے کے گناہ مہر لوٹنے والے اور نہ لوٹنے والے باندہ کے شمار جتنے بخشے جاتے ہیں۔ اس حدیث میں ذکر کی بے شمار فضیلتیں آئی ہیں۔

ایک تو مجاہد فی سبیل اللہ کا درجہ۔ دوسرے سرسبز اور بار آور درخت کی مثال کہ ہر وقت خوش و خرم رہتا ہے۔ تیسرے اس کا قلب نور و معرفت سے روشن اور لبریز رہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ ذکر اپنی جگہ جنت میں اس دنیاوی زندگی کے اندر ہی دیکھ لیتا ہے۔ پانچویں یہ کہ اس کے گناہ انساؤں اور حیوانوں جتنے بھی ہوں تو بخشے جاتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بنابر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر ایمان کی نشانی ہے۔ اور نفاق سے براءت ہے۔ شیطان سے بچنے کے لئے قلوب ہے۔ اور دوزخ کی آگ سے بھاؤ ہے۔ سبحان اللہ وہ دل کیا ہی خوش نصیب ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہے۔ اور کیا ہی نیک بخت وہ آنکھ ہے۔ جو شوق لقاء دیدار میں گر باں ہے۔



بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہر روز قیامت عرش مجید کے سایہ میں جگہ دے گا۔ اول امام عادل دوم وہ چھان جس نے اپنی جوانی اطاعت و عبادت الہی میں بسر کی ہو۔ سوم وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجدوں میں لگا رہے چہارم وہ جنہوں نے محض اللہ ہی کے واسطے ایک دوسرے سے محبت اختیار کی ہو۔ اسی محبت میں جمع ہوویں۔ اور اسی پر الگ ہو جاویں۔ پنجم وہ آدمی جسے کوئی خوبصورت و مالدار عورت اپنی طرف زنا کے لئے راغب کرے۔ اور وہ آدمی کمدے کہ میں خالق سے ڈرتا ہوں۔ اور اس فعل بد سے بچ جائے ششم وہ آدمی جو پوشیدہ صدقہ دے۔ ہفتم وہ مرد خدا جس نے خلوت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔ اور پھر وفور محبت یا غلبہ خوف کے باعث رویداد حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات پر تشریف فرما تھے۔ میں بھی ان کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ آپ نے دو گانہ نماز ادا کی اور روبرو بقیہ بیٹھ گئے۔ اور کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ آپ کی زبان مبارک پر جاری تھا اور آپ کی ہر دو چشم سے سیل اشک رواں۔ ایسے کہ ریش اور سینہ مبارک سے مہتے ہونے لگے مبارک پر گر کر زمین پر جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں دیکھ کر مجھ سے بھی نہ رہا گیا۔ اور میں بھی زار زار رونے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ خاموش ہو گئے اور میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے انس میں تیری آنکھوں کو تو دیکھتا ہوں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رونا دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں بھی بے اختیار رونے لگا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا انس طوبی لمن تحرك لسانه بذكر الله وفاضت عيناه۔ مبارکبادی اور خوشخبری ہے واسطے اس شخص کے جس کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے حرکت کرے اور اس کی آنکھوں سے اشک رواں رہے ذکر کی حالت میں رونا دہی وجہ سے ہوتا ہے۔ اول تو غلبہ شوق و دیدار الہی دل میں جوش مارتا ہے۔ اور ذاکر کے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔ یا پھر جو خوف الہی گریہ کی حالت غالب ہو جاتی ہے جیسے کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ذکر کی حالت میں رو رہے تھے۔ یاروں نے عرض کیا۔ اور سبب رونے کا پوچھا تو آپ نے فرمایا میں اس خوف کے مارے روتا ہوں۔ کہ یا اللہ



اعلم در نگاہ انہی میں میرے اس ذکر کی کچھ قدر بھی ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں دل کی غفلت پر روتا ہوں۔ کہ زبان تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف و مشاغل ہے۔ اور دل خواب غفلت میں محو اور غافل ہے۔ ایسے شخص کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔  
 وَيْلٌ لِّمَن ذَكَرَ اللَّهَ بِلِسَانِهِ وَقَلْبُهُ غَافِلٌ عَمَّا قَالُ يَعْنِي ہاکت ہے اس آدمی کے لئے جس کی زبان تو ذکر کرے اور دل غافل ہو۔ اس سے جس کا ذکر کر رہا ہے۔ اللہ کریم ایسے غافلوں سے بچنے کے لئے تاکید فرماتے ہیں۔ وَلَا تَطِغْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا۔  
 یعنی ایسے آدمی کی اطاعت مت کر۔ اور اس کے پاس مت بیٹھو جس کا دل ہمارے ذکر سے غافل ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ڈسنے والوں کا ذکر بیکراری و بے چینی پیدا کرتا ہے۔ اور رجوع کرنے والوں کا ذکر طلب شوق اور دیدار کو بڑھاتا ہے۔ مجنون اور عاشق کا ذکر طرب و خوشی پیدا کرتا ہے انسان کو لازم ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے قلب کو خدا کی یاد سے ہر دم تر و تازہ رکھے تاکہ سرور جاودانی اور حیات ابدی حاصل ہو جائے۔

ذکر کی فضیلت میں فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ترغیب میں ذکر آیا ہے کہ کسی شخص نے جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائى المجاہدین اعظم اجراً۔ یعنی مجاہدین میں سے بڑے اجر والا کون ہے۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ اکثرھم۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ذکر ا۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والا ہے۔ پھر سائل نے پوچھا ائى الصالحین اعظم اجراً۔ جواب ملا۔ اکثرھم۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ذکر ا۔ اس کے بعد سائل نے نماز پڑھنے والوں، زکوٰۃ دینے والوں، حج کرنے والوں، اور صدقہ و خیرات دینے والوں کے متعلق بتدریج سوال کئے۔ تمام کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا اکثرھم۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ذکر ا۔ یعنی ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرنے والا ہے۔ وہی بڑے اجر والا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا یا ابا حفص ذہب الذاکرون بکل خیر۔ یعنی اے ابا حفص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے سب کی سب بھلائی و بہتری لگئے یعنی ہر کار خیر میں انہی کو فضیلت ہوئی۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک



انہی یعنی فاخرین کو فضیلت ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بکثرت ذکر اللہ کرنے والا بڑے اجر کا مستحق ہوا۔

ذکر کے فضائل کے متعلق فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ابن آدم تو مجھے ایک ساعت صبح و ایک ساعت عصر کے بعد یاد کر لیا کر میں تجھے ان دونوں کے درمیان کفایت کروں گا۔ اور بعض علمائے ربانی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس بندے کے دل پر مطلع ہو کر میں دیکھ لیتا ہوں کہ میرے ذکر سے تسک کرنا اس پر غالب ہے تو میں اس کے تمام انتظام و اہتمام کا کفیل ہوتا ہوں۔ اس کا ہم کلام اور انیس و ہم جلس ہوتا ہوں۔ یہ بھی آیا ہے کہ اس دنیائے دوں سے تمام نفوس پیاسے اور تشنہ لب نکلیں گے۔ بغیر فاخرین اللہ کے۔ سود و ستو قبل اس وقت کے کہ تم یہاں سے کوچ کرو۔ ایسے عمل میں کوشاں رہو۔ کہ تم پیاس اور تشنگی کی حالت میں نہ جاؤ۔ بلکہ تروتازہ اور خوش بخوش و خنداں کوچ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارا اجلیس و انیس اور دوست ہو جس پر انا جلیس من ذکر فی یعنی جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوں۔ اور من اکثر ذکر اللہ فقد احب اللہ۔ جو شخص بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے حق تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے۔ احادیث قدسی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہیں اس سے بڑھ کر اور کوئی فضیلت نہیں۔ اسی ذکر سے انسان گندہ وجود پاک ہوتا ہے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان است پاکٹی دل ز ذکر رحمن است

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دربارہ فضیلت ذکر اللہ کہ ایک بزرگ متخلص بنجا قانی ہوتے ہیں۔ انہوں نے صرف چند لفظوں میں کیا عمدہ بات کہی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

پس از سی سال این معنی محقق شد بنجا قانی کہ یکدم باشد بودن بہ از ملک سلیمانی

علاوہ ازیں حضرت مولانا نے روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب نصیحت فرمائی ہے۔ اور ذکر کی ترغیب دی ہے۔ کہ یہ تیرا گندہ وجود کسی کام کا نہیں۔ اگر اس کو کام کا بنانا ہے تو حق تعالیٰ



کے ذکر کی مشک و خوشبو اپنے دل کو لگا یعنی ذکر اللہ میں مشغول رہو۔ سبحان اللہ و بحمدہ کہ مولانا صاحب کیسی حکمت اور دانائی سے سمجھاتے ہیں۔

در زمین دیگران خانہ مکن کار خود کن کار بیگانہ مکن  
کیست بیگانہ تن خاکئی تو کز برے دوست غمناکئی تو  
تا تو تن را چرب و شیریں مبدی جو ہر جاں را نہ بینی فرہی  
گر میان مشک تن را جا شود روز مردن گند ما پیدا شود  
مشک را بر تن مزین بر دامن مال مشک چہ بود اسم پاک و الجلال

حقیقت ہی یہی ہے۔ اور یہ مسلمہ و متفقہ امر ہے کہ تزکیہ نفس نیز ذکر اللہ تعالیٰ کے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ذاکر کی تفصیلت میں حضرت مولانا عبدالصمد صاحب خلیفہ جناب حضرت شاہ نادر رحمہم اللہ تعالیٰ نے کیا خوب لکھا ہے۔

یاد کر تو یاد کر تو یاد کر	غفلت اپنی یاد سے آزاد کر
دیکھ فرماتے ہیں کیا وہ اہل شوق	ذکر سے حاصل ہے جن کے دل کو ذوق
حق چہ باشد یاد آں یزدان پاک	کے بداند قدراو ایں مشت خاک
سب عبادتوں سے بہتر ذکر حق	یہ حدیث مصطفیٰ سے پڑھ سبق
دیکھ کیا لکھتے ہیں وہ بے نیک نام	جو کہ گزرے دین میں عالی مقام
یاد او را بیاہ ایماں بود	ہر گدا از یاد او سلطان بود
چیت سلطانی و درویشی بدیاں	یاد آں ہاں آفرین انس و ہاں
یاد او اگر مونس جانست بود	ہر دو عالم زیر فرمانست بود
دی فضیلت حق نے ذاکر کو تمام	یہ حدیث مصطفیٰ ہے نیک نام
مدح ذاکر خود کرے وہ ذوالجلال	انبیا بھی سب کریں اسے خوشخصال
اولیا سب کرتے ہیں یہ التماس	مولوی یہ دل سے دیتے ہیں ندا
ہر کسے کو مائل یاد خداست	خاک را ہش طوطیاں چشم ماست
انبیا کرتے ہیں غبطہ اسے پسر	رتبہ ذاکر سے سن تو یہ خبر



جستجو کرتے ہیں ان کی سب ملک  
 ہر کہ باؤ کر نشیند یک دمے  
 عمر باخو امان ایں دولت شدند  
 صحبت فا کر اگر باشد نصیب  
 صحبت شماں خاک را کسیر کرد  
 سیرے سازند چوب خشاک را  
 فا کر ان حق کا یہ ہے مرتبا  
 خود خدا کرتا ہے ذکر فا کر اں  
 فا کروں کے ساتھ رب ذوا بجلال  
 شمس کی ہے روشنی اس خاک پر  
 ذکر حق سے یہ فضیلت اے پسر  
 بس بزرگی ہست اندر یاد او  
 نظمیں کو پڑھ ذرا دل سے جواں  
 لفظ کرتے کو پڑھاے خوب رو  
 تو تو وہ شہباز ہے سدرہ نشیں  
 دیتے ہیں تجھ کو صفرین بر فلک  
 علم بڑھ کر حق سے غافل جو بشر  
 کیونکہ شیطان ساتھ اسکے یقین  
 دل جو خالی یاد حق سے اے جواں  
 پر حذر ہو غافلوں سے اے پسر  
 صحبت غافل تجھے غافل کرے  
 جو ہے غافل وہ ہے مردہ ای جواں  
 وہ مرا ہے دست شیطان سے حرام

فا کروں کی بر زمین و بر فلک  
 روز فردا اد کجا دارد نغمے  
 سالہا مشتاق ایں صحبت شدند  
 دولت جاوید یابی اے صیب  
 لطف شماں در ہر دے تاثیر کرد  
 بوے می بخشند رنگ مشک را  
 معصیت نیکی سے بدلے ہے خدا  
 جس طرح کرتے ہیں فا کر اے جواں  
 یہ ہے رتبہ دیکھ تو اے ہاکمال  
 فا کروں کی روشنی افلاک پر  
 مولوی کے قول پر کر تو نظر  
 یاد او کن یاد او کن یاد او  
 یہ حقیقت فا کروں کی بیگمیاں  
 کیوں بنا جاتا ہے خود تو زشت خو  
 آشیانہ ہے ترا عرش برین  
 ڈھونڈتے پھرتے ہیں تجھ کو سب ملک  
 وہ سبگ دینے دوں ہے اے پسر  
 جو کہ غافل حق سے ہواے مردویں  
 نما نہ شیطان ہے وہ دل بیگمیاں  
 دشمن فا کر ہیں یہ سب سر بسر  
 صحبت شاغل تجھے شاغل کرے  
 جو ہے شاغل وہ ہے زندہ بیگمیاں  
 یہ ہے زندہ نام حق سے اے کرام



یاد حق سے گرہے غافل اے جواں	زندگی ہے موت تیری بیگیاں
بلکہ بدتر موت سے یہ زندگی	کیونکہ حاصل اس سے ہے ثمرِ زندگی
اک نفس گر یاد سے جاوے جواں	ہے ترسو موت سے وہ بیگیاں
دیکھ فرماتے ہیں ذاکرِ موی	مثنوی میں اس طرح پر اے اخ
غفلت از لب یکے ماں صد گداں	زندگی یادست نزد عارفان
یک جو ہیں کور و کر اور خود پسند	وہ ہیں غافل ذکر حق سے ہوشمند
ورنہ ذاکر ہیں زمین و آسماں	و مہدم ہیں ذکر سے یہ ترزباں
ایک سُنتے ہیں انہوں سے اہل دل	و نہیں سُنتے جو خود ہیں آب و گل

فرمایا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ذکر ایسی نعمت ہے۔ کہ اس کے فضائل کما حقہ بیان کرنا طاقت بشری سے باہر ہیں۔ مختصر یہ کہ ہر صاحب بصیرت اور اہل دل نے یہی نصیحت فرمائی کہ غفلت میں زندگی نہ بسر کرو۔ ذکر میں شاغل رہو۔ حضرت بابا سعدی شیرازی کیا عمدہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر مردگان کو طاقت گویائی حاصل ہوتی۔ تو وہ دو عالمیاں دے دے کر کہتے کہ اے پسماندگان جب تک زندہ رہو ذکر الہی میں مصروف رہو۔ مردوں کی طرح لب بند نہ رکھو۔ وہو ہذا۔ سے

اگر مردہ مسکین زباں داشتے	بفریاد زاری نفاں داشتے
کہ اے زندہ چوں مست امکان گشت	لب از ذکر چوں مردہ ہم مُنت
چو مارا بغفلت بشہ روزگار	تو بارے دے چند فرصت شمار

ذکر کے فضائل جو اکثر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سننے میں آئے۔ تمام تحریر میں ہیں اسکے طوالت کتاب کا بھی خیال ہے۔ اور علاوہ ازیں سعید الطبع اور ماننے والوں کے لئے ہی کافی اور دانی ہیں۔ دنی الطبع قاسیتہ التلوپ اور منکرین کے لئے موفاتر بھی بیکار ہیں۔

### (ضروری نوٹ)

ہمارے طریقہ انیقہ نقشبندیہ علیہ کے آداب کی رعایت کو جو مشائخ کرام کے تمام طریقوں



سے بوجہ ذات کثیرہ نہایت اعلیٰ و ارفع اور ممتاز ہے۔ ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔ اس بزرگ اور افضل ترین طریق کے سر حلقہ جناب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو بعد از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام نبی نوح آدم میں سے افضل البشر ہیں۔ اور جن کی نسبت خاص حضور و اکا ہی ہے۔ جو تمام نسبتوں سے افضل ترین ہے۔ نیز اس طریقہ علیہ میں نہایت کو ابتداء میں رکھلے ہے۔ اور ابتداء سلوک کی جذبہ سے کی ہے۔ اور سیر کی ابتداء عالم امر سے کی ہے۔ بخلاف اکثر دوسرے طریقوں کے کہ ان کی سیر عالم خلق سے شروع ہوتی ہے۔ اس طریق میں سلوک کی تمام منزلیں جذبہ کے مراتب طے کرنے کے ضمن میں ہی قطع ہو جاتی ہے۔ اور عالم خلق کا سیر عالم امر کے سیر میں ہی بالتبع سیر ہو جاتا ہے۔ اس طریق میں زیادہ تر افادہ خاموشی میں ہے۔ اور ان حضرات کی توجہ ابتداء ہی سے احدیت مجرودہ کی طرف سے ہے۔ چونکہ ذکر خفی کو ذکر صریح پر ششتر درجہ زیادہ فضیلت ہے۔ مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر ہمارے خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ کرام نے مجرد اثبات یعنی اسم ذات کے ذکر کو اختیار فرمایا۔ کیونکہ یہ جذبہ کے لئے نہایت ہی مفید بلکہ بضرر اکسیر ہے۔ اور یہی اہم ہے۔ اسی لئے اس کو مقدم رکھا گیا ہے۔ اور اس کے کرنے کا طریق اس طرح ہے۔ کہ منہ بند کر کے زبان تالو سے لگلے۔ آنکھیں بند کر لے۔ اور قلب کی طرف متوجہ ہو کر نہایت شد و مد کے ساتھ زیر مات سے اسم اللہ کو کھینچ کر دماغ تک لے جاوے۔ اور جو سانس باہر آتا ہے۔ اس سے خوب زور کے ساتھ ھُو کی ضرب دل پر لگائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بیچون و بے مانند و بے مثال کا حضور ملحو نظر رکھے۔ اور اپنے شیخ مقتدا کا تصور رکھے۔ ذکر کرتے وقت سانس کا روکنا نہایت لطف پیدا کرتا ہے۔ اور شرح صدر کے لئے بہت مفید ہے۔ اس طریق سے بہت جلد اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے۔ اور تمام خطرات و وسوسوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور اسی پر مداومت و مواظبت کرنے سے تمام منازل ہاسانی طے ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کے متعلق حضرت غوث صمدانی قطب ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ میرے نزدیک اس طریقہ علیہ میں ایک قدم چلنا دوسرے طریقوں میں ہزار قدم چلنے کے برابر ہے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام یاران



طریقت کو اسی طریقہ انیقہ نقشبندیہ مجددیہ کے مطابق تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اور یہی طریقہ مروج ہے۔

بعض مشائخ نقشبندیہ نے نفی اثبات اور مجرد اثبات ہر دو طرح کا ذکر اختیار کیا ہے۔ بلکہ خود جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو راقم نے دیکھا کہ ہر دو طرح کے اذکار پر کار بند تھے۔ مگر طالبین کو وہی طریق بتلایا اور تلقین فرمایا کرتے جو اوپر دست کیا گیا ہے اور اسی کو سب سے افضل و اقرب اور سہل فرمایا کرتے تھے۔ ایک وقت تھا کہ کچھ نوک و بانی اور مخالفین و مانعین ذکر اللہ پیدا و ظاہر ہو گئے تھے۔ جو یا رسول اللہ کہنے والے کو مشرک اور یا رسول اللہ کہنا شرک کہتے اور ذکر اللہ کو بدعت بتلاتے۔ اور کلمہ بیہ لا الہ الا اللہ کو آواز سے بڑھنا تو گویا ان کو نوپ کا گولہ لگ جانے کے مترادف تھا۔ مسلمات وقت کی بنا پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ گاہ بگاہ کلمہ بیہ کے فضائل بیان فرمایا کرتے تھے یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ جبکہ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ نے رسالہ تجوید الرحمن ان تذکرہ بالسر والاعلان ذکر جہر کے جواز میں مرتب فرمایا تھا۔

چونکہ یہ فضائل کلمہ بیہ کے حضرت صاحب رحمۃ اللہ کی زبان معارف بیان سے نکلے ہوئے تھے اسلئے مجھے بہت محبوب و مرغوب ہیں۔ اس میں کوئی شک اور کلام نہیں۔ کہ جو ذکر زبان سے ہو اور دل کا بھی اس میں تعلق اور موافقت ہو۔ بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کا نزاع اور خلاف نہیں۔ اور محض دوستوں کو معلوم کرانے کی خاطر مدح و ثناء کئے جاتے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے دوست یہ نہ سمجھ لیں۔ کہ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسم ذات کے شغل باطنی کی تلقین کو ترک نہ کیا اس کو اختیار کر لیا تھا۔ اتنا جتلانے اور ظاہر کرنے کے بعد اب میں وہ فضائل جو وقتاً فوقتاً آپ سے سنے۔ تحریر کرتا ہوں۔



# ذکر نفی اثبات یعنی کلمہ طیبہ

## لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

کے فضائل جو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ برائے ترغیب و تشویق یا اسان طریقت بیان فرمایا کرتے تھے۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ذکر الہی کی فضیلت میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بھی ذکر ہے۔ لیکن بعض وہ لوگ جو بموجب ارشاد ہوتا ہے: تَعَالَىٰ إِذَا ذَكَرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذَكَرُوا الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کا ذکر وحدت کے ساتھ یعنی اکیلے کیا جاتا ہے۔ تو ان لوگوں کے دل متفرق ہو جاتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے۔ اور جب ذکر کیا جاوے اللہ تعالیٰ کے سواے اوروں کا بھی وہ لوگ خوش ہوتے ہیں۔ جن کے دلوں میں اس قسم کی بیماری اور مرض ہے وہ ہمیشہ متوجہ اور متفرق رہتے ہیں۔ لہذا چند خصوصی فضائل کلمہ شریف کے بھی بیان کرتا ہوں تاکہ شخص اور مخالفین کے لئے اتمام حجت کا موجب ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بارگاہ رب العالمین میں شرف تکلم حاصل تھا۔ ایک دن عرض کی کہ اے میرے مولیٰ۔ مجھے کوئی ایسا وظیفہ عطا فرمایا جاوے جس کے ساتھ میں تیرا ذکر کروں اور تجھ سے دعا مانگوں۔ ارشاد ہوا قل لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ورد کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے مالک کُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُونَ هَذَا۔ یعنی تیرے تمام بندے یہ وظیفہ پڑھتے ہیں۔ پھر دوبارہ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ پڑھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی کہ اے میرے مالک میں تو چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی خاص انخاص وظیفہ عنایت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے



موسیٰ (علیہ السلام) اگر ساتوں آسمان اور زمین ترازو کے ایک پتہ میں رکھے جاویں اور کلمہ لا الہ الا اللہ دوسرے پتہ میں تو لا الہ الا اللہ والا پتہ جاری ہوگا۔ اس حدیث کو محدثین نے صحیح فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے: افضل الذکر لا الہ الا اللہ کہ تمام ذکروں سے افضل ذکر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ، ترمذی، ابن حبان اور نسائی وغیرہم نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح دوسری روایت میں آیا ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ افضل الذکر لا الہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد لله یعنی سب ذکروں سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔ اور سب دعاؤں سے افضل دعا الحمد لله ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: جو دو ایمانکم بقول لا الہ الا اللہ یعنی تم ہر وقت اور ہر دم کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے پڑھنے سے اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے رہو۔ تو معلوم ہوا کہ اس افضل الذکر لا الہ الا اللہ کے پڑھنے سے ایمان تازہ اور قلب روشن ہوتا ہے۔ ترمذی میں روایت ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی آدمی لا الہ الا اللہ نہیں کہتا مگر اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں یہاں تک کہ عرش تک پہنچ جاتا ہے۔ جب تک کہ بارگاہ بچا رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص دن رات کی کسی ساعت میں لا الہ الا اللہ کہے گا حق تعالیٰ جل شانہ اس کے اعمال نامہ سے تمام برائیاں محو کر دیگا۔ معلوم ہوا کہ لا الہ الا اللہ کی کثرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عین منشا مبارک ہے۔ اور یہی وہ ذکر ہے جس کے متعلق جناب سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے درود بند کر کے اس ذکر کا اہم فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت صوفیائے کرام و ارباب طریقت کشم اللہ میں یہ وظیفہ بکثرت معمول ہے۔ یہی کہ روایت شدادین اس ترغیب میں آیا کہ ایک دن ہم رسول کریم



صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم اسے درمیان کوئی اہل کتاب ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ نہیں۔ تو آپ نے دروازہ بند کرنے کا حکم فرمایا۔ اور دروازہ بند کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو فرمایا ہاتھ اٹھاؤ۔ اور کہو لا الہ الا اللہ۔ صحابہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے ایک ساعت ہاتھ اٹھائے اور لا الہ الا اللہ کہتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحمد للہ۔ اللھم انک بعثتنی لھذا الکلمۃ وامرۃ تنی بہا وعدۃ ثنی علیہا الجنۃ وانت لا تخلف المیعاد پھر فرمایا۔ اٰبَشِرُوا فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَفَا لَكُمْ۔ یعنی اے خدا تو نے مجھے اس کلمہ طیبہ کے ساتھ مبعوث فرمایا اور مجھے اس کا امر کیا اور اس پر جنت کا میرے ساتھ وعدہ کیا۔ اور تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔ اے لوگو۔ خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

چونکہ قرآن کریم اور احادیث رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر الہی کی بالعموم اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی بالخصوص بہت فضیلت آئی ہے۔ لہذا قبوا ان بارگاہ رب العالمین ہمیشہ یاد الہی میں مستغرق و مشغول رہتے ہیں۔ انہیں تجارت خرید و فروخت وغیرہ امور دنیوی حق تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا اصل مدعا اور مقصد اعلیٰ اسی ذکر الہی کو سمجھا ہوا ہے۔ اور اسی میں لگے رہتے ہیں۔ خاموش بیٹھتے ہیں۔ تو اسی کے ذکر و فکر میں بات کرتے ہیں۔ تو اسی کی دھن میں۔ چلتے۔ پھرتے۔ اٹھتے۔ بیٹھتے۔ سوتے۔ جاگتے۔ خلوت و جلوت۔ سفر و حضر۔ بروجر۔ شام و سحر اسی کی یاد اور ذکر میں مست اور سرشار رہتے ہیں۔ کسی کی مدح و ذم کی پرواہ نہیں کرتے۔ ان کا مقصود و مطلوب رضائے خالق ہوتا ہے۔

فقیر کو بعض اوقات تعجب اور افسوس ان مدعیان عمل بالحدیث ذوی علم و فضل اشخاص پر آتا ہے۔ جو بزمِ علم خود علمائے کرام کے زمرہ میں داخل ہیں۔ اور جس ذکر کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل فرمادیں جس ذکر کو پروردگار عالم اپنے خاص برگزیدہ پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی استدعا و عرض اور طلب ذکر و تسبیحی بہ کمال بہرگانی اور



شفقت سے پڑھنے کو ارشاد فرماویں۔ اور اس کی فضیلت بیان کریں۔ آج اسی ذکر کو یہ حضرات سنا گوارا نہیں کرتے۔ بلکہ بدعت اور شرک کہتے ہیں۔ حق تعالیٰ ایسے لوگوں کو سمجھ عطا فرماوے۔ اور حقیقت و اصلیت ان پر ظاہر کر دے۔ آمین۔ مانعین ذکر لا الہ الا اللہ کے لئے وعید شدید ہے۔ کہ حکم الہی سے روکتے ہیں۔ شرح مصفا میں مذکور ہے۔ کہ حضرت سیدنا امام الہمام نعمان بن ثابت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا ان لوگوں کے متعلق جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے باوازل بلند پڑھنے سے منع اور بند کرتے ہیں بعد اذان نماز کے۔ پس فرمایا سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کہ وہ فرضی میں اس لئے کہ اس قول میں مخالفت ہے۔ فعل جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ بعد اذان نماز فریضہ ساتھ کلمہ طیبہ کے جہر فرمایا کرتے تھے۔ یعنی باوازل بلند کلمہ طیبہ پڑھا کرتے تھے اس سے ذکر جہر کا جواز اور ثبوت بھی ظاہر ہو گیا۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ نسیمان کثیر کے حجاب اور اس مرض کے تمام آفات ذکر کثیر ہی کے علاج سے دور ہو سکتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ کے ذکر کا اختصار ظاہری تو ارشاد نبوی افضل الذکر لا الہ الا اللہ سے ہے۔ مگر باطنی طور پر بھی اس میں ایک حکمت ہے۔ ایک دن فقیر قرآن مجید تلاوت کر رہا تھا۔ جب آیت الیہ یصعد الکلم الطیب پر پہنچا۔ تو اس میں کچھ غور و فکر کیا۔ کہ وہ کلمات طبیات جو اس کی طرف صعود کرتے ہیں۔ کیا ہیں۔ تھوڑی دیر غور و تدبر اور تفکر کرنے کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ کلمہ طیب لا الہ الا اللہ ہے۔ اسی کلمہ طیبہ کو بارگاہ الہی کی طرف راہ حاصل ہے۔ بنسبت عن ذکر اللہ کی مرض اور بیماری کو بغیر معجون نفی اثبات اور کوئی دوائی دور نہیں کر سکتی۔

لا الہ الا اللہ کی فضیلت میں فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کہ جس نے خلوص قلب اور صدق نیت سے لا الہ الا اللہ پڑھا وہ جنت میں جائیگا۔ اگر اس کے گناہ زمین کی خاک کے برابر کثرت سے ہوں تو بھی جب وہ صدق و خلوص سے لا الہ الا اللہ پڑھے گا بخشید یا جاویگا۔



کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے متعلق جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ ترکیف خوب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجۃ طیبۃ اصلہا ثابت و خیر عہا فی السما شوقی اکلہا کل حین باذن ربہا الخ بوساطت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم امت کو خطاب ہے کہ کیا نہیں دیکھا کہ حق تعالیٰ جل شانہ کیسی عمدہ مثال بیان فرماتا ہے کلمہ طیبہ کی مثال ایک ایسے ہونہار درخت کی ہے جس کی جڑ مضبوط اور قائم ہے ایسی کہ ہرگز اکھڑ نہیں سکتی۔ یہ کلمہ طیبہ ایک ایسی حق مسلم اور مدلل شے ہے کہ کسی کے ہٹائے ہٹ نہیں سکتی کسی کے مٹائے مٹ نہیں سکتی۔ شاخیں اس کی آسمان پر ہیں۔ ہر جگہ اس کی نشان بالا اور اس فروع و اعلیٰ ہے۔ ہمیشہ حق کا سر بلند اور دلیل غالب ہوا کرتی ہے۔ اس کی مثال اس درخت کی طرح ہے جو ہر موسم اور ہر فصل بلکہ ہر وقت پھل دے۔ ویسے ہی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا فائدہ بھی ہر لمحہ و ہر آن جاری و ساری ہے۔ دنیا میں بھی اور قبر میں بھی۔ آخرت میں بھی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ جناب مالدار اور اغنیاء بہت ثواب لے گئے کیونکہ صدقات و خیرات بہت کچھ کرتے رہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا بتاؤ یہی کہ اگر تمام دنیا کا مال و اسباب اوپر تلے رکھا جاوے۔ تو آسمان تک پہنچ جائے گا۔ خود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ میں تجھے ایسا عمل بتا دوں جس کی جڑ زمین میں اور شاخیں آسمان پر ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

فرمایا کہ درمنثور میں من جاء بالحسنة فله عشر امثالها کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہترین حسنہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے ایک نیکی میں ویسی ہی دس نیکیوں کا تو عام وعدہ ہے۔ باتفاق مسلم ہے۔ کہ کوئی نیکی رضا و محبت الہی سے فہل نہیں۔ پھر جو اپنے آپ کو فانی اور حق تعالیٰ کو باقی سمجھ چکے ہیں۔ اور خالق کی رضا پر نثار اور اس کی تقاریر فدا ہو رہے ہیں۔ انہیں یقیناً امیدوار رہنا چاہئے۔ کہ حضرت رب العالمین محبوب بے نیاز کم از کم دس حصے ان سے زیادہ ان کی تقا اور خوشنودی کا مشتاق ہے۔ پس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کو بدرجہ اولیٰ یقین ہوتا ہے کہ اسی ذات وحدہ لا شریک لہ کو بقا ہے۔ اور اسی کی تقا و رضا مقصود و مطلوب ہوتی ہے۔ کتاب ہدیتہ الحرمین میں بحوالہ



عمدۃ الابرار فتاویٰ سمرقندی اور شرح لہذا اور البرکاتی باب الاذکار میں آیا ہے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے متعلق متصل بعد اوائے نماز فریضہ پڑھنے کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جب نماز پڑھنے کے بعد متصل ایک بار کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ نمازی کہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ دوسری مرتبہ پڑھنے پر ثواب ملائکہ کا عطا فرماتا ہے۔ یہاں سے علاوہ فضائل کلمہ طیبہ کے جواز یا بظہر بھی ثابت ہے۔ بعض مفسرین نے آیہ قل اقرب الیٰ ربی بالقسط و اقیموا وجوہا عند کل مسجد و ادعوا مخلصین لہ الذین کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تمام مخلوق کو کہہ دیجئے کہ مجھے میرے رب نے فرمادیا ہے کہ انصاف کرو۔ یعنی توحید کرو جو کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا کہنا ہے۔ اور اپنا منہ سیدھا قبلہ رو کر و یعنی دل اللہ تعالیٰ سے لگاؤ۔ اور پکارو اللہ تعالیٰ کو۔ اس طرح کہ سوائے اس کے دوسرا ملحوظ و مقصود نہ ہو۔ دین خالص اسی کے لئے ہو۔ اور یہ بھی اسی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ سے مفہوم ہوتا ہے۔ ضحاک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسط بمعنی توحید ہے۔ اس لئے کہ انصاف یہی ہے کہ حق کہیں۔ اور کلمۃ الحق یہی توحید کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے ایسے ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مراد لا الہ الا اللہ ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا شہدا اللہ انہ لا الہ الا هو و الملئکۃ و اولو العلم قائمًا بالقسط۔ یعنی یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور صاحبان علم کی شہادت اسی توحید کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے متعلق ہے۔

نیز آیت میں ادعوا مخلصین کہ الذین جو آیا ہے۔ تو خلوص ضروری امر ہے خلوص اور اس کے درجات و مراتب متفاوت ہیں۔ خلوص درعمل تمام افعال غیر مشروع کے لگاؤ سے پاک شرک کفر بدعت و معاصی سے دور رہنا ہے۔ اور یہ مقام تقویٰ ہے۔ خلوص مال یعنی سوائے خداوند کریم کے نہ کسی سے نفع کی امید نہ ضرر کا خوف۔ یہ مقام طابین ہے۔ خلوص قصد نفس باغی ہو یا منقاد۔ مگر غیر خدا نہ مقصود ہو۔ نہ مراد۔ یہ شیوہ مجاہدین ہے۔ خلوص قلب یہ کہ دل ہی کسی طرف نہ جھکے یہ نشان عاشقین ہے۔ خلوص نفس غیر کا ذکر و لحاظ ہی نہ آئے۔ اثر سے بحث و قبول سے غرض نہ اس کے عدم سے تعلق نہ وجود سے کام بل مصداق۔



بیدار جاناں ز جہاں شتغل بند کر حبیب از جہاں شتغل

نہ پرواے کس شاں نہ سودا کس نہ در کنج توحید شاں جلے کس

اور یہ مقام خاص انخاص صدیقین کا ہے۔ خیر ذکر تو کلمہ طیبہ کے فضائل کے متعلق تھا۔ اسی ضمن میں کچھ خلوص کا بھی بیان آگیا۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی فضیلت کے متعلق ترمذی میں بروایت عمرو بن شعیب آیا ہے۔ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ افضل ما قلت انا والنبیون من قبلی یعنی جو کچھ میں نے اور مجھ سے پیشتر انبیاء علیہم السلام نے کہا ہے۔ اس میں سے افضل یہ قول لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے۔ نیز فرمایا کہ جو کوئی ہر روز سو بار لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملك ولہ الحمد وهو علی کل شئی قدیر کہے گا۔ اس کے لئے دس ہر دے آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔ اور سو نیکیاں اس کے واسطے لکھی جاویں گی۔ سو برائیاں اس کی دور کی جاویں گی۔ اور اس روز شام تک وہ شیطان سے پناہ میں رہیگا۔ اور اس کے عمل سے بڑھ کر اور کسی کا عمل نہ ہوگا ابو یعلیٰ و طبرانی اور بیہقی میں بروایت ابن عمر آیا۔ کہ فرمایا جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کو نہ قبر میں وحشت ہوگی۔ اور نہ قبر سے اٹھتے وقت۔ گویا کہ میں انکو دیکھ رہا ہوں۔ کہ نفع صور کے وقت اپنے سروں سے مٹی بھاڑ رہے اور منہ سر صاف کر رہے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں۔ الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن ان رونا لعفور مشکور یعنی حق تعالیٰ کا حمد و احسان اور شکر ہے۔ کہ جس نے ہم سے حزن و غم دور کیا۔ بیشک ہمارا رب بخشنے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ علاوہ اس کے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی فضیلت کے بارہ میں بروایت ابو سعید رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہ اے ابو ہریرہ جو نیکی تم کرو گے۔ وہ قیامت کے دن میزان میں وزن کی جائے گی۔ مگر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہ اس کے لئے ترازو نہیں رکھی جائے گی۔ بدیں وجہ کہ اگر یہ کلمہ طیبہ ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جاوے۔ اور دوسرے پلہ میں ساتوں آسمان و زمینیں اور ما فیہا رکھے جاویں تب بھی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ والا پلہ بھاری رہے گا۔ کس قدر فضیلت اور بزرگی ہے۔ ایک حدیث شریف ابو منصور از مسند فردوس اور ابو یعلیٰ بروایت حضرت



انس لائے ہیں۔ کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اے ابی ہریرہ جو شخص قریب المرگ ہو۔ اور اس پر نزع کے آثار طاری ہوں۔ اس کو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہے کہ وہ گناہوں سے پاک کرتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرے والوں کے لئے ہے۔ زندوں کے لئے کیا صورت ہے۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان کے حق میں یعنی زندوں کے لئے زیادہ تر پاک کرنے والا ہے گناہوں اور برائیوں سے۔ ایک اور حدیث شریف جس کو بخاری نے بروایت ابو ہریرہ اور حاکم نے بروایت ابو امامہ بیان کیا ہے۔ اس میں بھی فضیلت کلمہ طیبہ کی بہت آئی ہے۔ اور مانعین وغافلین کے لئے وعید بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ بیشک تم سب جنت میں جاؤ گے۔ مگر جو شخص بانکار پیش آوے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ایسا بدے جیسے اونٹ اپنے مالک سے بدل جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے بانکار کون پیش آتا ہے فرمایا کہ جو لا الہ الا اللہ نہ کہے۔ پس تم لا الہ الا اللہ کہنے کی کثرت کرو۔ پیشتر اس سے کہ تم میں اور اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ میں اثر کر دی جائے۔ کیونکہ یہی کلمہ توحید اور کلمہ اخلاص اور کلمہ تقویٰ اور کلمہ طیبہ اور دعوت الحق اور عروۃ الثقلین ہے۔ اور جنت کی قیمت اور دام بھی یہی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے۔

ایک دن فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ہمارے سید و آقا حضرت غوث صمدانی قطب ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ کہ سب سے بڑھ کر عبادت کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ یعنی ذکر نفی و اثبات ہے۔ کیونکہ بفضل و راجح نہ ہو جب کہ اس کا ایک کلمہ تمام ماسوائے حق یعنی اسماء انوں زمینوں اور عرش ذکر سی و لوح و قلم اور عالم و آدم کی نفی کرتا ہے۔ اور اس کا دوسرا کلمہ موجود ہے۔ حق کا اثبات کرتا ہے۔ جو زمین و آسمان و مافیما کے پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غضب یا کد و اور رفع کرنے کے لئے اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ سے بڑھ کر زیادہ فائدہ مند اور کوئی چیز نہیں۔ خیال کرو اور سوچو کہ جب یہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ دوزخ میں داخل ہونے کے غضب کو تسکین کرتا ہے۔ تو اور تمام غضب



اس سے کم درجہ کے ہیں۔ ان کے متعلق بطریق اولیٰ واجب تسکین کر دیتا ہے۔ اور پھر تسکین یہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کیوں نہ کرے۔ جب بندہ اس کلمہ طیبہ کے تکرار سے ماسوائے حق کی نفی کرتا ہے۔ اور تمام اطراف سے منہ پھیر کر اپنی توجہ کا قیام عبودیت حقیقی کو کرتا ہے۔ تو خالق کا غضب تبدیل بہ رحمت و شفقت ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف تعلقات اور توجہات ہی غضب کا باعث ہوتے ہیں جن میں بندہ مبتلا ہوتا ہے۔ جب وہ نہ رہیں۔ تو غضب بھی نہ رہا۔ مثلاً جب مالک و آقا اپنے بندہ و غلام پر ناراض و غضبناک ہو جاوے تو غلام اپنی حسن فطرت سے اپنی تمام توجہ کو سب اطراف سے پھیر کر پورے طور پر اپنے آپ کو مالک و آقا کی طرف متوجہ کر لے۔ اور اس کے درپہ گرا رہے۔ تو مالک کو اپنے اس غلام و بندہ پر ضرور بالضرور شفقت و رحمت آجائیگی۔ اور غضب و غصہ دور ہو جاوے گا۔ ویسے ہی اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو کہنے والا حق تعالیٰ جل شانہ کے غضب و غصہ سے دور اور اس کی رحمت و شفقت کے قریب ہوجاتا ہے۔ مہنا و مولنا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو رحمت کے نمائندے ہوں کے خزانہ کی کنجی جانتا ہوں۔ رجحان آخرت کے لئے ذخیرہ فرماتے ہیں۔ اور یقین رکھتا ہوں کہ کفر کی تمام ظلمتوں اور شرک کی کدورتوں کو دور کرنے کے لئے اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ سے بڑھ کر زیادہ اور کوئی کلمہ شفیع نہیں ہے۔ جس شخص نے اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی تصدیق کی اور ذرہ بھر بھی ایمان حاصل کر لیا۔ اور پھر منہیات و معاصی میں بھی مبتلا ہوا۔ تو امید ہے کہ اس کلمہ طیبہ کی شفاعت سے اس کا عذاب دور ہو جائیگا۔ اور دوزخ کے دائمی عذاب سے اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے طفیل نجات پائے گا۔ اس کلمہ طیبہ کی شفاعت ایسے ہی سود مند ہوگی جیسے کہ اس امت رحمہ کے تمام کبیرہ گناہوں کے عذاب دور کرنے میں آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نافع اور فائدہ مند ہوگی۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کلمہ طیبہ کی فضیلت بیان فرما رہے تھے۔ کہ ایک شخص معترض ہوا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة۔ تو پھر جس نے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ لیا۔ وہ تو جنت میں داخل ہو جائیگا۔ باقی یہ اعمال نماز



روزہ اور ذکر و مراقبہ وغیرہ کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصدیق قلبی اور خلوص سے کہنے والا بیشک داخل جنت ہوگا۔ اور جو شخص خلوص اور تصدیق قلبی سے کہے گا۔ تو اس کے کہنے کا نتیجہ بھی یہی برآمد ہوگا۔ کہ وہ مکمل طور پر پابند شریعت بن جائیگا۔ افسوس ہے۔ کہ اکثر کوتاہ نظر اور کج فہم لوگ تعجب کرتے ہیں۔ کہ ایک بار کلمہ طیبہ کہنے سے جنت میں داخل ہونا کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ آنکھوں کے اندھے اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے فیوض و برکات سے واقف نہیں۔ اسی پر حضرت سیدنا و مولانا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ مجھے ایسا محسوس ہوا ہے۔ کہ اگر تمام جہان کو اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ایک بار کہنے سے بخش دیں۔ تو بھی ممکن ہے۔ نیز یہ بھی مشہور ہوتا ہے۔ کہ اگر اس کلمہ پاک لا الہ الا اللہ کے برکات کو تمام جہان میں تقسیم کریں۔ تو ہمیشہ کے لئے سب کو کفایت کرے اور سب کو سیراب کر دے۔ اے مولا۔ اے خالق تو ہم کو اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے فیوض و برکات اور اسرار و نکات سے محروم نہ رکھنا اور ہم کو اس پر اور اس کی تصدیق پر ثابت قدم رکھنا۔ اور ہم کو کل ہر روز قیامت اس کی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ اٹھنا۔ اور اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ اور اس کے پہنچانے والوں کی سفارش ہمارے حق میں قبول فرمانا۔ اور ان کے طفیل ہم سب کو جنت میں داخل کر کے اپنے لقا کی نعمت نصیب فرمانا۔ آمین۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی فضیلت میں جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب ولی اللہ کی نظر سیر فی اللہ میں رہ جاتی ہے۔ اور ہمت کے پروبال جواب دے بیٹھتے ہیں۔ غیب کے ساتھ معاملہ پڑتا ہے۔ تو اس منزل و مقام پر یہی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ رہنمائی کر سکتا ہے۔ یہ منزل سوائے اس کلمہ طیبہ کے پاؤں کے طے نہیں ہو سکتی۔ وہاں اسی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی امداد و اعانت سے مسافت قطع کی جاتی ہے۔ یہی حضرات سلف صالحین کا بتایا ہوا علاج ہے۔ بلکہ اس کلمہ طیبہ کی فضیلت اس سے معلوم آئے۔ کہ سیدنا و مولانا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ دنیا میں اب اس آرزو کے بغیر اور کوئی خواہش نہیں کہ کنج تنہائی میں بیٹھ کر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ذکر سے محظوظ اور متلذذ ہوتا رہوں۔ مگر کیا کروں کہ تمام خواہشیں پوری نہیں ہو سکتیں۔ اور



خلقت کے غلط ملط سے چارہ نہیں۔ خیال کرو کہ ایسی برگزیدہ خدا و پسندیدہ رسول خدا  
عظیم الشان ہستی جس ذکر کے متعلق اتنی فضیلت جملنے، وہاں ہم جیسے ضعیف و عاجز  
انسانوں کو کہاں یا را۔ کہ اس کی فضیلت کما حقہ بیان کر سکیں۔ المختصر یہ کہ کلمہ طیبہ لا  
الہ الا اللہ محمد رسول اللہ شریعت طریقت و حقیقت کا جامع ہے۔ اسی سے نفس  
امارہ نفس مطمئنہ ہو کر پاک و صاف بنتا ہے۔ اور ولایت کے تمام کمالات اسی کلمہ طیبہ لا الہ  
الا اللہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ لہذا انسان کو لازم ہے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ذکر  
سے اپنے اوقات کو آباد رکھے۔ اور کسی سے کچھ تعلق نہ رکھے اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ  
کے تکرار سے تمام خواہشات کو سینہ کے میدان سے نکال کر صاف کر دے تاکہ سوائے ایک  
کے اور کچھ مقصود و مطلوب اور محبوب نہ ہو۔ اگر دل ذکر کرنے سے تھک جاوے تو زبان  
کے ساتھ پوشیدہ طور پر شروع کر دے۔ اور ذکر میں لگا رہے۔ غافل نہیں ہونا چاہئے کہ  
بزرگوں نے فرمایا ہے جو دم غافل سودم کافر۔

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی فضیلت میں فرمایا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے  
کہ سالک کے لئے اس سے بہتر اور کوئی ذکر نہیں سوائے اس کے اور کسی ذکر سے قلب کی صفائی  
تمام خطرات کا رفع ہونا بخیر قلب اور ذوق و شوق میں اضافہ حاصل نہیں ہوتا۔ سالک کے  
لئے بڑا ضروری بلکہ لازم ہے کہ شب و روز لا الہ الا اللہ کے ذکر میں شاغل رہے۔ تاکہ اس  
کے تکرار اور بار بار پڑھنے سے توحید کی صورت دل میں جم جاوے۔ اور ماسوا و غیر اللہ کی گرفت  
سے آزادی حاصل ہو جاوے۔ مندرجہ ذیل حدیث شریف کے ترجمہ سے موش رسا اور سننے  
والے کان رکھنے والے احباب اس ذکر کی فضیلت کا اندازہ لگائیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضرت  
علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض  
کیا کہ مجھے کوئی ایسا طریقہ عمل ارشاد فرمائیے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک و قریب کرنے والا  
ہو۔ اور اس کے حضور میں بہت ہی بزرگ ہو۔ اور بندوں کے لئے زیادہ آسان ہو۔ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ آپ کو خبر ہے۔ کہ کس چیز کے ذریعہ سے میں خدا تک  
پہنچا ہوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا۔ اے اللہ کے رسول فضیلت ذکر فی الحقیقت ایسی



ہی ہے۔ حالانکہ سب لوگ ذکر ہی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روئے زمین پر جب تک کوئی اللہ اللہ کرنے والا رہیگا۔ قیامت برپا نہ ہوگی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیونکر ذکر کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ سے سن۔ یہاں تک کہ میں متواتر اس کو تین مرتبہ پڑھوں۔ پھر تم اس کو تین مرتبہ پڑھو۔ اور میں سنوں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ اس کے بعد اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔

یہ اسی کلمہ طیبہ کی برکت و فضیلت ہے۔ کہ ہزار برس کا کافر ایک بار بصدق دل پڑھنے سے دوزخ کی آگ سے نجات پا جاتا ہے۔ اور بہشت کا مستحق بن جاتا ہے۔ یہی کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دو مندوں کے زخموں کی مرہم اور مسکینوں کے دکھ کی دوا ہے۔ اور یہی عاشقان صادقان کا شغل اور مشتاقوں کا غمگسار ہے۔ یہی کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔ جو اپنے پڑھنے والوں کے لئے فرش زمین سے لے کر عرش بریں تک نور علی نور کر دیتا ہے۔ اور ان کو مقام اعلیٰ علیین تک پہنچا دیتا ہے۔ مگر دوستو یاد رکھو ہر ایک عمل میں جس قدر صدق اخلاص اور محبت ہوں گے۔ اسی قدر اس پر ثمرات و درجات مترتب ہونگے۔ جتنا زیادہ اخلاص ہوگا۔ اسی قدر زیادہ قبولیت ہوگی۔ اور اسی قدر زیادہ روحانی سرور اور غیبی فتوحات میں صاف ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ حق تعالیٰ نے آپ کے کون سے فعل و عمل کو سب سے زیادہ پسند فرمایا جس کے طفیل آپ کو غیبی علوم سے واقف کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میں نے جو عمل کیا۔ اس کے اجر کا طمع نہیں رکھا۔ آخر کار اس بے مثل و بے نیاز نعمتی نعمت عطا فرمائی۔ کہ وہ ہرگز ہرگز گنتی میں نہیں آسکتی۔ سو دوستو۔ اخلاص و محبت کو اپنا تیرہ بناؤ۔ اب فضائل ذکر کو بوجہ طوالت ختم کرتا ہوں۔ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان معارف بیان سے جو فضائل ذکر سننے میں وقتاً فوقتاً آتے رہے وہ تمام لکھنے سے یہی باب فضائل ذکر ایک کتاب بن جائیگی۔ اور اصلی مطلب بہت دور جا پڑے گا۔ ان فضائل کے درج کرنے سے



ہست سے فائدے تھے جن کی بنا پر ایسا کیا گیا۔ اول تو یہ کہ سیدی و مولائی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہیں۔ اگرچہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث و اقوال بزرگاہوں ہی ہیں جن کے متعلق خود ہی حضور فرمایا کرتے تھے۔ بھائی میں خود اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتا۔ جو کچھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا بزرگان دین نے کہا وہی کہتا ہوں۔ پیشوا کے فرمائے ہوئے کلمات طیبات پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالمشافہ فرما رہے ہیں۔

دوسرے جب ذکر کی فضیلت معلوم ہوگی۔ تو طالب کے دل میں ذوق و شوق اور ولولہ و جذبہ پیدا ہوں گے۔ جو اس راہ میں عمدہ ترین معاون ہیں۔ اور ذکر فضیلت معلوم کر کے قوی ہمت ہو جاویں گے۔ اور ان کی طلب و محبت میں اضافہ و زیادتی ہوگی۔ بدینوجہ تمام مومنین و مسلمین بالعموم اور یاران طریقت۔ بالخصوص اس بیان کو ہفتہ عشرہ میں ایک مرتبہ ضرور پڑھ لیا کریں۔ تاکہ ذوق و شوق اور رغبت ذکر الہی کی ہر دم تازہ رہیں۔

گاہے گاہے باز خواں اس دفتر یا رہنہ را تازہ خواہی داشتن گردا غنائے سینہ را فضائل حلقہ ذکر اور اس مبارک مجلس کے اور ختم خواجگان رحمہم اللہ کے متعلق جو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ وہ کیفیت حلقہ ذکر کے بعد درج کئے جاویں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اب کیفیت حلقہ ذکر درج کی جاتی ہے۔ وہو ہذا۔

جب تمام یاران طریقت و احباب مخلصین مجلس مبارک میں حاضر و جمع ہوتے۔ تو خود جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت صدر مجلس جیسے کہ مشائخ عظام کا قاعدہ ہے۔ تشریف فرما ہوتے۔ اور تمام معتقدین و مریدین اور حاضرین کو باوب و وژاؤ بیٹھ جانے کو ارشاد فرماتے۔ پھر قرآن مجید کی آیات طیبات ام الكتاب تلاوت فرماتے۔ اور درود شریف و استغفار خود بھی پڑھتے۔ دوستوں کو بھی پڑھنے کا حکم فرماتے۔ اور تمام حاضر و سامعین کو مخاطب کر کے فرماتے۔ اپنی ارادت کو صادق بناؤ۔ اپنے قلوب کو وسوس اور خطرات غیر سے صاف کرو۔ اور حضور قلب سے ذکر الہی میں شاغل ہو۔ گزشتہ گناہوں اور غفلت پر تبصرع و زاری کناں عفو و کرم طلب کرو۔ اور آئندہ گناہوں اور غفلت سے



بچنے کی ہمت، توفیق ذاب کرو۔ دینائے دُوں اور اس کے عواین و علاین کو دلوں سے نکال کر ہم تن خالق کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور غور و خوض سے منور اس کے بعد جس دوست کو آپ ارشاد فرماتے۔ وہ حکایات الصالحین، فیوض یزدانی سے حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ حسنہ یا کسی اور نصیحت کی کتاب سے باوازی بند پڑھنا تاکہ تمام مجلس سخیہ ستفیض و مستفید ہو سکے۔ جہاں جہاں رتق عبارت اور حال ہوتا وہ خود شرح فرماتے جاتے۔ ایک گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ تک یہ درس جاری ہوتا پھر حلقہ ذکر ہوتا۔ دوستوں کو ارشاد فرماتے۔ دل کی طرف متوجہ ہو کر ذکر الہی میں مشغول ہو جاؤ۔ موت اور قبر کو یاد کرو۔ دینائے دُوں سے متفر کرنے اور خالق کی یاد و محبت پر ابھارنے والے اشعار اور کلمات طیبات موقع بموقع ارشاد فرماتے جاتے۔ اور ایسی توجہ حاضرین پر مبذول فرماتے کہ جس کے اثر سے اہل مجلس تو درکنار ایسا معلوم و محسوس ہوتا کہ درود یار بھی جذبہ اور وجل کی حالت میں ہیں۔ حاضرین مجلس پر ایسا اثر ہوتا کہ جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ کیفیت قلبی اور حال کو احاطہ تحریر میں لانا اور کما حقہ بیان کرنا ناممکن نہ ہو تو محال ضرور ہے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ مخالفین و معتزضین امتحان آئے اور سچے دل سے مستند ہو کر گئے۔ اور زبان و دل مفر ہوئے کہ واقعی اہل دل کی نظر اکسیر ہے۔ کہ جس پر پڑتی ہے کام کر جاتی ہے۔ مردہ دل آکر بیٹھے اور زندہ دل ہو کر اٹھے بقول شاعر جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موجِ نفس انکی الہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں بحالت حلقہ ذکر اکثر آپ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پڑھتے ہر روز باشی صائم ہر لیل باشی قائم در ذکر باشی دائم مشغول شود در ذکر ہوا چونکہ یہ اشعار جمعۃ المبارک کے بعد حلقہ ذکر کی کیفیت میں درج ہو چکے ہیں۔ ہذا یہاں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

جب جناب حضرت صادق رحمۃ اللہ علیہ توجہ دیتے سبحان اللہ و بحمدہ۔ آپ کی توجہ میں کیا برقی تاثیر تھی۔ کہ حاضرین مجلس کے قلوب سے ماسوائے اللہ کے نقوش کو ایک ہی توجہ میں صاف و پاک کر دیتی تھی۔ اور حاضرین مجلس نسبت باطنی کے کوالف اور فیوض و فوائد



حاصل کر کے جاتے تھے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ بڑبڑہنے کلمات طیبات اور باموقع اشعار سن کر باطنی صفائی اور اطمینان قلبی کی نعمتیں بیسر ہو جاتی تھیں۔ آپ کے پُر از محبت اور ولولہ انگیزند کلمات باطنی تغیر کا موجب ہو کر آنکھوں سے ذوق و شوق کے آنسو بے اختیار رواں اور جاری کر دیا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس اس قدر برکات و فیوض سے پُر ہوتی تھی کہ ایک مرتبہ کی حاضری بھی تصنیف و تزکیہ نام ہو جاتا۔ اور طاعت الہی میں لذت و ملاوت اور بدعات و خسیان سے نفرت پیدا ہو جاتی تھی۔ بہت سے سعادت مند لوگ جو قادیان و چشتیہ خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے آپ کی مجلس مبارک میں آکر حاضر ہوتے تھے۔ وہ علی الاعلان کہتے کہ جو ظاہری و باطنی آداب و انوار برکات و تہذیب اور تزکیہ نفوس جناب حضرت صاحب کی صحبت اور مجلس میں حاصل ہو رہی ہے۔ ہوتے ہیں۔ فی زمانہ اور کہیں نظر نہیں آتے۔

جب حلقہ ذکر ختم ہوتا۔ دعا فرماتے۔ پھر کوئی ایک دوست اٹھ کر حمد و نعتیہ اشعار پڑھتا اس کے بعد حافظ صاحب کو ارشاد ہوتا وہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ اور بعد تلاوت قرآن مجید دعائے خیر ہوتی۔ اور تمام دوستوں کو نصیحت کی اجازت فرماتے۔ اور دوست روانہ ہو جاتے خداوند کریم و علیم نے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت باطنی کے الفا وارشاد کی قوت بدرجہ اتم و اکمل عنایت فرمائی ہوئی تھی۔ طالبان راہ سلوک و سرور و راز رہنے والے آپ کی غائبانہ توجہات سے بھی مستفیض و مستفید ہو کر ترقی کے درجہ کمال کو پہنچے ہیں۔ اور جیسے فیوضات حافہ بین خدمت کو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر حاصل ہوتے تھے۔ انہیں دور و دراز فاصلے پر رہ کر ہی حاصل ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ برما اور شان رہاست کے چند احباب جو بوجہ نہایت بُعد مسافت حاضری خدمت نہیں ہو سکے۔ آپ کی توجہات باطنیہ سے وہاں فائز المرام ہوئے ہیں۔ بالخصوص حاجی رحمت اللہ صاحب جو بوجہ بہت دور رہنے کے اکثر آپ کی توجہات سے بہرہ ور ہو کر بامراد ہوئے ہیں۔ الغرض آپ کی ہمت عالی اور بلوغ سعی سعید اسی امر میں مصروف رہی کہ ہر وقت طریقہ انیقہ عالیہ نقش بند یہ مجددیہ کو جہان میں ترقی و فروغ ہو۔ اور اس کے



الوار سے جہان کو منور کر دیا جاوے۔

سوالحمد للہ کہ بفضل خداوند کریم و رحیم جس طرف بھی نگاہ اٹھا کر دیکھا جاوے، ادھر ہی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وابستگان دامن کے الوار ہی الوار نظر آرہے ہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ثم الحمد للہ واللہم زد فرد۔ اب میں وہ فضائل مجلس اہل اللہ و محبت فی اللہ اور حلقہ ذکر تحریر کرتا ہوں۔ جو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ برائے ترغیب و تحریص دوستان گاہ بگاہ بیان فرمایا کرتے تھے

فرمایا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین۔ یعنی اے ایمان والو ڈرو اللہ تعالیٰ سے یعنی پرہیزگار اور نیکو کار بن جاؤ۔ اور صادقین سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ ان کی معیت و صحبت اختیار کرو۔ مفسرین نے اس آیت مجید کے نکات میں بیان فرمایا ہے۔ کہ اس میں اشارہ ہے۔ کہ شیخ کامل اور اہل اللہ کی مجالست و موانست اور صحبت کو اختیار کرو۔ اور ان کی محبت و تصنیق اور ان پر جان نثاری کو لازم پکڑو تاکہ حق تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی فیوض اور انعامات و کرامات مزید منبہل ہوتے رہیں۔ اس میں اس قدر فوائد ہیں۔ کہ کچھ شمار نہیں۔ فی اللہ دوستوں۔ پیر بھائیوں اور یاران طریقت کا آپس میں ملنا جمع ہونا موجب ازادیا و محبت الہی اور اضافہ ذوق و شوق ہوتا ہے۔ جو لوگ اپنی آرام طلبی کو بالائے طاق رکھ کر جسمانی اور مالی مشقت اور تکلیف برداشت کر کے فقاو اہل اللہ کے بزرگ و سرگزر وہ کی مجالس میں حاضر ہوتے ہیں۔ دراصل وہی لوگ فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی کے ارشاد پاک اور مزدہ و مبارکباد کے مستحق ہوں گے۔ اور یہ کوئی معمولی مرتبہ نہیں۔ بلکہ مرتبہ عبودیت و عبدیت آخر مراتب اور اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ جو کہ بعد حصول اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اعد اطمینان بغیر محبت و عقیدت اور بالخصوص صحبت و مجلس اہل اللہ کے ہرگز میسر نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے بعد حصول اطمینان حکم دخول عبودیت فرمایا گیا۔

لفظ کو تو ا دیکھ لے قرآن میں حق نے فرمایا ہے ان کی شان میں



فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ مفسرین نے کو نوامع الصالحین کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اصبحوا مع اللہ فان لحد تطيقوا فمع من یصحب مع اللہ۔ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو۔ اگر یہ طاقت نہیں۔ تو بہران لوگوں سے صحبت رکھو۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں۔ یعنی ان کو معیت اللہ حاصل ہے مفسرین و شارحین رحمہم اللہ نے تشریح فرمائی ہے۔ کہ یہاں اہل اللہ کی صحبت و مجلس کی طرف اشارہ ہے۔ میرے پیارے دوستو۔ اگ اس بات کے خواہشمند ہو۔ کہ اہل دل بن جاؤ۔ تو اہل دل درویشوں اور اہل ذکر فقر کی مجالس میں بیٹھو۔ تاکہ وہ اپنے انوار باطنی سے تمہیں بھی اہل دل بنادیں۔ سوائے اس برگزیدہ گروہ کی مجلس و صحبت اور ہم نشینی کے صاحبِ دل ہونا بہت دشوار ہے۔ یقین جانو۔ کہ کوئی علم و عمل اور ریاضت و مجاہدہ اور خلوت اللہ تعالیٰ کے مقبول و برگزیدہ بندوں کی صحبت و مجلس سے بہتر نہیں۔ ان کی مجلس و صحبت کے متعلق حضرت مولانا صاحب نے کیا عمدہ فرمایا ہے۔

ہر کہ با او شاں نشیند یکے روز فردا او کجا دارد غمے  
عمر و خوارانِ این دولت شند سالہا مشتاقِ این صحبت شند  
صحبتِ نیکال اگر باشد نصیب دولت جاوید یابی اے حبیب  
صحبتِ شاں خاک را اکسیر کرد طعش شاں در ہر دمے تاثیر کرد  
سبزے ہر از ند چو بے خشک را بوسے بخشد رنگ مشک را

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ایک مرتبہ کچھ اصحاب سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکٹھے بیٹھ کر حلقہ ذکر کر رہے تھے۔ کہ اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ان پر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ یہاں کس لئے بیٹھے ہو۔ اصحاب کرام نے عرض کیا کہ ہم ذکر اللہ کر رہے ہیں۔ اور اس کی تعریف کر رہے ہیں۔ اور اس خالق کو مکان کا شکر یہ کر رہے ہیں۔ کہ ہم کو اسلام کے لئے ہدایت بخشی۔ اور ہم پر اس کے ساتھ بہت بڑا انعام فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم دیکر دوبارہ فرمایا کہ کیا تم کو اسی بات نے بٹھایا یعنی ذکر اللہ اور خداوند کریم کی حمد و ثنائے۔ انہوں نے عرض کیا



اللہ کی قسم ہم کو نہیں بٹھایا مگر اسی نے۔ یعنی جو کچھ پہلے عرض و بیان کیا ہے۔ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خبردار خیال رہے میں نے تم کو از روئے تمت اور  
جھوٹ کے قسم نہیں دی۔ بلکہ میرے پاس حضرت جبرائیل آمین آئے اور انہوں نے  
مجھے خبر دی کہ تحقیق اللہ تعالیٰ تمہیں فرشتوں میں فخر سے یاد فرماتا ہے۔ اس حدیث  
شریف میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور مجلس ذکر کی شمولیت کی فضیلت جو بیان ہوئی ہے  
کس قدر ہے۔ خیال کرو اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔ ایک اور  
حدیث شریف میں جس کو حضرت ابی ہریرہ و ابی سعید رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے  
اس طرح آیا ہے۔ کہ جب کوئی جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے جمع ہو کر بیٹھتی ہے  
تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس جماعت کے گرد احاطہ کر لیتے ہیں۔ اور ان کو گھیر لیتے  
ہیں۔ خدا کی رحمت کے آثار و انوار اس جماعت کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ اور ان پر تسکین  
اور حضور کا نزول ہوتا ہے۔ اس وقت جو نورانیت اور اطمینان قلبی اور حضور و کجی  
اور ذوق و شوق ان کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ اسی کا اثر ہے۔ حق تعالیٰ ایسے لوگوں کو  
اپنے ملائکہ میں یاد کرتا ہے۔ اور اپنے بندگان کی بڑائی و بزرگی اور فخر بیان فرماتا ہے  
اور اپنے بندوں کا فضل و کرامت فرشتوں پر ظاہر کرتا ہے۔ جو اپنے واسطے پرہیزگاری  
پاکیزگی اور تسبیح و تقدیس کے مدعی تھے۔ اور انسانوں پر فتنہ و فساد اور خونریزی کا  
الزام دھرتے تھے۔ ایک اور حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔  
کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے کچھ فرشتے مقرر فرمائے  
ہوئے ہیں۔ کہ اہل ذکر کی مجالس کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب کسی اللہ والوں کی مجلس  
کو دیکھتے ہیں۔ کہ وہ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ تو ایک دوسرے کو پکارتے  
ہیں ہلیم الی حاجتک کہ حلیدی ابی حاجت کی طرہ آؤ۔ کون سی حاجت ہے  
معلوم ہو کہ ذکر کرنے والوں کی ملاقات اور ذکر کا سننا ان کی حاجت ہوتی ہے۔ پھر  
فرشتے آکر اپنے پرروں سے ان کو گھیر لیتے ہیں۔ جب اہل مجلس متفرق ہو جاتے ہیں وہ  
فرشتے آسمان پر پڑھ جاتے ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ میرے



بندے کیا کہتے تھے۔ عرض کرتے ہیں خدا یا وہ تیری تسبیح و تقدیس اور بزرگی و بڑائی بیان کرتے تھے۔ نیز ذکر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے وہ عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر کیا کریں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اگر وہ دیکھ لیں تو تیری عبادت اور تسبیح و تمجید اور ذکر میں کثرت کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ کیا مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو اس کی رص و طلب اور رغبت میں لگے رہیں۔ پھر اللہ کریم فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے۔ ارشاد ہوتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اگر تیرے بندے دوزخ کو دیکھ لیتے تو اس سے بہت بھاگتے اور ڈرتے۔ ارشاد الہی ہوتا ہے کہ میں تمہیں گواہ رکھتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ تو ایک فرشتہ ان میں سے عرض کرتا ہے کہ فلاں شخص ان میں سے نہیں وہ کسی اور غرض و حاجت کے لئے آیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وہ تو ایسی قوم یعنی مجلس ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی برا نہیں ہے۔ یعنی میں نے ان کے طفیل اس کو بھی بخش دیا ہے اس حدیث شریف میں مجلس ذکر اور ذکر بن کی کس قدر فضیلت ہے کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی اگرچہ ذکر میں شرکت کی نیت سے نہیں آیا مگر اللہ کریم کے فضل و کرم اور ذاکرین کی صحبت کی برکت سے بخشش کا مستحق ہو گیا۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جو قوم محض خدا کا ذکر کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہو۔ اور بجز رضاء الہی ان کا اور کوئی مقصد و مطلب نہ ہو۔ تو ان کے لئے ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ اٹھو تمہارے گناہ بخشے گئے۔ اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل گئیں۔ اسی حدیث کو امام احمد صاحب نے بھی روایت کیا ہے۔ الحمد للہ کہ جیسے اس فیر کے دوست محض حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی



کے لئے اتوار اور جمعہ کے دن حلقہ و ذکر کی شمولیت کے لئے دور دور سے آجاتے ہیں اس حدیث سے اس قسم کے یاران طریقت کے ایک جگہ اکٹھے ہو کر ذکر الہی میں مشغول ہونے کا ثواب بیان کیا گیا ہے۔ کہ اللہ کریم ان کی تمام خطائیں معاف فرماتا ہے اور جب ذکر کی مجلس سے اٹھتے ہیں۔ تو گناہوں سے پاک ہو کر اٹھتے ہیں۔ یہ خاص کر سو فیلے کرام اور فقراء عظام کے لئے ہی اللہ کریم کا فضل و احسان ہے۔ کہ انہی کے ملنے والے ذکر الہی کی خاطر جمع ہوتے ہیں۔ اور یہی گروہ ذکر کے حلقے کرتا ہے۔ اور یہی ارباب طریقت کا گروہ ہے۔ کہ ہمیشہ ان کی مجالس ذکر الہی کی مجالس ہوتی ہیں۔ خداوند کریم فقر کے دوستوں کو زیادہ زیادہ توفیق عطا فرمادے۔ کہ اس قسم کی مجالس کی برکات و نبوضات سے بہرہ ور ہوتے رہیں۔ مجلس ذکر میں شرکت و شمولیت کی فضیلت کا اندازہ اس سے لگاؤ۔ کہ صرف ان کا ہمنشین بھی بفضل خدا کبھی بد بخت نہیں ہوتا۔ لایشتقی جلیسہم۔

جناب قید عالم سیدی و مولائی جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فی اللہ محبت کے متعلق فرمایا کہ استاذ المفسرین حضرت شاہ عابد العزیز صاحب محدث و ہادی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ دہر کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ حدیث قدسی میں یوں آیا ہے لا یتحابون فی اللہ لہم منا یز من نور یغیظہم النبیون والشہداء۔ کہ جو لوگ اس دنیا میں محض لوجہ اللہ آپس میں دوستی اور محبت رکھتے ہیں۔ ان کے لئے کل بروز قیامت نور کے منبر ہوں گے۔ جن پر وہ جلوہ افروز ہوں گے۔ وہ منابر ایسی عظمت اور بزرگی والے ہوں گے کہ انبیاء و شہداء بھی دیکھ کر غبط فرماویں گے۔ اس روز انبیاء و شہداء کو امت پر گواہی دیکر ان کو موقف سے اور اس دن کے ہول سے رٹا کر ان کی فکر ہوگی۔ اور المتحابون فی اللہ کو اس سے کوئی علاقہ نہ ہونے کی وجہ سے فراغت ملی ہوگی۔ یہ تمام بزرگی اور عظمت فی اللہ محبت کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ ایک اور حدیث شریف جس کے راوی حضرت ابو داؤد و رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس مضمون کی تائید اور تصدیق کرتی ہے وہ یہ ہے لَیَبْعَثَنَّ اللّٰهُ اَکْثَرًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِی دُجُوْهِہُمْ النُّوْرُ عَلٰی مَنَابِرِ اللُّوْلُوْہِ



يُعْطِيهِمُ النَّاسُ لَيْسُوا بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ قَالَ فَجِئْنَا أَخْلَافِي عَلَى رُكْبَتَيْهِ  
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ خَلِّمْ لَنَا نَعْرَ فَمُهم قَالَ هُمُ الْمُتَحَابُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ  
قَبَائِلِ شَتَّى وَبِلَادِ شَتَّى يَجْتَمِعُونَ عَلَى ذِكْرِ اللَّهِ يَذْكُرُونَهُ - یعنی حق  
تعالیٰ قیامت کے دن ایسی قومیں پیدا و ظاہر فرما دیگا جن کے منہ اور پہروں پر نور ہوگا۔ یہ تو  
کے منبروں پر ہوں گے۔ لوگ ان کا غبطہ کریں گے۔ وہ نہ نبی ہوں گے نہ شہید۔ راوی بیان کرتا ہے  
کہ ایک بدوی نے اپنے گھٹنوں کے بل ہو کر عرض گزاری۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم بیان فرمائیے تاکہ ہم ان کو پہچان لیں۔ فرمایا وہ لوگ محض اللہ کی راہ میں مجتہد کرنے والے  
ہوں گے۔ جو مختلف قبائل و اقوام اور شہروں سے محض حق تعالیٰ کے ذکر کی خاطر ایک جگہ  
جمع ہو کر اللہ کریم کا ذکر کرتے ہیں۔ اس حدیث شریف میں غور و خوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے  
کہ یہ تمام فضیلت بھی فقرا و اہل اللہ اور ان کے محبین و مخلصین ہی کا خاص حصہ ہے۔  
کیونکہ اس طریق پر جیسا کہ حدیث شریف میں بیان ہوا۔ سوائے صوفیائے کرام کے اور کبھی  
کسی فرقہ میں ایسی مجلس نظر نہیں آئی۔ اللہ کریم کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے۔ کہ اس فقیر  
ضعیف کے دوستوں کو اس فضیلت کا شرف حاصل ہے۔ مقامی یاران طریقت روزانہ اور  
قرب و جوار و مسافرات کے دوست ہفتہ میں ایک دو مرتبہ اور دور و دراز کے فی اللہ مخلص  
دوست کم از کم سال میں ایک مرتبہ عرس شریف کے موقع پر اس مبارک مجلس کی شمولیت سے  
فیوض و برکات حاصل کرتے اور اس بڑی بھاری فضیلت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔  
ذَلِكَ نَفْلُ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ مجلس ذکر کے بے انتہا فضائل میں حضرت  
انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے۔ اِذَا  
هَرَبْتُمْ إِلَى الْجَنَّةِ فَإِنَّ نَعْوَا قَالُوا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حَلِيقُ الذِّكْرِ  
یعنی جب تم جنت کے باغوں میں پہنچو تو چرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کی۔ کہ  
جنت کے باغ کیا ہیں۔ فرمایا ذکر کے حلقے۔ فقیر کہتا ہے۔ کہ ذکر کا حلقہ یا ذکر کی مجلس ایک ہی چیز  
ہے۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ذکر کی مجالس جنت میں پہنچانے والی ہیں اور ذکر اللہ



کی مجالس میں جو ذوق حاصل ہوتا ہے وہ بھی جنت کی نعمتوں کے ذوق کا نمونہ ہے ایک حکیم نے کہا کہ خداوند کریم نے اس دنیا میں ایک جنت بنایا ہوا ہے۔ جو کوئی اس میں داخل ہو گیا۔ اس کی دو جہان کی زندگی پاک و صاف ہو گئی۔ لوگوں نے پوچھا وہ بہشت کونسی ہے اس نے کہا ذکر کی مجلس۔ جس مجلس کی یہ فضیلت ہو۔ اس سے محروم رہنا بڑی بدنصیبی اور سیاہ بختی اور نادانی ہے۔ ذاکرین کی مجلس و صحبت کے متعلق جناب سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انہ قال مجلس للمصالح یكفر عن المؤمن انفی القہر من مجلس من مجالس الشؤء۔ یعنی کہ ایک نیک مجلس یا نیک آدمی کی مجلس مومن سے جس لاکھ بری مجلس کا کفارہ ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی مومن جس لاکھ بری مجالس میں بیٹھا ہو اور اس کے بعد ایک دفعہ کسی صالح بزرگ آدمی کی مجلس میں بیٹھے تو وہ تمام برائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نیک اور صالح ہمنشین کی مثال کستوری رکھنے والے کی طرح ہے۔ اگر وہ کستوری نہ بھی دے۔ تو اس کی خوشبو سے ضرور تیری طبیعت فائدہ اٹھاو گی۔ اور برا ہمنشین مانند لوہار کی بھٹی کے ہے۔ کہ اگر چہ تیرے کپڑے نہ بھی جلیں پھر بھی اس کے دھوئیں سے تکلیف ضرور پہنچے گی۔ ایسے ہی حضرت نعمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی۔ کہ جب تو کسی جگہ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے دیکھے تو تو بھی ان میں ضرور شامل ہو جا اگر تو عالم ہو گا تو میرا علم تجھے نفع دیگا۔ اور اگر تو جاہل ہو گا۔ تو وہ اہل مجلس کی صحبت تجھے علم سکھا دے گی۔ جب اللہ کریم اپنی رحمت سے ذاکرین کی طرف متوجہ ہو گا۔ تو ان کی مجلس کے لطیف تجھ کو بھی اپنی رحمت وسیع میں ڈال دے گا۔ اور جب تو ایسے لوگوں کو دیکھے۔ جو ذکر نہیں کرتے تو ان میں سست بیٹھ۔ کیونکہ اگر تو عالم ہو گا۔ تو تجھے علم نفع نہ دے گا۔ اور اگر تو جاہل ہو گا۔ تو تیری جہالت دگراری اور زیادہ بڑھ جائے گی۔ اور شاید کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا غضب اور قہر نازل کرے اور ان کی صحبت کی وجہ سے تو بھی غضب الہی میں گرفتار ہو جاوے۔ کعب احبار رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے بھی اللہ والوں کی مجلس و صحبت کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ فرمایا کہ تحقیق حق تعالیٰ نے خلقت کے پیدا کرنے سے پہلے عرش کے نیچے دو کھمبے یعنی دو امر لکھے ہیں جن کا علم فرشتوں کو بھی نہیں۔ اور میں ان کو جانتا ہوں۔ پہلا لکھا یا رسول اللہ صلی



اللہ علیہ وسلم وہ دو باتیں کو نسی ہیں۔ فرمایا اے ابواسحاق ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی تمام صالحین کے کام کرے۔ اور اس کی صحبت و مجلس فاجروں اور بدکاروں سے ہو۔ اس کو کل قیامت کے دن فاجروں اور بدکاروں کے ساتھ اٹھاؤنگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی تمام بدکاروں کے اعمال کرے اور پھر اس کی صحبت و مجلس صالحین اور نیک آدمیوں سے ہو۔ اور ان کو دوست رکھتا ہو۔ تو میں ان کی صحبت و مجلس کے باعث اس کے گناہوں کو بھی نیکیاں بنا دیتا ہوں۔ اور قیامت کے دن میں اس کو نیکیوں اور ایثار کے ساتھ اٹھاؤنگا۔ اس حدیث شریف میں اہل اللہ اہل ان کی صحبت و مجلس کی نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

آنچه زرے شود از پر تو آں قلب سیاہ      کیسیاست کہ در صحبت درویشان است  
جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک زلف  
تھا کہ کچھ لوگ مسجد شریف میں بیٹھے ذکر الہی میں مصروف تھے۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار  
کی طرف جانکے۔ اور لوگوں کو کہا کہ تم اس جگہ بیٹھے ہو اور مسجد میں جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے مسجد کا رخ کیا۔ اور بازار کو چھوڑ گئے  
تھوڑی دیر کے بعد واپس آگئے۔ اور کہنے لگے اے ابو ہریرہ ہم نے تو کوئی میراث مسجد میں تقسیم  
ہوتی نہیں دیکھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر وہاں مسجد میں کیا دیکھا لوگوں  
نے کہا ہم نے کچھ لوگ وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے دیکھے ہیں۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پس یہی جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
میراث ہے۔ حضرت فقیہ ابو الیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی آٹھ قسم کے  
آدمیوں کے ساتھ صحبت و مجالست رکھے اسکو خداوند کریم آٹھ چیزیں زیادہ کرنا ہے (۱) دلتمند  
کی صحبت سے دنیا کی محبت و رغبت (۲) فقر کی صحبت سے شکر و رضا (۳) بادشاہوں اور  
امرا کی صحبت سے تکبر اور قسادت قلبی (۴) عورتوں کی صحبت سے ہمالت اور شہوت (۵) لڑکوں  
کی صحبت سے کھیل و کود کی رغبت (۶) فاسقوں کی صحبت سے گناہوں پر دلیری اور توبہ کرنے  
میں دیر (۷) صالحین کی صحبت سے طاعت کی رغبت اور محبت (۸) علمائے ربانی کی صحبت



کے علم و پرہیزگاری اللہ تعالیٰ زیادہ کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جو شخص علمائے ربانی کی صحبت میں جا کر بیٹھے اور کوئی علم کی بات محفوظ اور یاد نہ رکھ سکے۔ اس کو بھی بفضل خداوند کریم سات کرامتیں عطا ہوتی ہیں۔ (۱) یہ کہ وہ متعلموں اور شاگردوں کا رتبہ پاتا ہے۔ (۲) جب تک ان کی صحبت میں رہے گا خطاؤں اور گناہوں سے بچا رہے گا۔ (۳) جب گھر سے نکل کر علمائے ربانی کی طرف جاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے (۴) جتنی دیر علمائے ربانی یعنی کسی صاحبِ دل کی خدمت میں بیٹھا رہے تو جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی گہ پر نازل ہوتی ہے۔ تو اس بزرگ ہستی کی صحبت کے سبب سے اس کو بھی اللہ کی رحمت گھیر لیتی ہے۔ (۵) جب تک اس کی کلام کو سنتا رہے گا۔ نیکیاں اس کے نام لکھی جاویں گی۔ (۶) رحمت کے فرشتے پروں کے نیچے اس بزرگ کو اور اس کے طفیل صحبت و مجلس میں بیٹھنے والے کو بھی ڈھانپ لیتے ہیں (۷) جو قدم اس راہ میں اٹھاتا ہے۔ وہ گناہوں کا کفارہ اور نیکیوں کو زیادہ کرنے والا ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد حق تعالیٰ چھ کرامتیں اور عطا فرماتا ہے۔ اول یہ کہ علمائے ربانی یعنی فقرا و اہل اللہ کی مجلس میں حاضر ہونے کی وجہ سے عزت و حرمت بڑھ جاتی ہے۔ دوم۔ جتنے لوگ اس کی پیروی کریں گے اس کے نام میں ان سب کے اجر و صلہ جتنے اجر لکھے جاویں گے۔ بغیر اس امر کے کہ ان کے اجر کچھ کم ہوں۔ سوم۔ یہ کہ اگر ان سے ایک بھی بخشا گیا۔ تو وہ باقیوں کے واسطے شفاعت کرے گا۔ چہارم یہ کہ اس کا دل فاسقوں اور بدکاروں کی صحبت و مجلس سے سرد ہو جاتا ہے۔ پنجم یہ کہ وہ متعلمین اور صالحین کے طریق میں داخل ہو جاتا ہے۔ ششم۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے امر کو قائم رکھنے والا ہو جاتا ہے۔ یہ کرامتیں اور بخششیں تو اس کے واسطے ہیں جس کو علم کی باتیں یاد نہ رہ سکیں۔ لیکن وہ آدمی جو یاد رکھ کر اس پر عمل کرے۔ اور دوسروں کو بتائے۔ اس کو کئی گنا زیادہ فضائل حاصل ہوتے ہیں۔ اور بڑا ثواب ہوتا ہے۔ علاوہ انہیں جمع ہو کر ذاک کی مجلس کرنے والوں پر شیخان اور دنیا کا ہرگز قابو نہیں چل سکتا۔ یہ سلسلہ اور متفقہ فیصلہ ہے۔ یہ تمام انعام و اکرام انہی کے لئے ہیں۔ جو فی اللہ نسب اور محض لوجہ اللہ فخلص دوست ہوں۔ اور جن میں صرف خدا ہی کے لئے برادری کا تعلق ہو۔ میرے دوستو اس وقت کو ہاتھ سے نہ دو۔ اور اللہ دوستی اور برادری اختیار کرو۔ کہ بہترین عہد امت بزرگترین درجات سے ہے جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام



کا ارشاد پاک ہے۔ کہ خالق جس پر مہربانی فرماتا اور جس کی بھلائی چاہتا ہے۔ اس کو اچھے اور  
 خلص دوست عنایت فرماتا ہے۔ سو فی زمانہ سوائے صوفیائے کرام اور اہل اللہ بزرگوں کے  
 اور کون اچھا دوست ہو سکتا ہے۔ یہی وہ اعلیٰ گرہ ہے کہ جن کے محبوبین و مصائبین کے  
 متعلق یہ خوشخبری آئی ہے۔ کہ جو لوگ خدا کے واسطے باہم محبت مجاہدت اور موانست رکھتے  
 ہیں۔ ان کی خاطر یا قوت سرخ کا ایک ستون کھڑا کریں گے۔ اس کی چوٹی پر ستر ہزار درجے  
 ہونگے۔ ان پر سے وہ اہل جنت کا نظارہ کریں گے۔ اور ان کے چہروں کا نور اہل جنت پر اس  
 طرح پڑے گا جیسے آفتاب کا نور اس دنیا پر ہے۔ اہل جنت کہیں گے کہ چلو ان کو دیکھیں۔ ان  
 لوگوں کے بدن میں سندس کا سبز لباس ہوگا۔ اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا۔

### اَلْمُتَحَابُّونَ فِي اللّٰهِ

یہ وہ لوگ ہیں۔ جو محض خداوند کریم کے لئے ایک دوسرے سے دوستی رکھتے تھے۔  
 ایک بزرگ نے کہا ہے۔ کہ فی اللہ دوستی کرنے والے جب ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے  
 ہیں۔ تو محض فی اللہ دوستی کے طفیل ان سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے موسم خزاں میں  
 درخت سے پتے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی۔ کہ صرف فی اللہ دوست کو محبت اور  
 خوشی سے دیکھنے سے ہی تمام گناہوں کی بخشش اور معافی ہوگئی۔ اور صحبت و مجلس اور جمع ہونے  
 ذکر الہی کرنا بھی بعد میں آئیگا۔ جب صرف دیکھنے پر اتنی کرامت ہوئی تو مجالست و موانست  
 پر کیا کیا انعام ہونگے۔ اور خاص کر ہمارے اس طریقہ انیقہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگواروں  
 کا اکثر مدار صحبت اور مجلس پر ہے۔ صرف کہنے اور سننے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسے تو طلب  
 میں سستی اور کاہلی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمارے سلسلہ کے بزرگوں کا ارشاد ہے۔ کہ اول اول یہ  
 میں کم ہمتی اور خست کے باعث حق تعالیٰ کی جناب پاک کے ساتھ بہت کم مناسبت ہوتی ہے  
 اس لئے دونوں طرفوں کے درمیان ایک واسطہ کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور وہ شیخ و مفتدا  
 کامل مکمل کی ذات گرامی ہے۔ اور مبتدی کو اوائل میں اپنے شیخ کی صحبت بمنزلہ اکسیر ہوتی ہے  
 ہمارے طریقہ عالیہ کی بزرگی و فضیلت جو مسلمہ ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی صحبت و مجلس ہے۔ بعینہ  
 اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریق ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے آنحضرت صلی اللہ



علیہ وسلم کی مجلس و صحبت کو اپنے اوپر مقدم کر لیا جوا تھا۔ اور ان حضرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک اور برصفت صحبت کی برکات سے وہ کچھ حاصل تھا۔ کہ آج اس زمانہ میں امت مرحومہ کے اویار کو اس کمال سے گھوڑا سا حصہ بھی مشکل حاصل ہوتا ہے۔ مجلس اور صحبت کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ یہی وہ تہ فہی کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی اسلام لانے کے بعد صرف ایک ہی دفعہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ جو غیر تابعین میں سے افضل و بزرگ ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و مجلس سے مشرف نہ ہو سکے۔ وحشی کو صرف ایک مرتبہ آپ کی مجلس مبارک کی شمولیت کے باعث وہ خط و نصیحت اور فضیلت حاصل ہو گئی۔ جو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو میسر نہ ہو سکی۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے دریافت کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمرو بن عبدالعزیز۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا۔ کہ وہ غبار جو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں امیر معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا۔ وہ بھی عمرو بن عبدالعزیز سے کئی درجے بہتر ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالست و صحبت میسر تھی۔ یہی وجہ فضیلت ہے اور کچھ نہیں۔ دوستو۔ اور باب جمعیت کی صحبت اور مجلس کے برابر کوئی نعمت نہیں۔ یہ ایک بڑا بھاری اور ضروری امر ہے۔ اپنی چند روزہ حیات مستعار کو اور اس تھوڑی سی فرصت کو اہل اللہ کی مجلس و صحبت میں بسر کر کے اپنے مقصود کے حاصل کرنے میں ہمہ تن کوشاں رہو۔

ایک دن فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ اللہ والوں کی صحبت و مجلس بڑی نعمت ہے۔ اور خالق نے اس میں بڑا اثر رکھا ہے۔ طالب صادق اور مخلص کو اپنے شیخ و مقتدا کے دیکھنے سے ہی وہ کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ جو برسوں کی ریاضت و مجاہدہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہی مجلس میں وہی لوگ حاضر ہو سکتے ہیں۔ کہ اللہ کی رحمت جن کے شامل حال ہو۔ ۷

سکندر انے بخشند آئے بزر و زر میسر نیست این کار

فرمایا کہ دولتمندوں اور اہل دنیا کی مجالس سے بچو کہ اس کا نتیجہ خسار دنیا و آخرہ ہے فقراء و اہل اللہ اور صوفیائے کرام کی صحبت و مجلس اختیار کرو۔ ان کے دُزکی خاکِ زہنی



دولتمندوں کی صدر نشینی سے ہزاروں درجہ ارفع و اعلیٰ اور افضل ہے۔ آج اگر کسی کی سمجھ یا یہ بات نہ آوے تو آخر ایک دن ضرور سمجھ آ جاوے گی۔ مگر وقت گزر جانے پر سمجھ آئی۔ تو پھر کس کام اور کیا فائدہ۔ دانا اور سعادتمند ہی ہے۔ جو آج ہی اپنے مقصد کا فکر کرے۔ اور جو کچھ حق تعالیٰ کی راہ میں مانع ہو۔ اس سے کوسوں دور بھاگے۔ اور جو خالق کی طرف راغب کرنے والا ہو۔ اس کے دامن کو مضبوط و مستحکم پکڑے۔ یہ سلسلہ امر ہے۔ کہ صوفیائے کرام اور ارباب طریقت کی صحبت و محبت اور مجلس ہی کے نتائج اور اثرات ہیں۔ جو انسان کو اپنے خالق کی طرف راغب و راجع کرنے والے ہیں۔ حق تعالیٰ فقیروں اور فقیروں کے جملہ فی اللہ و سنوں کو اہل اللہ و اولیائے کرام کی صحبت و عقیدت پر بھروسہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم ثابت قدم رکھے۔ اور اس بات پر رہنے والی نعمت عظمیٰ کو دن بدن زیادہ کرے۔ ان حضرات کی نسبت نیازمندی کو بھارے لئے سرمایہ روزگار بناوے۔ یہ اللہ والوں کا ایسا بزرگ گروہ ہے۔ کہ ان کا محب و مصاحب اور مجلسی بفضل خداوند کریم کبھی بدبخت نہیں ہوتا۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اجسام کے قرب کو قلوب کے قرب پر بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ اور سبب ہے۔ کہ کوئی ولی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا کہ ان حضرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب جسمی حاصل تھا۔ صحبت اور مجلس میں بڑی تاثیر ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔ کہ ہمارے طریق کا دار و مدار صحبت اور مجلس پر ہے۔ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کی فضیلت تمام امت پر صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس و صحبت کے باعث ہے۔ اسی وجہ سے بعض بزرگ حق تعالیٰ سے ہمیشہ ذاکرین اللہ و اولیائے کرام اہل اللہ اور ارباب جمعیت کی صحبت و مجلس کی شمولیت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا کہ ہم چند درویش ایک مرتبہ ایک جگہ جمع ہوئے۔ اس ساعت کی نسبت جو جوہر کے روز میں دعا کی قبولیت کے لئے مقرر ہے آپس میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اگر میسر ہو جائے تو اس وقت حق تعالیٰ سے کیا طلب کرنا چاہئے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ جب میری باری آئی۔ تو میں نے کہا کہ ارباب جمعیت یعنی اہل اللہ کی صحبت و مجلس طلب کرنی چاہئے۔ کیونکہ اس میں دین و دنیا کی تمام سعادتیں حاصل ہوتی ہیں



واقعی اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ان حضرات کی مجالس دنیا و عقبیٰ کی سعادتوں کا سرمایہ ہیں۔ اور انہی حضرات کی محبت و صحبت کا نتیجہ ہے کہ حکام شرعیہ کے بجالانے کی توفیق و ہمت مسلسل ہو جاتی ہے۔ نیز باطنی جمعیت حاصل کرنے کا اس سے بڑھ کر اور کوئی آسان طریق نہیں کہ ان حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی صحبت و مجلس سے اکتساب فیض کیا جاوے۔ ہمارے سید و سرور اقلے زادہ حضرت محمد الفؐ فی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ اگر تمام جہان جتنی ظلمتیں اور کدورتیں باطن میں گرا دیں لیکن اس فی اللہ محبت اور اللہ والوں کی صحبت سے محروم نہ رکھیں تو ایک ذرہ برابر غم نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اس محبت و صحبت کے طفیل امیدوار رہنا چاہئے۔ اور اگر تمام پہاڑوں کے برابر اوار و احوال کو باطن میں زیادہ کر دیں لیکن اس فی اللہ محبت سے اور اللہ والوں کی صحبت سے بال برابر بھی دور کر دیں تو سوائے خرابی کے اور کچھ نہ جانتا چلے۔ اور اس کو سدر راج شمار کرنا اور اس سے پناہ مانگنا چلے۔ دوستو یہ تو ان حضرات کا حال ہے کہ جن کے ہم آج نام لیوا ہیں۔ وہ کیسی مقتدر اور خدارسیدہ ہستیاں تھیں۔ آج اس زمانہ میں ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ دو چیزوں کی محافظت بڑی لازمی اور اشد ضروری ہے۔ اول شریعت حقہ کی پابندی اور دوسرے اپنے شیخ و مقتدا کی عقیدت محبت اخلاص اور صحبت۔ ان دو امور کے ساتھ جو کچھ دیدیں تمام نعمت ہی نعمت ہے۔ اور اگر کچھ بھی نہ دیں۔ لیکن یہ دو چیزیں راسخ اور مضبوط ہوں۔ تو پھر کچھ غم نہیں۔ آخر ایک دن دینگے۔ اور اگر نفوذ باللہ ان ہر دو میں سے کسی ایک میں بھی منسل واقع ہو جاوے۔ تو پھر سراسر ہلاکت و بربادی اور خرابی و نامرادی سمجھنی چاہئے حقیقت میں استقامت کا طریق یہی ہے کہ جو لوگ دینی علوم سے کما حقہ تعلق رکھتے یعنی شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے طور پر پابند ہیں۔ اور جنہوں نے اپنے ظاہر و باطن کو نیک و صالحہ اعمال سے آراستہ و پیراستہ کر لیا ہو ہے۔ ان کی صحبت و مجلس کو دو جہان کی سعادت جان کر کبھی ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔ ان کی صحبت و مجلس کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کی رغبت اور حق تعالیٰ کے ذکر کا ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ دل نیک بخیتی کے راستہ کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ گویا کہ ان کی مجلس و صحبت کے طفیل دل میں



شوق و محبت کا بیج بویا جاتا ہے۔ نفسانی عیبوں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ کے منازل و مقامات سے واقفیت ہو جاتی ہے۔ دل ماسوائے اللہ کی محبت سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ ذاکرین کی مجالس اور ہا ہا جمعیت کی صحبت کی ہرکت سے تمام بشری کمالات اور نفسانی خواہشیں اور قلبی قساوتیں دور ہو جاتی ہیں۔ ذکر کی مجلس میں جب ذاکرین اللہ کے قلوب پر فیض وار ہو رہے ہیں۔ تو تمام اہل مجلس اور ہم نشین لوگ بھی اپنی اپنی عقیدت و محبت کے موافق اس فیض الہی سے حصہ پاتے ہیں۔ جیسے کہ تیل کو خوشبودار پھولوں کی صحبت سے یہ شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ پھولوں کی خوشبو تیل میں آمیز ہو کر اپنے جیسا بنا دیتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کی مجلس اپنے ہم نشینوں کی جان کے مغز کو ذکر اللہ کی خوشبو سے معطر بنا دیتی ہے۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا      گوشیں اندر حضور اولیا  
ہم نشینی مقبلان خود کی سیاست      چوں نظر شاں کہمیانے خود کجاست

در حقیقت اولیائے کام اور ذاکرین اللہ اعظام کی ہم نشینی اور محبت اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی اور محبت ہے۔ جو ان سے دور رہا وہ گویا خدا سے دور رہا۔ خاص کر مبتدیوں اور نئے دوستوں کے لئے اپنے شیخ اور مخلص یا ران طریقت کی صحبت و مجلس از بس ضروری ہے۔ بلکہ یہ مجلس مبتدی کے لئے نوافل سے افضل و بہتر ہے کیونکہ ان کی مجلس و صحبت میں طریقت کے آداب سے واقفیت ہو جاتی ہے۔ بعض دوست مجلس و صحبت کے آداب سے قطعی ناواقف ہوتے ہیں۔ اگرچہ مجلس میں شمولیت کے باعث ثواب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ مگر جو انعام و اکرام و مراتب مودب شخص پاسکتا ہے۔ وہ غیر مودب کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ اور طریقت میں بمصداق الطریقت کلمہ ادب۔ تمام ادب ہی ادب ہے مولانا نے روم کیا خوش فرماتے ہیں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب      بے ادب محروم ماند از لطف رب  
بڑا ضروری امر ہے۔ کہ مجلس و صحبت میں آداب کو بڑی احتیاط سے مدنظر رکھا جاو مجلس کے آداب تو بہت ہیں۔ جن میں سے چند ایک جو بہت ضروری ہیں۔ وہ یہ ہیں۔



کہ نہایت ادب سے بیٹھے۔ اپنی حیثیت سے برتر جگہ بیٹھنے کا قصد نہ کرے۔ اپنے آپ کو سب سے کمترین و عاجز جانے۔ دیگر دوستوں میں سے کسی کو بھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ اللہ نہ ہی کسی سے تکبر کے ساتھ پیش آوے۔ اور ایسی مبارک و پاک مجلس میں لغو و بیہودہ کلام نہ کرے۔ اور کسی ایسی حرکت کا ہرگز مرتکب نہ ہو کہ جو دوسروں کی ناپسندیدگی کا موجب ہو۔ مجلس میں بغیر وضو نہ جائے۔ اور نہ ہی اہل مجلس پر فوقیت و بڑائی چاہے۔ خود تنہا و شکستگی کی حالت کا اظہار چاہئے۔ جب صاحب صدر مجلس کچھ فرمائے۔ تو نہایت غور اور دل سے کان لگا کر سنے۔ کیونکہ اللہ والوں کی باتیں اور کلمات طیبات فائدہ اور حکمت سے پُر و بھرپور ہوتے ہیں۔ اور بالخصوص اہل اللہ کی زبان تو گویا اللہ کریم کے اسرار کا مخزن کھڑا کرتی ہے۔ اور انہی بزرگواروں کا فیضان صحبت اپنے ہم نشینوں کو بھی خدا کی طرف لے جاتا ہے۔ اور انہی کے فیضان صحبت سے اللہ تعالیٰ کی محبت غالب آتی ہے۔ اور یہی اصلی مقصود و مطلوب ہے۔ اگر حاصل و پیر ہو جاوے تو زہے نصیب و خوش قسمت فضائل جماس قسم کی مبارک مجالس کے متعلق جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان حقیقت بیان سے وقتاً فوقتاً سننے میں آیا کرتے تھے۔ اگر تمام لکھے جاویں تو صرف انہی فضائل کی ایک ضخیم کتاب بن جاوے گی۔ یہاں اختصار مد نظر ہے۔ لہذا صرف ایک بات لکھ کر اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ذکر کی مجلس میں دور سے چل کر آنا بھی بہت ثواب کا موجب ہے۔ اس کے ایک ایک قدم پر جو خالق نے ثواب رکھا ہے اسی کا حساب شمار نہیں۔ آپ نے فرمایا صَافِّ مُوَاوَاٰثَ اَرْهَہُ وَ کُلَّ شَیْءٍ اَحَدَیْنَاہُ بَنَیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ کی آیت مجید پڑھ کر فرمایا کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک زمانہ میں بنو سلمہ ایک قبیلہ تھا۔ جو مدینہ منورہ کے اطراف میں مسجد نبوی سے بہت فاصلہ پر رہتے تھے۔ اور اپنی جگہ منتقل کر کے مسجد کے قریب آنا چاہتے تھے۔ تو یہ آیت مجید نازل ہوئی۔ کہ تمہارے نشان قدم جو مسجد نبوی تک آنے میں بڑھتے ہیں سب لکھے جاتے ہیں۔ جس قدر دور سے آؤ گے۔ اسی قدر زیادہ ثواب کے مستحق ہو گے۔ سو فقیر کہتا ہے کہ ذکر کی مجلس میں دور سے آکر شامل ہونا



بھی اسی قبیل سے ہے۔ کوشش کرو۔ تاکہ تمہارا شمار ان لوگوں سے ہو۔ جن کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہے جو محض میری خاطر ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے ہیں۔ میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے۔ جو محض میرے واسطے ایک دوسرے سے محبت والفت کرتے ہیں۔ میری محبت ان لوگوں کے لئے مقرر ہے۔ جو میرے لئے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں۔ اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو ایک دوسرے کی محض میری خاطر مدد کرتے ہیں۔ دوستو یہ وقت ہے کوشش اور ہمت کرو۔ تاکہ تمہارا شمار اس مبارک زمرہ میں ہو۔ کہ جس کی زیارت کے شوق اور دیدار کی رغبت میں حق تعالیٰ کے ملائکہ پھرتے ہیں۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ محض رضائے الہی کی خاطر ذکر کی مجالس میں شمولیت کرو۔ اب میں تفصیل مجلس کو ختم کرتا ہوں مخلصین و مجتہدین کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اور بس۔

اسکے بعد تلاوت قرآن مجید و ختم خواجگان قدس سرہم اور عرس شریف یعنی ذکر الہی کی سالانہ مجلس جو آپ کے معمولات سے ہیں۔ بالاختصار ذکر کرتے ہوئے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ ورنہ آپ محرم الحرام اور صفر اور ربیع الاول اور رجب شعبان وغیرہ ہر ایک ماہ کے خاص خاص ایام میں بطریق سنو جو عمل فرماتے ابھی بہت ہیں۔ جو کچھ آپ کے معمولات سے لکھا گیا۔ اگر عامل اسی پر کار بند ہو جائے تو بڑی بہادری اور مردی ہے۔

## تلاوت قرآن مجید

جناب قباہ عالم خواجہ خواجگان مقبول نبی رحمت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قرآن خوانی و تلاوت کا مختصر حال لکھنے سے قبل چند ایک تفصائل جو خود حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان فیض ترجمان سے سننے میں آئے تحریر کرتا ہوں۔ وہ یہ ہیں۔

فرمایا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی محبت ہر مومن کی جان بخشی ہوئی ہے۔ اگر بندوں کو اپنے مولائے کریم سے ہمکلامی اور تقرب کا ذریعہ ہے۔ تو یہی قرآن مجید ہے۔



راہبر حق نما اور مشیر صائب الرائے ہے تو یہی کتاب اللہ ہے۔ جب کوئی مشکل آ پڑے تو اس کا حل اسی قرآن مجید سے ڈھونڈو۔ فقیر کا اپنا تجربہ ہے۔ بفضل خدا کوئی امر ایسا نہیں جس کا حل تم کو قرآن مجید سے نہ مل سکے۔ جمیع علوم کا مخزن و منبع ہے۔ اخلاق۔ تصوف۔ معارف۔ تقفہ۔ معاد۔ معاش۔ سیاست و تمدن جس کی ضرورت ہو۔ اس کتاب اللہ کی طرف رجوع کرو اور اس میں پاؤ گے۔ خود یہی کتاب اس امر کی مدعی ہے کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب۔ یہ خاص قرآن پاک کا اعجاز و انداز ہے۔ کہ ہر زمانہ ہر وقت۔ ہر شہر۔ ہر ملک۔ ہر طبیعت اور ہر فن کا آدمی اپنے ذوق و سمجھ کے موافق مستفیض و مستفید ہو سکتا ہے۔ اس پر طرہ اور لطف یہ کہ جس ایک آیت پاک کو لے لیجئے۔ دنیا و دین کی بتری و ہیوادی کے لئے صرف اسی قدر بس اور کافی ہے۔ کسی نے کیا عمدہ فرمایا ہے۔

زفرق تا بقدم ہر کجاش مے نگر م کرمہ دامن دل مے کشد کہ جانی نجات  
یہ جو کچھ ہے قرآن پاک کا بین معجزہ ہے۔ جو اور کسی کتاب کو حاصل نہیں۔ قرآن پاک کی فضیلت کے متعلق جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ قرآن شریف الشکیم کو زمین و آسمان و مافیہما سے پیارا و عزیز ہے۔ اور اس کو تمام کلاموں پر ایسی ہی فضیلت و بزرگی اور فوقیت ہے۔ جیسے حق تعالیٰ کو اپنی تمام مخلوق پر فوقیت و بزرگی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر فضیلت کیا ہو سکتی ہے۔ اور پھر ایسی کلام پاک کی فضیلت تحریر یا بیان کرنے کی چند ان ضرورت بھی نہ تھی۔ لیکن بقول ما لا یدرک کلمہ لا یتدرک کلمہ۔ کچھ نہ کچھ بیان کرنا ضروری ہے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تلاوت قرآن مجید کی بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ فقیر کی بھی دلی خواہش ہے۔ کہ فقہر کے جملہ دوست اسی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کر کے اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمان پر ذخیرہ ہے۔ فقیر اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ ہمارے سرور و آقائے نامدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یونہی ارشاد ہے۔ کہ میری امت کی افضل ترین عبادت قرآن مجید



کا پڑھنا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ظاہر پڑھنے والا گویا کھلے طور پر صدقہ دینے والا ہے۔ اور خفیہ پڑھنے والا پلو شیعہ طور پر صدقہ دینے والا ہے۔

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کے بڑے پڑھانے کی بڑی شدت کے ساتھ رغبت دیا کرتے تھے۔ اور خود بھی اس پر عمل فرماتے۔ اور قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کے متعلق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد بشارت آمیز سنایا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید کی ایک آیت بڑے معنی سورکت نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔ جب ایک آیت پڑھنے کا اتنا ثواب ہے۔ تو زیادہ پڑھنے کا اندازہ اسی سے لگا لو۔ فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے بیٹے کو قرآن مجید کا حافظ بناتا ہے اسے جنت میں ایک تاج پہنایا جائیگا۔ راقم الحروف نے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ایسا عامل دیکھا کہ جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت صاحب کے فرزند اکبر تھے قرآن مجید اور اس کے مطالب و حقائق میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ اور تفسیر کے درس کے وقت اکثر حقائق و معارف اور نکات بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مولانا مولوی عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو آنجناب کے فرزند اصغر تھے بہت اچھی طرز سے قرأت پڑھا کرتے تھے یا انھوں نے زیدۃ العارفین و قدوة السالکین حاجی المحسن الشریفین حضرت مولانا و بالفضل اولنا جناب صاحبزادہ مولوی عبدالرحمن صاحب سجادہ نشین فی زمانہ الحاضر اطال اللہ عمرہ و دامت برکاتہ و فیوضہ جو ظاہری و باطنی علوم میں اکمل ہیں اور ہمیشہ قرآن مجید کی تفسیر کا درس دیتے ہیں اصدا سرار قرآنی و حقائق و معارف کلام ربانی میں وہ خوش بیانی فرماتے ہیں جس کے اظہار کے لئے مجھ جیسے سکین کو الفاظ نہیں مل سکتے۔ اکثر احباب نے دیکھا۔ اور اپنے کانوں سے بار بار سنا ہوگا۔ علاوہ اس کے صاحبزادہ صاحب مذکور کی دختر محرمہ مسماۃ ممتاز بیگم صاحبہ جو بھرچودہ برس اس دار فانی سے رحلت کر گئیں قرآن مجید بامعنی بار بار پڑھا اور روزانہ پلاٹا اپنی سترل قرآن مجید بہت اشتیاق و محبت سے پڑھا کرتی تھیں۔

صاحبزادہ منظور الہی صاحب جن کی عمر اس وقت سولہ سال ہے۔ اور چھوٹے حضرت



محبوب الرحمن صاحب جن کی عمر اس وقت دس سال ہے۔ قرآن مجید بہت اچھی طرح پڑھتے ہیں۔

یہ تمام واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر جان و دل سے عمل پیرا ہونے کا بین ثبوت ہے۔ کہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کا کتنا شوق تھا۔ یہ تو اپنی اولاد کو قرآن مجید سکھانے کا حال تھا۔ علاوہ اس کے تمام دوست جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے محض وجہ اللہ ان کو قرآن مجید کا درس دیا جاتا اور تفسیر بیان کی جاتی۔ اب میں اس پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے فرمائے ہوئے کلمات کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ فرمایا حضرت صاحب نے کہ جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے قرآن مجید پڑھتا ہے۔ اسے فزع اکبر سے کوئی خوف نہ ہوگا۔ اور اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی جائیگی۔ اور جس شخص نے اپنی اولاد کو قرآن مجید کا حافظ بنایا۔ کل بروز قیامت اس کو ایسا تاج پہنایا جائیگا جس کی چمک درویشی سوسے کی چمک درویشی پر فائق ہوگی۔

فرمایا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ فقیر کو بڑا افسوس آتا ہے کہ آج ہم مسلمان بدنام کنندہ نکو نامے چند کے مصداق ہیں۔ قرآن مجید گھروں میں طاقوں پر رکھے ہیں۔ تین گزر جاتی ہیں۔ اور ان پر کہ دو غبار۔ بے شمار جمع ہو جاتا ہے۔ کبھی ہمت نہیں پڑتی۔ کہ تھوڑا بہت پڑھ لیں۔ ایسے بند کر کے قرآن مجید رکھنا کچھ نفع نہ دیگا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تلاوت قرآن مجید سے بڑی محبت تھی۔ اور اس قدر شغف اور اشتیاق تھا۔ کہ آخری وقت تک دن بدن ترقی پر رہا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی اور کتاب ایک مرتبہ پڑھ لی جائے۔ تو دوبارہ پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر یہ قرآن مجید جیسے جیسے پڑھو ایک نیا ہی لطف اور حظ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور سب پر ہوتے نئے اسرار و معارف کا انکشاف ہوتا ہے۔ ایسا بحرِ نیا پیدا کرتا ہے۔ کہ جب پڑھتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اب ہی پڑھا ہے۔ جب تلاوت شروع فرماتے۔ با وضو انتہائی رجوع قلبی کے ساتھ رو بقبلہ ہو کر بیٹھتے۔ اور بوقت تلاوت خشوع و خضوع اور خوف ورجا اور گریہ و بکا اور تندہ و تامل سے



ایسے منتہی ہوتے کہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ تلاوت قرآن پاک فرماتے وقت اور کسی جانب ہرگز التفات نہ فرماتے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے۔ جو اس راقم الحروف کی موجودگی میں پیش آیا۔ وہ یہ کہ ملک التجار حاجی محمد افضل خان کابلی جو سفر حج میں جناب صاحب زادہ صاحب مدفونہ کے ہمراہ چند روز رہے۔ اور پھر کابل سے یہاں ملاقات کے لئے آئے تھے۔ دو تین یوم رہے۔ حسب معمول ان کی خوب تواضع کی۔ ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلاوت فرما رہے تھے دو تین چار مرتبہ اوپر لئے اور پھر نیچے اتار گئے۔ راقم نے اس کو بوجہ ایک ہمان ہونے کے آہستگی سے سمجھایا بھی کہ آپ تلاوت فرما رہے ہیں۔ ذرا آہستگی سے اور صبر سے کام لو کہ مبادا آپ نفاہی نہ ہو جاویں بلکہ وہ صاحب درہ نہ سکے۔ اور دروازہ کھول کر تلاوت میں خلل انداز ہوئے جس پر آپ نے بہت سا اظہار ناراضگی فرمایا۔ اور بزبان فارسی اس کو ایسا ڈاٹھا کہ وہ بیچارہ بہت پشیمان و حیران ہوا۔ آپ نے فرمایا تھے اتنا شعور نہیں کہ تلاوت قرآن مجید کیا مرتبہ رکھتی ہے۔ گویا انسان اپنے مولا کریم سے ہمکلام ہوتا ہے۔ تو نے میری تمام لذت گنوا دی۔ راقم نے اس بیچارے کے لئے عرض کی کہ جناب نواز و اور ناواقف ہونے کی وجہ سے ایسا ہو گیا۔ لہذا اس کو معاف فرما دیں۔ خیر آپ نے اس کو کچھ تلاوت قرآن مجید کے متعلق ہدایات فرما کر اس کی دلداری کر دی۔ اور اٹھ کر پھر نہ سر نو وضو تازہ فرما کر باقی منزل پوری فرمائی۔ بعد فراغت راقم الحروف نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضور نے وضو پھر تازہ فرمایا اس میں کیا نکتہ تھا۔ آپ نے فرمایا۔ نکتہ وغیرہ کیا تھا۔ فقیر کی توجہ و التفات کو حاجی محمد افضل صاحب نے منتشر کر دیا۔ جس کی وجہ سے کچھ رنج و طال بھی آگیا۔ تازہ وضو سے یہ بھی رفع ہو جاتا ہے۔ اور علاوہ ازیں کتاب اللہ کی عظمت و بزرگی کے لئے ایک ظاہری ادب بھی ہے۔ کہ بوقت تلاوت توجہ و التفات دوسری جانب ہو گئی تھی۔ ورنہ اس شہنشاہ حقیقی کے دربار کی حضوری کا ادب حقیقی تو کچھ اور ہی ہے۔ کہ ورا سے تمام خیالات ماسوائے دہروں اور قاری ہمہ تن کمال عبودیت میں مستغرق ہو۔ اور استغاثہ محبت سے قلب بے ریز ہو۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس خالق حقیقی نے کھن داؤدی عطا فرمایا ہوا تھا۔ اور



قرآن مجید ایک ایسے لب و لہجہ اور خوش الحانی سے بالترتیل تلاوت فرماتے کہ حرف بحرف صاف صاف اور واضح جس میں سامعین کو بھی ذرہ برابر شک و شبہ نہ رہتا تھا۔ اور حضور کی آواز ایسی دلکش تھی کہ سامعین کے قلوب متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ بعض اوقات اوائل عمر میں بحالت نماز مقتدیوں کو آپ کی قرآن خوانی سے جذبہ ہو جاتا تھا۔ قرآن مجید کو صاف اور واضح پڑھنے کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ اور کہتے کہ ایک سورۃ صاف حرف بحرف سوچ سمجھ کر پڑھنی جلدی جلدی سارا قرآن پڑھ جانے سے بہتر ہے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلاوت قرآن پاک کے وقت جن آیات میں اسرار و مظاہر قدرت کا بیان ہوتا توقف فرماتے۔ اور بعض وقت اس کو مکرر کر پڑھتے۔ جب ایک آیت سے فراغت نہ ہوتی۔ آگے نہ بڑھتے۔ کمال عجز و عبودیت و شوق حضور کا استغراق ہوتا۔ لذت تلاوت و قرأت میں انورنگی قابل دید ہوتی۔ جس کی کیفیت احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ زبان مبارک قرأت سے۔ گوش مبارک سماعت سے۔ آنکھیں شاہد سے۔ قلب مبارک فیضان حقیقی سے لذت پذیر ہوتے۔ ہر آیت زجر بہ جسم مبارک لڑ جاتا۔ ہر الحام پر بتضرع دعا اور اس کی اجابت کے امیدوار اور عہد عبودیت پر قائم رہنے کی توفیق اور دوام ثبات و استقامت کے لئے التجا و دعا فرماتے۔ قصص و امثال کے نتائج سے بڑی عبرت حاصل کرتے۔ کمال قدرت و صنائع کا بیان آتا۔ تو آپ پر ایک حیرت و سمیت طاری ہو جاتی۔ قصہ کوتاہ کہ آپ کو بوقت تلاوت بار بار دیکھا کہ چشم مبارک سے اشک رواں۔ چہرہ مبارک پر ایک خوف طاری جسم مبارک کے رونگٹے کھڑے ہیں۔ رگ رگ میں جوش۔ علاوہ اس کے کبھی خوف کبھی رجا اور اس پر عذر اور پھر دعا۔ الغرض جسم کیفیت عبدیت کے منظر ہوتے۔

ایک مرتبہ حضرت صاحب نے فرمایا۔ قرآن مجید کی تلاوت کا لطف اور حظیب ہی مسرور ہو سکتا ہے۔ کہ انسان اس میں غور و خوض اور تدبر کرے۔ قرآن مجید کی تلاوت پر بڑا ثواب ہے کہ ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ خواہ انسان معافی سمجھے یا نہ۔ مگر خالق کا ارشاد ہے کہ تم اس میں تدبر کیا کرو۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے فرمایا۔ افلا یبذون القرآن جفر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دوسروں سے بھی قرآن مجید سننے کا بڑا اشتیاق تھا ہمیشہ حلقہ ذکر



قرآن مجید کی تلاوت کے بعد شروع ہوتا اور اختتام پر بھی قرآن مجید سنتے۔ بلکہ نہایت فصاحت اور سیرانہ سالی میں حافظ محمد عبداللہ صاحب سے نوافل میں ایک شب کے اندر سارا قرآن مجید سماعت فرمایا۔ اور تمام دوستوں کے ساتھ مقتدرلوں کی صف میں رات بھر قیام کیا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلاوت قرآن پاک میں اس قدر کثرت فرماتے کہ حیرانی آتی تھی ایک دفعہ آپ سر پوچھا گیا کہ جناب قرآن مجید کی کتنی منزل روزانہ پڑھنی چاہئے۔ آپ نے فرمایا تم نے ایسا مسئلہ پوچھا ہے جس پر سب کے لئے ایک اندازہ مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ کسی کو اتنی فراغت ہوتی ہے کہ مہینہ میں دو مرتبہ قرآن مجید ختم کر سکتا ہے۔ کوئی مہینہ میں ایک مرتبہ اور جن کو زیادہ فراغت و محبت ہوتی ہے۔ وہ روزانہ ایک منزل تلاوت کر کے سات دن میں ختم کر لیتے ہیں۔ اور اس پر اکثر صلحائے عظام اور اولیائے کرام کار بند رہے ہیں۔ بندہ نے عرض کی کہ حضور اکثر تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اندازہ مقرر نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ فیکر کا خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی مقصود نہیں۔ اور اس کتاب اللہ کے بغیر کوئی انیس نہیں۔ میں اولیائے کرام کا ایک اونٹ غلام ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں۔ انکو ملکہ روحانی کی حرکت اور توفیق رحمانی کی اعانت ہر وقت مضطر و متغیر رکھتی ہے۔ ورنہ بشر کی یہ کہاں طاقت کہ ایک دن میں ایک ختم بلکہ بعض اوقات اس سے بھی زیادہ تلاوت کر سکے۔ اس میں یا ایک اور بھی لطف ہے۔ وہ یہ کہ عوام الناس بوجہ محبت تلاوت جن محذورات سے بچ نہیں سکتے۔ حضرات اولیاء اللہ ان تمام سے بری ہوتے ہیں۔ ان حضرات کے لئے حجاب رفع اور انوار مشاہدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی زبان کی حرکت بقتضائے حرکت قلب ہوتی ہے۔ اور تلفظ صدور معانی کا عکس۔ یہ حالت اولیاء اللہ کی ہوتی ہے۔ میں اگرچہ اپنے آپ کو اس بزرگ گرد وہ وزمرہ کا ایک اونٹ غلام جانتا ہوں تاہم ان کی متابعت کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب اللہ سے بڑھ کر اور کوئی انیس بھی نہیں۔ لہذا جب موقع پاتا ہوں۔ تلاوت میں مصروف ہو جاتا ہوں پہلے پہلے ایک منزل روز بڑھ لیتا تھا۔ بعد میں جیسے جیسے اشتیاق بڑھتا گیا۔ وہ ترتیب گئی۔ اور تلاوت کا کام بغیر تقرر و حساب ہو گیا۔ ہر جمعہ کو سورہ کہف تلاوت فرمایا کرتے۔ اور



دن رات میں سورہ نسین کو کئی مرتبہ تلاوت فرماتے۔ اور سورہ مزمل کو بھی اور ان کے متعلق بہت فضائل بیان فرمایا کرتے۔ روزانہ بوقت صبح بغیر مصحف تلاوت فرماتے۔ اور فجر کی نماز کے بعد سورہ نسین و مزمل اور درود و وظائف۔ مراقبہ و نوافل اشراق کے بعد مصحف لے کر تلاوت فرماتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر مصحف لے کر تلاوت فرماتے۔ اور ہمیشہ بعد نماز عشاء تفسیر کا درس سنتے۔ اور حسب ضرورت بعض جگہ معارف و اسرار بیان فرماتے۔ یہ حال تو علاوہ نماز کے تھا۔ آپ کی نماز بھی ایسی تھی جس سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن مجید سے کس قدر شغف اور تلاوت کا اشتیاق تھا۔ صبح کی نماز میں آپ کم از کم پانچ چھ رکوع پڑھا کرتے۔ اول رکعت میں سورہ توبہ کے تیرہویں رکوع ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنة سے لے کر آخر سورت تک اکثر پڑھا کرتے۔ اور دوسری رکعت میں سورہ نمل کے دوسرے رکوع ولقد اتینا داؤد و سلیمان علما و قالوا الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المؤمنین سے شروع فرماتے۔ اور چوتھے رکوع تک پڑھ جاتے۔ مذکورہ بالا حوالہ دینے سے دراصل غرض یہ ہے۔ کہ ان سورتوں سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ ایسی دلچسپی تھی۔ اور آپ کو ایسا حظ و لطف حاصل ہوتا تھا۔ کہ ہفتہ میں دو مرتبہ ضرور خود بھی نماز میں ان کی قرأت سے مخلوط ہوتے اور سامعین کو بھی مستفید فرماتے۔

دوستوں کو بھی قرآن مجید کی تلاوت روزانہ مقرر کرنے کو فرماتے کسی کسی کو اڑھائی پارے روز کسی کو سوا پارہ۔ اور جو تکلف کے ساتھ پڑھنے والے دوست ہوتے۔ ان کو ایک پارہ پارہ پڑھنے کو فرماتے۔ اور تاکید کرتے کہ ناغہ نہ ہو۔ اگر زیادہ نہ ہو سکے تو تھوڑا ہی سہی۔ بلکہ یہاں تک فرماتے کہ قرآن مجید کے حروف پر نگاہ ڈالنا بھی عبادت ہے۔ نیز فرمایا کہ قرآن مجید کی تلاوت چھوڑنے پر بڑی سخت وعید ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وقال المرسل یلای ان قومی اتخذوا ہذا القرآن مہجوداً۔ کہ جناب سید المرسلین حضور رحمۃ اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں شکایتاً بارگاہ رب العالمین میں عرض کریں گے۔ کہ اے میرے رب میری قوم یعنی امت نے اس قرآن مجید کو چھوڑ دیا تھا۔ یہ ایک عجیب اور خاص امر قابل غور و



تفکر ہے۔ کہ جس وجود باجود سراپا رحمت و ہمہ تن زبان سفارش کا ہی سہارا و ڈھارس ہو۔ جب وہی شاکی ہونگے۔ تو بھلا پھر بتاؤ ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ حالانکہ آپ سے کسی گناہ پر بھی شکایت منقول نہیں۔ مگر قرآن مجید کے ترک پر اس قدر افسوس و توبہ ہے۔ کہ آپ شکایت فرماویں گے۔ بہر حال اہتمام شان قرآن اور اس کی تلاوت اور اس پر عمل اور تہذیب و فکر و غور و تدبر اہم ضروریات دین سے ہیں۔ اس میں کوشش کرنی چاہئے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری ارشاد بھی ہے۔ کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ ایک قرآن مجید۔ دوسری اپنی آل اگر ان سے تسک کئے رہو گے۔ تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے تنزل و ادبار کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ آج ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ اور اس کے چھوڑنے سے مورد آلام و مصائب ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بالقرآن عطا فرماوے آمین۔

## قرآن مجید کی عزت و عظمت

قرآن مجید کی آپ نہایت تعظیم و توقیر فرماتے۔ تلاوت کے لئے قرآن مجید ہمیشہ آپ جہاں تشریف فرما ہوتے تھے پاس رکھا رہتا۔ ایک مرتبہ کسی دوست نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عدم موجودگی میں تصوف کی کوئی دوسری کتاب پڑھ کر قرآن مجید کے اوپر رکھ دی۔ آپ جب تشریف لائے۔ تو آتے ہی کتاب اٹھا کر دوسری جگہ رکھی اور دریافت فرمانے لگے۔ کہ یہ کتاب یہاں کس نے رکھی ہے۔ راقم موجود تھا۔ عرض کیا حضور پتہ نہیں شاید کسی دوست نے رکھی ہوگی فرمایا بڑی غلطی کی۔ یہ قرآن مجید ہے اس خالق کون و مکان کا کلام ہے۔ جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ ایسا کہ ناسخت ہے ادبی ہے۔ ہمیشہ قرآن مجید کو دوسری تمام کتابوں کے اوپر رکھا کرو۔

کابل کا بادشاہ ایوب خاں جب راولپنڈی مقیم تھا۔ بلکہ ان کا تمام شاہی خاندان ان دنوں راولپنڈی ہی مقیم تھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تمام خاندان شاہی کو انتہائی عقیدت و محبت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو محسن داؤدی عطا فرمایا ہوا تھا۔ اور اس پر قرأت مصری اور عربی لہجہ۔ آپ کی خوش آوازی اور قرآن خوانی کا شہرہ جو ایوب خاں نے سنا



تو اس بات کا متنی ہو کہ حضرت صاحب کو گھر بلا کر آپ سے قرآن مجید سنوں کسی پہان سے حضرت صاحب کو گھر لے گئے سردار پلنگ پر بیٹھا تھا۔ آپ کی تعظیم کے لئے اٹھا۔ جب آپ اسی پلنگ پر بیٹھ گئے۔ تو وہ بھی بیٹھا۔ کچھ دیر خیر و عافیت۔ اور ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزار کر اپنی استدعا کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کلام الہی ہے۔ اس کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تم پلنگ کی پائنتی کی طرف بیٹھو۔ اور فقیر سرمانے کی طرف بیٹھ کر محض لوجہ اللہ کچھ سنا دیکو۔ بادشاہ کا بل ایوب خاں نے فوراً آپ کے ارشاد کی تعمیل کی جس وقت آپ نے قرأت شروع فرمائی۔ اس قدر موثر ہوئی۔ کہ بادشاہ اور تمام سامعین زار زار روتے تھے۔ آپ نے صرٹ ایک رکوع پڑھ کر بس کر دی۔ بادشاہ نے التجا کی کہ حضور اور بھی تلاوت فرمائیے۔ حضرت صاحب نے فرمایا اس وقت اتنا ہی کافی ہے۔ اس قصہ کے بیان کرنے سے اصلی غرض یہ ہے۔ کہ ایک جلیل القدر بادشاہ کی پرواہ نہ کی اور صاف فرمادیا کہ یہ کلام الہی کی عظمت کے خلاف ہے۔ کہ تو سرمانے بیٹھے۔ اور قاری قرآن پاؤں کی طرف جناب قبلہ عالم حضرت صاحب فرماتے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اتنا گوارا نہیں فرمایا کہ قرآن مجید کو بیٹھ بھارت اور وضو مس بھی کہو۔ تو اس کی عظمت کا مرتبہ معلوم ہونا چاہئے۔ کہ کس قدر عظیم کے لائق ہے +

خان بہادر حاجی ڈاکٹر محمد عظیم خان ریٹائرڈ سول سرجن ساکن گوجرانوالہ جو اسلامیہ کالج پشاور میں میڈیکل آفیسر مقرر تھے۔ ان کو یہاں راولپنڈی شریف میں ایک دفعہ ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ حاجی محمد علی صاحب کے رشتہ داروں سے ہیں۔ صبح کی نماز جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اقتدا میں پڑھی۔ سورہ نمل کے دوسرے رکوع سے قرأت شروع ہوئی۔ نماز تمام ہونے پر دعا ہوئی۔ اور سب دوست چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف بھی پشاور تشریف لے گئے۔ وہاں سے جا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ فلاں تاریخ میں نے صبح کی نماز آپ کے پیچھے پڑھی تھی۔ آپ کی قرأت سے دل بہت خوش ہوا۔ مگر فلاں فلاں جگہ میوے خیال میں آپ نے لمبے پڑھی ہے۔ اور ہونی ایسے چاہئے تھی۔ خط پڑھ کر آپ نے جواب میں لکھا کہ جیسا آپ نے لکھا ہے کہ اس طرح پڑھنا چاہئے فقیر نے اسی طرح پڑھا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کی سماعت میں فرق آیا ہو۔ میں آپ کا بڑا مہین



و مشکور ہوں۔ کہ آپ نے واضح طور پر لکھ کر تسلی کر لی۔ ہاں اس بات کا افسوس ہے۔ کہ یہ اعزاز  
شان قرآن سے بعید ہے۔ کہ اس مالک الجبار اور صاحب عز و وقار کے کلام پاک میں بوقت  
تلاوت قاری کی غلطی کا احتمال اور پھر اس پر اتنا انتظار کہ پشاور سے جا کر خط لکھا۔ اگر آپ  
امام ہوتے اور فقیر مقتدی اور ایسا شک آجاتا تو وہیں بعد نماز تصفیہ کر کے اختصار فقیر اس پر  
بھی آپ کا احسان مند ہے کہ شک کو رفع کر لیا۔ مگر اس کی عظمت و بزرگی یہ چاہتی ہے۔ کہ  
فی الفور شک کو رفع کر لیا ہوتا۔

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلاوت قرآن مجید کے وقت بعض سورتوں کے اخیر  
پر بعض کلمات پڑھا کرتے تھے جو یہ ہیں۔

سورہ فاتحہ کے بعد ہمیشہ آمین کہتے سورہ بقرہ کے ختم پر اللہم ھدنا لک الحما و من مرتبہ  
پڑھتے۔ بعد سورہ بنی اسرائیل اللہ اکبر۔ سورہ قیامہ کے بعد بلی سبحان ربی الاعلیٰ۔  
سورہ ملک کے ختم پر اللہ یا تینابہ و ھود رب العالمین پڑھتے۔ سورہ مسلات کے بعد  
امنا باللہ رب العالمین سورہ والتین کے بعد بلی وانا علی ذالک من الشاہدین  
فرماتے۔ سورہ سبح باسم کی آیت سبح اسم ربک الاعلیٰ پر سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے۔  
سورہ واقعہ میں آیت ام نحن الخالقون و ام نحن المرادعون و ام نحن المنزلون۔  
و ام نحن المنشئون۔ ہر چہ ہر جگہ بل انت یارب پڑھتے۔ ایسے ہی آیت شہد اللہ  
انہ لا الہ الا ھو پر انا شہد بل فرماتے۔ اور اسی طرح سورہ نمل کے پانچویں رکوع  
آیت اللہ خیرا مایشرکون پر بل اللہ خیر و البقی داخل و الکریم فرمایا کرتے بعض  
مقامات پر دعائیں بھی فرمایا کرتے۔ مگر وہ دعائیں اور مقامات معلوم نہ ہونے کی وجہ سے نہیں  
لکھے جاسکے۔ قرآن مجید پڑھنے پڑھانے اور اس پر عمل کرنے کی بڑی شدت سے تاکید فرمایا  
کرتے۔ قرآن مجید کی ترغیب میں چند اشعار جو مولوی صغریٰ صاحب رومی نے کہے ہیں سب  
کو بہت پسند تھے۔ اور گاہ بگاہ آپ پڑھا کرتے تھے۔ یہ ایک ظاہر باہر اور کھلی آپ کی  
کرامت تھی۔ کہ دو تین مرتبہ پڑھنے اور زبانی کہنے سے آپ کو اس قسم کے اشعار یا مضمون  
حفظ یا د ہو جاتے تھے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔



الہامی آنکہ از عقلت ز قرآن بے خبر ماندی  
 علوم رسمیاں با علم قرآن تاجہ مے اردو  
 چہ جائے علم رسمی پیش علم احمد مرسل  
 بخورشید و خشاں کہ یک شب تاب ہمنائی  
 مرغ از حرف تلخ من اگر سبر است و گرفتار  
 بنور حکمت قرآن حسیم دل منور کن  
 کسے کہ حضرت قرآن ہر دوں افتد بروافتد  
 ز ہام چرخ مے آید صلا د گوش جاں ہر دم  
 حصار استوار احمد مرسل کہ یزدانش  
 سعادت از شقاوت باز دواں با چہ می سجد  
 منور شد درو بام جہاں از آفتاب ما  
 اب آپ کا ایک ارشاد قرآن مجید کے متعلق لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ وہ  
 یہ ہے۔ فرمایا کہ قرآن مجید کی تلاوت موجب صفائی قلب اور کمال عرفان کے حصول کا باعث  
 اور باب مقصود کی کنجی ہے۔ اس کی تلاوت میں کوتاہی و تساہل نہ کیا کر۔ واللہ تعالیٰ  
 حسنور عالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد پاک پر عمل پیرا ہونے کی ہم تمام وابستگان  
 دامن کو بالخصوص اور تمام مومنین و مسلمین کو بالعموم دائمی توفیق و ہمت عطا فرماوے۔ آمین

## ختم خواجگان قدس اللہ سرہم

جب سے جناب حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلعت خلافت سے  
 مشرف فرمایا۔ ساتھ ہی ختم خواجگان رحمہم اللہ تعالیٰ کے پڑھنے کا بھی ارشاد ہوا۔ اور جناب  
 حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایسی مداومت و مواظبت فرمائی۔ کہ آج تک کبھی  
 سفر و حضر۔ رنج و راحت۔ غرضیکہ کسی حالت میں بھی بفضل خداوند کریم ناغہ نہیں ہوا۔ بلکہ



حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خلفائے عظام میں بھی اس ختم خواجگان قدس سرہم کا معمول جاری و ساری ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خواجگان و بزرگان سلف رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ جو شخص ہر رات کو ہزار بار سورہ اخلاص پڑھے۔ اس کی برکت سے امید رکھ کہ عالم خواب میں حقیقتاً کی رویت سے مشرف ہو نیز ختم خواجگان سے صعب ترین دشمن سے حفظ و امن نصیب ہوتا ہے۔ نفس نمارہ اور شیطان سے بڑھ کر انسان کے لئے اور کوئی صعب ترین دشمن نہیں۔ اگر ان ہر دو دشمنوں سے پناہ مل جائے تو پھر کچھ خوف و خطر نہیں۔ نیز فرمایا کرتے کہ سورہ اخلاص کے فضائل و خواص میں سے ہے کہ جو شخص اس سے دس مرتبہ پڑھے حق تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ جبکہ ختم شریف میں ایک ہزار مرتبہ پڑھی جاتی ہے۔ تو بہت زیادہ بخشش الہی کی امید رکھنی چاہئے۔ اور ختم خواجگان قدس سرہم کی برکت سے اللہ کریم سوائے اپنے ہر کسی کی محتاجی سے بچاتا ہے۔ الغرض برائے رفع حاجات و بہات کلی و جزئی و برائے دفع کرنے دشمن و بلا اور قحط و وبا اور بالخصوص برائے کشائش باطنی نہایت موثر ہے اور ہزار حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ مشکل سے مشکل بہات و حاجات کے لئے تین روز متواتر ختم خواجگان پڑھ کر دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ مشکلات و بہات کو حل فرماتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ ختم شریف پڑھنے کے بعد ان کا ثواب حضرات خواجگان قدس سرہم کی ارواح مقدسہ کو بخشے اور ان کے توسل سے امداد و اعانت اللہ تعالیٰ سے پہلے نہایت مفید اور موثر ہے۔ جو بارگاہ کا محرب و آرمودہ ہے۔

## صبح کا ختم

ختم خواجگان قدس اللہ سرہم کے علاوہ بعد اوائے تہی قبل از نماز صبح جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ ختم شریف بلاناغہ پڑھا کرتے تھے۔ جو حاضری و زیارت مدینہ منورہ روضہ اطہر کے وقت جناب سید الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پڑھنے کے



لئے ارشاد فرمایا تھا خداوند کریم کا ہزار ہزار بار شکر اور حمد و اسماں ہے کہ مدینہ منورہ کے قیام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک سے آج تک یہ ختم شریف بھی بفضیلت باری و ساری ہے۔ اور کبھی سفر و حضر میں زانہ نہیں ہوا ختم خواجگان قدس اللہ اسرار ہم تو مشہور و معروف ہے۔ اور یہ صبح والا ختم شریف بھی ہدایت انسان الی سبیل العرفان میں درج ہے۔ جس کو ضرورت ہو وہاں سے دیکھ سکتا ہے۔ اس ختم شریف کے فضائل و خواص بے شمار ہیں۔ جو کہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان معارف بیان سے سننے میں آئے ان میں سے چند یہاں درج کرتا ہوں۔ تاکہ فی اللہ دوستوں کی رغبت و شوق کے اضافہ و زیادتی کا موجب ہوں۔ اور وہ یہ ہیں۔ کہ اس ختم شریف کا جو وقت ہے اسی کے متعلق اکثر آپ فرمایا کرتے کہ دن اور رات کے تمام اوقات پر اس سحری کے وقت کو اسی طرح بزرگی اور شرف حاصل ہے۔ جیسے کہ تمام سال کے ایام میں سے یوم عرفہ کو مہینوں میں رمضان شریف کو اور ہفتہ کے دنوں میں سے یوم جمعہ المبارک کو عظمت و بزرگی ہے۔ نیز فرماتے کہ حدیث شریف میں جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر شب کورات کے آخری حصہ میں آسمان دنیا پر نزول اجلال فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے دعائیں تاکہ میں قبول کروں۔ اور کوئی ہے جو مجھ سے طلب کرے میں اس کو عطا کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تاکہ میں اس کو بخش دوں۔ وغیرہ۔ جب اس مبارک وقت کے متعلق خود منعم حقیقی غفار الذنوب و سارا عیوب ارشاد فرماتے۔ تو اس وقت خاص کے لئے یقین رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ معلیٰ سے بے حد عنایات و کرامات حاصل ہوتے ہیں۔ اور اس وقت کے کلمات بارگاہ الہی میں یقیناً قبولیت کے خلعت سے مشرف فرمائے جاتے ہیں۔ اس ختم شریف میں پہلے جو کلمہ تسبیح و تحمید اور استغفار شریف پڑھا جاتا ہے ایسی ہی لوگوں کے لئے حق تعالیٰ بھی تعزیت فرماتے ہیں۔ وَبِالْأَسْحَادِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔ یعنی سحر کے وقت طلب استغفار کرتے ہیں۔ یہ آیت مجیدانی لوگوں پر صادق آتی ہے۔ جو سحر و بہد کر کے اس وقت خاص کو طلب مغفرت میں گزاریں۔ اس وقت خاص میں اور بھی بہت سے نکات ہیں۔ ایک یہ کہ ملائکہ شب و ملائکہ روز کے جمع ہونے کا وقت ہے۔ دوسرا یہ



کہ شب کا اختتام ختم شریف کی معرفت میں اور دن کا افتتاح بھی ختم شریف کی مشنویت میں ہو۔ تیسرا یہ کہ شب وقت سکون اور دن وقت مشاغل ہے۔ ہر دو اوقات ذکر الہی سے زیادہ معمور و مسرور ہیں۔ یہ ختم شریف خاص شب بیداروں کا حصہ ہے۔ اور شب بیداری مردان حق کا کام ہے۔ درمچبان مطلق کا میدان ہے۔ یہ وقت بہت بڑی فضیلت اس لئے رکھتا ہے کہ کرم اور نرم بسترہ کو جو کہ نفس کو برا پسند و مرغوب ہوتا ہے۔ پیور کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے عملی طور پر باہینہ صاف و قرب و تقارب و کواب میدان عمل میں آنا پڑتا ہے۔ جو انفس کے لئے بہت دشوار اور گراں ہوتا ہے۔ اس ختم شریف کے فضائل کا بیان کرنا محال ہے۔ جو کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَُ دُخْمًا خَوْفًا وَطَمَعًا۔ یعنی وہ لوگ کہ علیحدہ رہتی ہیں کروٹیں ان کی خوابگاہ سے پکارتے ہیں اپنے کو خوف اور امید میں۔ فَلَذَّ تَعَامُرُ نَفْسٍ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً لِّمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ یعنی پس نہیں جانتا کوئی نفس اسے کہ مخفی رکھا گیا ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک سے یعنی اجر و ثواب۔ بدلہ ہے اس کا کہ وہ عمل کرتے تھے۔ جبکہ خود خالق کون و مکان کا ارشاد پاک ہے کہ ان کے اعمال خیر کے عوض جو نعمتیں آنکھوں کو ٹھنڈی کر دانی مخفی رکھی گئی ہیں۔ ان کو کوئی نہیں جان سکتا۔ کیونکہ وہ انسانی شعور و ادراک سے بہت بند و بالا تر ہیں۔ تو پھر بھلا انسان ضعیف البیان کی کیا ہمت و بساط ہے۔ کہ وہ اس وقت اور اس ختم شریف کے فضائل کو بیان کر سکے۔ یہ کس قدر عظیم الشان بشارت ہے جو کلام الہی سے ثابت ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کامیابی اور فضیلت ہو سکتی ہے۔

## شجرہ شریف حضرت خواجگان رحمہم اللہ تعالیٰ

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ معمول رہا کہ صبح ختم شریف کے بعد اور شام کو ختم خواجگان رحمہم اللہ کے بعد دو لاؤ وقت شجرہ طیبہ خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ پڑھا جاتا اور دوستوں میں سے کسی خوش الحان دوست کو بٹھانے کے لئے ارشاد فرماتے۔ اس میں



کبھی ناغہ نہ فرماتے۔ بلکہ اکثر دوستوں کو تاکید فرماتے کہ شجرہ شریف ضرور ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ تاکہ ان انعام و اکرام سے کہ جو حضرات سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے عطا ہوں۔ درجہ بدرجہ پیران عظام کے توسل سے مستفیض و مستفید ہوتے رہیں۔ شجرہ شریف کی خاصیت ہے۔ کہ مائتہ زنجیر کے اس کے ایک سرے کی حرکت دوسرے سرے تک پہنچتی ہے۔ شجرہ شریف کے پڑھنے سے بھی اپنے شیخ و مقتدا سے لیکر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام حضرات کی توجہ باطنی شامل حال ہو جاتی ہے۔ سلسلہ کے بزرگوں کو نام بام یاو کرنے سے ہر ایک ظاہری و باطنی مشغل و مصیبت رفع ہو جاتی ہے۔ ان حضرات کو وسیلہ و واسطہ گردانے سے جو مراد مانگی جائے قبولیت حاصل کرتی ہے۔ روزمرہ بلا ناغہ شجرہ شریف پڑھنے کی برکت سے دل روشن اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔ طبیعت میں ذوق و شوق اور تازگی رہتی ہے۔ ایمان کو ثبوت پہنچتی ہے۔ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حاصل ہوتی ہے بزرگوں کی ارداح طیبہ متوجہ ہوتی ہیں۔ رزق۔ عمر۔ اولاد۔ میں برکت۔ اعمال صالحہ میں ترقی ہوتی ہے۔ بلا و مصیبت سے نجات اور اعداد ظاہری و باطنی پر فتح نصیب ہوتی ہے۔ الغرض کہ مرید صادق کے لئے اپنے پیران عظام کا شجرہ شریف پڑھنے یا سننے میں بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں جن کی کوئی حد اور انتہا نہیں۔ لہذا دوستوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ بھی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس معمول پر قائم رہ کر ہمیشہ مستفیض ہوتے رہیں۔

## عرس شریف

سید محمد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جناب حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے بموجب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس شریف کا انعقاد بھی عید گاہ میں تجویز فرمایا۔ جواب بھی ہر سال ۸۔ جون کے روز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کی شمسی تاریخ ہے بڑی رونق کے ساتھ ہوتا ہے جس میں دور دراز سے نیک و صالح سامائے کرام و فضلاء عظام کا اجتماع ہوتا ہے



قرآن مجید کے بہت سے ختم کئے جاتے ہیں۔ درود شریف پڑھا جاتا ہے شب و روز ذکر الہی میں بسر ہوتے ہیں۔ طعام عمدہ اور نفیس پکایا جاتا ہے سارا دن سب کا لواہب جناب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک اور آپ کے لطیف جمیع انبیاء علیہم السلام و جملہ اولیائے کرام و مشائخ عظام قدس اللہ اسرارہم کے ارجح ضیہ کو بطور مدد یہ بخشا جاتا ہے۔ رات دن وعظ و نصیحت اور ذکر اذکار میں گندتے ہیں۔ اور کسی قسم کا کوئی غیر شرع کام اور بدعت جیسے کہ دوسرے میلوں اور عرسوں پر ہوتے ہیں بطور میں نہیں آتے۔ ہر حیثیت سے حقیقی مجلس ذکر الہی کی جو سال بعد و دستوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ و معتدا کے ارشاد پاک کو کما حقہ اپنا معمول بنا کر خوب بنایا۔ اب کچھ فوائد عرس شریف کی مجلس کے دوستوں کی خاطر لکھ کر اس مضمون معمولات کو ختم کرتا ہوں۔

## عرس شریف کے فوائد

عرس شریف عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی شادی کے ہیں۔ دراصل اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ پرانے زمانہ میں ذرائع آمد و رفت بہت محدود اور دشوار گزار تھے۔ پیشوایان دین اور پیران طریقت بڑی بڑی جانکاه مصائب کے بعد اپنے مستشرقین مخلصین کے پاس پہنچ کر ان کو روحانی تربیت اور مذہبی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس طرح ان بزرگواروں کو دشوار گزار راستوں میں بڑی صعوبتیں اٹھانی پڑتی تھیں۔ آخر کار مخلص اور عقیدتمند جان نثار مریدوں نے مشورہ کیا کہ ان پیشوایان دین کی اس تکلیف کو رفع کرنے کے لئے ہم خود ان حضرات کی خدمت میں حاضر ہوا کریں۔ اس طریقہ سے فرداً فرداً عقیدت مندوں کا اپنے پیران طریقت کی خدمت میں حاضر ہونا بھی تمام سال بھر ان لوگوں کی تکلیف ثابت ہوا۔ بالآخر یہ تجویز نکالی گئی کہ سال میں ایک مرتبہ کسی خاص مقررہ جگہ و مقام اور کسی خاص مقررہ تاریخ پر حاضر ہوا کریں۔ اور پند و نصائح سے شرفیابی حاصل کیا کریں۔



ایک وقت تمام فی اللہ پیر بھائیوں کا جمع ہونا محبت فی اللہ میں ترقی و عروج کا موجب ہوتا ہے۔ دوست ایک دوسرے کے دیدار و زیارت سے مسرت اندوز ہو سکتے ہیں۔ منشاء قدرت بھی فی اللہ اجتماع کا حامی ہے۔ مذہبی تقریباتوں کا مل کر ادا کرنا بھی اس امر کی تائید کرتا ہے۔ ایک جا جمع ہونے سے تبادلہ خیالات ہو جاتا ہے۔ اور باہمی مشاورت سے بہت سے بہترین امور حل ہو سکتے ہیں۔ اور اس اجتماع کے لئے ایک خاص دن معین کیا جانا ضروری امر ہے انبیاء علیہم السلام و اولیائے عظام کا اپنے خالق سے جا ملنا۔ اور اس دار بلیات سے وار سرد و کھٹون انتقال کرنا ان کے لئے ایک خاص خوشی کا وقت ہوتا ہے۔ اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ومن کو قبر میں ارشاد کیا جاتا ہے "لنمکنو منہ العروس" دامن کی مانند خوشی سے سو جاؤ۔ اس بنا پر اس دن کے اجتماع کو عرس سے موسوم کیا گیا۔ الغرض کہ انسانی مدارج کو اصح و بلند ترین پر پہنچانے کا نہایت بہترین ذریعہ ہے۔ فی اللہ دوستوں کی ملاقات سے جذبہ ایثار بدرجہ کمال پیدا ہوتا ہے۔ نہ وہانی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ سفر کر کے عرس شریف میں حاضر ہونے سے سفر کی تکالیف سے آشنائی ہوتی ہے۔ مسافروں کو آرام پہنچانے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ مہمان نوازی کا شوق بڑھتا ہے۔ بہت سے ظفر کے وسائل حاصل ہوتے ہیں۔ نیک مجلس سے نیک خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ قصہ کوتاہ کہ فی اللہ پیر بھائیوں کی سالانہ عید ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص محض لہجہ اللہ ایسی مبارک مجلس کی شمولیت کی غرض سے آئے جتنا دور دورا سے آئے گا۔ زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہو گا۔ اور اس کا یہ آنا کبھی ضائع نہ جائیگا۔ جس پر دکتب ماقد صواد آثار ہم و کل شئی احصیناہ فی امام مبین۔ کی نص صریح شاہد اور بین دلیل و ثبوت ہے۔ آخر میں دعا ہے۔ کہ حق تعالیٰ فی اللہ اور مخلص احباب کو ایسی مبارک مجلس کی شمولیت اور اس کے فیوض و برکات ظاہری و باطنی سے مدام متمتع ہونے کی ہمت و توفیق بخشے۔ آمین۔ فقط۔ وما علینا الا البلاغ۔



# باب چہارم

## انتقال

مئی ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے کہ جناب قبلۃ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول نماز تہجد کے لئے اٹھے جب سقف مکان سے نیچے اترنے لگے تو کسی زہریلے جانور نے پاؤں مبارک پر نیش زنی کی اندھیری رات تھی نظر کچھ نہ آیا معمولی درد ہوتا رہا مگر آپ نے گھر میں کسی سے بھی ذکر نہ کیا۔ وضو فرما کر تہجد کے نوافل ادا کر چکے۔ اور بعد مراقبہ کے صبح کا ختم شریف مقامی دوستوں کی معیت میں پڑھا گیا۔ ختم شریف پڑھ لینے کے بعد آپ نے دوستوں میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے اب غنودگی زیادہ آرہی ہے صبح کی نماز آپ نے پڑھائی۔ بعد فراغت نماز دوستوں کو بھی آپ کی حالت دیکھ کر فکر لاحق ہوا۔ اور گمان غالب ہوا کہ مہیا سانپ نے کاٹا ہو کہ غنودگی کا آنا اسی کے زہر کے اثر سے معلوم ہوتا ہے۔ بھلا وہ جو کسی درخت کا نہایت زہریلا پھل ہوتا ہے۔ اور سانپ کے زہر کو زائل کرنے میں تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ آپ کے پاؤں مبارک پر جہاں کسی چیز نے کاٹا تھا لگایا گیا جس کے لگانے سے آپ کے پاؤں مبارک پر بڑا درد ہو گیا۔ اور جلن و سوز پیدا ہو گئی۔ ساق اور رین پر بھی ورم کا اثر چا پینچا۔ چار پانچ ماہ تک اس عارضہ سے آپ کو تکلیف رہی مینا علان بھی ساتھ ساتھ ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ شافی مطلق نے اپنے فضل و کرم سے صحت عطا فرمائی اور آہستہ آہستہ ورم اور سوزش وغیرہ بھی دور ہو گئے۔ اور بالکل آرام آگیا۔

مذکورہ بالا واقعہ گزرنے کے بعد پھر اسی موسم یعنی ماہ مئی ۱۹۳۳ء میں آپ کو از سر نو تکلیف شروع ہو گئی۔ اور پیشاب کیساتھ آپ کو خون آنا شروع ہو گیا۔ حتیٰ کہ عرس شریف کا موقعہ آگیا۔ باوجود علان جاری رکھنے کے کچھ آرام نہ آیا۔ بلکہ مرض میں اضافہ ہوتا گیا۔ بار بار پیشاب کی حاجت محسوس ہوتی۔ اپنے بڑی بہت و انتقال سے اس تکلیف کو برداشت کیا۔ اور عرس شریف کی مبارک مجلس میں حاضر و شامل رہے۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی بجائے پیشاب کے خون خارج ہوتا۔ اور آپ تازہ وضو فرماتے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر مخلص دوستوں کو بھی بڑی پینتی تھی۔ مولانا حاجی محمد شریف و حاجی حکیم غلام علی صاحبان اور حافظ حکیم نور محمد صاحب نے مشورہ کر کے دوائی تجویز کی جس کے استعمال سے فائدہ اور آرام ہو گیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ آرام رہا۔



چار پانچ ماہ گزرنے کے بعد پھر عارضہ شروع ہو گیا پھر دہی دوائی استعمال کرانی گئی۔ عارضی طور پر چندے آرام اور صحت ہوئی۔ اور کچھ دن گزرنے کے بعد مرض عود کر آتا۔ گویا کہ مرض نے ایک دورہ کی صورت اختیار کر لی چونکہ سچے پیشاب کے خالص خون خارج ہوتا تھا۔ اس وجہ سے آپ کی طبیعت مبارک دن بدن کمزور ہوتی گئی۔

۱۹۳۲ء کے آغاز میں ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ آپ کی طبیعت اسی عارضہ کے باعث ناساز تھی۔ باہر ڈیوڑھی میں آپ پلنگ پر تشریف فرما تھے۔ حاجی محمد زمان صاحب اور حاجی نعیم صاحب حاضر خدمت تھے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹا میں نے اسی عارضہ میں اس دار فانی سے جانا ہے۔ یہ بات سن کر حاجی نعیم دین صاحب رونے لگے۔ اور کہنے لگے۔ کہ حضور۔ خالق آپ کا غم نہ دکھائے۔ اور آپ کی موجودگی میں ہمارا خاتمہ بالآخر کرے۔ تاکہ ہمیں زندگی میں آپ کی مفارقت کا داغ نصیب نہ ہو۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ خالق کو یونہی منظور ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت کسی نفس کو موت بغیر چارہ نہیں۔ صبر و استقلال سے رہنا ضروری ہے۔ مولوی صاحب (یعنی قبلہ عالم جناب حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا ابوالفضل اولنا صاحب زاوہ عید الرحمن سلمہ المنان الی یوم المیزان) کی خدمت کو میری خدمت اور ان کے وجود کو میرا وجود تصور کرنا۔ اور سمجھنا رام دوستوں کے ساتھ اچھا بہتاؤ اور سلوک۔ رکھنا۔ نیز فرمایا کہ حضرت صاحب زاوہ صاحب مدظلہ تم سب کے بھائی ہیں۔ (یہ از روئے شفقت و مہربانی تھا ورنہ جہ نسبت خاک را با عالم پاک) ہر معاملہ میں ان کے ساتھ شامل و شریک رہنا۔ اور ان کی فرمانبرداری و تابعداری کو میری فرمانبرداری و تابعداری جانتا۔ یہی سوادت دارین کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اور اس پر نہایت ہمت اور استقلال سے ثابت قدم اور قائم رہنا یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ اتنے میں اندر سے جناب قبلہ صاحب زاوہ صاحب مدظلہ تشریف لے آئے اور ان کو دیکھ کر سلسلہ گفتگو جو شروع تھا۔ بند کر کے دیگر باتیں شروع کر دی گئیں۔ تاکہ جناب صاحب زاوہ صاحب کو جو پیشتر باتیں ہو رہی تھیں ان کا احساس نہ ہو۔ خیر اس عرصہ میں آپ کو صحت مستقل طور پر نہ ہوئی۔ عارضی طور پر چند یوم آرام سے گزرتے اور پھر چند یوم بعد تکلیف ہو جاتی۔ جون ۱۹۳۲ء کے عرس شریف پر بھی تکلیف بدستور تھی۔ مگر باوجود تکلیف اور کمزوری طبع مبارک کے آپ شب و روز مجلس مبارک میں شامل و حاضر رہے۔ اور اللہ دوستوں



کی خاطر جو محض وجہ التعلقی۔ آپ نے اپنی جسمانی تکلیف کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اس کے بعد پھر شافی مطلق نے آرام و صحت عطا فرمائی۔ اور کسی قسم کی شکایت نہ رہی۔

موسم سرما آگیا۔ اور آپ کی طبیعت بھی اچھی ہو گئی۔ دوستوں نے سیر و سیاحت کے لئے بڑا اصرار کیا۔ آپ نے معذرت فرمائی۔ کہ اب پیرانہ سالی ہے۔ اور اس پر اس طویل علالت کی وجہ سے طبیعت بڑی کمزور ہو گئی ہے۔ نیز اس لائق نہیں کہ سفر کی تکلیف برداشت کر سکے۔ مگر دوستوں کو بڑا اشتیاق تھا۔ بار بار عرضیں کرتے۔ کہ جناب فی اللہ دوست بڑے خواہشمند ہیں۔ اور منتظر و چشم براہ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کی طبیعت مبارک وجہ طبی بیماری کے بہت کمزور ہے۔ مگر اب حالت رو بہ صحت ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ سفر میں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ بہت سے غریب اور مفلس دوست یہاں نہیں پہنچ سکتے حضور تشریف لے چلیں گے۔ تو سب دوستوں کو آپ کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہونے کا موقع مل جائیگا۔ دوستوں کے بار بار اصرار و تکرار اور منت و زاری نے آپ کو سفر پر آمادہ کر ہی لیا۔ یہ آپ کا آخری سفر تھا۔ اثناء سفر میں حسب معمول ہر مقام پر دوست ملاقات و زیارت کے لئے حاضر خدمت ہو کر مستفیض و مستفید ہوتے تھے۔ جب آپ امرتسر رونق افروز ہوئے۔ تو پھر وہی سابقہ مرض کا عارضہ لاحق ہوا۔ بدیہ وجہ آپ امرتسر سے ہی براہ راست راولپنڈی شریف واپس تشریف لے آئے۔ اب سلسلہ علالت مستقل طور پر قائم ہو گیا۔ کبھی دو چار دن عارضی طور پر آرام ہوا بھی تو پھر تکلیف بدستور شروع ہو گئی۔ پیرانہ سالی اور اس پر مزید یہ کہ اس عارضہ کے باعث خون کا اخراج بکثرت۔ جس کی وجہ سے ضعف قلب کا مرض قائم ہو گیا۔ یہ کیفیت مندرجہ بالا ۱۹۳۵ء کے آخر اور ۱۹۳۶ء کے آغاز کی تھی۔ اس علالت کے علاوہ ۳۰ مئی ۱۹۳۵ء کو ٹیٹہ کے حادثہ فاجعہ اور بالخصوص سید غلام شبیر صاحب بی۔ اے ای۔ اے۔ سی کی اچانک شہادت کے صدمہ عظیمہ نے آپ کی طبیعت پر بہت بڑا اثر کیا چونکہ سید صاحب مرحوم و مغفور آپ کے بڑے مخلص اور شیدائی دوستوں میں سے تھے۔ آپ کی بھی ان پر بڑی نظر شفقت تھی۔ اور ان سے کمال محبت تھی۔ جس دن کو ٹیٹہ کے حادثہ کے متعلق اطلاع ملی تو پہلے تار دی گئی۔ مگر تار کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ کوئی جواب نہ ملا۔



خطوط بھی لکھے گئے۔ آخر کار تیسرے دن اخباروں کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ سید غلام شبیر صاحب اسی حادثہ فاجعہ میں جام شہادت نوش فرما کر عالم جاودانی کو رحلت کر گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سید غلام شبیر صاحب جیسے حقیقی عاشق اور تحقیقی صادق کی وفات حسرت آیات کے صدمہ اور رنج و غم و الم کی وجہ سے آپ کے قلب پر ضعف کا گہرا اثر پڑا عرس شریف بھی قریب گیا تھا۔ اور آپ کی طبیعت بہت کمزور اور بڑھاپا ہو چکی تھی۔ ۸ جون ۱۹۳۵ء عرس شریف کے دن صبح خاص فتم شریف کی مجلس میں آپ بعد مشکل شامل ہوئے۔ اور رات کی مجلس میں شامل نہ ہو سکے۔ مرض میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا گیا۔ عرس شریف کے بعد بھی آپ بدستور بیمار رہے۔ ساتھ ہی آپ کی بھوتی حفصہ ممتاز بیگم صاحبہ مرحومہ و مغفورہ بھی بعارضہ بخار بیمار ہو گئیں۔ اولاد قدرتنا و فطرتاً بھی بڑی پیاری ہوتی ہے۔ مگر خاص کر ایسی نیک اور فرمانبردار سعادت شعار اولاد ہو۔ تو پھر اس کی محبت کا کیا کہنا۔ عزیزہ مرحومہ و مغفورہ کے ساتھ خاص کہ اس کے دینی شغف اور تقویٰ ہی عرصہ میں اس کا اپنے والد ماجد سے قرآن مجید کے ترجمہ اور اس کی تفسیر میں حیرت انگیز کمال حاصل کرنے کی وجہ سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو انتہائی محبت و پیار تھا۔ علاوہ ازیں آپ کی بہت سی خوش افرا امیدیں مرحومہ کی ذات سے آئندہ کے لئے وابستہ تھیں۔ مگر رضا و قضا الہی پر صابر و شاکر رہے بغیر چارہ ہی کیا ہے۔ عزیزہ مرحومہ و مغفورہ کچھ عرصہ بیمار رہ کر مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۵ء کو اس دار فانی سے عالم بقا کو رحلت کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی اس بے وقت وفات حسرت آیات نے تمام دلی امیدوں اور آرزوں کو یکسر فنا کر کے آپ کے قلب پر ایک ایسی ناقابل برداشت چوٹ لگائی کہ جس کا بیان کرنا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول و برگزیدہ بندگان ہمیشہ قضا الہی پر صابر و شاکر رہے۔ مگر وہ محبت جو نیک دیندار اور خوش اطوار فرمانبردار اور ہونا اولاد کی خالق نے والدین کے قلوب میں ودیعت رکھی ہے وہ اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس واقعہ جانکاہ کے اثر سے ضعف قلب کا مرض مستقل طور پر قائم ہو گیا۔ پیشتر ازیں موسم سرما میں صحت رہتی تھی۔ مگر اس سال ۱۹۳۵ء کے آخر میں تھیں بہت



زیادہ ہوتی اور بڑھتی گئی۔ باوجود اس قدر طویل علالت اور تکلیف کے بھی فرائض پنجگانہ اور نوافل  
تہجد و اوابین اور دیگر اوراد و وظائف میں بھی بفضل خداوند کریم بدستور مصروف رہے۔ اور کبھی  
نافہ نہ فرمایا۔ ہاں کبھی کبھی آنا زمان مبارک سے فرماتے کہ اب وہ بھٹ و حظ نہیں رہا۔ بلکہ علالت  
اور سیرانہ سالی ویر تک مراقبہ میں نہیں بیٹھا جاسکتا۔ اور بوجہ کمزوری عبادت خانہ کی سیڑھیوں  
پر آنے جانے میں بھی تکلیف محسوس ہوتی۔ چنے۔ دوستوں نے عرض کیا کہ جناب ایسی حالت  
میں فرائض بھی اگر ادا ہوتے رہیں تو غنیمت ہے۔ آپ کی اس تکلیف کو دیکھ کر بڑا رنج  
پہنچتا ہے۔ اپنے بس اور اختیار کی بات نہیں۔ ورنہ یہ آپ کی تکلیف ہم آپ کے غلام نے  
لیں۔ آپ باوجود اتنی تکلیف کے پھر اتنی ہمت فرماتے ہیں۔ کہ نوافل تک ادا کرنے کا  
خیال رکھتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو جتنی تکلیف کا تم کو گمان ہے اتنی تکلیف  
مجھے نہیں ہو اگر مجھ بھی تو دنیا کی لذت و الم و قسم میں جسمانی و روحانی جس چیز میں جسم کی لذت  
ہے۔ اس میں روح کا رنج ہے۔ اور جس چیز میں جسم کو سوخا ہو چنے۔ اس میں روح کی لذت ہوتی  
ہے۔ مگر عوام الناس کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اللہ کے بندوں پر لازم ہے کہ وہ جسمانی رنج  
و مصائب میں بھی اپنے خالق و مالک کے ساتھ خوش و خرم زندگی بسر کریں کسی صاحب دل نے  
کیا خوب کہا ہے۔

از برائے عیش و عشرت ساختن سد ہزاراں جان بسا بد بافتن

میرے دوستو! جاودانی آسائش و راحت کا حاصل ہونا آسان نہیں ہے۔ فقر کے لئے اس  
قسم کا دکھ دروازہ لازم رہا ہے۔ اور یہ محبت کے لوازم سے ہے۔ اس میں نکتہ یہ ہوتا ہے کہ ماسوا  
اللہ سے پورے اور کلی طور پر انقطاع حاصل ہو جاوے۔ یہ راہ ہی عجیب و غریب ہے ماس راہ میں آرام  
بے آرامی میں ہے۔ اور قرار بقراری میں اس مقام میں آرام و راحت طلب کرنا اپنے آپ کو رنج و دکھ  
میں ڈالتا ہے۔ بہر حال اپنے آپ کو اس محبوب حقیقی کے سپرد کر دینا ضروری ہوتا ہے جو کچھ اس کی  
طرف سے آئے۔ برضا و رغبت نہایت خوشی سے قبول و منظور کرنا چاہئے۔ اور ہرگز گھبرانا یا سرپیڑنا نہیں  
چاہئے! اللہ تعالیٰ سے اس پر ثبات و استقامت طلب کرنی چاہئے۔

شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ کی پندرہویں شب مبارک تھی۔ آپ عید گاہ میں رونق افروز تھے مقامی



دوست جیسے کہ ہمیشہ اس رات کو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کرتے تھے۔ جن ہو گئے۔ کرب شب بیداری میں گزاریں گے۔ آپ تو بفضل خدا کسی لمحہ ذکر الہی سے خالی نہ رہتے تھے۔ باوجود علیل ہونے کے اس مبارک شب میں بھی نوافل پڑھے۔ صبح ہوئی۔ تو چند دوست آپ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ آپ فرمانے لگے۔ کہ کوئی آرزو ایسی نہیں جو خالق نے پوری نہ فرمائی ہو۔ مگر عید گاہ کے وسیع کرنے کا مدت سے خیال تھا خواہش تھی۔ کہ یہ کام بھی فقیر ہی کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کو ادا دیتا۔ اس کے متعلق کوشش بھی بڑی کی گئی۔ اور امید بھی بچت تھی۔ مگر کوئی صورت نہ بنی۔ یہ ایک آرزو رہ گئی ہے مگر وہ سبب الاسباب کوئی سبب بنا دیتا۔ تو یہ آرزو بھی پوری ہو جاتی۔ نماز کے بعد دوست رخصت ہو گئے۔

اب دیکھئے اللہ تعالیٰ اپنے ایک برگزیدہ ولی کی آرزو پوری کرنے کی خاطر کیا اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ اور کتنی جلدی یہ آرزو پوری کر دی جاتی ہے۔ عید گاہ کے مغرب میں جن کی زمین تھی۔ باوجود کوشش بلخ کے دوران کی منہ مانگی قیمت دینے پر بھی وہ زمین دینے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ مندرجہ بالا آرزو کے اظہار پر ایک دو روز ہی گزرے تھے۔ کہ مالک زمین نے ایک آدنی کو بھیجا۔ جو یہ پیغام لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ عید گاہ کے ساتھ ملحقہ زمین اگر کہنی ہے تو لے لو۔ مالک زمین کو وہ یہ کی سخت ضرورت ہو گئی قیمت کا تصفیہ ہو گیا۔ اور سو حضرت قبلہ عالم کی منشاء کے مطابق ملے ہو گیا۔ اور آٹھ ہزار روپیہ میں زمین کی رجسٹری کرائی گئی۔ جناب صاحبہ صاحبہ نے رجسٹری کرانے کے بعد دوسرے دن ہی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ اور پندرہ رمضان المبارک کو عید گاہ کی تعمیر مکمل ہو کر ہو گئی۔ عید الفطر کے دن خود حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ موٹر پہنچ کر عید گاہ میں تشریف لے گئے۔ اور عید گاہ کی توسیع کا کام بحسن و خوبی سرانجام ہوا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر یہ بجا لائے۔ لوگ جو عید الفطر کی نماز پڑھنے کے لئے آئے تھے۔ عید گاہ کی وسعت دیکھ کر حیران ہوئے۔ کہ ایسی چند دن ہوئے پہلے عید گاہ کی اور صورت تھی۔ اب کچھ اور نقشہ بنا ہوا ہے۔ پھر کے چند معززین نے جملہ مسلمانوں کی طرف سے آپ کا شکر یہ ادا کیا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ کہ فقیر اس اظہار کو پسند نہیں کرتا۔ شکر یہ اس خالق و مالک کا چلے جس کے فضل و کرم سے یہ کام بھی حسب منشاء ہو گیا ہے۔

ان ایام علالت میں باوجود اس قدر تکلیف جیہاتی اور انتہائی کمزوری اور ضعف قلب کے بھی



آپ نے اپنا معمول اوراد و وظائف نہ چھوڑتے تہجد کی نماز کے لئے جیسے ہمیشہ رب دوستوں کے  
اول لکھتے تھے۔ اسی طرح ان ایام میں بھی تمام دوستوں سے پہلے ہی تشریف فرما ہوتے تھے۔ بعد نوافل  
ختم شریف میں بھی شمولیت فرماتے۔ اور انوار کی مجلس میں بھی رونق افروز ہو کر اپنے دیدار فیض آثار  
اور کلمات طبابت از غلطہ حسنہ سے مجبین و مخلصین کو مسرور اور اپنی توجہات سے حاضرین کے قلوب کو  
مسمور فرماتے رہے۔

## آخری چند ماہ کی علالت

آغاز علالت سے ہی اپنے مخلص دوستوں نے جو حکیم و ڈاکٹر ہیں علما و معالجہ میں اپنی استفادہ کے  
مطابق کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ عارضی طور پر قدرے فائدہ آرام ہو جاتا۔ رات کو آرام رہا۔ تو دن کو تکلیف  
ہو گئی۔ رات کو آرام سے گزرا۔ تو رات کو تکلیف ہو گئی۔ اس حالت میں اکثر آپ فرمایا کرتے۔ کہ مجھے  
دو ایام دینی بند کر دو۔ میری طبیعت نہیں چاہتی۔ اور یہ شعوبہ بھی پڑھا کرتے۔ ۷

مریض عشق پر رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کچھ دن یونی گزرنے کے بعد ایک دن آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے بیشتر بھی تمہیں کہا ہے کہ مجھے  
دوائی دینی بند کر دو۔ اب پھر کہتا ہوں۔ کہ دوائی پلانی چھوڑ دو۔ میری طبیعت دوائی کھانے سے  
نفرت کرتی ہے۔ آپ کے اس طرح فرمانے کے بعد حاجی محمد علی و حاجی محمد زمان صاحبان نے گزارش  
کی۔ کہ جناب دوائی ضرور استعمال کرنی چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاید حضور دوائی کے استعمال کرنے  
میں پوری پوری احتیاط اور پابندی نہیں فرماتے۔ اسی وجہ سے آرام نہیں آتا۔ اگر حضور مقررہ وقت  
پر دوائی استعمال فرمایا کریں۔ تو امید واثق ہے۔ کہ بفضل خداوند کریم بہت جلدی صحت و شفا حاصل  
ہر جہلے دوستوں کی اس عرض و گزارش پر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ  
مگر دوائی صفا بکے بیٹھے ہو۔ میں بخیر تاملے کو شافی جاننا اور یقین رکھتا ہوں۔ ہاں اس میں  
شک نہیں۔ کہ سنون طریقہ ہے۔ اور کتنا عرصہ ہو کہ متواتر دوائیاں باقاعدہ بڑی پابندی سے  
استعمال کرتا رہا ہوں۔ اب بھی دوائی استعمال کرنے کے مخالف نہیں ہوں۔ مگر اس قدر طویل عرصہ  
دوائیاں استعمال کرنے سے طبیعت متغیر ہو گئی ہے۔ اسی بات بھی تم کو سمجھا دیتا ہوں۔ کہ جتنی چیز



اپنے اسباب و علل پر مرتب ہوتی ہیں چشم بصیرت کے نور سے محروم لوگ ان اشیاء کا سرزد ہونا اسی سبب و علت کے باعث جانتے ہیں۔ اور اسی کو فاعل حقیقی اور موجد سمجھ لیتے ہیں۔ مگر جن کو خلل نے بصیرت کا نور عطا فرمایا ہوا ہو۔ ان کی نگاہ حق میں ان تمام اسباب و علل کے پیدا کرنے والے پر ہوتی ہے۔ اور وہ سب کچھ اسی فاعل حقیقی سے جانتے ہیں۔ جیسا کہ صادمیت اور صیت و لکن اللہ دہی سے ظاہر ہے۔ کسی بندہ خدا نے کیا عمدہ کہا ہے۔

گر گزند رسد ز خلق مرغ کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ مرغ  
از خدا دان خلاف دشمن و دوست کہ دل مرد و در تصرف اوست  
گر چہ تیر از کمان ہمے گزرد از کماندار بیند اہل خسرو دانند  
فرمایا کہ میرا سوا کچھ ہے۔ میری نگاہ اس شافی مطلق اور خالق کون و مکان پر ہے۔  
جو اپنے بندوں کو کھلاتا پلاتا۔ جب وہ بیمار ہوتے ہیں۔ انہیں شفا عطا فرماتا ہے۔ و هو  
بطعمنی و یسقینی و اذا مرضت ہوشیانی۔ آپ کی مرضی کے خلاف کرنا کسی کو جرأت  
نہ تھی۔ سوائے تسلیم کرنے کے اور کیا چارہ تھا۔ دو ایہاں کھلانی بلانی چھوڑ دیں۔ ڈاکٹر کے  
مشورہ کے مطابق ضعف قلب کے لئے انجکشن کرائے جاتے۔ جن سے ضعف قلب کا عارضی طور  
پر کچھ افاقہ رہتا۔ آخر کار وہ بھی آپ نے بند فرما دیئے۔ چار و ناچار آپ کا حکم ماننا پڑتا۔  
ثناء و علالت میں آپ کے تمام خلفائے عظام اور مخلص دوست و قنائے وقت حاضر خدمت ہوتے  
رہے۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ حضرات حاجی مولوی ثناء اللہ صاحب۔ حاجی مولوی محمد شریف صاحب  
حاجی حکیم خادم علی صاحب۔ اور خلیفہ۔ سلطان احمد صاحب۔ و بالو غلام نبی صاحب پشتر شریف  
لائے۔ اور جس وقت جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پہنچے۔ اور زیارت  
سے مشرف ہوئے۔ تو فوراً بہت سے زار و قطار روئے گئے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
بھی اس محبت و شفقت کے مارے جو کہ آپ کو اپنے فی اللہ دوستوں سے تھی۔ رونے لگے۔ اور  
فرمایا کہ مجھے ان دوستوں کی محبت فی اللہ نے رولا یا۔ ورنہ اور کچھ دکھ درد نہیں اور نہ ہی کوئی تکلیف  
ہے۔ اب آخری طاقات ہے۔ پھر انشاء اللہ روحانی ملاقاتیں ہوں گی۔ اور عاقبت میں میل و ملاقات  
ہوگا۔ یہ سن کر دوست اور زیادہ رونے لگے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت صاحب خود ہی تسلی بخشی



فرمانے لگے۔

چند دنوں بعد راتم انروٹ مسکین بھی باوجود خود بیمار ہونے کے آپ کی زیارت ملاقات  
اہ عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت  
میں بیٹھا ہوا تھا کہ دوستوں میں سے کسی نے خاکسار سے دریافت کیا کہ آپ کو کیا تکلیف تھی۔  
بندہ نے کہا کہ مجھے بھی یہی بول کا عارضہ تھا۔ اب بھی پوری صحت نہیں ہوئی۔ مگر قدرے آفاقہ و آرام  
ہے۔ جناب حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ کمال رابطہ انخادی کا اثر ہے۔ کہ جو عارضہ مجھے ہے  
کمال محبت کے باعث وہی عارضہ آپ کو بھی لاحق ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عظمیٰ بخشنے۔  
کہ آپ نے ابھی بہت کام کرنے ہیں۔ میں نے جو کام کرنا تھا۔ گرچکا ہوں۔ جمعہ کا دن ہے۔  
میرا خیال ہے کہ جمعہ اب عید گاہ والی مسجد میں پڑھا کریں۔ اور کئی ایک دوستوں نے بھی یہی خواہش  
ظاہر کی ہے۔ آج آپ بھی آئے ہوئے ہو۔ عید گاہ والی مسجد میں جمعۃ المبارک کا افتتاح ہی کرنا  
جاؤ۔ خاکسار کو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ عید گاہ والی مسجد میں چل کر غنظ کر۔ اور آج سے تمام  
دوستوں کو بھی کہہ دو کہ آئندہ ہمیشہ جمعہ کی نماز عید گاہ والی اپنی مسجد میں پڑھا کریں گے۔ بس آپ کے  
ارشاد کے مطابق اسی دن سے اب ہمیشہ جمعۃ المبارک کی نماز وہیں پڑھی جاتی ہے۔ اور بفضل  
دراوند کریم بڑی رونق پھرتی ہے۔

مخلصم میاں محمد عبداللطیف صاحب حج جب آپ کی ملاقات و زیارت کے لئے تشریف لائے  
اس سے ایک روز قبل کا واقعہ ہے۔ کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بوجہ ضعف قلب  
کچھ حالت غشی کی سی طاری ہو گئی تھی۔ جس کی وجہ سے تمام اہل خانہ بھی گھبرا گئے تھے لیکن تھوڑی  
دیر بعد پھر آپ کی طبیعت سنبھل گئی۔ جس سے سب کو تشفی ہو گئی۔ دوسرے دن جب مخلصم حج صاحب  
تشریف لائے۔ اور زیارت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو بعد ملاقات آپ نے فرمایا  
کہ میاں صاحب۔ کل تو میں نے یہ خیال کیا تھا۔ کہ میرا آخری وقت آگیا ہے۔ کچھ نازک سی حالت  
ہو گئی تھی لیکن جب میں نے غور کیا۔ کہ نہ تو ابھی تک وہ ملائکہ دکھائی دئے ہیں۔ جو مجھے لے جانے  
والے ہیں۔ اور نہ ہی وہ ارواح طیبہ دیکھی ہیں۔ جو میرے ساتھ جانے والی ہیں۔ اور نہ ہی مجھے ابھی  
تک وہ مقام دکھایا گیا ہے۔ جہاں میں نے جانا ہے۔ جب تک یہ فیئوں امور مستحق نہ ہوں میں دنیا



سے جا نہیں سکتا۔ چنانچہ آخری ایام میں یہ سب امور یکے بعد دیگرے ظہور میں آکر مستحق ہوئے۔  
اور آپ کی زمان حقیقت بیان سے حاضرین سنتے رہے۔

علاوہ ان حضرات کے اور بے شمار احباب تشریف لاتے رہے۔ اور زیارت سے مشرف  
اور دعاؤں سے مستفیض ہوتے رہے۔ ۱۹ مارچ ۱۹۳۶ء کو حاجی محمد زمان صاحب اور حاجی  
محمد علی صاحب کو خدمت عالیہ میں طلب فرما کر ارشاد ہوا کہ تم دو نو دن کے وقت اپنی اپنی نوکری پر  
چلے جاتے ہو۔ اس لئے صبح نوکری پر جانے سے قبل اور بوقت عصر واپس آتے ہی دو نو وقت ضرور  
مل جایا کرو۔ تاکید مزید فرمائی کہ نیز فرمایا کہ بیٹا اب فقیر کا آخری وقت ہے۔ عنقریب اس دنیا سے جانے  
والا ہوں۔ میرے بعد جناب مولوی صاحبہ حضرت قبلہ عالم حاجی الحرمین الشریفین مولانا صاحبزادہ  
عبدالحسن سلمہ منان الی یوم المیزان (میرے حقیقی جانشین موجود ہیں۔ ان کی دلجوئی کرنا۔ بفضل  
خداوند کریم ان کا فیض ظاہری و باطنی بہت پھیلیگا۔ جو میرے نام کو بھی تازہ و روشن رکھے گا میرا  
وجود ہی ان کے فیض کی رکاوٹ کا موجب تھا۔ میرے دنیاوی رشتہ دار اور رسم و رواج والی بڑی  
بھی موجود ہے۔ جن کے ساتھ میں نے اپنی زندگی میں صلہ رحمی کرنے میں فرق نہیں رکھا مگر جو تعلقات  
اور محبت فی اللہ دوستوں اور اللہ والی برادری سے رکھے ہیں۔ وہ بہت اعلیٰ ہے۔ اور یہ بڑی  
نعمت ہے۔ اس کو معمولی بات نہ سمجھنا جس دن کوئی برادری کسی کے کام نہ آوے گی۔ اور نہ ہی اس دن  
اگر کوئی برادری ہوگی اس دن بھی یہ اللہ والی برادری قائم رہے گی۔ اور اسی برادری والے وٹاں بھی  
ایک دوسرے پر دل و جان سے قربان و نثار ہونے کے لئے تیار ہوں گے۔ میرے فی اللہ دوست مجھے  
بہت پیارے ہیں۔ بلکہ جان سے بھی عزیز تر ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں ان سے حتیٰ الامکان اچھا  
نباہ کیا ہے۔ تم بھی میرے بعد دوستوں کے ساتھ وہی برتاؤ و سلوک رکھنا۔ جو فقیر نے رکھا ہے۔ بلکہ  
اگر ہو سکے تو فی اللہ دوستوں کے تعلقات مجھ سے بھی بڑھا کر رکھنا۔ آپ کے اس ارشاد فرمانے کے جواب  
میں عرض کیا گیا کہ حضور۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کیا جاوے گا۔ پھر جناب حضرت مولانا و بالفضل  
اولئنا قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بیٹا۔ جناب سید المرسلین و خاتم النبیین  
صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سہارک کو لازم پکڑنا میرے مسلک پر قائم رہنا۔ اس کو لہجہ و نثر و نہایت  
ہمت و استقلال سے رہنا۔ میرے چلے جانے کے بعد ہرگز گھبرانا نہیں۔ ہر کام میں مقصود و خدا



اللہ رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کی معیت و امداد اور نصرت الہی ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوگی۔

حسب ارشاد جناب حضرت صاحب مندرجہ بالا ہر دو خادمان روزانہ بلاناغہ دو نو وقت حاضر خدمت عالیہ ہوتے رہے۔ اور اس عرصہ میں بہت کچھ نصائح اور وصایا آپ نے فرمائے۔ جو طوالت کتاب کے خوف سے نہ درج کرنے مناسب سمجھ کر چھوڑے جلتے ہیں۔ اور جن کا تعلق بھی چنداں عام دوستوں سے نہیں۔ ایک دن حسب ارشاد حاضر ہوئے۔ تو جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حالت جذبہ طاری تھی۔ اسی حالت میں فرمانے لگے کہ میں کہاں ہوں۔ عرض کیا گیا کہ حضور اپنے گھر میں ہیں۔ فرمایا بجلا گھر میں دیا ہوتے ہیں۔ ہم تو بغداد شریف میں ہیں۔ دیکھو یہ دیا ئے و جلہ یہ رہا ہے۔ اور عین برب وریا جناب غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مصلا بچھا کر بیٹھے ہیں۔ اور ہمیں بھی بلارہے ہیں۔ اور بڑی شفقت اور پیارا فرما رہے ہیں اسی طرح ایک وقت فرمایا۔ کہ میں آج مدینہ منورہ جناب سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہا۔ بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک مجلس تھی۔ میں جب پہنچا۔ تو مرہاراجا کی آوازیں آئیں۔ جس پر میں بڑانا دم و شرمندہ ہوا۔ کہ میں تو ایک اونٹنے غلاموں کا غلام ہوں۔ اس شرمندگی کی وجہ سے میں نے اپنا سر جھکایا ہوا تھا۔ کہ اتنے میں ایک طرف سے جناب غوث صمدانی قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ اور مجھے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے جا کر پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شفقت و عنایت اور مہربانی فرمائی کہ جس کو میں اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ میری طبیعت اب اس جگہ یعنی دنیا میں رہنے کو پسند نہیں کرتی۔ بلکہ یہاں رہنے سے گھبراتی ہے۔ دل چاہتا ہے۔ کہ اب مجھے یہاں سے حق تعالیٰ نے آزاد کر دے۔ مجھے مدینہ منورہ کی مجلس کا اشتیاق بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ اور یہی دل کہتا ہے۔ کہ ہر وقت ایسی مجلس میں حاضر رہوں۔

ایک دن عصر کے وقت فرمانے لگے۔ کہ مجھے عید گاہ لے چلو۔ گھر سے سب اہل خانہ نے باری باری گزارش کی کہ آپ کی حالت بہت کمزور ہے! ایسی حالت میں عید گاہ لے جانا مناسب نہیں مگر آپ ہلکا سا اصرار فرماتے۔ آخر کار آپ کی چار پائی اندر سے اٹھا کر باہر ڈیوڑھی میں لائی گئی۔



اندھے مائی صاحبہ کا پیغام آیا۔ کہ آپ عید گاہ لے چلنے کو فرماتے ہیں۔ بہت دفعہ گزارش کی گئی ہے کہ آپ کی طبیعت بڑی کمزور ہے۔ مگر آپ نے نہیں مانا۔ دوست بھی آپ کی خدمت میں عرض کریں کہ ایسی حالت میں عید گاہ جانا بہتر نہیں معلوم ہوتا۔ دوستوں نے بھی عرض کی۔ جس کی وجہ سے آپ کو خدا ناگوار معلوم ہوا۔ ایک دوست کو عید گاہ بھیج دیا کہ وہاں سے دیگر دوستوں کو بھی بلا لادے۔ تاکہ آپ کی چار پائی اٹھا کر عید گاہ لے جائیں۔ شام کا وقت قریب ہو گیا۔ دوستوں نے شام کی نماز پڑھی۔ آپ نے بھی بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔ اتنے میں عید گاہ والے دوست بھی آگئے۔ اہد مکر مائی صاحبہ سلمہما اللہ کا ارشاد پہنچا کہ آپ کی خدمت میں عرض کرو۔ کہ عید گاہ نہ جاویں۔ مگر یہ عرضیں کھپے چھجکی تھیں۔ آپ کی خدمت میں یوں عرض کی گئی۔ کہ اندھوں خانہ سے بھی سب آپ کے ساتھ عید گاہ چلنے کو تیار ہو رہے ہیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں وہ آپ کو کیلا نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ سن کر جناب حضرت صاحب خاموش ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اچھا عید گاہ والے دوستوں کو واپس بھیج دو۔ عید گاہ والے دوست واپس چلے گئے۔ اور آپ کی چار پائی باہر سے اٹھا کر پھر اندر لے جا کر رکھی گئی۔ دوسرے روز بوقت صبح جب آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو بعد سلام و نماز اور دست بوسی آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا بھائی تم سب نے مل جل کر عید گاہ تو نہ جانے دیا۔ مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے خوب سیر کرائی۔ بہت سادقت جناب حضرت پیرانہ پر غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں گزرا۔ اور آپ نے اس عاجز فقیر کے حال پر بڑی نوازشات فرمائیں۔ اور آئندہ بھی بڑی مہربانیوں اور کرم فرمائیوں کے لئے وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد اور بہت سے اولیائے کرام کی زیارتیں و ملاقاتیں ہوئیں جن میں سے بعض کو تو پیشتر بھی دیکھا ہوا تھا۔ اور اکثر ایسے بزرگ ملے۔ جن کو آج ہی دیکھا۔ اور پہلی مرتبہ ان کی زیارت و ملاقات ہوئی۔ مگر سب حضرات نہایت اشتیاق اور محبت سے ملے ہیں۔

آخری ایامِ عیال میں جبکہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے سب دوستوں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ باوجود اس قدر ضعف و کمزوری کے حیا اس قدر اعلیٰ بن گئی تھی کہ جب رفع حاجت کے لئے آپ کو اٹھا کر بٹھلایا جاتا۔ پھر کسی کو بھی پاس ٹھہرنے نہ دیتے اور فرماتے کہ مٹ جاؤ۔ اور پروردہ کر لو۔



آخری ایام میں جسمانی کمزوری اور ضعف بدنی اس قدر ہو گیا تھا کہ پانک پر بھی بغیر دوسرے آدمی کے اٹھا کر بٹانے اور سہارا دینے کے بیٹھا نہیں جاتا تھا۔ ایسی نازک حالت میں بھی حیا و پردہ اور فرائض کا اتنا خیال تھا کہ ایک دن عصر کے وقت حاجی محمد علی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ میری طبیعت اندر تنگ ہے۔ مجھے باہر ڈیوڑھی میں لے چلو۔ انہوں نے فی الفور جمال الدین محمد صادق اور عبد الغنی کو بلایا اور آپ کی چار پائی اندر سے اٹھا کر باہر ڈیوڑھی میں لے آئے۔ باقی تینوں دوستوں کو آپ نے رخصت کر دیا۔ حاجی محمد علی صاحب کو آپ نے فرمایا۔ مجھے رفع حاجت کے لئے اٹھاؤ۔ انہوں نے کموڈو وغیرہ درست کر کے پاس رکھا۔ اور سہارا دیکر آپ کو چار پائی پر بٹھایا جب بٹھا چکے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یا تو باہر چلے جاؤ یا پردہ کر لو۔ حاجی محمد علی نے عرض کی کہ جناب ایسی کمزوری کی حالت میں خطر ہے۔ کہ کہیں آپ گر نہ پڑیں۔ اور پھر تکلیف زیادہ ہو جاوے آپ نے تسلی دی کہ نہیں۔ میں چار پائی کو پکڑ کر سہارا لے لوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ بعد فراغت قضا حاجت پانی طلب فرمایا اور استنجا کیا۔ اس کے بعد حاجی محمد علی صاحب نے آپ کو وضو کرایا۔ اور آپ نے بیٹھ کر ذریعہ عصر ادا کیا۔ الغرض آخری وقت تک اتنی احتیاط حیا و شرم اور ادائیگی فرائض کی رکھی کہ وہ آپ کا ہی حصہ تھا۔

ائماء علات میں شہر کے تمام دوست اکثر حاضر ہوتے رہے۔ خاص کر جمعۃ المبارک کے روز بعد نماز جمعہ اکثر دوست شہر اور مصافحات کے حاضر ہو کر زیارت سے مشرف اور ملاقات سے باریاب اور فیوض و برکات سے فیضیاب ہوتے تھے۔ آپ کو بھی فی اللہ دوستوں کا بڑا خیال رہتا اور ان کی خاطر کو بڑا ملحوظ رکھتے تھے۔ انتہائی درجہ کی کمزوری و نقاہت میں بھی جبکہ بعض بات کرنی بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ بار بار دوستوں کے متعلق دریافت فرماتے۔ احوان کی خاطر مدارات و کھانا کھلانے وغیرہ کے لئے تاکید مزید فرماتے۔ عام لوگوں کے ساتھ بھی کشادہ دلی و خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے۔ کسی قسم کے رنج و انسوس اور گھبراہٹ وغیرہ کے آثار آپ میں بالکل نہیں پائے جاتے تھے۔ جب حاجی محمد زمان اور حاجی محمد علی صاحبان حاضر خدمت ہوتے اور جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب بھی موجود ہوتے۔ تو اکثر دوستوں کا تذکرہ شروع کر دیتے اور دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کی بار بار بڑی شدت کے ساتھ تاکید فرماتے۔ ایک دن جناب حناؤ



صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا بیٹا۔ زمانہ کی حالت ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی۔ میرا زمانہ گزر گیا۔ اور میرے متعلق جو کام تھا۔ میں نے کر لیا کہ دیا۔ اس رب العالمین ایزد منان نے شمار حسن فرمائے۔ جن کا شمار نہیں یہ رب اس کا فضل و کرم ہے۔ مجھے خاص طور پر جو دو انعام عطا ہوئے ان میں مجھے کمال اشتیاق بھی دیا گیا۔ ایک تو اپنے شیخ و مقتدا رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرے طالبانِ خدا یعنی جو فی اللہ مخلص دوست ہیں۔ ان کی محبت و اشتیاق۔ میرا مدعا خاص طور پر ہمیشہ رضائے الہی اور خوشنودی رب العالمین رہا۔ بیٹا میرے طریق سلوک پر جان و دل سے قائم رہنا۔ توکل اور تسلیم کو اپنا شیوہ بنانا صبر و قناعت پر استوار رہنا۔ علمائے ربانی و صلحائے عظام کی محبت رکھنا۔ یہ باتیں سن کر جناب صاحب زادہ صاحب ضبط نہ فرما سکے اور آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا۔ اتنی سی بات پر کیوں غمگین ہوتے ہو۔ عالم فاضل ہو۔ سب کچھ جانتے ہو۔ کسی نفس کو موت بغیر چارہ نہیں۔ اور پھر یہ دنیا تو ایک مسافر خانہ ہے یہ

جہاں نہ پسر ملک جاوید نصیب      زد نیا و فاداری امید نیست

نہ برباد و رفتے سحر گاہ و شام      سریر سلیمان علیہ السلام

باختر نہ دیدی کہ برباد و رفت      خاک آنکہ بادا نش و داد و رفت

اس کے بعد فرمایا احکام شریعت کی پابندی کی لازم رکھنا اور فرائض بجالانے میں کسل و تساہل کو نزدیک نہ آئے دینا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بفضل خداوند کریم ہمیشہ خوش و خرم اور شاد و ہامور ہو گئے۔ میری تجہیز و تکفین بالکل شریعت حقہ کے مطابق کرنا کالی کالی جو اثنا سقر بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ میں میرے ہمراہ تھی۔ میری قبر میں میرے بچے بچھا دینا۔ اور میری قبر کو اندر سے پختہ نہ کرنا۔ اس کے بعد چار پائی باہر ڈیوڑھی میں لائی گئی۔ بہت سے دوست زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئے۔ بعد ملاقات دوستوں کو رخصت کی اجازت فرماتے۔ اور وہ روانہ ہوتے جاتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب دل اس دنیا کے قید خانہ سے آزادی چاہتا ہے۔ یہاں رہنے کو جی نہیں کرتا۔ فقیر کے متعلق جو کام تھا وہ پورا ہو چکا ہے۔ وصال سے چند یوم قبل کئی مرتبہ ہی فرمایا کہ اب آزادی چاہتا ہوں۔ میرا جو کام تھا۔ وہ پورا کر چکا ہوں۔ عرض کی گئی۔ کہ جناب بفضل خدا ہر طرح سے آزادی حاصل ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی آزادی ہے۔ فرمایا یہ آزادی نہیں بلکہ



دنیاوی علائن دعوائیں سے کلی طور پر انقطاع کر کے مقصود و مطلوب حقیقی کو پالینے کا نام آزادی ہے۔ عاقل و دین محمد صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ فقیر عنقریب جانے والا ہے۔ فقر کی رحلت کے بعد آپ عید گاہ میں مقیم رہنا۔ مسجد میں نمازیں پڑھنا۔ عید گاہ کے دوستوں کو درس وغیرہ بھی دیتے رہنا تا کید فرید ہے۔ آپ کی یہ کلام سن کر تمام دوست جو آپ کی خدمت میں حاضر و موجود تھے زار و قطار رونے لگے۔ غصہ و غم سے سکوت فرما کر آپ نے دریافت فرمایا کہ کیوں روتے ہو۔ حاجی محمد زمان صاحب نے عرض کی جناب آپ کے وجود پاک اور ذات والا صفات سے ہماری بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ہمارا کیا حال ہوگا۔ ہم کدھر جائیں گے۔ کوئی ٹھکانا نظر نہیں آتا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ بخیر و بایمان فرمائے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تسلی رکھو بفضل خداوند کریم تم سب کا خاتمہ بخیر ہوگا۔ اور سب کے ساتھ بہت اچھا سلوک و معاملہ ہوگا۔ میرے جانے کے بعد غمگین نہ رہنا۔ میرے بعد مولوی صاحب (یعنی جناب قبلہ صاحبزادہ مولوی عبدالرحمن صاحب) موجود ہیں۔ ان کی صحبت و صحبت کو میری ہی صحبت و صحبت جانتا۔ ان کا وجود میرا ہی وجود ہے۔ انشاء اللہ وہ بھی میری طرح تم سب سے بہترین سلوک و برتاؤ رکھیں گے۔

آخری ایام میں جب حاجی محمد زمان و حاجی محمد علی صاحب صبح و شام حاضر خدمت ہو کر آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ یا ان مقررہ اوقات کے علاوہ کسی وقت بھی حاضر خدمت ہونے کا موقع ملتا۔ ہر وقت یا قدوس یا قدوس کا ذکر آپ کی ہر زبان ہوتا۔ اور گاہ بگاہ یہ دعا بھی پڑھتے رہتے۔ اللہم اجعل فی قلبی نوراً و فی سمعی نوراً و فی بصری نوراً و من تحتی نوراً و من فوقی نوراً و من خلفی نوراً و امامی نوراً و فی لسانی نوراً و فی لحي نوراً و فی دمی نوراً۔ اور یہ دعا بھی بکثرت و روزانہ ریتی اللہم اغفر لامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہم تجاوز عن امۃ محمد۔ اللہم ارحم الامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسم یا قدوس کے متعلق تھوڑی سی وضاحت۔ اسم پاک قدوس کا لفظ بھی اوزان مبالغہ سے ہے۔ یعنی وہ پاک اور منزہ ہے اپنی ذات میں علامات نقصان سے۔ پس جب بار



باللہ حقیقی طور پر مقتولے کو مالک اختیار کرتا اور جانتا ہے۔ کہ وہ ذات سب سے مستغنی ہے۔ اور کل مجاہدوں اپنے وجود اور بقا میں اسی کی محتاج ہے۔ اور اسی کے حکم و تقضا کی مسخر ہے۔ تو عارف تمام ماسوائے اللہ سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ اور صرف اپنی ملک خاص میں جو قلب اور قالب ہے۔ تصرف کرتا ہے۔ اور اپنے لشکر و رعایا پر کہ جو قویٰ اور اعضا میں تسلط کرتا ہے۔ اور ان کو ان امور میں مصروف و شاغل رکھتا ہے۔ جن میں دونوں جہان کی فلاح و بہبودی ہو۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ کہ جو شخص اپنے نفس کا مالک ہو۔ وہ حُر اور آزاد ہے۔ اور جو نفس کی ہو وہ ہوس میں مبتلا ہے۔ وہی غلام اور مفید ہے حق تعالیٰ کو وہی عارف قدوس جان سکتا ہے جس کی بلند ہمت اور عالی حوصلہ انتہائی درجہ کو پہنچا ہو۔ یہاں تک کہ اس کو اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں اور آفتوں سے بچاتا اور پاک کر دیتا ہے۔ اور گناہوں سے اس کو ہر حال میں محفوظ رکھتا ہے۔ ائمہ یا قدوس کے فیوض و برکات سے عارف تمام کدورات سے اپنے اوقات کو صاف کر لیتا ہے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے رجوع کر کے اسی سے مدد چاہتا ہے۔ اس اسم پاک کی برکت سے عارف کے زبان و دل کو اللہ تعالیٰ غیبت سے پاک کر دیتا ہے۔ اسی طرح اللہم اغفر لامی محمد مصلی اللہ علیہ وسلم ہر خاص و عام کی دعائیں بلکہ خاص الخاص برگزیدہ رہنما امین ہستیوں کا جھنڈ ہے۔

۱۶ مئی ۱۹۲۶ء کو پہلے صاحبزادہ منظور الہی سلمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے پاس بلایا۔ محبت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ اور ان کے حال پر بڑی توجہ مبذول فرمائی۔ ان کے حق میں دعا فرمائی۔ کہ حق تعالیٰ صراط مستقیم پر استقامت بخشے۔ اور اس پر فتن زمانہ کی گونا گون نیرنگیوں سے بچا دے۔ اس کے بعد محبوب الرحمن و حبیب الرحمن سلمہ اللہ تعالیٰ اور دونوں چھوٹی لڑکیوں کو بھی طلب فرمایا۔ اور رب کے ساتھ پیار و محبت فرماتے رہے۔ ان کے سروں پر ہاتھ پھرتے اور ان کے حق میں نیک و بہترین دعائیں بھی فرماتے رہے۔ مرض میں بہت کچھ افاقہ تھا۔ البتہ نقاہت و کمزوری ضرور تھی۔ حالت تشویش تک نہ تھی۔ بلکہ بہت کچھ امید افزا اشارے نظر آتے تھے۔ مگر یہ حالت اور نقشہ چھوٹے بچوں کو بلا کر ان سے پیار و محبت کرنا اور ان کے حق میں بہترین دعائیں فرمانا ظاہر کر رہا تھا۔ کہ آپ سفر آخرت کیلئے عنقریب تیار ہیں۔ اور اپنے تمام متعلقین کو فرداً فرداً علی السلام و سلام



دے رہے ہیں۔

۱۷ مئی ۱۹۳۷ء بروز اتوار تمام دوست حسب معمول مجلس اور حلقہ دگر کی شہریت کے لئے حاضر و جمع ہوئے۔ بعد فراغت مجلس تمام احباب آپ کی خدمت میں زیارت و ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ حالت بہت اچھی تھی۔ دوست زیارت سے مشرف ہو کر اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔

۱۸۔ ۱۹ مئی ۱۹۳۷ء کو آپ کی حالت بہ نسبت پہلے کے بہت اچھی رہی۔ کمزوری ضرور تھی۔ مگر بیماری کے کوئی آثار باقی نہ رہے آخر وقت تک قوت باصرہ و سامعہ بدستور صحیح و سالم رہیں۔ بلکہ ان دونوں میں خود بنفس نفیس قضاہ حاجت وغیرہ کے لئے اٹھتے رہے۔

۱۹ مئی ۱۹۳۷ء کو شام کے بعد آپ پر ایک عجیب خوشی و فرحت کی کیفیت طاری تھی! اسی حال میں اپنا دایاں ہاتھ مبارک سر کے برابر پھراتے اور فرماتے۔ عہد  
اڑ بھیری سا ون آیا

ان الفاظ کو مکرر دہرا کر فرمایا۔ یہ الفاظ سن کر اور کیفیت دیکھ کر جناب صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا۔ قبلہ طبیعت مبارک کا کیا حال ہے۔ آپ نے ذرا سکوت فرما کر نہایت متانت و سنجیدگی سے فرمایا کہ مولوی صاحب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ طبیعت بالکل درست ہے۔ کوئی فکر نہ کرو۔ طبیعت اب آزادی چاہتی ہے۔ میرا جو کام تھا۔ وہ تو پورا ہو چکا ہے۔ اب اور کوئی کام نہیں۔ جو میرے متعلق باقی رہتا ہو۔ یہ سن کر جناب صاحبزادہ صاحب نے ہادل حزمین جنابہ مائی صاحبہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ حج قبلہ عالم حضرت صاحب کچھ عجیب ہی گفتگو فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا۔ آج کیا دن ہے۔ عرض کیا گیا۔ ماہ صفر کا آخری چار شنبہ ہے۔ سچ، ۲۷ صفر گز د گیا۔ صبح کو صفر کی ۲۸ تاریخ ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ بڑا مبارک دن ہے۔ اسی دن جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل علالت کے بعد غسلِ صحت فرمایا تھا۔ ہمارے قافلہ سالار جناب غوث صمدانی قطب ربانی حضرت محمد و الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال باحق بھی اسی تاریخ کو ہوا تھا۔ اور انہا دونوں سائیں تو کل شاہ صاحب کا وصال بھی چار شنبہ ہی کو ہوا تھا۔ یہ باتیں کرنے کے بعد آپ کی طبیعت بڑی خوش اور ہشاش بشاش تھی۔



اس معشوق و مطلوب حقیقی کے دیدار کے انتشار میں بے اختیار دلوں آمیز اور پُراشتیاق گفتگو فرمانے لگے جس کے مطلب و حاصل کو مندرجہ ذیل اشعار واضح کر رہے ہیں۔

بے صبا نکتے از خاک در یار بیار	بیراندہ دل و مُردہ دلدار بیار
نکتہ روح افزا از دہن یار بگوی	نامہ خوشبخت از عالم اسرار بیار
تا معطر کنم از لطف نسیم تو مشام	شمہ از نفحات نفس یار بیار
ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم	ہر گہ کہ یاد روی تو کردم جواں شدم
شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا	بر منتہائے مطلب خود کامراں شدم
در شاہراہ دولت سرمد بہ تحت بخت	باجام مے بکام دل دوستان شدم

## وصال

اس کے بعد تمام اہل خانہ کو بڑی تسلی دی اور فرمایا۔ کہ رات زیادہ گزر گئی ہے یہ سب کو سوئے اٹھنا ہے۔ آرام کرو۔ اور سو جاؤ۔ مگر آپ کی راز و بیانہ اور پراسرار گفتگو اور سرور بھری کلام جو آج سے پیشتر کبھی سننے میں نہیں آئی تھی۔ صاف بتلا ہی تھی۔ کہ یہ عاشق اور دریائے وحدت کی شناور ہستی جو بار بار آزادی کے گیت گارہی ہے۔ اور اپنے مطلوب حقیقی کے وصل کا اشتیاق جتا رہی ہے۔ ملائکہ رحمت اور ارواح طیبہ سے ملاقات و ہمکلامی فرما رہی ہے۔ عنقریب اس جسم عنصری کی قید سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو کر ہم سب کو دائمی داغ مفارقت دینے والی ہے۔ مگر فرمانے لگے۔ میری طبیعت بالکل درست ہے۔ اور دل بھی خوش ہے۔ کوئی فکر نہ کرو۔ ویسے ظاہری آثار بھی اچھے معلوم ہوتے تھے۔ رات کے گیارہ بجے کا وقت ہو گیا مائے صاحبہ نے صاحبزادہ صاحب و دیگر اہل خانہ کو کہا کہ واقعی رات سہت گزر گئی ہے۔ تھوڑی دیر آرام کرلو۔ مائے صاحبہ اور دونوں ہمشیر گاہ و بڑی بھانج صاحبہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر و موجود رہیں۔ رات نہایت آرام سے گزری کسی قسم کی تکلیف یا بے چینی و اضطراب نہ ہوا۔ جب تین بجے سحر کا وقت ہوا۔ تو جناب حضرت صاحب فرمانے لگے۔



کہ مجھے ایسا گمان ہوتا ہے۔ کہ شاید بے خہری کی حالت میں پیشاب نکل گیا ہے۔ جس سے تہبند ناپاک ہو گیا ہے۔ لہذا میرے کپڑے بدل دو۔ مائی صاحبہ نے آپ کا بستر اور تہبند بڑے غور سے دیکھا۔ اور عرض کیا کہ جناب بالکل کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ خیر نہ ہی۔ دل میں شک سا پڑ گیا ہے۔ اس لئے ہنتر ہے کہ مجھے نئے کپڑے نکال دو۔ مائی صاحبہ نے نئے کپڑے پیش کر دیئے۔ اپنے وضو فرمایا۔ پھر نئے کپڑے زیب بدن فرمائے۔ جناب صاحبزادہ صاحب بھی موجود حاضر تھے۔ حضرت صاحب نے وقت کے متعلق دریافت فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ جناب عنقریب چار بجے والے ہیں۔ آپ پلنگ پر قبلہ رو ہو کر بیٹھتے اور سامنے تکبیر لگا کر سجدہ کے لئے جگہ بنائی ہوئی تھی۔ جیسا کہ نماز ادا کرنے کے لئے معذوری کے ایام میں کرتے تھے پہلے تو کچھ دیر خفیہ طود پر پڑھتے رہے۔ بعد ازاں ہاتھ مبارک جیسا کہ دعا کے لئے اٹھایا کرتے تھے اٹھائے۔ اور تین مرتبہ بآواز جہر یا قدوس یا قدوس یا قدوس اور اسی طرح تین مرتبہ اللہم الرفیق الاعلیٰ پڑھا۔ تیسری مرتبہ آپ کے ہاتھ مبارک خود بخود ہی نیچے ہوتے چلے گئے۔ اور سر مبارک سامنے سجدہ گاہ پر جا رہا۔ اتنے میں مائی صاحبہ یا ہشیرہ صاحبہ میں سے کسی نے کہا کہ جناب حضرت صاحب گئے۔ بڑی عجاوب صاحبہ اور جناب صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے۔ کہ صبر کرو۔ اور دیکھو۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سر مبارک کو سجدہ گاہ سے اٹھا کر لٹا دیا مگر آپ کی روح پر فتوح اس نفس عنصری سے نجات و آزادی حاصل کر کے اپنے معشوق و مطلوب اور محبوب حقیقی سے واصل ہو چکی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پس جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سنی ہی تمام دوست فی الفور جمع ہو گئے۔ اور اندر جانے کی اجازت طلب کی گئی۔ جناب صاحبزادہ صاحب نے مائی صاحبہ و ہمیشہ گن کو پس پردہ کر دیا۔ اور تمام دوست اندر گئے۔ جا کر زیارت کی چہرہ مبارک چمک رہا تھا۔ اور جسم آپ کا گرم تھا۔ لب مبارک تبسم کناں تھے۔ احتمال گندہ کہ شاید غشی کی حالت ہو بلکہ حاجی محمد علی صاحب نے کہا بھی کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو غشی آگئی ہے۔ جناب صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ غشی نہیں۔ آپ کا تو وصال باحق ہو چکا ہے۔ اس وقت عجیب و غریب کیفیت دیکھی گئی۔ مکان کو یا بقط نور بنا ہوا تھا۔ اور قدرتی ریسمان کی خوشبو سے تمام صحن مسطر تھا جس کا



احساس کچھ دیر تک وہاں موجودہ تمام دوستوں کو ہوا بزرگوں سے سنا ہوا تھا کہ اولیاء اللہ اور مقربین الہی اس دنیا سے جدا نہیں ہوتے۔ تاوقتیکہ ان کے پاس ریحانِ جنت نہیں لایا جاتا۔ جس کی خوشبو سے معطر ہو کر ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک فاما ان کان من المقربین فروح و ریحان و جنت و نعیم ہی اس پر نص صریح شاہد و وال ہے۔ اور اس روز آپ کے وصال کے وقت یہ امر ظاہر ہوا ہر متحقق ہوا اور دیکھا گیا ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

اس میں شک نہیں کہ الا ان اولیاء اللہ لا خود علیہم ولا ہم یجزون۔ کے مطابق جناب قدوة السالکین زبدة الصالحین سلطان العارفین حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو نہایت شاداں و فرحان تشریف لگئے مگر ہم سپہندگان اور وابستگان دامنِ عالیہ کی حالت تھی۔ کہ

اے جانِ جہان جہاں ناخوش بنے تو ماجملہ پریشان و مشوش بے تو  
رفیق تو و من بے تو بماندم فیاد تو در وصل حق و من در آتش بے تو  
دوستوں پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ کوئی تو عالم حیرانی و پریشانی میں کھڑا تھا۔ کوئی جو  
محبت میں محو ہو کر نقش دیوار سا بننا ہوا تھا۔ اکثر دوستوں سے بے اختیارانہ و مضطربانہ حرکات  
سرزد ہونے لگیں چنانچہ بعض دوستوں کی حالت فرط محبت سے دگرگون ہو گئی تھی۔ جناب قبلہ  
صاحبزادہ صاحب مدظلہ کے اشک رواں تھے۔ مگر صبر و استقلال اور ضبط آہ و فغاں کا یہ حال  
تھا۔ کہ تمام احباب کو بتائید شدید صبر کی تلقین فرماتے تھے۔ اور یہ ارشاد باری تعالیٰ سناتے  
تھے۔ یا ایہا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوة ان اللہ مع الصابرین۔  
اور ویشی الصبرین الذین اذا اصابہم مصیبة قالوا ان اللہ وانا الیہ  
راجعون۔ اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمة واولئک ہم المہتدون  
دوستو۔ یاد رکھو کہ صبر تمام فتوحات کی کنجی ہے۔ اور ان اللہ مع الصابرین سے قرب اس  
میدان فیاض کا نصیب ہونا صابرین کے لئے ثابت ہے۔ اور اس قرب کے اثر صحبت سے  
تمام کام دین و دنیا کے بحسن و خوبی سرانجام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دولت صبر کے نتائج اور



فوائد سے بہرہ ور فرما دے۔ اور اس دولت صبر کے نیک ثمرات سے متمتع ہونے کی توفیق بخشے۔  
 آپ تمام دوستوں نے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عین حیات اچھی طرح دیکھا کہ اکثر  
 اوقات گونا گون مصائب پیش آئے۔ نقصان مافی و بجائی یعنی مرگ اولاد وغیرہ سے آزمائے گئے۔  
 مگر آپ بفضل باری تعالیٰ ہر امتحان میں کامیاب نکلے۔ اور حسب ارشاد خداوندی صبر و استقامت  
 پر ثابت قدم رہے۔ سو میرے اور آپ تمام فی اللہ دوستوں کے لئے ضروری و لازمی امر ہے کہ جناب  
 حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لائق عمل کو یکمال ہمت اختیار کریں۔ کہ اس میں حیات جاودانی۔  
 اور دنیا میں بھی ہر طرح کی ظفر و کام آئی ہے۔ جناب صاحب خیرادہ صاحب کا یہ فرمان تھا کہ جس نے  
 دوستوں کے دلوں پر اس قدر گہرا اثر کیا کہ بزرع فزع اور واویلا جس کا عوام الناس میں عموماً گواج  
 ہے۔ بالکل نہیں ہوئے پایا۔ اور تمام اوقات کیا مردوں میں اور کیا مستورات میں ذکر اذکار تلاوت  
 وغیرہ میں گندے اور جناب صاحب خیرادہ صاحب کی اس تلقین صبر سے بڑی تسلی ہوئی۔ اور ایک  
 ڈھارس بندھ گئی۔

الغرض وہ دن رحلت فرما جانے والے مقبول رب العالمین و پسندیدہ حضرت سید المرسلین  
 صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ عالم جناب حضرت صاحب کی عالی شان ہستی کے لئے کئی ایک وجوہات کی بنا پر  
 بہت بڑا مبارک تھا۔ ان وجوہات کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں کسی جگہ مجمل طور پر کر دیا جاوے گا۔  
 مگر مجبین و منصفین کے لئے یہی بلا خیر اور غم آمیز و پر آشوب دن تھا جناب قبلہ صاحب خیرادہ  
 صاحب مدللہ العالی کی تلقین صبر و صفا آہ و بکا اور قضا پر سب دوست بڑی ہمت و استقامت  
 سے کار بند رہے۔ مگر دل نالاں اور چشم گریاں تھے۔ اس وقت کی حالت کا نقشہ الفاظ و تحریر  
 میں کما حقہ کھینچنا میرے جیسے مسکین کی استعداد سے بالاتر ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون  
 وقت کے افسوں سے تھمتا نا لہ ماتم نہیں وقت زخم تیغِ فرقت کا کوئی مرہم نہیں  
 سر پہ آجاتی ہے جب کوئی مصیبت ناگہان اشک پیہم دیدہ انسان سے ہوتے ہیں رواں  
 ربط ہو جاتا ہے دل کو نالہ و فریاد سے خون دل بہتا ہے آنکھوں کی سرشک آباد سے  
 آدمی تاب شکیبائی سے گو محروم ہے اس کی فطرت میں یہ اک احساس معلوم ہے  
 جو ہر انسان عدم سے آشنا ہوتا نہیں آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں



پھر یہ انسان آں سوئے افلاک ہے جس کی نظر قدسیوں سے بھی مقاسد میں ہے جو پاکیزہ تر  
 سردی مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں  
 بچوں بن کر اپنی تربت سے نکل آتا ہے یہ موت سے گویا قہائے زندگی ہاتا ہے یہ  
 موت تجھ بیفداق زندگی کا نام ہے خواب کے پردے میں جیلادی کا اک پیغام ہے  
 خوگن پرواز کو پرواز میں ڈر کچھ نہیں موت اس گشت میں جز سنجیدن پر کچھ نہیں  
 صبح کی نماز کا وقت قریب تھا۔ صبح معمول صبح کا ختم شریف پڑھا گیا اور نماز فجر عجا  
 ہوا کی گئی۔ حضرت صاحب کے وصال کی خبر آنا فنا تمام شہر میں پھیل گئی تھی صبح سے ہی لوگ  
 جمع ہونے شروع ہو گئے۔ تعزیت و زیارت کے لیے مستورات کا تانتا بندھ گیا۔ تمام  
 دہمت جناب صاحب زادہ صاحب مدظلہ العالی کی محبت میں نماز فجر سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے  
 تھے۔ اس حادثہ لہجہ نگاہ کے صدر عظیمہ کی وجہ سے کچھ سو جھٹانہ تھا۔ مکررہ مغلطہ جنابہ مائی صاحبہ  
 کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہاں ہر کے تمام دستوں کو بذریعہ تار اطلاع کر دو۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ جہلم  
 گوجرانوالہ سیالکوٹ۔ کوٹلی لوڈاں۔ پیرہ۔ شیخوپورہ۔ شاہدرہ۔ لاہور۔ امرتسر۔ ملتان بہارہ نور  
 لکھنؤ۔ ہونہ۔ رھلتہ۔ رنگون۔ اولہیٹہ۔ کٹاٹ۔ پشاور وغیرہ وغیرہ مقامات میں تاریں دی گئیں  
 بلکہ بعض بعض شہروں میں دو دو تاریں دی گئیں۔ اور بہت سے مقامات میں مثلاً حسن ابدال۔  
 کیسل پور۔ نوشہرہ۔ گوجر خان۔ لالہ موسیٰ۔ وزیر آباد وغیرہ بذریعہ ٹیلی فون اطلاع کی گئی یا ورنہ  
 احوضانات میں تو قدرتی طور پر جیسے کہ غیب کی منادی نے سب کو مطلع کر دیا ہے۔ سب کو آپ  
 کے وصال کی خبر ہو گئی تھی۔ اور لوگ آپ کے جنازہ کی شمولیت کے لئے آنے شروع ہو گئے۔  
 نماز جنازہ کے لئے چھ بجے نماز عصر کے بعد کا وقت مقرر کیا گیا۔

## اللہ تعالیٰ کی طرف سے آثار رحمت و کرامت

سخت گرمی کا موسم تھا۔ اور اس قدر رجم میں گرمی کے باعث سخت تکلیف کا احتمال اور  
 خوف تھا مگر خالق کون و مکان نے اپنے افضال و کرام بیکران سے ٹھنڈک کا سامان پیدا  
 کر دیا۔ آسمان ابنا لود ہو گیا۔ ٹھنڈی ہوا چلنی شروع ہو گئی۔ موسم نہایت ہی خوشگوار اور



افزا ہو گیا اور کسی فرد بشر کو گمی کا احساس تک بھی نہ ہوا۔ یہ تھا اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم جس کو اپنے خاص بندوں پر اپنی مہربانی سے مہذول فرماتا ہے۔

ایک اور بڑا عجیب و غریب واقعہ ظہور میں آیا۔ بوقت سحر چار بجے سے کچھ تھوڑی دیر پہلے جبکہ آپکی بدوح پر فتوح اس جد غصہ کی سے آزاد ہو کر علی غلیہ میں کی ٹروٹ پر روز کر رہی تھی۔ مسماۃ حجن کریمہ بانو جو عہدہ کہاراں متصل باغ سرداراں میں رہتی ہے۔ عالم رویا میں کیا دیکھتی ہے کہ آسمان سے روشنی جیسے کہ مشعل جل رہی ہے نازل ہو رہی ہے۔ اور وہ روشنی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان میں اتر رہی ہے۔ اسی اثنا میں اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کے پاس ہی اس کی ہم شیرہ تھی سائیں نے اپنی خواب کا تمام ماجرا اپنی ہم شیرہ سے بیان کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ مجھے یہ خواب جو آئی ہے، اس پر کچھ ایسا یقین ہے کہ گویا میں عالم بیداری میں دیکھ رہی ہوں۔ چار بج چکے تھے۔ وہ اپنے گھر سے اٹھ کر فی الفور جناب حضرت صاحب کے مکان شریف کی طرف چل پڑی کہ دریافت کر دوں یہ کیا معاملہ ہے جب آپ کے در اقدس پر پہنچی تو اسے معلوم ہوا کہ جناب حضرت صاحب کے انتقال ہو گیا ہے اس واقعہ سے اس کے دل پر اتنا گہرا اثر ہوا۔ اور جناب حضرت صاحب کی ولایت کے کمال کا اتنا محکم یقین ہوا کہ وہ بیچاری دست تاسف و حسرت ملتی اور کہتی ہے کہ انہوں نے آپکی زندگی میں آپکی قدر نہ معلوم ہوئی۔ آپ کو ایک معزز فرد ہی خیال کرتی اور جانتی رہی۔ اور کبھی حاضر خدمت ہو کر فیض حاصل نہ کیا۔ کاش کہ یہ حقیقت پہلے مجھ پر منکشف ہوتی تو آپ کی زندگی میں آپ کی خدمت اور مجلس سے فیضان حاصل کرتی۔ اب آپ کے وصال کے بعد اکثر آپ کے مزار مقدس پر حاضر ہوتی اور اپنی دعاؤں میں آپ کو وسیلہ گردانتی ہے۔ اللہ کریم اس کی جہلم راویں آپ کے توسل سے پوری کر دیوے۔

## غسل

چونکہ نماز جنازہ کے لئے چھ بجے بعد عصر وقت مقرر ہو چکا تھا۔ اس لئے غسل کا انتظام چار بجے شروع کیا گیا۔ ہر ایک دوست کی یہی خواہش تھی کہ میں بھی غسل دینے میں شریک ہو



سکوں۔ بابوالہ بخش صاحب کو اندر بھیجا گیا تاکہ مستورات کو کہیں کہ پردہ کر لیں اور دوست  
 اگر غسل دے سکیں۔ چنانچہ بابوالہ بخش صاحب نے مناسب انتظام کر کے اطلاع دی۔ جناب  
 صاحبزادہ صاحب نے پہلے ہی چند دوست غسل دینے کے لئے منتخب فرمادئے تھے۔ جو کہ پہلے  
 ہی منتظر بیٹھے تھے۔ جب وہ منتخب شدہ دوست اندر گئے تو عام دوستوں نے ہجوم کر لیا اور وہ  
 بھی غسل دینے میں شرکت و شمولیت کی خاطر اندر آنے شروع ہو گئے۔ دوستوں کو بہتر سمجھایا  
 گیا۔ مگر اس قدر ہجوم میں کون سنتا تھا۔ آخر کار مجبوراً دروازہ بند کرنا پڑا۔ بابوالہ بخش مولوی  
 فضل احمد راجہ ولی محمد خاں۔ شیخ فضل الہی بزاز۔ حاجی محمد علی۔ حاجی حبیب دین۔ حاجی محمد زمان  
 غلام محمد۔ عطاء محمد۔ احمد دین مولوی شیر زمان۔ بابو فضل الہی حاجی محمد حسین۔ حاجی احمد دین موجود  
 تھے۔ حافظ محمد عظیم صاحب جو اپنے محلہ کی مسجد کے پیش امام ہیں۔ اور بڑے نیک و متقی اور پرہیزگار  
 ہیں۔ اور جناب عنبرت صاحب سے کمال محبت اور عقیدت تاملہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے غسل  
 دینا شروع کیا۔ بڑی محبت و ادب سے بطریق مسنون غسل دیا گیا۔ موجودہ دوستوں میں سے بعض  
 نے تہ پردہ کا کام سنبھالا ہوا تھا۔ بعض پانی وغیرہ ڈالنے اور دینے میں مصروف تھے۔ غرضیکہ سب  
 دوست بڑی محبت سے اپنے اپنے کام میں مصروف رہے۔ اور مل جل کر بہت اچھی طرح غسل دینے  
 کے کام کو سرانجام دیا اور اس کام میں مساوی طور پر شرکت و شمولیت کر لی۔ حاجی محمد علی صاحب  
 نے کفنی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور کلمہ طیبہ لکھا۔ بعد فراغت غسل سنت طریق پر  
 آپ کو کفن پہنایا گیا۔ اور بیت اللہ شریف کے غلاف مبارک کا دو گز لمبا ٹکڑا بطور تبرک بعد  
 تکفین اوپر ڈالا گیا۔ اور خوشبو و مشک وغیرہ سے معطر کیا گیا۔ جب تکفین کا کام مکمل ہو چکا۔ تو  
 سب دوست سوائے بابوالہ بخش صاحب کے باہر آ گئے۔ اور مستورات کو کہا گیا کہ زیارت کر  
 کے رخصت ہوتی جاویں۔ مستورات زیارت کر کے رخصت ہوتی جاتی تھیں۔ بہت بڑا ہجوم تھا۔  
 اندر صحن اور مکان اور دوسری منزل بلکہ آخری چھت پر اور بابو محمد علی صاحب والے مکانات  
 کی طرف بھی بے شمار مستورات تھیں۔ بہت سا وقت گزر گیا۔ تو بعض اشخاص کہنے لگے کہ یہ  
 مستورات کا سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اور دیر ہوتی جا رہی ہے۔ اب چار پانی نماز جنازہ  
 کے لئے اٹھانی چاہئے۔ بابوالہ بخش صاحب کو پھر اندر بھیجا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ مائی صاحبہ اور



ہمشیرگان نے ابھی آخری زیارت کرنی ہے۔ مستورات بہت سی زیارت کر کے جا چکی تھیں۔ تاہم بھی ہجوم و انجود ویسے کا ویسا ہی تھا۔ اور مائی صاحبہ و ہمشیرگان کو راستہ ہی نہ ملتا تھا کہ آخری زیارت کر لیں۔ مستورات کو سمجھایا گیا۔ اور مائی صاحبہ و ہمشیرگان کو بالوالہ بخش صاحب نے بلایا۔ کہ آخری زیارت کر لیں تاکہ چار پائی اٹھائی جاوے۔ سب اہل خانہ آئے اور آپکی زیارت کی رمائی صاحبہ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ فی امان اللہ۔ الوداع۔ بحوالہ خدام ساڑھے پانچ بج چکے تھے چار پائی نماز جنازہ کے لئے اندر سے اٹھائی گئی اور باہر ڈیوڑھی میں لا کر رکھی گئی ہمشیر سب ہی انتظام کیا ہوا تھا کیونکہ ایسے موقعہ پر ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے۔ کہ میں بھی جنازہ اٹھاؤں میں حصہ لوں۔ ہر شخص کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے چار پائی کے دونوں طرف لمبے بانس باندھ دئے جاویں۔ تاکہ اٹھانے والے احباب کو بھی سہولت رہے۔ اور تمام لوگ بھی جنازہ اٹھانے میں شرکت کر سکیں۔ مگر اس قدر جم غفیر و ہجوم کثیر میں کون سنتا تھا۔ معتقدین مخلصین اور محبین نے جب چار پائی ڈیوڑھی پر پہنچی ہوئی دیکھی۔ تو ایک دم ٹوٹ پڑے۔ اور چار پائی ہاتھوں ہاتھ اٹھا لی۔ بہتیرا کہا گیا کہ صبر کرو۔ ابھی چار پائی کے ساتھ بانس وغیرہ باندھنے ہیں۔ مگر اس قدر اجتماع عظیم میں کون سنتا اور کس کو سنائی دیتا تھا۔ لوگ چار پائی اٹھانے کی خاطر ایسے ٹوٹ کر پڑے تھے۔ جیسے شمع کے اوپر پروانہ گر تلہ ہے۔ بانس جو باندھنے کے لئے لائے گئے تھے۔ اور سیاں وغیرہ بھی ویسے کے وہیں دھڑلے رہ گئے۔

یونہی کیٹی کی طرف سے راستہ کی صفائی اور پانی کے چھڑکاؤ وغیرہ کا انتظام خاص طور پر ہو چکا تھا۔ مخلوق خدا جو نماز جنازہ کی شمولیت کی خاطر صبح سے ہی جمع ہو رہی تھی اس قدر ہشیا اور کثیر تعداد میں تھی کہ جس کا صحیح اندازہ اور شمار اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہر شخص کی یہی آرزو تھی۔ کہ میں بھی آپ کا جنازہ اٹھانے کا شرف حاصل کروں۔ مگر اس قدر ہجوم میں باوجود بڑی کوشش اور سعی فرید کے بھی کچھ پیش نہ جاتی تھی۔ گھر سے لے کر عید گاہ تک مسلسل مخلوقات کے ہجوم سے سڑک پر تھی سا اور کہیں تل رکھنے کی جگہ خالی نہ تھی۔ پورے چھ بجے عید گاہ میں جنازہ پہنچایا گیا۔ اس سے ہیشتر آج تک کبھی کسی موقعہ پر بھی اتنی مخلوقات کا اجتماع عید گاہ میں نہیں دیکھا گیا۔ حالانکہ اسی سال آپ کی سعی جیلہ سے عید گاہ پہلے سے دو گنی وسیع بھی ہو چکی تھی۔ عید گاہ کا تمام



وسیع میدان مخلوقات سے پڑتار نماز جنازہ پڑھنے کے لئے صفیں بنانے کا اعلان کیا گیا۔ بعض  
 درست ہو گئیں۔ اور آپ کے حقیقی جانشین حضرت صدیق اکبر مولانا مولوی حاجی عبدالرحمن صاحب  
 نے نماز جنازہ پڑھائی۔ لاہور تک۔ کے دوست نماز جنازہ میں شامل ہو گئے تھے۔ علاوہ ازیں ایسے  
 لوگ جو کبھی بھی حاضر خدمت نہ ہوئے تھے تمام آپ کے جنازہ کی نماز میں شریک تھے۔ عربی لوگ اور  
 بعض ایسے اشخاص بھی دیکھنے میں آئے جن کو پہلے کبھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ یہی لوگ  
 رجال الغیب کہلاتے ہیں۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ایک مرتبہ ایسا  
 واقعہ گزر چکا ہے۔ اس وقت کا ذکر ہے۔ جبکہ آپ کے عاشق صادق مخلص باللہ حاجی  
 نظام الدین مرحوم و مغفور ساکن موضع کٹاریاں متصل لوزپور شاہان نے اس دار فانی سے عالم  
 عباداتی کی طرف رحلت کی تھی۔ اور آپ بمعہ چند دوستوں کے حاجی صاحب مرحوم کا جنازہ  
 پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں اتنا ہجوم نہ تھا۔ بلکہ معمولی جماعت تھی۔ بعض  
 عربی بھی نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔ نمازہ جنازہ سے فارغ ہو کر اور لوگ تہ حاجی صاحب  
 مذکور کی تدفین میں مصروف ہوئے۔ اور وہ دو نوع عربی شخص مسجد میں جا کر داخل ہوئے جن کو مسجد  
 میں داخل ہوتے تمام لوگوں نے جو وہاں موجود تھے دیکھا۔ چند آدمیوں کا خیال ہوا۔ کہ بعد از غت  
 تدفین ان سے ملاقات کریں گے۔ جب فارغ ہو کر ملاقات کے لئے آدنی مسجد میں پہنچے تو دیکھا  
 کہ مسجد میں تو آدمیوں کا نام و نشان بھی نہیں۔ جناب حضرت صاحب سے ذکر کیا گیا۔ کہ وہ دو نوع  
 عربی شخص جو نماز جنازہ میں شامل ہوئے تھے۔ اور اس کے بعد مسجد میں آگئے تھے جن کو مسجد میں  
 داخل ہوتے ہم سب نے دیکھا۔ مگر اب کوئی نظر نہیں آتے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ دو نوع  
 شخص رجال الغیب ہیں سے تھے۔ اور حاجی نظام الدین صاحب مرحوم کے دوست تھے جن  
 زمانہ میں حاجی صاحب بیت اللہ شریف میں مقیم تھے۔ یہ عربی اکثر اوقات حاجی صاحب سے  
 ملتے رہتے تھے۔ انہی کو رجال الغیب اور ملی الارض بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ تھوڑے سے وقفہ  
 میں باذن اللہ بڑی بڑی دور تک پہنچ جاتے ہیں۔ بلکہ آن کی آن میں کہیں سے کہیں جا پہنچتے  
 ہیں۔ واقعہ مذکورہ بالا کی طرح جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں بھی ایسے لوگوں  
 کی شرکت و شمولیت دیکھی گئی۔ اور یہی ان کی شمولیت حاجی نظام الدین صاحب کے تذکرہ کا موجب



ہوئی۔ علاوہ انہیں غیر مسلم اقوام کے لوگ بکثرت ساتھ شامل و موجود تھے۔

جناب صاحب خزانہ صاحب مدظلہ العالی نے ایک کثیر رقم نقدی کی اور بہت سے قرآن مجید غبار و مساکین اور دینی طالبان میں فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کے لئے حاجی محمد زمان صاحب کے حوالہ کئے۔ جو بھائی غلام قادر صاحب ساکن موضع کوری اور بابو فضل الہی صاحب دیوانہ سٹیشن مانسہرہ نے ملکر مستحقین میں سب کچھ تقسیم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی جناب میں قبول و منظور فرما کر اپنی رضا و خوشنودی کا موجب بنا دے۔ آمین۔

ماز جنازہ کے بعد مخلوقات نے آخری زیارت فیض بشارت اور دیدار پر انوار سے مشرف ہونے کی خواہش و کوشش کی۔ چار پائی عید گاہ کے شمال مشرقی تھڑے پر رکھی گئی۔ جہاں آپ اکثر مراقبہ و ذکر میں مشغول رہا کرتے تھے۔ لوگ آتے اور زیارت سے مشرف ہو کر نکلے جاتے تھے۔ ایک بات جس کو اپنے محل پر بیان کرنا بھول گیا ہوں اس کا یہاں پر بالاختصار تذکرہ کئے دیتا ہوں۔ ماوردہ یہ ہے کہ بوجہ طویل علالت اس پیرانہ سالی کے چہرہ مبارک سے قدسے احساس ہوتا تھا کہ آپ بیماری کی وجہ سے کمزور اور ضعیف ہو گئے ہیں۔ نیز بعد وصال تھوڑی دیر تک سکرات الموت کے نشان جو کہ انبیاء علیہم السلام جیسی ہستیوں پر بھی وارد ہوتے رہے ہیں ظاہر رہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد عجیب حالت اور کیفیت تھی۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔ رخ انوار پر انوار ربانی کا اس قدر ورود و نزول تھا کہ چہرہ مبارک فوض و برکات سبحانی سے بدرجہا کی مانند چمک و مک رہا تھا۔ لب مبارک تبسم کنان تھے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ گویا ابھی حقائق و معارف کا بیان فرمانے لگے ہیں۔ چہرہ مبارک اور رخسار ایسے کہ جس طرح عین عالم شباب میں برے ہوئے تھے۔ دیکھ کر ضمیر یہ باور نہیں کرتا تھا کہ آپ ایک دن بھی بیمار رہے ہوں اور چہرہ مبارک سے ایسی خوشی و سرور ترشح ہو رہے تھے۔ جیسے کسی بہت بڑی نعمت کے حصول یا بڑی بھاری کامیابی کے وقت پر خوشی ہوتی ہے۔ مجھے جیسے ہیچمدان کو ایسے الفاظ نہیں ملتے کہ اس وقت کی کیفیت کو کما حقہ احاطہ تحریر میں لا کر بیان کر سکوں۔ لہذا اتنے پر ہی اکتفا کیے۔ پھر اصلی بات کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ساڑھے سات بجے کا وقت ہو گیا۔ مگر رائیون کا ہجوم ویسے کا ویسا ہی تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ آپ کی چار پائی عید گاہ کے تھڑے پر رکھی رہی۔ جو لوگ زیارت



کر کے نکلنے گئے۔ وہ تو نکل گئے جو باقی رہے اُن سے کہا گیا کہ اب وقت شام کا قریب آ رہا ہے  
 لہذا آپ چار پائی اٹھانے دو۔ تاکہ تدفین کا کام بھی وقت پر ہو جاوے۔ مگر زیارت کرنے والے  
 کہاں ملتے اودہ سکتے تھے۔ فرط محبت سے لوگوں نے خود ہی چار پائی اٹھالی۔ اور خوب زیارت  
 و دیدار فرحت آثار سے سیر ہوئے۔ ایک جماعت آتی اور آپ کی چار پائی کو تبرکاً اٹھاتی اور  
 پھر زیارت کر کے نکل جاتی اسی طرح کئی لوگ آئے اور اپنی آرزو میں پوری کی۔ آخر کار مکرر  
 سہ کر زائرین کو کہا گیا۔ تب کہیں جا کر لوگوں نے طوعاً کرہاً آپ کی چار پائی اٹھانے دی  
 اور آٹھ بجے شام کیوقت آپ کا جسد مبارک آپ کی وصیت کے مطابق خاص اس مقام میں  
 جو کہ ۱۹۱۵ء کے حج بیت اللہ شریف کے بعد قیام مدینہ منورہ کے اثناء میں جناب سرور  
 کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو جتلیا یا اور تلیا یا گیا تھا۔ اور جس جگہ آپ نے ۱۹۱۵ء  
 میں راقم الحروف کے ہاتھوں نشان لگوا کر ایک چبوترہ بنوایا تھا۔ جس پر مدتوں نمازیں بھی پڑھتی  
 رہے۔ اور حضرت مولانا جناب مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم و مغفور نے بھی قبل از وفات  
 اسی جگہ اپنی قبر بنوانے کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں استدعا و التجا کی تھی۔ جو کہ آپ نے بڑی  
 خوشی سے قبول و منظور فرما کر ان کی قبر بھی وہیں بنانے کی اجازت فرمادی تھی۔ اور حضرت مولانا  
 مرحوم و مغفور کے وصال کے بعد ان کی تربت مبارک پر ایک عالی شان روضہ بھی تعمیر کرا دیا گیا  
 ہے۔ آپ کی قبر تیار کر کے اور وہ کالی کالی جو اثناء سفر حج بیت اللہ شریف اندر مدت روضہ اطہر  
 جناب سید الاولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے پاس تھی۔ اور جس کے متعلق خاص طور  
 پر وصیت تھی۔ بموجب وصیت قبر میں بچھا کر سپرد خاک کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون  
 بہت سے دوست جو دور و دراز سے آنے والے تھے۔ کوئی نورات کے دس بجے والی گاڑی  
 میں پہنچے۔ کوئی دوسرے دن صبح چار بجے والی گاڑی اور کوئی دن کے نو بجے والی ٹرین میں پہنچے  
 بعض احباب جو بعد میں پہنچے انہوں نے گلہ و شکوہ بھی کیا۔ کہ جنازہ کی نماز میں تعجیل کی گئی۔  
 اور اگر نماز جنازہ کے لئے انتظار نہیں کیا گیا تھا۔ تو آپ کی تربت مبارک ہی دوسرے دن  
 تک کھلی رکھی جاتی۔ تاکہ ہم سب جو بعد میں پہنچے ہیں۔ زیارت کا شرف حاصل کر لیتے۔ مگر تقدیر  
 کے آگے تدبیر کچھ کارگر نہیں ہوتی۔ کل امپر مرھون باوقا تھا۔ خواہش تو ہماری



اپنی بھی یہی تھی مگر کیا کیا جاتا۔ ۵

گفتہ کہ خطا کردی و تمہیر نہ امیں بود  
گفتا کہ مگر مصیبت وقت ہمیں بود

الغرض کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحساب قمری اکاونے سال اور بحساب شمسی اٹھاسی سال کی عمر میں مورخہ ۲۸ ر صفر المظفر ۱۳۵۵ھ ہجری المذہب میں مطابق ۲۰ مئی ۱۹۳۶ء کو بروز آخری چہار شنبہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ اس مبارک یوم کی غنیمت بزرگی کے لئے اتنا اظہار کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی صفر کے آخری چہار شنبہ کو جب سید المرسلین شفیع المذہبین صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل غلات کے بعد غسل صحت فرمایا تھا جس کی یاد میں آج تک اکثر مسلمان اس آخری چہار شنبہ کو نفلی روزہ رکھتے ہیں۔ صفر کے مہینے کی اسی تاریخ کو حضرت امام حسن علیہ السلام نے رحلت فرمائی تھی۔ اور سچی مہینہ تھا۔ اور یہی تاریخ تھی جبکہ غوث ممدانی قلوب ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تھا اس روز حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی کی رحلت ہوئی تھی۔ اور یہی مبارک دن آپ کو بھی نصیب ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۵

قبلہ عالم جناب حافظ عبد الکریم  
آشائے سر حق دانائے رمز لا الہ  
عادل حکم شریعت صاحب خلق عظیم  
دائے راہ حقیقت فقر کی جائے پناہ  
رحمت حق نے بلا کر لے لیا آغوش میں  
جائے فردوسیوں کے عالم خاموش میں

## اولیاء اللہ کو حیات جاودانی

آخر میں اتنا اور اظہار کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے بزرگ مقبول اولیاء اللہ کے متعلق فیصلہ شدہ امر ہے کہ عوام الناس کی طرح مردہ نہیں کہلائے جاسکتے۔ بلکہ ارشاد خداوندی کے مطابق زندہ ہیں۔ اور ایک گھر سے دوسرے کی جانب انتقال فرما جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد محکم بنیاد ہے کہ جو لوگ میری راہ میری محبت میری الفت میری عبادت میری یاد میں جان دیں۔ انہیں مرا ہوا نہ کہو جیسا کہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اصوات بل احياء و لکن لا تشعرون کی نص صریح شاہد و دال ہے۔ ایک دوسری آیت میں



آیا ہے۔ یٰۤاَیُّوْذِقُوْنَ فَرَحِیْنَ بِمَا اَنْصَحُہُمُ اللّٰهُ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے انعام و آرام اور خطیات پر شادمانی اور مرزوق ہونا بھی ان حضرات کی حیات کو ثابت کر رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس موت کی گھاٹی سے تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کام کو گزرنے کے بغیر چارہ نہیں ہوا۔ اور نہ ہی کسی کو ہو سکتا ہے۔ لیکن آیات مذکورہ ثابت کر رہی ہیں کہ حضرات اولیاء اللہ اس دار فانی سے رحلت کر جانے کے بعد بھی بوجہ مرزوق و شادمان ہونے کے اور دیگر وجوہات کثیرہ کی بنا پر حکم حیات کا رکھتے ہیں۔ اور حیات جاوید کے لئے محقق کئے جاتے ہیں۔ مگر ان کی اس حیات جاودانی کو یہ آنکھیں اور یہ اس نہیں محسوس کر سکتے۔ جو اجسام کثیفہ کے احساس کے لئے محسوس ہیں۔ وہ بندگان خدا جو اولیاء اللہ کہلانے کے مستحق ہیں۔ اور جن کی تمام عمریں مجاہدہ وافرہ و ریاضتہائے مشکاثرہ میں بسر ہوئیں۔ اور تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کی دولت حاصل کرنے میں مجاہدانہ زندگیاں بسر کر گئے۔ وہ اس حدیث شریف کے مطابق جس کا مفہوم یہ ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کہ ہم رجوع کرتے ہیں جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف۔ تو بوجہ ارشاد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتاً مجاہدین اکبر بھی لوگ ہیں۔ اولیاء اللہ اور مجاہدین فی سبیل اللہ کو یقیناً حیات جاوید حاصل ہوتی ہے۔ اور ان کے اعمال کا ثواب بھی الی یوم القیامۃ جاری و ساری رہتا ہے۔ اسی کے متعلق کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔

ہرگز نمیر و آنکہ و بش زحمہ شد بہ غشق      ثبت است بر جریدہ عالم و دوام ما

اسی کی تائید میں یہ شعر بھی کسی صاحب دل نے خوب فرمایا ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را      ہر زمان از غیب جانے دیگر است

انہی برگزیدہ حضرات اولیاء اللہ کے متعلق ارشاد ہے۔ ان اولیاء اللہ لا یموتون یعنی تحقیق اللہ

تعالیٰ کے ولی مرا نہیں کرتے۔ بلکہ ان کو حیات جاوید عطا فرمائی جاتی ہے۔ نیز عوام الناس کی طرح

ان حضرات اولیاء اللہ اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے فیوض و برکات اور اعمال حسنہ کا سلسلہ بھی منقطع

نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ قائم رہتا ہے جس کی تائید احادیث مندرجہ ذیل کر رہی ہیں۔ حدیث صحیح میں

آیا ہے۔ کل ابن آدم یختم عملہ اذا مات الا المجاہد فی سبیل اللہ فانہ

یعنی لہ عملہ الی یوم القیامہ دوسری حدیث صحیحہ میں یوں ارشاد ہے۔ اذا

مات الانسان انقطع عمله الا عن ثلث سدادۃ "جاریۃ" او علو یتنعم



بِهِ اَوْ ذَلِكُمْ صَالِحٌ يَدْعُوْكَ۔ پہلی حدیث شریف کا بھی یہی مطلب ہے کہ جس وقت بنی آدم اس دار فانی سے رحلت کر جاتا ہے۔ تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ مگر مجاہد فی سبیل اللہ کو تحقیق اس کے اعمال باقیات الصالحات کے ثواب کو قیامت تک بڑھایا جاتا ہے۔ سو جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک حیات پر نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت ظاہر و آشکارا ہو جاتی ہے کہ آپ حقیقی طور پر ہر پہلو سے ایک اعلیٰ درجہ کے اولوالعزم مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ دوسری حدیث شریف جس میں آیا ہے کہ انسان جب اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزیں ایسی باقیات الصالحات ہیں کہ جن کا ثواب ہمیشہ جاری و ساری رہتا ہے۔ اول صدقہ جاریہ دوم علم نافع کہ جس سے دیگر مخلوقات بھی مستفیع ہو۔ سوم اولاد نیک و صالح بہترین دعائیں کرنے والی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد و ثناء ہے کہ یہ تینوں امور بھی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فالیشان ہستی کے لئے روز روشن کی طرح مستحق ہیں۔ صدقہ جاریہ کے متعلق مجملہ اتنا اظہار کافی ہے کہ دو کنوئیں تو غید گاہ میں آپ کے باقیات الصالحات سے موجود ہیں۔ اور دو ہی مسجدیں۔ ایک تو غید گاہ کے سامنے برب سڑک واقع ہے۔ اور دوسری مسجد راولپنڈی شریف کے غربی جانب ریلوے لائن جو پشاور کو جاتی ہے اس کے متصل تعمیر کرائی۔ علاوہ ازیں غید گاہ کو خاطر خواہ وسعت دیکر از سر نو تعمیر کرایا۔ دوم علم نافع آپ کی ذات سے مخلوقات خدا نے وہ علم حاصل کیا۔ جو بفضل خداوند کریم جب تک یہ دنیا قائم رہیگی۔ سلسلہ بسلسلہ اس علم سے مخلوقات خدا مستفیع ہوتی رہیگی۔ کوئی شہر اور کوئی قریہ خالی نہیں جہاں آپ کے علم کا فیض اور نفع نہ پہنچا ہو۔ اور صرف یہی نہیں کہ وہاں نفع و فیض پہنچا۔ بلکہ ہر جگہ آپ کے اس علمی فیض کا سلسلہ جاری ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی جاری و ساری رہیگا۔ جس سے آئندہ نسلیں بھی مستفیع و مستفیض ہوتی رہیں گی باقی رہی نیک صلاح و اداد۔ تو اس کے متعلق کچھ لکھنا میرے جیسے کم فہم کی استعداد سے بہت بلند و بالاتر معاملہ ہے۔ صرف اسی مشہور و معروف مثل پر اکتفا کرتا ہوں۔ کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔

اولیاء اللہ کے لئے دائمی زندگی اور حیات جاوید اور دیگر اس قسم کے مراتب و درجات اور نصیحتات متفقہ طور پر مسلمہ امور سے ہیں جو کہ اپنی حضرات کے لئے مختص ہوتے ہیں۔ اور ان حضرات



رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فیوض و برکات اور تصرفات روحانیہ ہمیشہ جاری رہتے ہیں بلکہ اس دار فنا سے انتقال کر کے جب اپنے محبوب سے جاوہل ہوتے ہیں۔ تو ان کے تصرفات بہ نسبت دنیاوی زندگی کے بہت زیادہ اور ارفع و اعلیٰ ہوتے ہیں۔ چونکہ اولیاء اللہ کو حق تعالیٰ نے حصول مقاصد دینی و دنیاوی کے لئے واسطہ گردانا ہے۔ بلکہ قیام و انتظام عالم انہی حضرات کے وجود ہائے باجوت وابستہ ہے۔ پس کوئی مطلب و مقصد دینی یا دنیاوی ہو۔ بغیر ان کے وسیلہ کے نہیں مل سکتا۔

بے عنایت حق بہم خاصان حق  
اور رسید کے طلب کرنے کا حکم وابتغوا الیہ الوسیلۃ سے ایمان و ظاہر ہے۔ اصل  
غرض اس رسید کی طلب سے وصول الی اللہ ہے۔ کہ اعلیٰ مقاصد دینی کا ہے۔ اور طلب انکی عام  
ہے اس سے کہ وہ اس عالم ظاہر میں زندہ و موجود ہوں۔ یا اس عالم سے رحلت و انتقال فرمائے  
ہوں۔ اس لئے کہ وصول فیضان الہی میں ان کا واسطہ ہونا صرف حیات دنیوی پر ہی موقوف  
نہیں ہوتا۔ کیونکہ حیات اخروی اس حیات دنیوی سے باجوت ارفع و افضل ہے۔ بلکہ کالین  
کی توجہ عالم تجرید میں زیادہ اور قوی ہوتی ہے۔ اور یہ امر بھی متحقق ہو چکا ہے۔ کہ مراد وسیلہ سے  
اولیاء اللہ ہیں۔ اور ان کی طلب مامور ہے۔ غی خاص کند بندہ مصیحت عام را  
بلکہ صاحب تفسیر معیناوی نے لکھا ہے۔ اوصفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقة  
فاغما تنزع عن الابدان خرقاً ای نزحاً شدیداً فتشط الی عالم الملكوت  
وتسبح فیہ فتسبق الی خطاۃ القدس فتصیر بشر فہا وقوتھا من المذہبات  
اس سے واضح ہوا کہ اصفیاء اولیاء اللہ کی ارواح مقدسہ اور نفوس زکیہ کو حق تعالیٰ نے یہ شرف  
و اعزاز بخشا ہے۔ کہ عالم کی تدبیر میں ان کو دخل دیا ہے۔ کہ وہ جس طرح اس دنیا کی زندگی میں  
اپنے مریدین و مخلصین اور غیر مریدین اور غیر مخلصین کی تربیت اور انتظام ظاہر و باطناً غائباً  
و حاضر و فراتے ہیں۔ بلکہ عالم کی ہر شئی ان سے فیضیاب ہوتی ہے۔ اسی طرح بعد انتقال وصال  
کے بھی ہمیشہ ان حضرات کے فیوض و برکات اپنے متوسلین کے لئے خصوصاً اور تمام عالم کے لئے  
عموماً جاری و ساری رہتے ہیں۔ اور ان کے مزارات پر حاضری اور ان کے توسل سے دعا  
ابتغائے فضل الہی ہے حضرت مولانا جناب قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہانی پتی جن کو



حضرت قبلہ میرزا منظر جان قندس سرور بوجہ کمال تبحر علمی بیقی ثانی فرمایا کرتے تھے۔ کتاب  
 تذکرۃ الموتی و القبور میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ در حق شہدا میفرماید بنی احیاء عندہم  
 اقوال صراوآں باشد کہ حق تعالیٰ ارواح شاہرا قوت اجساد می و بہر جا کہ خواہند سیر کنند و ایں حکم  
 مخصوص بشہدائیت انبیاء و صدیقان از شہدار افضل اند و اصفیاء و اولیاء ہم در حکم شہداء اند  
 کہ جہاد با نفس کردہ اند کہ جہاد اکبر است رجعتنا من جہاد الا صخر الی جہاد الا کبر  
 انہاں کنایت است و لہذا اکثر اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا و اجسادنا ارواحنا یعنی  
 ارواح ما کار اجساد می کنند و گاہے اجساد از غایت لطافت برنگار و احسے برآیند در رسول خدا را  
 صلی اللہ علیہ وسلم ارواح ایشان در زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند سیر و نہ  
 و دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مددگاری می فرمایند۔ و دشمنان را ہلاک می نمایند و  
 از ارواح شاہ بطریق اویسیہ نفیس باطنی میرسد و بسبب ہمیں حیات اجساد و انہار اور قبر با خال  
 نمی خورد۔ بلکہ کفن ہم سے ماند۔ ابن ابی الدنیا از مالک روایت کردہ۔ ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند  
 سیر کنند صراوآں مومنین کا طین اند و حق تعالیٰ و سبحانہ اجساد ایشان قوت ارواح مبد بد کہ در  
 قبور نماز میخوانند و ذکر میکنند۔ و قرآن میخوانند۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمودہ  
 کہ حق تعالیٰ بعضی اولیاء را جسم محبوب مبد ہد ایں حکم و در حق شہدار از حدیث ثابت است۔  
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ۔ تفسیر فتح العزیز میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی  
 رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر بہت عمدہ اور نہایت واضح لکھا ہے۔ جو بوجہ طوالت چھوڑ دیا گیا ہے  
 ان کا صرف ایک کلمہ جو کافی اور کافی معلوم ہوتا ہے۔ لکھ دیا جاتا ہے۔ مزارات اولیاء اللہ کے  
 متعلق فرماتے ہیں۔ کہ منظر عون الہی ہیں۔ پس جب کا طین کے واسطے حیات حقیقی بطریق  
 اولیٰ بدلات النفس ثابت ہوئی تو جس طرح زندہ اولیاء سے نفیس حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح ان  
 کے انتقال وصال کے بعد بھی۔ نیز جیسا کہ مرشد کامل کے آستانہ عالیہ پر حاضری اور اس کے حضور  
 موجب حصول سعادت و فیض و انوار و برکات اور دفع نقمات و مصیبات ہے۔ ویسے ہی مزار  
 مقتدیں پر حاضری مقاصد دارین اور مطالب کونین کے حصول کا سبب و ذریعہ ہے۔ اللہ کریم  
 تمام مجبین و مخلصین کو اس حاضری اور توفیق کے باعث بیش از بیش انعام و اکرام سے سرفراز  
 و بہرہ مند فرما دے۔ آمین۔



# دردِ دل

مذباتِ غمِ بردفاتِ حسرتِ آیاتِ شمسِ العارفین بدرالیکین واصل الی اللہ متخلق باخلق اللہ محمد بن توضع و موت  
مزنِ علم و موتِ قدوہ محترم پیشوا محترم مرشدی و مولائی، الحافظ الحاج حضرت محمد عبدالکریم صاحب قدس سترہ۔  
از نلوم آستانہ شیخ حسن الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ تالیف و طبع انجمن حمایت اسلام (لاہور)

نہ بھائی تجھ کو مری محفلِ نشاط و سرور  
وہ بزم، بزمِ محبت، وہ بزمِ جام و سبب  
نہ بھائی، آہ نہ بھائی، وہ مجاہدِ سعود  
کہاں ہے اب مرا ساقی، بادہ عرفان  
وہ شیخ، شیخِ طریقت، مربیِ انسان  
وہ جس کے سایہ شفقت میں تھے خوش و خرم  
اکیلا چھوڑ کر ہم کو چلے گئے ہیں حضور  
پہنچ گئے ہو تم اپنے مقامِ اعلیٰ پر  
جدائی، آہ جدائی، جدائیِ محبوب  
پھٹک رہی ہیں نگاہیں تڑپ رہا ہے دل  
وہ میٹھی میٹھی تیری باتیں یاد آتی ہیں  
کہاں میں جاؤں؟ جو جاؤں کہ ڈھونڈ کر لاول  
تھی زندگی سے تری زندگی مری خرم  
نصیب ہوتا تھا جس وقت بھی تیرا دیدار  
کے خبر تھی کہ ہوگی وہ زیرِ خاکِ نماں  
جسے سمجھتے ہو تم شیخِ معرفت کا مزار  
یہ قبر، آہ! یہ ہے میری حسرتوں کی قبر  
یہ میرے پیر، مرے دستگیر کا ہے مزار  
سکونِ دل ہے یہاں راحتیں ہیں دفن یہاں

فلک نہ بھائی، نہ بھائی تجھے، یہ بزمِ حضور  
نہ بھائی، یہ فلک تجھ کو محفلِ خوش بو  
جو طالبانِ حقیقت کا تھی درِ مقصود  
کہاں ہے خلدِ محبت کا مالک و رضوان  
وہ جن کے فیض کے چشمے جہاں تہاں تھرواں  
الم کشیدہ، ستم دیدہ، زخمِ خوردہ، غم  
نہ کیوں ہو؟ ماہی بے آب یہ دل رنجور  
مگر بتاؤ کہ ہم اب کھٹکھٹائیں کس کا در  
کہاں سے ڈھونڈ کے لائے تجھے دلِ محبوب  
بدن میں جان ہے یا کوئی طائرِ بسمل  
نگاہیں لطف و کرم کی ہمیں رلاتی ہیں  
میں تیرے پاؤں پڑوں اگر کہیں تجھے پاؤں  
تری حیات مرے زخمِ دل کا تھی مرہم  
میری نگاہوں میں ہوتا تھا کیفِ باغ و بہار  
لگا جو کرتی تھی ہر روز دولتِ عرفاں  
ہے میری آرزوؤں کا لگا ہوا انبار  
یہ قبر، آہ! یہ میری مسرتوں کی قبر  
کیا گیا ہے یہیں دفن میرا صبر و قرار  
دبے پڑے ہیں، اسی قبر میں مرے ارماں



سر مزار سنایا کروں گا حالِ زبوں  
چار شنبہ کا دن اور سن تھا ہجری سن  
تھا سال عیسوی کا سن انیس سو چھتیس  
نہ کچھ کہا نہ سنا ہو گئے وداع ہم سے  
نگاہِ لطف و کرم سے نہ رکھو ہم کو دور  
نہ بھول جائیے بشارتِ خداؤں کو وہاں  
فیضِ آپ کے ہم سے مگر نہیں منقود  
حسن کے غنچہ پر مردہ کو کھلا دیں گے

میں نذر اس پہ چڑھایا کروں گا اشکِ خون  
یہ سالِ حزن و الم سالِ تیر و سو پچپن  
مسی کی بیس تھی ماہِ صفر کی اتھائیس  
وہ وقت، وقتِ مبارکِ سحر کے چار بجے  
جوارِ رحمت حق میں پہنچ گئے ہیں حضور  
ہمیشہ خاص توجہ تھی جس طرح سے یہاں  
نہیں ہیں ہم میں بظاہر اگرچہ خود موجود  
وہیں سے آپ جو تھوڑا سا مسکرا دیں گے

## قطعا تاریخ و سنِصال قبلہ عالم جناب حضرت صاحبِ رحمۃ اللہ مرقۃ

بعض محب و مخلص احباب نے جناب حضرت صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر قطعات تاریخ و سنِصال لکھے  
تھے جن میں سچند ایک یہاں درج کر دئے جاتے ہیں۔

تہذبات از علامہ دہر و حید العصر محدث، مفسر فقہ اعظم حضرت ابویوسف حاجی مولوی محمد شریف صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ  
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تاریخ وصال زائد۔ بے نشان مبارک طلعت۔

منظر حیات کو صورت۔ جناب خواجہ عبدالکریم بریلوی دہ جہاں۔ حسین زمان سجادہ نشین خاندان نقشبندیہ  
انبار بیان نور اللہ منجبت۔

قطعا تاریخ سن ۱۳۵۵ھ

قبلہ دین و کلمہ ایمان و نامبرین مذہب انماں  
شہد فیضِ طارف کمال و مطلع نهد مدینِ عرفان  
در شبِ ستیں بسا و مسی و گشت از چشمہای ماہناں  
دارت علم و دین مصطفوی و قطب قطبِ بر غوثِ زمان  
یعنی شیخ الیون عبد کریم و واقف علم و عارفِ قرآن  
انتم ہر سال رحلتِ او گفت پیرِ عظیم زبیب بنان

ایضا عیسوی

ماہِ نیارفتا از دنیا یوں و طالع ماہِ دستگیر یکساں  
یعنی حضرت مرجع اہل ہما و خواجہ عبدالکریم خوش بیان  
جہ کلامش بود آئینہ چہیزم و زمرہ گشتی از دستگیرِ دلاں  
آتشِ شہید سے شہیدی سنوی و رازِ اسرارِ نبوتِ غیاں  
زبدۂ اہل کرم اہل تقی و واقف اسرار حق شیرِ پان  
عارف کمال محب اللہ بود و طریقت بود فخر و فیاض  
نزداد ہر وقت بود مجتہد و حاتم اہل ارادت بیکہ را  
از کلام شاہِ جہانی مدام و شاد از موت ہمہ پیرِ جہان



از کلام آل غزالی پیر حق کہے اسرار نفوس ابیاں  
فتح ربانی کا کام غوث پاک کہ زیر نظر ہے جسے دہر نہاں  
روز و شب میماند اور یاد حق کہ مستغنی از دست خدا خود بکمال  
صدر بے باک آہ و رطش کہ دغرا تشریف مرد و زن غار کناں

از شریف نست ذیل سال وصال ۱۳۵۵ شذیظہ ذی شان گشت انانہاں

الاک ان اولیاء اللہ اصحاب کا خیریت علیہم السلام لا ھم یخونون

اولیاء اللہ اصل جو کہ لا یموتون بل ینتقلون

قطرہ عربی الینا

۱۳۵۵

قلبی بغیر تہ شیخنا محروسہ والشیخ فی جناتہ سرور  
فناات کہ بر من آہر ازخہ قا جا بنی ہوذا ہذا ہذا

ایک مدد و اس الم سے یعنی الم کا سراپ ہے اس کا مدد ایک ہے

ایضاً

چوں زبدۂ دلہاں آل پیر و مرشد ما  
رخت اقامت خود ز اہل جہاں پہ بستند

سال وفات حضرت پر سیدم از سر دشتے  
آہ آہ والا سفات رفتہ

قطرہ غلیوکی

چو آن خواجہ رہنمائے غریباں  
نہاں شد ز مارفت در باغ جنت

پے سال او چوں شدم سرنگوں سن  
نداشد کہ بر سید در باغ جنت

قطرہ سن وصال از مسکین مؤلف

حافظ عبد الکریم با کمال دے مثال  
کہ در حلت سنے جنت چوں بہ حکم ذوالجلال

بند مسکین عاجز گفت از رخ و طلال  
قطب اعظم کعبہ کوہین تارخ وصال

قطرہ تارخ از کوثر صاحب

میرے ادی میرے مرشد حافظ عبد الکریم  
جنت الفردوس میں اب ہو گئے جا کر مقیم

بست دہشتم تھی صفر کی اور تھا وقت سحر  
حق سے واسل ہو گئے سجدہ میں تھا حکم ربیم

سایہ مرشد اٹھا ہم سب کے سر سے یک بیک  
مرگ حضرت کی خبر سنکر ہوا صدمہ عظیم

فکر پز تارخ کی کوثر صدا ہفت نے دی  
جوہر دین محمد با خدا عبد الکریم

از حاجی میرزا عبید محمد صاحب میر غشی را ولینڈی صدر بازار

ہدیہ ترشحات حاجی - سفر کرد اندھ محترم نے - احقر نواز کرد بیاہ صفر سفر

سن وصال از حاجی صوفی محمد زمان

بشنو تارخ و صالش ز حقیر ز سن  
ان المتفین فی جنت عدن



## حلیہ شریف

جن احباب نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کیسے علیہ بیان کیونکی  
چنداں ضرورت نہ تھی۔ مگر وہ احباب جن کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا موقع  
نہیں ملا ان کے لئے یا آئندہ نسوں کے لئے نہایت اختصار کے ساتھ درج کیا جاتا ہے  
آپ میانہ قد نہایت موزون۔ جسم بھاری اور خوب بھرا ہوا فرہ اندام۔ رنگ گندمی سفید  
مائل۔ سر مبارک بڑا سیدہ کشادہ۔ دست و پا مضبوط۔ قوی ہیکل۔ صاحب عباب چہرہ  
مبارک سے شجاعت ترشح۔ موئے سر مبارک سیدھے نصف سیاہ نصف سفید لمبے  
نرم گوش تک دراز رہتے۔ ریش مبارک گنجان اور بھاری موئے ریش مبارک سفید و چمکیلے  
بر و خمدار بصورت ہلال، پیشانی فراخ اور نود عرفان سے روشن۔ رخسار مبارک بزرگوشت  
اور نرم بینی بڑی بچی ہوئی بطور سیف۔ آنکھیں بڑی سیاہ و دھیری ہر وقت جام وحدت سے  
عمور۔ مونچھیں کتری ہوئیں بموجب سنت نبوی صلعم۔ بازو قوی پتھیلیاں کشادہ۔ انگلیاں  
بہت لمبی چوٹی متوسط اور خوشنما۔ پنڈلیاں گول اور صاف۔ پاؤں درمیانہ انداز کے تھے۔  
الغرض کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوبصورت شکیل و جمیل تھے۔ دیکھنے والے کا دل  
بہی چاہتا تھا کہ ہر وقت دیکھتا ہی رہوں۔ ایسی پیاری اور خوبصورت بستی کہ دیکھتے دیکھتے  
طبیعت سیر نہیں ہوتی تھی۔ لباس ہمیشہ سفید رنگ اور صاف و ستھرا پہنتے لبا کرتہ کنڈھوں  
پر چاک اور موسم گرما میں عمدتاً بند ہوتا اور موسم سرما میں پاجامہ پہنا کرتے سر پر عربی طرز کا  
عمامہ ہوتا اور عربی چغہ پہنتے۔ گرمیوں کے موسم میں سر پر عمدتاً لٹھ کی ٹوپی یا پٹھے کی ٹوپی زیب  
سر مبارک ہوتی۔ موجودہ فیشن کا کوٹ وغیرہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر نہیں پہنا  
جب تک حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحت کمال رہی ہمیشہ پیدل ہی عید گاہ تشریف لے  
جاتے اور بعد نماز عشاء پیدل ہی وٹاں سے واپس تشریف لاتے۔ چلتے وقت ہمیشہ نظر بر قدم  
رکھتے ہرگز ادھر ادھر التفات نہ فرماتے۔ لب مبارک ہر آن ایسے معلوم ہوتے کہ گریبا انبساط و  
خوشی سے قسم فرما رہے ہیں۔ باوجود خوش خلق ہونیکے کچھ ایسا رعب اور ہیبت تھی کہ کسی شخص کو



حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو خود بخود بات کرنے کی ہمت و جرأت نہ پڑتی تا وقتیکہ  
خود حضور دریافت فرما کر سلسلہ گفتگو نہ شروع فرماتے۔ اگر ہزاروں کے مجمع میں مدونق افزوں  
ہوتے تو بغیر کسی کے بتلائے یا جھٹلائے دیکھنے والا آپ کو پہچان لیتا۔ پیشانی مبارک سے  
نور عرفان کی شعاعیں خود بخود ہی اس امر کی شہادت دیتی تھیں۔ کہ یہ ہستی مقبول بارگاہ رب  
العالَمین و پسندیدہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دن کو سوائے قیلولہ مسنونہ  
کے اور کسی وقت کبھی نہ لیٹتے تھے۔ الغرض کہ اس ہستی کے متعلق کیا بیان کروں۔ چھوٹا منہ  
اور بڑی بات یا بالفاظ دیگر چھ نسبت خاک را با عالم پاک خداوند کریم و رحیم اس اسم با مستثنیٰ  
عبدالکریم کی اعلیٰ فارغ ہستی کے ظاہری و باطنی اخلاق سے مجھ جیسے رسد سیاہ اور دیگر احباب کو  
بھی بہرہ ور فرما دے۔ آمین ۵

## جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

آپ کو اوائل سے ہی دینی کتب کے مطالعہ کا انتہائی اشتیاق تھا متعدد تفاسیر و خاص  
خاص تصوف کی چیدہ اور مسلمہ کتب کا مطالعہ اس کثرت سے فرمایا ہوا تھا کہ گویا وہ تمام آپ کو  
حفظ تھیں۔ اس سبب مطالعہ کتب دینی اور خدا داد ذمات و حکمت نے علوم ظاہری و باطنی میں  
ایسی وسعت پیدا کر دی تھی کہ جس کا بیان ہی نہیں ہو سکتا جب کسی موضوع پر بیان فرمایا تو آیات  
مجیدہ احادیث شریفہ اور اقوال بزرگان دین و سلف صالحین سے دلائل و اثبات کے دریا بہا  
ہوئے۔ پس فرض منصبی یعنی مخلوق خدا کی رشد و ہدایت اور خدمت خلق اللہ کے اہم ترین اور  
عظیم الشان کام کی مصروفیت کے باعث اتنی فرصت و ہمت نہ تھی کہ تصنیفات کی طرف زیادہ  
توجہ فرماتے۔ مگر تاہم بھی ”ہدایۃ الناس الی سبیل الخیر“ جو کہ قرآن مجید و احادیث اور  
کتب تصوف سے اخذ فرما کر مرتب فرمائی۔ ایسی بے بہا تصنیف ہے جس کے متعلق بلا سبالت  
کہا جاسکتا ہے کہ واقعی شریعت طریقت حقیقت اور معرفت کی ہادی اور پیرہ دلوں اور گمراہوں  
کے لئے رہبر اور حقیقی رہنما ہے۔ کتاب ایسی مؤثر اور دلپذیر ہے کہ جس نے ایک مرتبہ پڑھی



اس کا کام بن گیا۔ اور اسکے دل میں گھر کر گئی۔ اور اپنے پڑھنے والے کو طراط مستقیم کھا کر اس پر ایسا ثابت قدم کیا کہ تا دمِ دایم سید سے راستہ سے پلے استقلال و ثبات نے نغزش نہ کھائی۔ چونکہ کتاب روحانی ذوق و شوق اور جذبہ و حال کی حالت میں تصنیف کی گئی اور اس کی تصنیف سے کوئی دنیاوی شہرت بھی مقصود نہ تھی بلکہ محض اصلاحِ قلوب کے جس سے تعلق مع اللہ قوی اور اخلاص و صدق اور محبت و رضا برتھانے اور صفات حمیدہ پیدا ہوں یہ کام محض لوجہ اللہ تھا۔ اور اس میں اسی خالق کون و مکان کی رضا و خوشنودی مقصود تھی اس وجہ سے یہ کتاب نہایت ہی مفید اور سودمند ثابت ہوئی۔ اور اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بار بار طبع ہوئی اور شاہنشین و مجسمین نے ہاتھوں ہاتھ خرید کر حرد جاں بنائی۔ راقم الحروف کا یقین ہے کہ اس کتاب کو انسان پڑھ کر اور اس پر عامل ہو کر ولی اللہ بن سکتا ہے۔

## مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ

جناب حضرت مفتی محمد انصاری صاحبِ دہلی ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت شغف تھا۔ چونکہ مکتوبات شریف نہایت دقیق فارسی زبان میں تھے جن کا سمجھنا تو درکنار عوام الناس کے لئے صرف فارسی عبارت ہی پڑھنی صحیح طبع پر محال تھی۔ خاص خاص علمائے ربانی کے سوا ایسی دقیق کتاب کا سمجھنا بہت مشکل تھا۔ چونکہ مکتوبات شریف میں اکثر مسائل شرعیہ کی تشریح و توضیح اور نکات بیان کئے گئے ہیں۔ اس مشکل کو رفع کرنے کے لئے حضرت صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ نے کرمیت باندگی اور ایک سرحدی مولوی صاحب سے ترجمہ کرایا۔ اور قاضی محمد حسن صاحبِ مرحوم بابکن موضع کالس ضلع جہلم جو کہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے فلفار سے تھے۔ اور ایک عالم اہل ہونیکے علاوہ بڑے خوشنویس اور کاتب تھے۔ تینوں دفتر میں ضخیم جلدوں میں بعدِ اصل فارسی اور بین السطور اردو ترجمہ لکھوا یا جو مدت مدید دربارِ عالیہ میں رہے۔ اور موجودہ مکتوبات



شریف کے طبع ہونے کے بعد حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے ایک فرد گوار  
 جو علاقہ پاکستان میں رہتے ہیں اُن کو حضرت صاحب نے بدیع غایت فرمائے ان کی  
 طباعت میں جو دیر تھی اور اس دیر میں جو حکمت ضروری تھی آخر کار اس کے ظہور کا وقت آگیا۔  
 چونکہ قدرت کا یہ سعادت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام درج کر  
 چکی تھی۔ بھلا پھر جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بغیر کون مستحق ہو سکتا تھا۔ اس خدمت  
 دینی پر خزانہ ان نقش بند یہ مجدد یہ کامبلکہ لقب پایا۔ مترجم اگرچہ دائم الحروف مسکین کو ٹھہرایا  
 گیا۔ مگر من آنم کہ من قائم۔ یہ تاج جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کھیا اثر کا نتیجہ ہے بعض  
 مقامات ایسے تھے کہ جن کا سمجھنا سوائے صاحب حال کے محال تھا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ  
 علیہ نے اپنی زیر نگرانی اس مسکین سے یہ کام کرایا اور جیسا چاہا لکھوایا۔ الامر فوق الادب کے  
 مطابق جو ارشاد ہوا۔ بندہ مسکین بجالایا۔ الغرض کہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عامۃ  
 المسلمین پر اور بالخصوص حضرات صوفیائے کرام پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ آپ نے بعد میں آئے  
 والے طالبانِ خدا کی تشنگی کو مد نظر رکھ کر اور انکی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس محبوبِ سبحانی  
 غوثِ صمدانی قطبِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دل و دماغ اور دہن و فلاح معدن سے  
 نکلے ہوئے حکمت و دانش اور اس سرچشمہ ولایت کے آبِ شیریں کے بادلوں کو آسمانِ اُردو پر ایسا  
 منقبض فرمایا کہ ماقیامت طالبانِ حق اپنی استعداد کے موافق سیراب و فیضیاب ہوتے رہیں گے  
 حضرت مولانا عین القضاۃ صاحبِ مرحوم و مغفور لکھنوی جو بہت بڑے علامہ اور خاندانِ نقشبندیہ  
 مجددیہ میں ایک کامل مرد اور ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ جب انہوں نے مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ  
 مطالعہ فرمایا۔ تو غایت سرور و خوشی میں حدِ آفرین و درجہ پکار اُٹھے۔ سائیں نور الحسن صاحبِ قبلہ عالم  
 حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے لکھنؤ میں قیام رکھتے تھے جب مولانا عین القضاۃ  
 صاحب سے ملاقات کرنے جاتے تو وہ حضرت بڑی عزت و کرم اور انتہائی تعظیم سے پیش آتے  
 اور فرماتے کہ مجھے حضرت صاحب رحمۃ اللہ کے دوستوں میں سے حضرت سیدنا و مولانا مجدد الف  
 ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خوشبو آتی اور اُن کے انوار نظر آتے ہیں۔ اور کہتے کہ میں جب مکتوبات  
 شریف کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تو دل بے اختیار ہوجاتا ہے۔ اور چاہتا ہوں کہ جناب حضرت صاحب



کی زیارت کروں جنہوں نے اس عظیم الشان کام کو اس حسن و خوبی سے سرانجام کیا اور  
اور ان کو سر سے لیکر پاؤں تک چومتا چلا جاؤں۔ مکتوبات شریف کا ترجمہ کوئی معمولی کام  
نہ تھا اس کے مسائل اور رموز و نکات کو سمجھنا اور پھر ان کو کماحقہ بیان کرنا سوائے صاحب  
حال کے بڑا محال تھا الحمد للہ کہ یہ کام سیدنا ابو دینار قبیلہ عالم جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
کی توجہ سے بکمال سرانجام ہوا۔

## دُعائے حزب البحر!

کتاب کشف الظنون میں مسطور ہے کہ جب حضرت سید ابوالحسن الشاذلی قدس اللہ سرہ  
سمندر میں جہاز پر سوار ہو کر بارادہ حج بیت اللہ شریف تشریف لے جا رہے تھے اور  
باد مخالف ایسی چلی کہ لوگوں پر مایوسی کا عالم طاری ہو گیا۔ اس وقت بحالت مراقبہ شیخ ابوالحسن  
نشادہ رحمۃ اللہ علیہ کو جناب سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ دعا سکھائی کہ شیخ صاحب مصروف  
نے خود پڑھی اور لوگوں کو سکھائی و پڑھائی۔ اس کی برکت سے ہوا موافق چلی اور تمام مسافر  
منزل مقصود کو پہنچ گئے۔ جہاز کا نصرانی کپتان اور دیگر غیر مذاہب کے لوگ یہ کرامت دیکھ  
کر مشرف باسلام ہوئے۔ اس حزب شریف کی تمام دعائیں باعنائے ثمن و دعاؤں کے قریب  
قریب ماثورہ میں جن کا ثبوت کتب احادیث سے ملتا ہے۔ شیخ ابوالحسن شاذلی فرماتے تھے  
وَاللّٰهُ لَقَدْ أَخَذْتُ مِنْ فَمِ رَسُولِ اللّٰهِ حَرْفًا بِحَرْفٍ یعنی یہ الفاظ میں نے  
خود نہیں تراشے ہیں۔ بلکہ ایک ایک حرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے لیا  
ہے۔ امتداد زمانہ کے باعث بعض لوگوں نے اصلی دعائے حزب البحر میں بہت کچھ افراط  
و تفريط کر دی تھی۔ چونکہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ محض صفائے الہی کی خاطر اس مبارک حدیث  
و دعا کو بڑی محبت و اشتیاق سے پڑھا کرتے تھے۔ آپ کو حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب  
جہانگیر علی رحمۃ اللہ علیہ سے سند اجازت حاصل تھی۔ اکثر بزرگ آپ کی خدمت میں اس  
مبارک دعا کی اجازت کے لئے حاضر ہوتے۔ جب آپ اُن سے دعائے حزب البحر سماع



فرماتے تو بہت کچھ اختلاف پاتے۔ صحیح طور پر ان کہتا یا جاتا تو وہ کہتے کہ جناب ہم نے تو کتاب دعائے حزب البحر لیکر حفظ کی ہے۔ جب یہ اختلاف اور اکثر مقامات میں کمی بیشی دیکھی گئی تو پھر آپ نے تہیہ کر لیا۔ کہ جیسے بھی ہو۔ صحیح نسخہ دعائے حزب البحر کہ جس میں کوئی شک نہ ہو ہیا کیا جاوے۔ چنانچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمال ہمت و دور و مدار مقامات سے دعائے حزب البحر کے نسخہ جات منگلے اور ہندوستان میں سے بھی اکثر جگہوں سے دعائے مذکور منگا کر بڑی جانفشانی سے اہل اور صحیح نسخہ ہیا کر لیا۔ جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہاں دعائے حزب البحر کا تذکرہ کرنے سے اصلی غرض یہ تھی کہ کسی کتاب کے مرتب کرنے میں اتنی دقت کا سامنا نہیں ہوتا۔ جتنا اُس کتاب کی تصحیح میں کہ جس میں ہر ایک شخص نے اپنی مرضی کے مطابق کہیں تو کچھ بڑھا دیا ہو اور کہیں سے چھوڑ دیا ہو۔ یہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا استقلال اور ہمت تھی۔ کہ مصدق و بیروت اور علاوہ اس کے عرب و عجم سے نسخہ جات منگا کر اور اتنی طویل مدت کے بعد بعینہ حرف بکوف اہل دعائے حزب البحر کو شائع فرمایا۔ الحمد للہ کہ یہ بے مثل اور بے نظیر دعا جو متقدمین و متاخرین لوگوں کے نظام کے متبرک اعمال کا گنجینہ اور اسرار ربانی و انوار سبحانی کا خزینہ ہے اور تمام دینی و دنیاوی امور کے لئے تیر ہدف اور پرتا شیر و نمبر۱ اکیر و ظیفہ ہے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی است مدید کی سعی و تبلیغ سے بلا شک شبہ اصل و صحیح ہو گیا۔ فالحمد للہ علی ذالک

لے حزب البحر کی طباعت حاجی محمد علی صاحب کی کوشش سے ہوئی چنانچہ یہ نادر نسخہ اب بھی انہی سے مل سکتا ہے۔

## عید گاہ

شہر راولپنڈی سے جو سڑک عید گاہ کو جاتی ہے۔ پہلے کچی تھی۔ جا بجا گڑھے بڑے تھے۔ جناب کا معمول تھا۔ کہ اکثر عشاء کی نماز عید گاہ میں ادا فرما کر گھر تشریف لیجاتے آجکل بھی یہی معمول ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ رات اندھیری تھی۔ بارش کے دن تھے۔ مینہ بکثرت برس چکا تھا۔ کچھ ٹہپت تھا۔ گڑھوں میں پانی بھرا ہوا تھا۔ عشاء کی نماز کے وقت آپ کو وضو کی حاجت ہو گئی۔ ان دنوں لٹی ندی کے پانی کے سوا اور کوئی وضو کرنے کی



جنگہ تھی۔ نہ کوئی کنواں تھا۔ جناب نے وضو کرنے کے لئے لٹی کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور وضو کر کے نماز عشا ادا فرمائی بعد فراغت گھر کی طرف روانہ ہوئے سڑک کچی اور جابجا گڑھے اس پر مزید کچڑ اندھیرے میں پاؤں پھسل گیا اور جناب گر پڑے کپڑے کچڑے شرابور ہو گئے الغرض مشکل گھر پہنچے اور اس تکلیف کو محسوس کر کے جناب کے دل میں خیال آیا کہ اگر کیٹی والے اس سڑک کو پختہ بنا دیں۔ تو بہت ہی آرام ہو۔ اس خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے بارگاہ الہی میں آپ نے سربسجود ہو کر دعا کی۔ دعا کے ساتھ ہی اجابت اور قبولیت کے آثار ظاہر ہوئے۔ دوسرے دن صبح کے بعد قاضی گوہر علی صاحب مرحوم تحصیلدار (اللہ تعالیٰ اُن کو بخشے) جو نہایت ہی نیک اور نیک لوگوں کے معتقد۔ ضایا دار اور متدین آدمی تھے۔ عید گاہ حاضر ہوئے۔ جناب نے رات کا گذرا ہوا واقعہ بیان کیا۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگر کیٹی والے اس سڑک کو پختہ بنا دیں تو اس قسم کی تکلیف رفع ہو جاوے۔ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ میرا ان کیٹی ایسے کاموں میں بالکل کوشش نہیں کرتے۔ آپ یہ سکر خاموش ہو گئے۔ دل نے کہا کہ انتظار کرنا چاہئے۔ کہ دیکھئے پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ دو سکر دن سکر ٹری میونسپل کیٹی کا گذرا سی طفر ہوا۔ وہ سائیکل پر سوار تھا۔ گردھوں کی وجہ سے سائیکل سے اس طرح گرا کہ اس کا تمام بدن اور کپڑے کچڑ میں لتھڑ گئے۔ اور بہت سی چوڑیں بھی آئیں۔ دفتر جاکر کیٹی میں معاملہ رکھا۔ کہ اس سڑک کو پختہ بنوانا چاہئے۔ کیٹی نے منظوری دیدی۔ اور دو چار روز کے بعد پتھر ڈالنے شروع کر دیئے۔ بنی بخش سوداگر چرم اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اور کیٹی کا نمبر ہونے کے علاوہ آنریری مجسٹریٹ بھی تھا۔ اُس نے حکم دیدیا کہ پتھر اٹھا کر اُس سڑک پر ڈالو۔ جو اس کے گودام کی طرف جاتی تھی۔ جناب نے بھی یہ حال دیکھا۔ دوستوں کو جو اس طرز عمل سے ناخوش تھے فرمایا کہ تسلی رکھو۔ کہ ہماری سڑک ہی پختہ بنے گی۔ اس کے ایک دو روز بعد افسران کیٹی موقع دیکھنے کے لئے آئے جب پتھروں کو مقررہ سڑک کے عوض دوسری سڑک پر پڑے دیکھا۔ تو ٹھیکیدار سے دریافت کیا کہ ہم نے اس سڑک کی مرمت کے لئے حکم نہیں دیا تھا۔ ٹھیکیدار نے عرض کیا کہ شیخ صاحب نے حکم دیا تھا کہ پہلے اُنکی سڑک پختہ بنے گی۔ افسر علی نے شیخ



صاحب سے دریافت کیا۔ تو وہ تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ پھر وہ لوگوں کو دہاں سے پھر اٹھوا کر عید گاہ والی سڑک پر ڈلوایا گیا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ میں یہ سڑک تیار ہو گئی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے راہ کی تکلیف کو دور فرمایا۔ اب یہ سڑک خوب پختہ ہے۔ لوگوں کو بہت آرام ہے۔

عید گاہ شہر راولپنڈی کے شمال میں ایک نہایت پُر فضا مقام میں واقع ہے۔ پہلے لوگوں کی آمد و رفت اس طرف کم تھی۔ اب مکانات کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ وہاں قدرت نے ایسے سامان بہیم پہنچا دیئے ہیں کہ ذکر کے دل کو فریفتہ اور شیدا کر دیتے ہیں۔ تمام اطراف میں سبزہ زار۔ بڑے بڑے درختوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھائیں۔ سرد ہوا۔ قریب ہی ندی لٹی کا صاف و شفاف پتہ ہوا پانی۔ اس کے کناروں پر مختلف اقسام کے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ۔ شمال کی جانب پہاڑوں کا قطار در قطار سلسلہ وار نظر آتا۔ عجائبات قدرت کا ایک ایسا نظارہ ہے۔ کہ ذکر وہاں پہنچتے ہی بخود اور محو ہو جاتا ہے۔ کہ دل اٹھنے کو نہیں چاہتا۔ جناب حضرت صاحب کو یہ مقام بہت پسند آیا وہاں ایک زمین دوز پختہ اور چونچ خلوت خانہ بنوایا۔ جس میں یاروں کی ارشاد و تہنیت سے فرصت پا کر ذکر فکر میں مشغول رہتے۔ جناب کے دہاں قیام فرماتے سے عید گاہ کی رونق زیادہ ہو گئی۔ اور اس کا ٹھاس و سبزہ اور درخت عام لوگوں کے موشیوں اور کاٹ لے جائیوالوں سے محفوظ رہنے لگا۔ اور دور و نزدیک سے گرد ہا گردہ لوگ ہمت ہو کر کمالات و مہارت حاصل کرنے لگے اس محضر بعض جہلا اپنی کج فہمی اور نا عاقبت اندیشی کے باعث مخالفت پر آمادہ ہوئے۔ اور حسد کے مارے آگ بولہ ہو گئے مگر

چراغے را کہ ایزد برفروز د کے گرفت ز ندر لیشش بسوزد

انہوں نے اپنے سر کی کھائی۔ اور ہر صورت میں مذمت و خجالت اٹھائی۔ ایک شخص جس کا نام لینا مناسب نہیں۔ ایسا مخالف ہوا۔ کہ جہاں بیٹھتا اور جس کسی سے ملتا۔ جناب کے خلاف بیہودہ باتیں کرتا۔ اور ہر وقت جناب کو ایذا اور تکلیف دینے کے درپے رہتا۔ اور نئے نئے مریدوں کو بھی جناب کے برخلاف اکساتا اور طرفیت سے برگشتہ کرتا۔ مگر جناب



حاصل اور جس سے کام لیتے۔ جب اس کی عداوت حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ تو جناب نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے بارے میں دعا کی۔ اسی رات خواب میں کسی بزرگ نے فرمایا۔ کہ حافظ صاحب اس کا خیال چھوڑ دو۔ جناب نے اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہی شخص جناب کا نہایت ہی مقصد ہو گیا۔ اور اس سے چند ایک قومی کام مفید نام ظہور میں آئے۔ وفات سے صرف آٹھ دن قبل حضرت صاحب کے دست حق پرست پر توبہ کی ماور خدا سے جا ملا۔

عید گاہ میں پہلے کوئی کنواں نہ تھا۔ عرس شریف کے موقع پر دوستوں کو بہت تکلیف ہوا کرتی تھی۔ عید گاہ کے اندر جہاں اب کنواں ہے۔ وہاں پہلے جناب نے ایک پتھر کی سل قبلہ رخ رکھی ہوئی تھی جس پر جناب نماز ادا فرمایا کرتے۔ اور مراقبہ میں مشغول رہتے۔ ایک رات ایسا اتفاق ہوا۔ کہ بارش ہو چکی تھی۔ سب طرف کیچر ہی کیچر مٹھا۔ جناب حسب معمول اس سل پر عشاء کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ ابھی کچھ رکعتیں باقی تھیں۔ کہ وضو کی ضرورت پڑ گئی۔ جناب ٹھکر لٹی ندی کی طرف تشریف لے گئے۔ کہ وضو کے باقی نماز پوری کریں۔ راستہ میں کچھ اور اس پر رات کا اندھیرا۔ بے اختیار پاؤں پھسلا۔ کپڑوں پر جھینٹیں پڑ گئیں۔ خیر اس رات جوں توں کر کے نماز ادا فرمائی۔ اسی سل پر بیٹھے بیٹھے دل میں خیال آیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی جائے۔ امید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ دعا قبول فرما کر عید گاہ میں پانی دیدیگا۔ جناب نے دعا فرمائی۔ مگر قبولیت کے آثار ظاہر نہ ہوئے۔ دو بارہ دعا کی۔ پھر بھی ایسا ہی ہوا۔ بے چین اور مقرر ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے آپ کو طاعت کرنے لگے۔ کہ اے نفس معلوم ہوا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ابھی تیری کوئی قدر و منزلت نہیں۔ تیری شامت اعمال سے دعا قبول نہیں ہوتی۔ دل نے پھر کہہ دیا۔ اب پھر دعا کرنی چاہئے۔ پھر جناب اس سل پر بیٹھ گئے۔ اور دعا فرمائی۔ اب کی دفعہ اجابت اور قبولیت کے نشان دل میں ظاہر ہوئے کہ دعا قبول ہو گئی ہے۔ رات کو خواب میں ایسا دکھائی دیا کہ گویا جناب اپنے سکونت مکان کے بالافانہ پر چار پانی پڑے ہوئے ہیں۔ اور چار پانی کے نیچے سے ایک چشمہ صاف اور ستھرے پانی کا بہ رہا ہے۔ اور لوگ اس سے پانی پی



رہے ہیں۔ چھت کے اوپر سے پانی کا چشمہ بہتا ہوا دیکھ کر تعجب ہوا۔ مگر صبح اسکی  
تعبیر سے یہی معلوم ہوا۔ کہ یہ دعا کا اثر ہے۔ جناب نے کنوئیں کی جگہ پر نشان لگا  
دیا۔ اور یاروں کو فرمایا کہ اس جگہ کنواں کھودیں۔ دوستوں نے عرض کیا۔ کہ جناب پر  
کا فرمان بسر و چشم۔ مگر جناب کو معلوم ہے کہ راولپنڈی کی زمین میں پانی بہت گہراؤ میں  
ہے۔ اور وہ بھی بہت کم۔ جو گرمیوں کے موسم میں بالکل خشک ہو جاتا ہے۔ یہاں سونے  
محنت اور تکلیف کے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ جناب نے فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ  
تمہاری محنت اور کوشش کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور بہت جلدی پانی دیدیگا۔ یاروں  
نے کنواں کھودنا شروع کیا۔ ابھی تھوڑا ہی کھودا تھا کہ بہت کثرت سے پانی نکل آیا۔ یار بہت  
خوش ہوئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ درنہ اتنے گہراؤ میں پانی کہاں۔  
غرض چند دنوں میں کنواں تیار ہو گیا۔ اور اس کے پاس غسل و طہارت کے لئے جگہ تعمیر  
کرائی اور ایک چھوٹا سا تھڑا پنجگانہ نماز کے ادا کرنے کے لئے بنوایا۔ اور کسی خاص مصلحت  
کے باعث زمین دوز عبادت خانہ کے دروازہ پر اینٹیں لگا کر اس کو بند کر دیا۔ اور اسکے  
دروازہ والی طرف بھی دیسا ہی تھڑا تیار کر دیا۔ اور اس کا نشان بالکل معدوم کر دیا۔ اب تو  
عید گاہ کی رونق اور بھی زیادہ ہو گئی۔ اور عید کے دنوں میں جو نمازیوں کو وضو کی تکلیف  
ہوا کرتی تھی وہ دور ہو گئی۔

اس کنوئیں کا پانی نہایت ہی میٹھا ٹھنڈا اور بامضم ہے۔ گرمیوں میں شہر کے  
لوگ اکثر اس کنوئیں کا پانی پیتے ہیں۔ نیز اس کا پانی بعض بیماریوں کیلئے  
شفا ہے۔

اگرچہ جناب نے یہ کام محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور رفاہ عام کی خاطر کئے۔  
مگر حاسدوں کی آگ کا شعلہ اور بھی زیادہ بھڑک اٹھا۔ یہ انتظام اور سامان دیکھ کر جل گئے  
اور کہنے لگے کہ حافظ صاحب عید گاہ کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتے ہیں۔ جناب نے بہتیرا کہا  
کہ میں نے جو کچھ کیا ہے۔ خدا کے لئے کیا ہے۔ یہ جگہ مسلمانوں کے لئے وقف ہے  
البتہ میں اس کا خادم ہوں۔ مگر وہ کب مانتے تھے۔ بہتری نجات تہہ بیریں عمل میں لائے۔ اور



فتویٰ پر فتویٰ منگائے۔ اور ان پر کئی طرح کے حاشیہ چڑھائے۔ مگر حق کے مقابلہ میں باطل  
 کہاں ٹھہر سکتا ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں حاسدوں کی جمیعت کا شیرازہ بکھر گیا اور انکی  
 وہ تدا بیر اور لطائف الجیل تار عنکبوت سے بھی زیادہ سُست ہو گئیں۔ اور انہیں خسارت  
 اور خجالت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے عید گاہ  
 کے گرد اُردو کی زمین جناب کے قبضہ میں دیدی جس میں عید گاہ کے دروازہ کے متصل  
 باہر کی طرف کھنواں لگوایا۔ اور کچھ زمین میں ایک باغیچہ اور ایک کوٹھی دوستوں کے آرام  
 و قیام کے لئے بنوائی۔ باقی زمین میں سبزی ترکاری اور فصل کی کاشت ہوتی ہے جس کا  
 انتظام چند ایک فخلص دوستوں کے سپرد ہے جو اپنے دینی فرائض منصبی یعنی نماز و ذکر  
 و مراقبہ کے بجالانے کے علاوہ اس کام کو نہایت خوشی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے  
 ہیں۔ یہ دوست سب نیک سیرت اور خوش اخلاق ہیں۔ باہر سے آنے والے دوستوں  
 کی خدمت و تواضع نہایت خلوص اور محبت سے کرتے ہیں۔ عام دوستوں کے لئے تلاش  
 اور کھانے کا انتظام بھی انہی دوستوں کے سپرد ہے جو نہایت شوق سے نباہتے  
 ہیں۔

ایک دفعہ مولوی محمد عظیم صاحب مرحوم ساکن گنگڑ ضلع گوجرانوالہ جو قبلہ عالم حضرت سید غلام  
 جماعت علی شاہ صاحب علیپوری دامت برکاتہم کے اجل و اکمل خلفا میں سے تھے۔ اور  
 مولوی نظام دین صاحب لائلپوری دو دو صاحبان کو قبلہ عالم جناب حضرت حافظ جی صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اور ایک رات عید گاہ میں قیام و آرام  
 کیا۔ وہاں سے رخصت ہو جانے کے چند دن بعد دو دو صاحبان سے جب کسی موقع پر  
 خاکسار سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ تو فرمانے لگے کہ قاضی صاحب مدت سے ہمارا ارادہ  
 راولپنڈی شریف حاضر ہونے کا تھا۔ تاکہ جناب حافظ جی صاحب کی زیارت سے مستفیض  
 ہوں۔ سو الحمد للہ کہ ہماری مراد پوری ہو گئی۔ خاکسار نے شوق و اشتیاق کے باعث کچھ مزید  
 حالات دریافت کئے۔ فرمانے لگے کہ ہم نے بہت سے پیر خاں دیکھے ہیں۔ مگر جو کچھ ہم  
 نے راولپنڈی شریف میں جناب حافظ جی صاحب کے دوستوں کا اخلاص و محبت و تہجد خوانی



عبادت۔ اتحاد۔ یک جہتی۔ خدمت و تواضع اور حسن سلوک دیکھا ہے۔ وہ کہیں نہیں دیکھا۔ یہ سب کچھ حضرت حافظ جی صاحب کے اعلیٰ کمالات کی برکت کا باعث ہے۔ کیونکہ پیر کے کمالات کے لئے مریدوں کا وجود آئینہ کی طرح ہوتا ہے جس سے وہ کمالات ظہور میں آتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا اچھا خط لکھا ہے۔  
 عن المرء لا تسئل و سل عن قرینہ لان القرین بالمقارن یقتدی  
 یعنی اگر تو کسی کا حال دریافت کرنا چاہتا ہے۔ کہ وہ کیسا ہے۔ تو اس کی نسبت مت پوچھ کہ وہ کیسا ہے برا ہے۔ یا بھلا۔ بلکہ اس کے دوستوں اور ساتھیوں کو دیکھ۔ کہ وہ کیسے ہیں۔ نیک ہیں۔ یا بد۔ کیونکہ ساتھی اپنے ساتھی کی پیروی کرتا ہے۔ اور اسی کے رنگ میں رنگا ہوتا ہے۔

## پانچواں باب

### جناب قبلہ عالم حضرت صاحب قدس سرہ کے فرزند ان کمال کا مختصر حال

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب قدس سرہ کے پانچ صاحبزادے تھے جن کے نام گرامی یہ ہیں۔ اول جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم۔ دوسرے مولوی عبدالحی صاحب مرحوم۔ تیسرے مولوی محمد شریف صاحب مرحوم۔ چہارم مولینا مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ پانچویں مولوی عبدالرحیم صاحب مرحوم۔ ان میں سے جناب مولینا مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی چاروں صاحبزادے جناب قبلہ حضرت صاحب کی زندگی ہی میں اپنے وقت مقررہ پر داغ عیدائی دے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو



جنت میں جگہ دے۔ صاحبزادہ مولوی محمد شریف تو چار سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ اور مولوی عبدالحی صاحب دس سال کی عمر میں راہی ملک بقا ہوئے۔ ان کی نسبت منقول ہے کہ یہ نہایت ہی ہونہار تھے اور رشددہایت کے آثار ان کی پیشانی سے ظاہر تھے جب کبھی دوست انکی خدمت میں عرض کرتے کہ حضرت جی ہمارے لئے دُعا فرماؤ۔ تو کہتے کہ جس روز بارش ہوگی۔ اس دن تمہارے لئے دُعا کرونگا۔ جب وہ بیمار ہوئے۔ تو جناب حضرت صاحب نے سر بسجودان کی صحت کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔ تو اسی وقت الہام ہوا۔ کہ آپ ہمارے کام میں دخل نہ دیں۔ اتنے میں اندر سے آواز آئی۔ کہ راکا فوت ہو چکا ہے۔

### مولانا مولوی عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جناب مولانا مولوی عبد العزیز صاحب مرحوم جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے فرزند اکبر تھے۔ نہایت خوش خلق، خوب رو، نورانی چہرہ، بارعب و جلال، دل و ماغ خدا کے نور سے منور۔ دوستوں کے خیر خواہ۔ خلق خدا پر مہربان۔ غریبوں اور مسکینوں کے شفیق۔ غمزدوں کے مونس تھے۔ ان کے صن خلق نے اپنوں اور بیگانوں کے دلوں میں گھر کر لیا ہوا تھا۔ ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ ان کی محبت میں کس سا تھے ہی زیادہ ہے آپ نے قرآن مجید اور ابتدائی دینی کتاب میں اپنے والد ماجد قدس سرہ سے پڑھیں۔ بعد ازاں مدرسہ میں داخل ہو کر انٹرنس تک تعلیم مزوجہ حاصل کی۔ باوجود اس کے کہ ملازمت کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ بعض دوستوں اور محبوں کے اصرار سے راولپنڈی کے محکمہ چونگی کے ایک ممتاز اور اعلیٰ عہدہ پر ملازم ہو گئے۔ جس کو انہوں نے نہایت خوش اسلوبی اور دیانت داری سے سرانجام دیا۔ محکمہ کے اعلیٰ افسر آپ کا نہایت احترام کرتے تھے۔ اہل شہر جن کو وقتاً فوقتاً ان سے کام پڑتا تھا۔ ان کے حسن سلوک سے ان کے گردیدہ ہو جاتے تھے۔ ہر ادنیٰ داعی ان کا مدح خواں تھا۔ ملازمت کے کاروبار میں مصروفیت کے باوجود فریاض شریعت و طریقت یعنی نماز پنجگانہ۔ تہجد و اشراق کے نوافل۔ تلاوت قرآن مجید۔ ذکر و مراقبہ



وغیرہ میں نہایت منہمک اور مستغرق رہا کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ تہجد سے اشراق تک تنہا ہو کر مراقبہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ اپنے والد ماجد قدس سرہ سے اجازت و خلافت سے بھی سرفراز اور ممتاز تھے۔ ایام طفولیت میں جناب قبلہ عالم و عالمیاں خواجہ فقیر محمد صاحب قدس سرہ کے نظر کھیا اثر اور ان کی دعا و توجہ سے بھی مشرف ہوئے ہوئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی توجہ میں برقی تاثیر تھی۔ پہلی ہی توجہ میں دوستوں کا حال متغیر ہو جاتا تھا۔ آپ تخلقوا باخلاق اللہ کا صحیح نمونہ تھے۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آیا کرتے تھے۔ کیا امیر کیا غریب سب کی نظروں میں معزز اور محبوب تھے۔ عرس شریف کے موقعہ پر بڑے حوصلہ اور بردباری سے کام لیتے تھے ہر ادنیٰ و اعلیٰ و خاص و عام دوستوں کی نہایت حسن سلوک سے خدمت و تواضع کرتے تھے۔ چہرہ مبارک ہر وقت ہشاش بشاش رہتا تھا۔ خفگی کے آثار پیشانی سے کبھی ظاہر نہ ہوتے تھے۔ غریب محتاج اور تنگ دست دوستوں کی خدمت مال اور کپڑوں سے پوشیدہ طور پر کیا کرتے تھے اصلاح بین الناس میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ عام لوگ اپنے لڑائی جھگڑوں میں آپ کے فیصلہ کو بدلہ جان تسلیم کرتے تھے ورنہ دنیوی امور میں بہت ہی یمن و متدینہ پاکباز۔ سستی۔ راست گو۔ عادل۔ غرض کہ تمام ظاہری و باطنی اخلاق حسنہ اور تمام صفات حمیدہ سے موصوف اور آراستہ پیراستہ تھے۔

آپ نے اپنی مرض موت میں دھال سے چند دن پہلے ہی اپنی اہلیہ محترمہ کو پوشیدہ طور پر کہہ دیا تھا کہ مجھے اسی مرض میں دارفانی سے عالم بقا کو اٹھالینگے کیونکہ عالم بالائے میسر کاؤں میں آواز آرہی ہے کہ مرجبا خوش آمدی۔ جلدی آؤ۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ گھر میں کبھی اس امر کی اطلاع نہ دینی۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے پاس جو میرا مالی حصہ ہے۔ اس سے مسجد بنائی جائے گا کہ مجھے ثواب پہنچتا رہے چنانچہ اس وصیت کے مطابق حضرت صاحب نے عید گاہ کے متصل ہی برب بڑک ایک عالی شان مسجد تعمیر کرا دی ہے۔ جو اپنے وصیت کرنے والے کی یاد کو تازہ کرتی ہے جس میں عید گاہ کے دوست اور اطراف سے آنے والے احباب غازیں پڑھتے ہیں۔ ہر روز شام کے بعد



ختم خواجگان قدس سرہم بھی پڑھا جاتا ہے۔ جمعہ کی نماز بھی ادا کی جاتی ہے جو حضرت صاحب قدس سرہ نے اپنی حیات ہی میں مقرر کر دیا تھا۔ جمعہ میں دوستوں اور عام خاص لوگوں کا اچھا ہجوم ہو جاتا ہے۔ جمعہ کی نماز کے بعد دوستوں کا حلقہ ذکر بھی ہوتا ہے۔ ان سب امور کو جناب حاجی حرمین الشریفین حضرت مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حقیقی جانشین جناب قبلہ عالم حضرت صاحب سراج نام دینے میں ۶

## وفات

جب آپ کے وصال کا وقت نزدیک آیا۔ اور سکرات موت اور نزع کی حالت طاری ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ راستہ چھوڑ دو۔ اور جگہ خالی کر دو۔ کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اور بھی بہت سے عربی لوگ ہیں۔ اسی اثنا میں وہ جگہ خوشبو سے معطر ہو گئی۔ اور عین عالم شباب میں جبکہ آپ کی عمر پینتالیس سال کی تھی۔ کلمہ طیبہ پڑھتے پڑھتے بروز چار شنبہ ۳۰ شوال ۸۲۲ھ مطابق ۴ جون ۱۹۲۲ء موافق ۳۳ جیلو ۱۹۸۱ء بوقت عصر چھ بجکر پندرہ منٹ پر راہی ملک تھا ہو گئے۔ اور اپنے والدین اور خویش اقارب اور دوستوں کو ہمیشہ کیلئے رونا غم فغاں دیکھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وصال سے دو روز قبل آپ کا جنازہ دس بجے صبح عید گاہ لایا گیا۔ جنازہ کی نماز کے وقت اہل شہر اور دیہات سے آئے ہوئے دوستوں کا ہشمار ہجوم ہو گیا۔ تمام عید گاہ بھر گئی۔ قوصفوں میں بمشکل آدمی آسکے۔ گیارہ بجے کے قریب جناب حضرت صاحب قدس سرہ نے خود امام ہو کر اپنے لخت جگر نور بھر فرزند ارجمند کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور دوپہر کے بعد بہتر حسرت و غم آپ کا جیم الطہر مرقد مبارک میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک کوٹلی کے پاس جو آپ نے اپنی زندگی میں دوستوں کے آرام کے لئے جوائی تھی۔ اس کے مغرب میں اور عید گاہ کے متصل جانب شمال اس چبوترے پر واقع ہے جس کا نشان حضرت رسالت اکب صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم نے جناب حضرت صاحب قدس سرہ کو بتایا تھا۔



جیکہ حج کے موقع پر جناب حضرت صاحب قدس سرہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر زیارت سے سرفراز ہوئے تھے۔ اس پر جناب حضرت صاحب قدس سرہ سرہ نے اپنی حیات ہی میں عالیشان گنبد اور برآمدہ بنوایا تھا۔ تاکہ زائرین اور فاتحہ خوان دوستوں کو گرمی سردی کی تکلیف نہ ہو۔

افسوس کہ آپ کی کوئی اولاد یادگار نہیں۔ صرف ایک کنواں۔ کوٹھی (مہمان سرا) اور مسجد آپ کی یادگار ہیں۔ جب تک قائم ہیں۔ حسرت و افسوس کے ساتھ دیکھنے اور رہنے والوں میں اپنے بنائے والے کی یاد تازہ کرتی رہیگی۔

نزد آنکہ ماند پس ازوے بجا  
پل و مسجد و چاہ و مہماں سرا

## مولوی عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولوی عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جناب حضرت صاحب قدس سرہ سرہ کے فرزند محض تھے۔ خوش رو۔ نیک خو۔ خدا یاد۔ جفاکش۔ متواضع۔ بردبار تھے۔ دوستوں کے ساتھ نہایت محبت سے پیش آتے اور بہت ہی مؤدب رہا کرتے تھے۔ سادہ طبیعت اور خاموشی پسند تھے۔ معمولی اردو۔ فارسی نوشت خواند کے علاوہ ضروریات دین سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ نماز۔ قرآن مجید کی تلاوت۔ ذکر و مراقبہ میں بہت مشغول رہا کرتے تھے۔

آپ نے عین عالم شباب میں بائیس سال کی عمر میں ۱۴ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ کو اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف انتقال فرمایا۔ آپ کا انتقال جناب مولانا مولوی عبد الغفر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے پہلے ہوا۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے نوجوان فرزندوں کے بموقع انتقال پر حال سے نہایت رنج ہوا۔ مگر حضور نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صبر جمیل سے کام لیا۔ اور بتلادیا کہ اللہ والے



لوگ ایسے نازک موقعوں پر اس طرح صبر کیا کرتے ہیں۔ آپ کا مزار مبارک گنبد کے  
باہر جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بخشے اور جنت میں جگہ دے۔  
ان کا ایک صاحبزادہ مولوی منظور الہی صاحب یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر  
دراز کرے۔ اور موردی علم و فضل سے بہرہ ور فرمائے۔

## قطعہ تاریخ وفات

آہ عبد الرحیم فروز ماں رفت از ماو زیر خاک بخت  
سال تاریخ ادچو جست شریف زاد غمگسار مآلف گفت  
۳۸ ۱۳

دیگر

چوں بخت رفت آں عبد الرحیم دُر معنی گوہرِ علم و یقیں؛  
خامد من سال تاریخش نوشت زیب عرفاں شد بفسرہ و من یں  
۳۸ ۱۳

## حاجی حرمین الشریفین جناب مولانا مولوی عبد الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جناب مولانا مولوی عبد الرحمن صاحب جناب قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منجملے فرزند ارجمند  
ہیں۔ آپ بروز دوشنبہ ۸ جون ۱۹۶۷ء مطابق ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ موافق ۲۸ جیسٹ ۱۹۵۳ء  
بکری بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے رشد و ہدایت کے آثار آپ کی پیشانی  
سے ظاہر و روشن تھے۔ آپ عالم باعمل متقی۔ زاہد۔ مکارم اخلاق کا سرچشمہ ہیں۔ آپ پہلے  
اسلامیہ سکول راولپنڈی میں تعلیم پاتے رہے۔ اسکے بعد صرف و نحو اور دینیات کی کتابیں  
راولپنڈی ہی میں بعض استادوں سے پڑھیں۔ پھر لاہور مدرسہ نزاریہ میں تعلیم حاصل کی جس



کے بعد سے دیوبند میں مولانا مولوی محمود الحسن صاحب اور سید انور شاہ صاحب کی خدمت میں رہ کر فقہ و حدیث کی سند سے ممتاز اور دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اور بعض دوسرے استادوں سے بھی دوسرے علوم اور ادبیات کا استفادہ فرمایا۔

آپ جناب حضرت صاحب قدس سرہ کی طرف سے اجازت اور خلافت سے بھی ممتاز اور سرفراز ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب آپ ویر دولت پر تشریف لائے تو حضرت صاحب قدس سرہ نے قرآن مجید کا درس دینے کے لئے مامور فرمایا تاکہ وہ سنتوں کو قرآن مجید کے معانی، تفسیر اور فیوض و برکات سے واقفیت ہو جائے۔ اور ان کے دل قرآن مجید کے انوار سے منور اور روشن ہو جائیں۔

آپ نے قرآن مجید جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی سے پڑھا اور قرأت بھی انہی سے سیکھی۔ آپ قرآن مجید نہایت خوش آواز سے پڑھتے ہیں۔ یہی دل چاہتا ہے کہ سنتے رہیں۔ جوں جوں سنتے والے سنتے ہیں۔ ان کا شوق و ذوق بڑھتا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی آیات کی تفسیر میں احکام شریعت و طریقت و حقیقت اور علوم و معارف اس خوبی سے بیان فرماتے ہیں کہ سنتے والے نہایت ہی محظوظ اور خوش ہوتے ہیں۔ معترضین کے اعتراض و اشکال کو صاف اور سادہ الفاظ میں اس طرح ذہن نشین کر دیتے ہیں کہ چون و چرا کی گنجائش نہیں رہتی۔ فن مناظرہ میں خاص خدا داد ملکر رکھتے ہیں۔ اکثر مقامات میں جب کہسی گفتگو اور مناظرہ کا موقعہ آیا۔ تو آپ کا پلہ غالب رہا۔ کہ حق ہمیشہ غالب رہا کرتا ہے۔

آپ کی عادت مبارک قدرتی طور پر پہلے ہی سے تنہائی پسند اور نہایت نازک واقع ہوتی ہے۔ دونوں جوان بھائیوں کے بے موقعہ انتقال پر طال کے حادثہ جاں کاہ اور ناقابل برداشت صدمہ کے باعث گھر اور باہر کے ضروری امور کے انتظام کا بارگراں آپ کی واحد جان پر آپڑا۔ مگر الحمد للہ کہ باوجود کثرت عہدوم اور ہجوم عہدوم کے فرائض منصبی کو بڑی خوش اسلوبی اور تندہی سے ادا فرماتے رہے ہیں۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب قدس سرہ کا سایہ مبارک آپ کے سر پر تھا۔ ہر طرح کی بے فکری تھی۔ اب حضرت صاحب



قدس سرہ کا سایہ مبارک سر سے اٹھ جاتے کے بعد تمام جزوی اور کلی کار و بار کا بوجھ سر پر  
 آپؐ پر۔ جو نہایت حوصلہ اور بردباری اور استقلال کے ساتھ نبا رہے ہیں۔ بدستور سابق  
 دوستوں کی خاطر و مدارات اور ان کی دلجوئی میں بہت کوشش سے کام لیتے ہیں۔ باوجود  
 کثرت مشاغل کے اوقات شہار وری میں سے اکثر حصہ ذکر و مراقبہ میں بسر کرتے ہیں  
 حلقہ ذکر میں دوستوں کو بڑی ہمت سے توجہ دیتے ہیں۔ آپ کی توجہ میں ایک خاص اثر  
 ہے۔ آپ کا وعظ نہایت بڑا تاثیر ہو رہا ہے۔ سننے والوں کے دلوں پر رقت اور جذبہ کے  
 آثار طاری ہو جاتے ہیں۔ آپ نہایت متبع شریعت ہیں۔ بدعات سے سخت نفرت  
 ہے۔ ولایت کے آثار آپ کے ظاہر و باطن سے نمایاں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ  
 کی آپ پر خاص نظر عنایت ہے۔

آپؐ باشارہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم حج اکبر اور زیارت حرمین  
 شریفین مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ زاد ہما اللہ قبل لے شرفاً و کرامت سے بھی مشرف ہو آئے  
 ہیں۔ نیز اس سفر حج کے دوران میں اکثر انبیاء عظام اور اصحاب کرام اور اولیاء اللہ کے  
 مزارات مقدسہ کی زیارت اور ان کی باطنی اور روحانی فیوض و برکات سے فائز المرام اور مالامال  
 ہوئے ہیں۔ جو ملک مصر شام۔ عراق۔ عرب۔ بغداد۔ بصرہ۔ دمشق۔ بیت المقدس میں واقع  
 ہیں۔ آپ کا یہ سفر ایک نمایاں حقیقت رکھتا ہے جس شہر میں نزول فرماتے وہاں کے علماء و  
 فضلاء مورخ کی طرح آپ کے مواظبت سے مستفید ہونے کے لئے جمع ہو جاتے۔ آپ  
 بربان عربی ایسی فصاحت و بلاغت سے تقریر فرماتے۔ کہ نام و نگ رہ جاتے۔ اور بیباختہ  
 ان کی زبان سے نکل جاتا۔ ہذا فاضل ہندی۔ حاجی محمد علی صاحب نے جو اس سفر مبارک  
 میں آپ کے ہمراہ تھے۔ اس سفر کا حال مفصل طور پر کتابی صورت میں شائع کر دیا ہوا ہے  
 جس کا نام ”گلدستہ ریاض الاسلام“ یعنی ”ریاض العراق و الشام“ رکھا ہے جس کے مطالعہ سے بیشمار فائدے  
 حاصل ہوتے ہیں۔ اور ایسے سفر کرنے والوں کو رہنما کا کام دیتی ہے۔

سفر حج سے پہلے اکثر اوقات حج کا ارادہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کا شوق دل میں جوش  
 مارتا۔ مگر ادب اجابت نہ دیتا تھا۔ کہ اس ارادہ کو جناب حضرت صاحب قدس سرہ کی خدمت میں



ظاہر کریں۔ نیز والدین کی زیارت اور ان کی خدمت آپ کے واسطے حج سے کم نہ تھی۔ اور اگر اس امر کا اظہار بھی کرتے تو ممکن ہے کہ حضرت صاحب قدس سرہ اجازت نہ فرماتے۔ کیونکہ گھر میں والدین کے نور بصر اور سرور سینہ ہی ایک وجود حملہ ان کی جدائی کا صدمہ ناقابل برداشت تھا۔ مگر عنایت ربانی اور فضل رحمانی کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حج پر تشریف لے جانے سے اول ایک رات جناب حضرت صاحب قدس سرہ نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم رونق افروز ہیں۔ اور اسی مجلس میں جناب حضرت صاحب قدس سرہ کے ہمراہ مولوی صاحب موصوف بھی حاضر ہیں۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی شفقت اور مہربانی فرما کر مولانا صاحب کو فرمایا کہ خوش آمدی۔ جلدی آؤ۔ اور حضرت صاحب قدس سرہ کو فرمایا کہ ان کو ضرور بچھو۔ اس واقعہ کے بعد جناب حضرت صاحب قدس سرہ نے نہایت خوشی سے روائہ فرمایا جو مولوی صاحب کے لئے نہایت ترقیات ظاہری باطنی اور بشمار کمالات کے حصول کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ زیادہ کمالات عطا فرماوے۔

الحمد للہ کہ جس طرح قبلہ کعبہ حضرت صاحب قدس سرہ کے وقت میں بیعت و انابت اور حلقہ ذکر اور حجبہ و جماعت۔ دوستوں کی خاطر مدارات اور فیوض و برکات کا سلسلہ جاری تھا۔ اب بھی یہ دستور سابق جاری رہا ہے۔ اور جہاں امور شریعت و طریقت اسی طرح رونق پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ذات بابرکات کو جمیع آفات ارضی و سماوی اور امراض جسمانی و روحانی سے محفوظ رکھے۔ اور صراط مستقیم پر ہر مقامت فرما کر تادیر قائم رکھے۔ اور ان کے فیوض و برکات سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو مالا مال فرمائے۔ آمین۔ آپ کے دو صاحبزادے خرد سال ہیں۔ ایک محبوب الرحمن صاحب دوسرے حبیب الرحمن صاحب۔ اللہ تعالیٰ ان کو عمر دراز عطا فرماوے۔ اور علم و فضل کے ہنر سے آراستہ و پیراستہ کرے۔ آمین۔





# دُعَا

منرا دارِ ستایش آن کریم است      که رحمان و عزیز است و رحیم است  
 جناب پاک محبوبِ الهی      حبیب خاص و منظورِ خدائی  
 برہم آل و اصحاب محمد      بود صلوات و تسلیات بجد  
 پس این کترین حمدِ خدام      سید کار و سیاه رو و بد انجام  
 دعائے میکند بعد از سلامے      خدا دار و شمارا شاد کائے  
 ز غم خویش برخیزد و بارِ بشید      بکار و بارِ خود ہشیار باشید  
 ز نورِ علم بس پُر نور باشید      ز اہلِ عمل مسرور باشید  
 طریقت را روایے بیشتر باد      گلستانِ حقیقت باد آباد  
 پیایے چشمِ عرفان بجوشد      از دہر کہتر و ہمت سر بنوشد  
 مئے توحید بار دایچو باران      بود بر در، نجوم باد و خواران  
 ز آفت زمان محفوظ باشید      بالطفِ خدا محفوظ باشید

ازیں مسکین و یتیم ان خدا یا  
 بفضلِ خویش پذیر این دعا را



# بائشتم

## جناب قبلہ عالم حضرت صلیح رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام

### جناب الحاج حضرت صوفی عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جناب صوفی صاحب کا اصلی مولد قصبہ لوٹاری ضلع مظفر نگر ہے جو قحانہ بھون ریوے شین سے تین کوس مشرق کی جانب واقع ہے۔ کچھ عرصہ سے محض فی اللہ درستوں کی سہولت کیلئے سہارن پور میں اقامت اختیار کر لی ہے۔ ادائل عمر میں تلاش معاش راولپنڈی شریف پہنچے اور ریوے ورکشاپ میں ملازم ہو گئے۔ قسمت نے یادری کی اور کسی دوست کی زبانی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف و کمالات سنے اور دل میں شوق پیدا ہوا۔ ایک دن حاضر خدمت ہو کر آپ کے حلقہ علانی میں داخل ہو گئے۔ بارہ سال تک راولپنڈی شریف میں قیام رہا۔ ہر روز کام سے فارغ ہو کر پہلے حضور عالی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا اور فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو بہتری منظور ہوتی ہے تو وہ کوئی نئی سبب پیدا کر دیتا ہے۔ اگرچہ ابتدا میں بوجہ بشریت انسان اس سبب کو اچھا اور بہتر نہ جانے۔ چونکہ خالق کو منظور تھا کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات سے مخلوقات عامہ مستفیض و مستفید ہو۔ سبب یہ بنایا کہ راولپنڈی شریف کی ریوے ورکشاپ سے حضرت صوفی صاحب کا ذریعہ معاش منقطع ہو گیا یعنی ملازمت چھوٹ گئی۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صوفی صاحب ملک برما کی طرف چلے جائے۔ مفسر کی جدائی کہاں منظور تھی اور یہ صدمہ ہجر و فراق کب گوارا ہو سکتا تھا۔ عرض کرنے



لگے کہ جناب جیسے بھی گزری گی۔ یہ چند روزہ زندہ گی ہمیں آپ کے قدموں میں گزار دوں گا۔ میرا دل  
 نہیں چاہتا کہ میں حضور کا دروازہ چھوڑ کر دُور چلا جاؤں۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 نے ارشاد فرمایا کہ اس میں جو فلاح و بہبودی مضمون ہے اور جو اسرارِ نہاں ہیں ان کے شیریں شہ  
 کا آپ کو بعد میں پتہ لگیگا۔ فقیر کا دل چاہتا ہے کہ آپ ضرور برما کی طرف جاویں۔ حضور عالی  
 کے متعدد بار فرمانے سے جناب صوفی صاحب مذکور کو بمصدق الاہل فوق الادب حکم ماننا  
 پڑا۔ اور جناب حضرت صاحب کی مبارک مجلس چھوڑنی پڑی جسوقت جناب حضرت صاحب نے  
 صوفی عبدالرحمن صاحب کو روانہ فرمایا۔ اسوقت عجیب کیفیت تھی۔ ادھر صوفی صاحب موصوف  
 زار زار روتے تھے کہ شاید زندگی میں پھر زیارت نصیب ہو یا نہ ہو۔ ادھر جناب حضرت صاحب  
 اور دیگر اہل مجلس بھی اس جدائی سے بہت متاثر تھے۔ اسی حالت میں آپ نے صوفی صاحب  
 کو روانہ فرمایا۔ اور چند دوست چکالک سٹیشن تک صوفی صاحب کو وداع کرنے کیلئے گئے  
 جب صوفی صاحب ملک برما میں پہنچے۔ تو رنگون سے نومیل کے فاصلہ پر بمقام انسن  
 درکشاپ میں ملازمت کے لئے کوشش کی۔ اس کارخانہ میں افسروں کا دستور تھا کہ جس  
 ستری کو کام پر لگاتے پہننے تو اس کا امتحان لیتے اور پھر ڈیڑھ دو سو روپیہ تک رشوت بھی  
 لیتے تب ملازمت پر لگاتے۔ مگر جناب حضرت صاحب کی دعا و توجہ کا اثر تھا کہ صوفی صاحب  
 کا نہ تو کسی نے امتحان لیا اور نہ ہی رشوت طلب کی۔ کارخانہ میں حاضر ہوتے ہی افسر کپانچ  
 نے نوکری دیدی۔ پورا ایک سال نوکری کرنے کے بعد جناب قبلہ عالم حضرت صاحب نے  
 نہا جوشی سے خلعت خلافت اور بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ اور بذریعہ مکتوب جناب حضرت  
 صاحب نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آپ کے دماغ پر ماہانہ میں یہی حکمت و صلیحت مضمون تھی جس  
 کے ظہور کا اب وقت آگیا ہے۔ کہ اس طرف کے لوگ بھی تمہارے فیض ظاہری و باطنی سے مستفیض  
 ہوں۔ چنانچہ حضور عالی کی دعا و توجہ کی برکت سے اول اول جو دست بیعت اور داخل طریق ہوئے  
 وہ حاجی رحمت اللہ صاحب ہیں۔ اس کے بعد بفضل ایزد منان سلسلہ دن بدن بڑھتا گیا۔ حتی  
 کہ اس غرض کے لئے حضور نے بذات خود تین چار مرتبہ برما کا سیر فرمایا۔ مخلص خدا کو اپنے  
 قدوم میمنت ازیم اور فیوض و برکات سے مالا مال فرمایا۔ ایک دفعہ اثناء سفر میں بمقام انسن



بوقت ہجرت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب نے صوفی صاحب کو فرمایا کہ آپ کے یہاں برہما  
 میں آنے سے کس قدر مخلوق خدا کو فیض ہوا حالانکہ جب آپ راولپنڈی سے بھیجے گئے  
 تھے تو آپ کو دہاں سے جدا ہونا کس قدر ناگوار و دشوار گذرا تھا۔ صوفی صاحب نے  
 عرض کیا کہ یہ سب کچھ حضور ہی کی دعا و توجہ کا اثر ہے ورنہ من آنم کہ من دافم۔  
 صوفی صاحب کے وجود باجود سے ریاستہائے شان اور برما و سیام ہی کے لوگ نہیں  
 بلکہ بے شمار مخلوقات ہندوستان میں بھی مستفیض ہوئی اور ہو رہی ہے۔ حق تعالیٰ ایسے با  
 برکت و ہموک تادیر سلامت رکھے۔ رابطہ اتحادی یہاں تک حاصل ہے کہ بمسداق سے  
 من تو شدم تو من شدم من تن شدم تو جا شدم تاکس نہ نگو یہ بعد ازیں من دیگر تو دیگری  
 آپ کی شیدہ مبارک بھی جناب حضرت صاحب کے نورانی چہرہ مبارک کے مشابہ ہو گئی ہے  
 بلکہ جس شخص نے ایک آدھ مرتبہ جناب حضرت صاحب کی زیارت کی ہو اگر وہ صوفی صاحب  
 کو دیکھے تو یہی سمجھتا ہے کہ حضرت صاحب یہی ہیں۔ اب ضعیف العمر میں اور سہارن پور  
 میں مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے وجود سے مخلوق کو فیض عظیم بخشے۔ آمین۔

## حضرت مولینا الحاج صوفی صافی مولوی شہناز صاحب

آپ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ کامل ہیں۔ بزرگ عالی نسبت  
 علم و فضل اور تقویٰ و حضور و صفائے وجودہ زمانہ کے مشاہیر اولیاء میں سے اعلیٰ مرتبہ  
 رکھتے ہیں۔ آپ کا مولد و مسکن مقام کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ ہے۔ صاحب جذبات  
 و کرامات ہیں۔ باوجود اس کمال کے ہمیشہ پختہ آپ کو پوشیدہ اور مستور رکھتے ہیں ہمیشہ  
 سیر و سیاحت اور سفر میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم رکاب رہے  
 طبیعت میں انکسار اس قدر ہے کہ اس دربار عالیہ کے ادنیٰ سے ادنیٰ غلام کو بھی مخدوم  
 جانتے اور اپنے آپ کو خادم گردانتے ہیں۔ جناب قبلہ عالم سیدی و مولائی حضرت  
 صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا اور زیارت فیض بشارت



روضہ اطہر جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے حضرت حاجی صوفی  
محمد نیاز الدین صاحب اور صوفی محمد حسین صاحب ہر دو کو اگرچہ خلافت و اجازت بیعت جناب  
قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عطا ہوئی مگر یہ دو حضرات جناب حاجی صوفی مولوی  
ثناء اللہ صاحب مذکور ہی۔ کہ دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اپنی سے نسبت ارادت  
و انابت رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اور بہت سے لوگ مولوی صاحب موصوف کی ذات سے  
مستفیض ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ خاص کر دربار عالیہ راولپنڈی شریف کے جملہ خدام کے  
حال پر خاص طور سے توجہات و الطاف مبذول فرماتے رہتے ہیں امید ہے کہ آئندہ بھی  
اسی طرح یہاں کے خدام کو اپنی توجہات عالیہ سے مشرف اور یاد و شاد فرمائے رہیں گے۔ اللہ کریم  
آپ کو اپنے برگزیدہ بندوں کے زمرہ میں بلند مراتب عطا فرماوے۔ اور آپ کی اولاد کو بھی  
اپنی کی پیروی کرنے والے بناوے۔ آمین ۴

## الحاج صوفی محمد نیاز الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

صوفی حاجی محمد نیاز الدین صاحب کا مولد و مسکن بھی مقام کوٹلی نو ماراں ضلع سیالکوٹ  
ہے۔ عرصہ سے بسلسلہ معاش بقام ہوڑہ متصل کلکتہ مقیم ہیں۔ توبہ و انابت تو مولوی ثناء اللہ  
صاحب کے ہاتھ پر کی مگر مشرف باجازت و خلافت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں  
بھی شرف اندوزی کا شرف حاصل ہے۔ کلکتہ اور اس کے مضافات بلکہ تمام بنگال اور دارجلینگ وغیرہ  
کی طرف آپ کا نہایت ارشاد اور فیض جاری ہے۔ اس ملک کے صغیر و کبیر بڑے اخلاص و  
عقیدت سے آپ کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ ہوڑہ میں ایک قدیم زمانہ کی مسجد جو مسمار و شہید  
ہو چکی ہوئی تھی۔ از سر نو وسیع پیمانہ پر نہایت عالیشان تعمیر کردالی ہے اور نام مسجد صوفیہ کریمیہ  
رکھا ہے۔ کمال ہمت و استقامت شریعت و طریقت تسلیم طالبان حق علی و علا فرما رہے  
ہیں۔ اللہم زد و زد فرزد کی دعا ہے ۵

مذکورہ بالا تحریریں ارشاد و فیض حضرت حاجی محمد نیاز الدین صاحب سے



حضرت مولانا و بالفضل اولیناراس المفتیرین استاد المدین فقہ عظم

الحاج ابو یوسف مولوی محمد شریف صاحب سلمہ ربہ

صاحب مذکور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر خلیفہ اور زمانہ حاضر کے علماء میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں حق تعالیٰ کی عنایت ازیں نے تحصیل علوم ظاہری کے بعد مولوی صاحب مذکور کو اپنی طلب کا درو عطا فرمایا اور خدائے تعالیٰ کی طلب ان کے رفیق حال ہو گئی۔ آپ نے راہ خدا کے لئے رہنما اور واقف راہ کی تلاش میں کمر ہمت باندھی۔ اور اکثر بلاد ہند میں اولیائے عظام اور فقرائے عالی مقام کی صحبت و خدمت میں حاضر ہوئے مگر آپ کا مقصود و مطلوب کسی جگہ سے حاصل نہ ہوا۔ آخر کار جذب الہی کی زبردست طاقت و قوت اور کشش نے جناب علامہ و رہنما مہر طالب صادق کو آستانہ عالیہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچا یا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر قلبی کی تعلیم سے ان کو مشرف فرمایا۔ اور ایسی تربیت فرمائی کہ جیسے حضرت علوم ظاہری میں کمال رکھتے ہیں ویسے ہی باطنی تکمیل میں سبقت لے گئے۔ آپ کمال ذوق و شوق سے اور بڑی انکساری و عاجزی اور اطاعت گزاری کے ساتھ اکثر دربار عالیہ میں حاضر ہوتے ہیں اور اندر وئے سعادت جو آپ کی جبلت و خصلت میں داخل ہے علوم اناس کے علاوہ خواص کے گردہ کو بھی مستفیض فرماتے رہتے ہیں۔ آپ بہت بڑے پایہ کے محدث و مفسر اور فقیہ اعظم ہیں۔ علم مناظرہ میں خاص دسترس رکھتے ہیں۔ فرقائے باطلہ و نابینہ نجدیہ شیوشیدہ اور فرقہ ضالہ مرزائیہ کی تردید میں بہت سے عمدہ رسائل تصنیف فرمائے ہیں علاوہ ازیں اکثر مسائل ضروریہ اور دینی امور میں متعدد کتب آپ کی تصانیف ہیں۔ تھہ کو تاہ کہ موجودہ زمانہ میں احناف کے لئے مولوی صاحب مذکور کا وجود باوجود ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جیسے صاحب قالہ میں اس سے بڑھ کر صاحب حال ہیں۔ خفتہ دلوں کو بیدار کرنے والے بہت سے قصائد عربی فارسی اور اردو میں لکھے ہیں جن میں سے اکثر گلزار نقش بند یہ میں درج ہیں۔ بالخصوص عربی قصیدہ نہایت بلیغ قابل داد اور بہت بلند پایہ ہے۔ حق تعالیٰ ان کے علوم ظاہری و باطنی سے اپنی



مخلوق کو فیضیاب فرماوے آمین۔ صاحب موصوف و ممدوح اور مذکور کا مولد و مسکن  
کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ ہے۔

## حضرت الحاج مولانا مولوی حکیم خادم علی صاحب سلمہ ربہ

حکیم خادم علی صاحب جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ کے خلفائے اکابر سے ہیں  
فضائل و کمالات ظاہری سے آراستہ اور مقامات طریقت و حقیقت سے پیراستہ ہیں  
آغاز جوانی میں عنایت ازلی نے فقر اور اہل اللہ کی محبت و عقیدت دل میں پیدا کی۔ مرشد  
کامل کے متلاشی تھے کہ اس سبب الاسباب نے ایسا سبب بنایا کہ انہی ایام میں جناب قبلہ  
عالم حضرت صاحب سیاحت فرما کر بمقام کوٹلی لوہاراں رونق افروز ہوئے جمعۃ المبارک کا دن  
تھا۔ جمعہ ادا کرنے کی خاطر مسجد میں حاضر ہوئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب اس وقت منبر  
پر رونق افروز تھے اور اپنے مواظظ حسنہ سے سامعین کو محفوظ و مستفیض فرما رہے تھے جب  
حکیم صاحب نے بھی حضرت صاحب کا کلام معجز بیان سنا جو کہ سامعین کے قلوب کو سحر کر رہا  
تھا۔ تو یہ حضرت بھی فریفتہ و شیفٹہ ہو گئے۔ جب وعظ ختم ہوا۔ اور جمعہ کی نماز سے فارغ ہو  
چکے تو حکیم صاحب موصوف صدق عقیدت اور کمال حقیقی اخلاص کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر  
داخل طریقہ ہو گئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی توجہ پاک کی برکت سے قلیل ہی عرصہ میں ان  
کا کام تکمیل کو پہنچ گیا۔ اور قبلہ عالم حضرت صاحب نے خلافت بھی عطا فرمائی جناب حضرت صاحب کے  
بڑے منظور نظر میں شعر و شاعری سے بھی رغبت رکھتے ہیں۔ وعظ فرماتے وقت تقریر ایسی جوتہ فرماتے  
ہیں کہ سب ان اللہ موقہ بموقہ شعر پر شعر نہایت موزون گویا کہ شعرا کے حافظ ہیں۔ اسی وجہ سے جناب  
قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہیں ابوالکلام کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے جناب  
حکیم صاحب مذکور کے اشعار و لغز عشق و محبت حقیقی سے خیر یافتہ اور درد و سوز سے  
لبریز ہوتے ہیں۔ آپ کے اکثر قصائد اور اشعار گلزار نقشبندیہ میں موجود ہیں۔ کوٹلی لوہاراں  
مغربی ضلع سیالکوٹ، آپ کا مسکن ہے۔ حکمت میں دستگاہ تامل رکھتے ہیں۔ اور اعلیٰ



ہر جس کے حکیم عاذق میں یہ مخلوق خدا کی خدمت میں شب و روز بسیج و قیام مصروف رہتے ہیں۔  
اور اس شعر کے پورے پورے مہداق میں سے

طریقت بحر خدمت خلق نیست      بتسبیح و سجادہ و دلق نیست

ظاہری امراض کے علاج میں جیسے ماہر ہیں۔ اس سے بڑھ کر باطنی امراض کے بھی معالج  
میں اللہ تعالیٰ ایسے فیاض اور صادق دوستوں کو تادیر سلامت باکرامت رکھے۔  
اور ان کے ذریعہ سے فیض کریں کہ وہ دن بدن ترقی و عروج بخشنے۔ آمین

## حضرت مولوی فضل احمد رضا سلمہ ربیہ

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام میں سے ہیں۔ ابتدا میں  
چند کتب و بی مولوی محمد غوث صاحب کنہ بانٹھ سے پڑھیں۔ اس کے بعد گوچر خان چلے گئے  
وہاں تاحضنی عبد العزیز صاحب سے قرآن مجید اور دیگر چند کتب پڑھیں۔ دل میں تماشہ بہر  
کمال کا شوق پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت و بیغایت آپ کے شامل حال ہوئی اس وقت  
انہیں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوا افضل و اکمل اولیا اور کوئی نظر نہ  
آیا۔ آپ کے آستان عالی شان پر حاضر ہو کر نہایت ذوق و شوق سے عقد غوی میں  
داخل ہو گئے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہونہار نوجوان کو ذکر کی تعلیم  
بڑی محبت و شفقت سے سکھا کر ایسی توجہ فرمائی کہ آپ کا دل دنیا سے سرد ہو گیا۔ اور  
اعضا میں لرزہ اور وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ بیعت ہونے کے کچھ عرصہ بعد توپ خانہ  
نمبر ۲ میں فوجی ملازمت اختیار کر لی۔ اس توپ خانہ میں حافظ احمد دین صاحب بڑے  
ستقی اور پرہیزگار ماہر تھے۔ ان سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔ محبت ذکر الہی نے یہاں تک  
غلبہ کیا کہ دیوانہ وار ذکر جہر بڑے جوش و خروش سے کرتے۔ اسی حالت میں کئی مرتبہ  
حضور عالی کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوئے اور استغاثہ  
حاصل کرتے رہے۔ آخر کار ذکر اللہ کی لذت و غلبہ نے فوجی ملازمت ترک کرانی



استغفی وے کر لازمیت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس وقت اس قدر جوش تھا کہ نہایت شدت کی سردیوں میں تہجد کے وقت صرف ایک صل کا کرتے پہنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر سورہ یوسف کی تلاوت فرمایا کرتے اور ان کو ذرہ برابر سردی محسوس نہ ہوتی۔ ذکر تہجد میں گھنٹوں معروف رہتے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خاص نظر شفقت تھی ورنہ اس قدر جوش و خروش میں مجذوب ہو جانے کا احتمال تھا۔ کچھ غرضہ ریاضات شاقہ اور مجاہدات میں بسر کیا۔ بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ دربار عالیہ میں حاضر ہوتے اور فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ آخر کار جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر آپ کے حال پر مبذول ہوئی۔ اور مرتبہ کمال و تکمیل کو پہنچے خلعت خلافت عطا ہو گئی۔ علما اور صلیحا و عوام ان س میں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہے۔ اور آپ کی صحبت نہایت ہی مؤثر اور غایت درجہ مقبول ہے۔ ارشاد و تبلیغ میں اکثر مشغول رہتے ہیں اور خاص و عام میں بڑے مشہور و معروف ہیں۔ جب کلمہ نفی اثبات کا ذکر جہر فرماتے ہیں تو غفلت شعاروں کو بیدار اور مردہ دلوں کو زندہ دل کر دیتے ہیں۔ گویا کہ وحدت کا دریا جوش میں آجاتا ہے ہزار ٹانہیں بلکہ بے شمار مخلوق ان کے فیض سے فیضیاب ہو رہی ہے۔ جہلم، میانوالی، سرگودھا، لائل پور اور جھنگ کے اطراف میں بہت سی مخلوق نے آپ کے وسیلہ سے ہدایت یابی اور پارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات و کمالات کو دن بدن زیادہ کرے۔ آمین۔

## میاں محمد عبد اللطیف صاحب سب حج

میاں صاحب ناہور کے رہنے والے ہیں۔ اور گلہ سول کے ایک ممتاز عہدہ سب حج درجہ اول پر متمکن ہیں۔ جب پہلی مرتبہ حاضر ہوئے۔ تو اس وقت کا ذکر ہے کہ خطان میں متعین تھے۔ غایت ازلی نے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی عقیدت ان کے دل میں پیدا کی۔ چند دنوں کی رحمت لیکر طلب حقیقی اور صدق عقیدت و سچی ارادت کے



ساتھ آستان عرش نشان پر حاضر ہوئے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب اُس وقت عید گاہ  
 اپنے باغ میں رونق افروز تھے۔ حضرت نج صاحب بھی وہاں جایا نہیجے۔ سادہ لباس معمولی  
 سا ایک فقیرانہ بستر پر بغل میں دبایا ہوا ایک ہاتھ میں دھو کر لئے والا آفتاب لئے تھے  
 السلام علیکم وعلیکم السلام کے بعد جیسا کہ دستور ہے نو وارد شخص سے دریافت کیا گیا  
 کہ کہاں سے تشریف لائے اور کس مطلب اور کس غرض سے آئے کہنے لگے ملتان  
 سے آیا ہوں۔ عبداللطیف نام ہے۔ لاہور کا رہنے والا ہوں۔ بسلسلہ طاز مت اسجکل ملتان  
 سب نج لگا ہوا ہوں۔ اور اس دربار دربار میں یہ غرض لے کر آیا ہوں کہ میرا دل بیمار ہے  
 آپ کے متعلق معلوم ہوا تھا۔ کہ طیب امراض روحانی میں لہذا اپنے بیمار قلب کو ایک پریش کر دینا  
 اپنا کام تھا جو کر دیا۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام حقیقی طلب اور صدق عقیدت سے آئے  
 ہوئے جو انہر کی گفتگو کام کر گئی۔ راقم الحروف بھی اس وقت موجود تھا۔ جب نج صاحب کا عہدہ  
 سنا اور حالت فقیرانہ و درویشانہ دیکھی تو دل باور نہیں کرتا تھا۔ کہ اس زمانہ کا بی۔ اے تعلیم یافتہ  
 اور عہدہ جی پر متعین پھر طبیعت میں یہ انکساری و عاجزی۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کو اس  
 طالب اللہ جو انہر کی گفتگو اور غرض و غایت سے بڑی خوشی ہوئی۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب  
 نے دریافت فرمایا کہ رشوت تو نہیں لیا کرتے پس نہ نج صاحب کا وجود لرزہ گیا۔ اور عرض کرنے  
 لگے کہ جناب میں خود تو بفضل خدا اس رشوت سے بچا ہوا ہوں۔ عمل کی نگہداشت مشکل ہے۔  
 اس کے بعد جناب قبلہ عالم حضرت صاحب نے فرمایا کہ دل بیمار کا علاج تو انشاء اللہ تعالیٰ ہو  
 جائیگا۔ شرط یہ ہے کہ جس طرح کہا جاوے گا اس پر عمل کرنا پڑے گا۔ طالب حقیقی ارادت سے آیا  
 ہوا کہ دروغ کر سکتا تھا۔ کہنے پر عمل تو درکنار وہ تو بمصدق اس شعر کے  
 اگر خلکے ازیں کو پس آید مرابتر چنندیں انسر آید  
 جان و دل دے چکا تھا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب نے نج صاحب کو داخل طریقہ فرمایا۔  
 جیسے مرید صحیح عقیدت اور طلب راسخ لیکر آیا تھا ویسے ہی مرشد کامل نے بھی توجہ پال کی برکت  
 سے بہت جلد کام بنادیا۔ اور خلافت عطا فرمائی۔ ملتان سے تبدیل ہو کر کرنال گئے۔ وہاں کے  
 لوگوں کو اپنے فیوض و برکات سے مستمع فرمایا۔ اور پھر وہاں سے تبدیل ہو کر تحصیل اودھ ضلع



ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو خانہ خدا یعنی مسجد سے اُنس و محبت ہوا کرتی ہے جیسے کہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے کہ مومن شخص مسجد میں ایسا ہوتا ہے جیسے پھل پانی میں۔ یعنی پھل کی زندگی پانی پر منحصر ہے۔ لہذا وہ پانی میں خوش ہوتی ہے مومن کی روحانی زندگی بھی ذکر الہی سے غالب ہے۔ اور مسجد ذکر الہی کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ حج صاحب مذکور بھی جب اُونے پہنچے تو فرایض منہی سے فراغت پا کر مسجد کی تلاش میں نکلے جب دریافت کرتے ہوئے مسجد میں پہنچے تو اس کی خستہ و شکستہ حالت دیکھی۔ مدتیں گزر گئیں کہ کبھی کوئی آدمی نماز کے لئے بھی داخل نہیں ہوا تھا۔ پڑوسیوں سے جھاڑو مانگا اور مسجد صاف کی۔ وضو کیا اذان دی۔ وہاں کے لوگوں کو اپنے پند و نصائح اور مواعظ حسنہ سے بیدار کیا۔ جمعہ پڑھنا جاری کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اُونے کے بہت سے لوگ ان کے فیضانِ صحبت سے نیک و صالح اور خدا یاد بن گئے۔ اور خواب غفلت سے بیدار و ہوشیار ہو گئے۔ کچھ عرصہ وہاں ٹھہرے پھر کانگریس میں تبدیل ہو گئے۔ الغرض بہت سی مخلوق جو دریائے غفلت میں مستغرق تھی۔ آپ کے ذریعہ سے ساحلِ دوام حضور پر پہنچی۔ اور صحرائے ضلالت کے سرگردان آپ کے توسط سے شاہراہِ ہدایت و سیرت پر آ گئے۔ طبیعت میں انکسار و تواضع حد بیان سے باہر ہے باوجود ایک اعلیٰ درجہ کے حاکم ہونیکے اس درجہ غالب ہے کہ جو بمصداق ”شہیدہ کے بودمانند دیدہ“ واقعی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ صاحب مذکور کو دیکھ کر حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ کی یہ دعا یاد آجاتی ہے

از خدا خواہسیم تو فبق ادب بے ادب محروم گشت لطف رب

اسی ادب اور تواضع کے طفیل اللہ کریم نے وہ نعمت عطا فرمائی جو اپنے خاص بند کو عطا فرماتا ہے۔ من تواضع لله رفع الله بخدمت گزار ایسے ہیں۔ گویا انہی کا حصہ ہے۔ اسی خدمت نے خدمت بنادیا ہے ہر خدمت کردار و خدمت شدہ حتیٰ تعالیٰ اس جو انمرد مخلص کو اپنے برگزیدہ بندوں کے زمرہ میں خاص الخاص مراتب و درجات عطا فرماوے۔ آمین



## مخلص باللہ حاجی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا وطن مقام اوپلیٹ ملک کاٹھیاواڑ ہے کار و بار میں سلسلہ میں ادائے عمر سے ہی رنگون ملک برما میں مقیم ہیں۔ وہیں کار و بار بھی کرتے ہیں اور اپنے رہائشی مکانات وغیرہ بھی وہیں بنائے ہیں جس زمانہ میں حضرت حاجی صوفی عبدالرحمن صاحب کو راولپنڈی شریف سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملک برما کو روانہ فرمایا تھا۔ اس زمانہ میں جناب صوفی صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے جس وقت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے رنگون شریف سے گئے تو جناب حاجی رحمت اللہ صاحب نے تھوڑے سے عرصہ میں جناب حضرت صاحب کی صحبت سے فوائد کثیرہ اور احوال و مقامات عظیمہ اور درجات عالیہ اپنی بلند ہمتی اور مبارک فطرت و خصلت سے حاصل کر لئے اور جناب حضرت صاحب نے اپنی قوت تصرف اور توجہات وافرہ سے ان کا کام بنادیا۔ اور خلافت و اجازت سے بھی مشرف فرمایا۔ الحمد للہ کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات کی برکت سے حاجی رحمت اللہ صاحب شریعت و طریقت میں کمال استقامت رکھتے ہیں اور ارشاد خلفاء کواجال لا تلیمہم تجارۃ وکالبیع عند ذکر اللہ کے حقیقی معنی میں حاجی صاحب مذکور کی ذات سے بہت سی مخلوق کو فیض پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ زیادہ اپنے فیض کا دریو بناوے۔ آمین ۛ

## حافظ دین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام اور مقبولین سے ہیں موضع گاڑ جو کہ راولپنڈی شریف سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں کے رہنے والے ہیں۔ علوم دینی میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ سادگی یہاں تک کہ کسی کو گمان تک نہیں گزرتا کہ یہ عالم و فاضل ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ قرآن مجید بہت ہی عمدہ



اور دلپذیر لہجہ میں ترنیل سے پڑھتے ہیں۔ آغاز جوانی میں مرض عشق مجازی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ ان کے کسی خیر خواہ نے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں آکر عرض کی کہ ایک نوجوان حافظ قرآن کا یہ حال ہے۔ اس کے حال پر توجہ فرمائی جاوے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا بھی فرمائی اور ایسی توجہ کی کہ حافظ دین محمد صاحب حاضر خدمت ہو کر سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ اور طریقہ عالیہ کی تعلیم حاصل کی اور سعادت قبول سے مشرف ہوئے۔ پوری کوشش کے ساتھ باطنی شغل میں مشغول ہو گئے۔ اور کمال ہمت کے ساتھ مرشد کمال کی نسبت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پرانے اور سابقہ خیالات اور احباب ہمیشہ سوز کو خیر باد کہا اور ان کی صحبت کو چھوڑا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی توجہ کی برکت سے درجہ کمال کو پہنچے۔ اور خلعت خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی ان کے حال پر بہت کچھ توجہ و التفات تھی۔ بیٹی کی طرف کئی بار سیر و سیاحت بھی کی اور اس طرف اکثر لوگوں کو خدا کا راستہ دکھایا۔ علوم دینیہ کا بہت شغف رکھتے ہیں، خدیوت میں سادگی اور بے تکلفی ہے۔ وعظ بہت عمدہ اور نہایت پُر تاثیر فرماتے ہیں جو کہ سنا حین کو نہایت ہی مرغوب ہوتا ہے اور موثر بھی ہوتا ہے۔ اللہ کریم ان کے ذریعہ سے فیض کرے گی کہ نوری و شریعتی بخشے۔ آمین :-

## حاجی صوفی میران بخش صاحب سلمہ

صوفی صاحب مذکور اکثر طالبان اللہ اور مریدوں کی ہدایت و تربیت میں مشغول رہتے ہیں۔ عالم جوانی سے طلب حق میں سامی تھے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اقتساب علم باطن کا شرف حاصل کیا۔ اور مدت مدید کمال صبر و استقامت اور ہمت سے جناب حضرت صاحب کے آستانہ عالیہ میں حاضر رہ کر خوب خدمت کی۔ دوسری مرتبہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے اس مبارک سفر میں قبلہ عالم کی محبت اور خدمت کا شکر ایکو حاصل ہے اور اسی خدمت کے طفیل حج و زیارت بیت اللہ اور زیارت روضہ پاک جناب صاحب



لولاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی فائز اور مشرف ہوئے۔ اُمی ہیں مگر پیر و مرشد کامل کی توجہ کے طفیل خاص اثر رکھتے ہیں۔ شریعت کے بڑے پابند ہیں۔ اجازت اور خلافت کا شرف حاصل ہے کراچی اور اس کے اطراف کی بہت سی مخلوق کو انہی کے ذریعہ سے فیض پہنچا ہے۔ عرس شریف پر تمام دوپختوں کی خاص طور پر خدمت کرتے ہیں اب ضعیف ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دیر تک سلامت باکرامت رکھے۔ اکثر سیر و سیاحت ہی میں رہتے ہیں۔

## الحاج مولوی محمد یوسف صاحب میرپوری سلمہ

مولوی حاجی محمد یوسف صاحب جناب سید عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص مریدوں اور مقبول و منظور نظر احباب سے ہیں اور اجازت یافتہ خلیفہ ہیں۔ آپ کا مولد و مسکن شہر میرپور واقع ریاست جموں ہے ولولہ شوق اور غلبہ عشق میں جناب حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ مدتوں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی اطاعت میں کمر بستہ رہ کر کمالات و مقامات کا اکتساب کیا اور دولت خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ بہت فقر کی خدمت میں حاضر ہوتا اور پھر تار مار کر اپنے درد کی دوا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی نظر شفا بخش کے سوا کہیں نہ دیکھی۔ طبیعت مسکینی اور فقر کی دولت سے معمور رکھتے ہیں توجہ میں خاصہ اثر ہے۔ میرپور و اطراف کے لوگوں کو ان کی ذات والا صفات سے بہت فیض ہوا ہے۔

## الحاج مولوی دیوان علی صاحب سلمہ

حاجی مولوی دیوان علی صاحب قصبہ موہری تحصیل کھاریاں ضلع گجرات پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ ابتدا میں فوجی ملازم تھے جناب حضرت صاحب کے بہترین اور مخلصین مریدوں سے ہیں سعادت ازلی نے رہنمائی کی اور جناب حضرت صاحب کی خدمت عالیہ تک رسائی ہو گئی۔ نہایت



خلوص و محبت اور عقیدت سے داخل طریقت ہو کر قبولیت سے مشرف ہوئے نہایت  
متشرع اور صاحب تقاضا میں۔ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ اطہر صلی اللہ علیہ  
وسلم سے بھی بدعاے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب فائز ہوئے ہیں۔ جناب قبلہ عالم حضرت  
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طہارت سے تعلیم طریقت سکھانے کے لئے مودون ہیں۔ اکثر خواب  
غفلت میں سرشار لوگوں کو دعوت الی الحق دیکر بیدار و ہوشیار کرتے رہتے ہیں۔

## حافظ مولوی محمد اکبر صاحب سلمہ ربیہ

ضلع گجرات پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ مدت لاہور چوک مٹی نیویں مسجد میں خطیب  
میں۔ قرآن مجید کے حافظ ہیں۔ قرآن مجید نہایت ترتیل و تجوید سے پڑھتے ہیں۔ کتابت  
کا کام کرتے ہیں۔ بندہ مسکین جب کبھی لاہور جاتا اور نیویں مسجد میں نماز ادا کرنے کا اتفاق ہوتا  
تو حافظ صاحب مذکور سے فقرا اور اہل اللہ کے متعلق گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا۔ ایک مرتبہ  
جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام بھی چوک مٹی میں ہوا۔ بندہ حسب معمول حافظ صاحب  
کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ بندہ کے پیر و مرشد جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ  
علیہ تشریف لائے ہیں۔ غرض کچھ وقت باہم گفتگو ہوتی رہی۔ اور بندہ کے ہمراہ جناب حافظ  
صاحب جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔  
الحمد للہ کہ بندہ کی کوشش کارگر ہو گئی اور حافظ صاحب کو جناب حضرت صاحب نے طاہری باطنی  
حافظ بنا دیا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے کمالات و تصرفات سے جب آگاہ ہوئے تو ذوق  
و شوق نے دل پر خاص غلبہ کر لیا۔ وہ للہیت اور خلوص اور عقیدت راسخ کہ جن سے حافظ  
صاحب متصف ہیں ان کی بدولت اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی توجہات خصوصی کے  
طفیل تھوڑی سی مدت میں اس قدر ترقی کر گئے کہ مراتب و درجات کمال کو پہنچے۔ پس جناب  
حضرت صاحب نے بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ اور نیز ارشاد فرمایا کہ وہاں لاہور  
میں ختم شریف بھی پڑھا کرو۔ اور حلقہ ذکر کی مجلس بھی کیا کرو۔ تاکہ وہاں کے دوست ذکر الہی



اور فی اللہ محبت میں ہر شیار و بیدار ہیں۔ انتہائی محبت اور عشق کامل کی وجہ سے بہت جلدی جلدی جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر فیوضات اور انوارات سے بہرہ مند ہوتے رہے اور اکثر بذریعہ خطوط اپنے احوال سے اطلاع دیتے اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب سے ان کے جوابات پا کر استفادہ حاصل کرتے رہے بلکہ اب تک بدستور اسی طریق پر عمل پیرا ہیں۔ اور اعتقاد ایسا کامل و پختہ ہے کہ سبحان اللہ جناب حضرت صاحب کے وہ کمالات جو انہوں نے بچشم خود دیکھے ہیں انہوں نے عجیب حالت بنا دی ہوئی ہے۔  
 یزین کہ نشان کف پائے تو بود سالہا بچہ گاہ صاحب نظران خواہ شد  
 حافظ صاحب مذکور کی صحبت میں عجیب اثر ہے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے بہت سی مخلوق کو مراد مستقیم کی ہدایت بخشنے۔ آمین ۛ

## سید عالم شاہ صاحبؒ

سید عالم شاہ صاحب کا مولد و مسکن قصبہ ڈیرا چانوا ضلع گجرات ہے۔ سادات سے ہیں۔ آپ کی پہلی نعت جناب پیر حیدر شاہ صاحب جلاپوری سے ہے جو اپنے زمانہ کے ولی کامل تھے۔ جناب پیر حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے الطاف سید عالم شاہ صاحب پر بہت تھے۔ حیران کی تکمیل مراتب سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ تکمیل مراتب اور مقامات سلوک کے منازل طے کرنے کے لئے رہبر کامل و اکمل کی توجہات اشد ضروری ہیں چندے تلاشی ہے مگر کہیں تسلی و تشفی نہ ہوئی۔ آخر کار دعا و استخارہ کیا اور ندائے غیبی آئی کہ آپ کا مقصد براہیندہ شریف جناب قبلہ عالم حضرت حافظ جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے سے حاصل ہو گا۔ اور جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کشف سے تمام معاملہ معلوم ہو گیا۔ سید عالم شاہ صاحب یقین راسخ اور صدق عقیدت سے اور بڑی انکساری اور نہایت تواضع کے ساتھ حاضر خدمت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور مرشد کامل کی پہلی ہی توجہ مبارک نے کام بنا دیا۔ چونکہ سید عالم شاہ صاحب استفادہ بلند رکھتے



تھے بہت جلد اپنے مقصد میں فائز المرام اور شاد کام ہوئے۔ ہدایت و ارشاد اور تعلیم و ترقی  
 نقشبندیہ کی اجازت عطا ہو گئی۔ سید عالم شاہ صاحب بے نظیر ہستی میں ہمیشہ جناب قبلہ  
 عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الطاف و اکرام کے امیدوار رہے ہیں۔ امور شریعہ  
 میں راسخ القدم ہیں۔ توکل میں کامل اور عالی ہمت ہیں حضور جمعیت کی نعمت کا شرف  
 رکھتے ہیں۔ اور آداب سلف کا نمونہ ہیں۔ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آ جاتا ہے۔  
 اللہم زدہ فز دہ

## سید فضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سید فضل شاہ صاحب ساکن ڈھریالہ جالپ تحصیل پنڈ دادن خاں ضلع جہلم کے رہنے والے  
 ہیں۔ علم دینی میں بہرہ کامل رکھتے ہیں۔ محبت و اخلاص سے پُر ہیں۔ قسمت نے یاوری کی  
 نہایت ذوق و شوق سے جناب حضرت صاحب کی خدمت عالیہ میں بڑے ادب و تعظیم  
 سے حاضر ہو کر اخذ طریقہ و مقامات مجددیہ حاصل کئے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ  
 علیہ ان کے حال پر نہایت غنایات فرمایا کرتے اور فرماتے کہ شاہ صاحب آپ کے نور  
 نسبت اور فیض صحبت سے عالم منور ہو گا۔ الحمد للہ کہ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ شاہ صاحب مذکور  
 بفضل خداوند کریم نہایت ہی کثیر الذکر و العبادت میں اور نہایت صبر و توکل سے ہمہ اوقات  
 یاد خدا میں بسر کرتے اور طالبین اللہ کی رشد و ہدایت میں مصروف رہتے ہیں۔ عطا و اجازت  
 و خلافت سے مشرف ہیں۔ عطا و خلعت خلافت کے وقت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ  
 علیہ نے فرمایا کہ مخلوق خدا کو اللہ کی بھلائی کے لئے خالق کی طرف بلانا۔ اس راستہ میں اگر  
 تکالیف بھی پیش آئیں تو نہایت ہمت سے صبر و شکر کے ساتھ کام لینا۔ اگر ایک دوست بھی  
 خدا یاد ہو جائے۔ تو نہایت سعادت ہے۔ نیز یہ کہ اللہ کا ذکر بڑی دولت اور نعمت عظمیٰ ہے  
 اس کی قدر کرنا لازمی امر ہے۔ ظاہر و باطن کا ایک کبھی بھی ختم نہ ہونے والا خزانہ ہے۔ اس کی  
 محافظت کرنا اور حقیقی مصروف میں دریغ نہ رکھنا۔ الحمد للہ کہ حضور غالی کے فرمان واجب الاذعان کے



سقا بقی شاہ صاحب موصوف عمل پیرا میں۔ اللہ تعالیٰ زیادہ زیادہ توفیق بخشے آمین

## سید راجن شاہ صاحب کلمہ ربیہ

سید راجن شاہ صاحب موضع کمانوالہ متصل سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں۔ محکمہ فوجی ہسپتال میں ملازم تھے۔ جس قسمت سے دل میں طلب حق کا دلولہ پیدا ہو گیا۔ فخلص فی اللہ مولوی نیاز اللہ صاحب سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے اوصاف حمیدہ اور کمالات عالیہ سنے اور بڑے شوق و ذوق سے حاضر خدمت ہوئے۔ اپنی طلب راہ خدا کے باب کا اظہار کیا جاتا قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ اگر طلب حق سچا حقیقی رکھتے ہو۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے درد کی دوا ہو جائیگی۔ مگر ثابت قدم اور محکم رہنا۔ گرمی سردی سہی پڑیگی۔ چونکہ طالب صادق تھے۔ شرف قبولیت سے مشرف ہو گئے۔ اور مورد الطاف و عنایات خاص بن گئے۔ اسی محکمہ میں ایک ڈاکٹر جو مرزا قادیانی کا معتقد تھا۔ ملازم اور ان کا انچارج تھا۔ اس نے شاہ صاحب مذکور کو صراط مستقیم سے پھرا کر مرزائیت کی ترغیب و تحریص دینے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا تھا۔ اکثر ہی تذکرہ رہتا تھا۔ ایک دن اس ڈاکٹر نے شاہ صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ ابھی تک مرزا صاحب کے متعلق کچھ شک شبہ باقی ہے۔ شاہ صاحب نے جواب دیا۔ کہ ہاں جناب کچھ شک ہی سا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ شاہ صاحب تو پھر ستارہ کیجئے۔ تاکہ حقیقت و اصلیت آپ پر منکشف ہو جاوے۔ شاہ صاحب نے استخارہ کیا۔ اور عامانگی۔ تو یہ امر ظاہر ہوا کہ بہت گدھے ہیں جن میں سے ایک سب سے زیادہ متنفر ہو گئی۔ اور تمام قصداً اس ڈاکٹر سے بیان کیا جس کو سنکر وہ بہت شرمندہ ہوا۔ اور آئندہ کے لئے مرزائیت کی ترغیب دینے سے بند ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک یہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ پاک کی برکت تھی جَاءَ الْخَوُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ سید راجن شاہ صاحب کے حال پر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب اکثر الطاف کریمانہ مبذول فرماتے رہتے تھے۔ خلعت خلافت و اجازت سے بھی مشرف فرمایا۔ سید راجن شاہ صاحب بھی نہایت اخلاص اور ادب و تعظیم سے خدمات کیا لارہے ہیں۔

میرا ہے جس پر کتابیں لکھی ہوئی ہیں۔ شاہ صاحب نے دریافت کیا تو جواب ملا کہ یہ مرزا قادیانی ہے۔ یہ دیکھ کر طبیعت پہلے سے



اللہ تعالیٰ مقامات سنجیدہ اور احوال پسندیدہ سے سرفراز و ممتاز فرماوے آمین ۛ

## صوفی حاکم الدین صاحب تہذیب

صوفی حاکم الدین صاحب موضع منگلیاں متصل پسرور ضلع سیالکوٹ کے باشندے ہیں کچھ مدت تک سیالکوٹ چھاؤنی میں درزی کا کام کرتے رہے۔ اب کچھ عرصہ سے شہر لاہور چھائی ہر دائرہ میں سکونت اختیار کر لی ہوئی ہے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے پرانے اور قدیمی دوستوں سے ہیں۔ اجازت و خلافت سے موزون ہیں اس طرف کے اکثر لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار و ہوشیار کرنے کا ذریعہ و وسیلہ ہوئے ہیں۔ نرم کلام اور انکسار نہ طبیعت رکھتے ہیں۔ خلوص و عقیدت سے معمور ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس نعمت میں دن بدن ترقی اور اس پر دائمی استقامت بخشے آمین ۛ

## مولوی نور حسین صاحب تہذیب

مولوی نور حسین صاحب کا مولد و مکن موضع موسیٰ متصل حضرت ضلع کامل پور ہے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی زیارت اور صحبت سے مشرف ہوئے۔ آنجناب کی خدمت شریف میں حاضر ہونے پر دل نے آرام پایا اور اطمینان قلبی و تسکین کی دولت میسر ہوئی۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنا اختیار کیا اور تلقین ذکر کی سعادت حاصل کی۔ حالات و نسبت نقشبندیہ سے مشرف ہوئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب قدس سرہ کے فخلص مریدوں اور مقبول و منظور نظر خادموں سے ہیں اور اجازت یافتہ خلیفہ ہیں۔ بھلائی ضلع سرگودھا وغیرہ کی طرف ان کے بہت سے بہت لوگوں کو فیض پہنچا ہے۔ مولوی صاحب مذکورہ موصوف جسم محبت و خلاص ہیں۔ اللہ ہم ذرہ ذرہ باوجود یکہ علوم دینیہ میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ بحر طبیعت میں بہت سادگی ہے اور ہمیشہ درویشانہ صورت میں رہتے ہیں۔ جب کبھی عید گاہ میں تشریف







## الحاج مولانا مولوی محمد سعید صاحب کاشغری سید

آپ مشرقی ترکستان کے شہر یارقند کے رہنے والے ترک بزرگ ہیں۔ جبکہ دوسری مرتبہ ۱۹۱۱ء میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب حج بیت اللہ شریف اور زیارت حاضری مدینہ منورہ کیلئے تشریف لے گئے تویہ بزرگ بھی اس سفر میں ہمراہ تھے۔ اثناء سفر میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور ذہنی و فنیہ و شہید ہو گئے۔ تمام سفر آپ کی خدمت میں حاضر رہے اور آپ کی علیحدگی گوارا نہ کی۔ بڑے جید دینی عالم ہیں۔ عربی اور فارسی میں گفتگو کر لیتے ہیں جناب قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اثناء سفر میں جب تلاوت قرآن مجید فرماتے تو یہ صاحب پیچھے بیٹھ کر آپ کی قرأت سنتے اور نہایت محظوظ ہوتے۔ اکثر عشق و محبت کے سوز و گداز سے نالہ و فریاد میں مصروف رہتے۔ آخر کار جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی خدمت میں مودبانہ و عاجزانہ ملتجی ہوئے کہ اپنی غلامی میں منظور و قبول فرمائیے۔ چونکہ طالب اللہ نہایت تشریف اور متقی شخص تھے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب نے بھی ان کی استدعا کو قبولیت کا شرف بخشا اور داخل طریقہ فرما کر تعلیم شغل باطنی کی دی۔ اسی سفر میں قندھار سے عرصہ کے اندر ایسی توجہ فرمائی گئی کہ صاحب موصوف منازل سلوک طے کر کے برج تخیل کو پہنچ گئے جب سفر حج سے واپس تشریف لائے تو ان کو اجازت بیعت اور خلافت عطا فرما کر اپنے وطن کی طرف رجعت کیا۔ اس کے بعد دو مرتبہ یہ بزرگ کاشغری سے راولپنڈی تشریف صرف جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ ایک مرتبہ ان کا قافلہ مندھار میں چار پانچ مستورات بھی تھیں۔ بچان اللہ و بچدہ فی اللہ محبت و عقیدہ سن میں کس قدر کشش ہے۔ کہاں سے کہاں بیجا دیتی ہے ان کا یہ دور و دراز سفر محض جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات کے لئے تھا۔ صاحب مذکور بڑے اخلاص و محبت اور عقیدت والے تھے۔ بہت عرصہ سے ان کی خبر نہیں ملی اور نہ ہی پھر وہ خود آئے ہیں۔ پہلے کچھ عرصہ سلسلہ خط و کتابت بھی جاری تھا۔ ان کے ذریعہ سے مشرقی ترکستان میں بہت فیض پھیلا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو فروغ ہوا۔



## بندہ مسکین عالم الدین

اس قابل نہیں کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ادنیٰ سے ادنیٰ غلاموں میں بھی شمار ہو سکے۔ چہ جائیکہ خلفاء عظام کی صف میں داخل ہو سکے۔ مگر یہیں خیال کہ سب

رنگ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں اُنت دردم شد  
ان بزرگواروں کے غلاموں میں شمار ہو کر نجات پاسکے۔ بندہ موضع بھڈیار تحصیل پسرور ضلع  
سیالکوٹ کا رہنے والا ہے۔ حصول تعلیم کے لئے لاہور گیا۔ وہاں جس جگہ بندہ پڑھتا تھا  
وہیں مولوی محمد حسین صاحب پسرور بھی پڑھتے تھے۔ مولوی صاحب موصوف حافظ فتح الدین صاحب  
زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جو حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے

ان سے ملاقات ہونے پر اس سلسلہ میں داخل ہونے کا شوق دامنگیر ہو گیا۔ نیز اولیاء  
کرام کے حالات کتابوں میں ملاحظہ کرتے وقت جب حضرات ابوالحسن خرقانی و بہاؤ الدین  
نقشبندہ علیہما السلام و مجدد صاحب وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم جمعین کے حالات پڑھتا تو  
طبیعت میں ایک کشش اور محبت پیدا ہو جاتی۔ جب مولوی صاحب کے پاس شجرہ خواجگان دیکھا  
تو پھر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کہ ہر سہ بزرگوار اسی سلسلہ کے بزرگواروں میں سے ہیں۔ عرض تعلیم

سے فارغ ہو کر مولوی صاحب پسرور نوکر ہو گئے اور بندہ کا آب و دانہ بصیفہ ملازمت  
گو جوالوالے آیا۔ مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ کہ جب حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب  
رحمتہ اللہ علیہ پسرور تشریف لاویں۔ تو بندہ کو اطلاع دیں۔ تاکہ بندہ ثمرت زیارت و بیعت سے  
مشرن ہو سکے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد مولوی صاحب کا خط آیا کہ جناب قبلہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ

علیہ سیالکوٹ رونق افروز ہیں۔ ایک دو دن تک انشا اللہ پسرور آجاؤینگے تم رخصت لے کر  
آجاؤ۔ غلط پڑھ کر دل نہایت خوش ہوا۔ دو سکر دن رخصت کے واسطے بندہ دبست کر بی رہا  
تھا۔ کہ مولوی صاحب کا خط آ گیا کہ جناب قبلہ خواجہ صاحب سیالکوٹ ہی واپس تشریف لے گئے ہیں۔  
اس لئے اب نہ آویں۔ بندہ کی رہ سب خوشی غم و رنج تبدیل گئی۔ اور اس سے بڑھ کر زیادہ صدمہ  
لاحق ہوا۔ جب آٹھ دس روز کے بعد مولوی صاحب کا خط آ گیا۔ کہ جناب حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب



کا وصال ہو چکا ہے اس صدمہ جانکاہ سے اپنی بے قسمتی پر روتا تھا۔ اور اپنی ناکامی پر ماتم کرتا تھا۔ اسی سراسیمگی اور پریشانی کی حالت میں ایک دن پھرتا ہوا بازار میں نکلا۔ وہاں ایک کتب فروش کی دوکان پر بابو کریم الدین صاحب مرحوم و مغفور بیٹھے ہوئے تھے۔ بندہ کے واقف نہیں تھے۔ اور نہ ہی بندہ ان کو جانتا تھا۔ مگر وہ دکاندار ہم شہری ہونے کے باعث ان سے واقف تھا۔ اور بندہ کا بھی واقف تھا۔ بندہ بھی اس کے پاس بیٹھ گیا سلسلہ گفتگو چلتے چلتے حضرت بابو صاحب کا سلسلہ سخن حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب تک پہنچا۔ تو بابو صاحب اس قدر زار زار رونے لگے کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ چونکہ بندہ کو بھی حضرت خواجہ صاحب کے وصال کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ ان سے دریافت کیا کہ یہ بزرگ آپ کے کیلئے ہیں انہوں نے فرمایا کہ یہ میرے پروردگار ہیں۔ پھر بندہ نے اپنا سارا قصہ سنایا اور عرض کیا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ان کے کسی خلیفہ صاحب یا فرزند ارجمند کا پتہ دیں جن کے غلاموں میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہو جاوے۔ بابو صاحب نے بتلایا کہ راولپنڈی شریف میں جناب حافظ جی صاحب ان کے کامل و مکمل خلیفہ موجود ہیں۔ ان سے رابطہ پیدا کر دو۔ چنانچہ بندہ نے بھی اور حضرت بابو صاحب نے بھی بندہ کی طرف سے پے در پے نیاز نامے لکھے جن کا جواب یہی آتا رہا کہ جب کبھی بارادہ سفر کو جراتوالہ آنے کا اتفاق ہوا۔ تو دیکھا جاوے گا۔ عرض جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جراتوالہ تشریف لائے تو بابو صاحب نے بندہ کو اطلاع کر دی۔ بابو صاحب خود لالہ موسیٰ سے گوجراتوالہ آگئے۔ ان دنوں صرف بابو صاحب کے گھر کے چند آدمی بیعت تھے۔ انہی کے مکان پر قیام تھا۔ بندہ عصر کے وقت حاضر خدمت ہو گیا۔ شام کی نماز کے لئے جناب حضرت صاحب قبرستان کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز کے بعد بابو صاحب نے عرض کیا کہ جناب قاضی صاحب حاضر ہیں۔ اور بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ قبلہ عالم نے فرمایا کہ پڑھ لکھے مولوی آزمائش اور امتحان کے لئے آتے ہیں۔ خالص نیت سے نہیں آتے بندہ نے عرض کیا کہ حضور عالی بندہ ٹھنڈا تھا لہذا لوجہ اللہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہے کسی دنیادی عرض کے لئے نہیں آیا۔ حضرت صاحب اس بات سے بہت خوش ہوئے اور پھر بندہ کو بیعت فرمایا۔ اور بہت شفقت و عنایت فرمائی اور فرماتے رہے۔ مگر افسوس کہ اس سلسلہ



نے حضورِ عالی کی زندگی میں کچھ کام نہ کیا۔ سوائے حسرت کے کچھ مانتے نہیں ہے۔ مگر اب پچھتاوے کی ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت ۛ

## یاد رفتگانِ رحمہم اللہ تعالیٰ

(جناب قبلہ عالمِ حضرت صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے وہ حضرات جو اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کو رحلت فرما چکے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بزرگ بھی تھے جنہوں نے جنابِ حضرت خواجہ فقیر محمد صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ بھی دیکھا ہوا تھا وہ حضرات سب سے زیادہ سابقین میں سے تھے۔ ان کا ذکر خیر پہلے چاہئے تھا مگر یہاں ترتیب کو مد نظر نہیں رکھا گیا۔ چونکہ فی زمانہ الحاضر حضراتِ خلفاء کے فیوض و برکات جاری و ساری ہیں لہذا ان کا ذکر اختصار کے ساتھ پہلے کر دینا مناسب سمجھا گیا اور ان کے بعد حضراتِ رفتگان کے حالات درج کئے گئے ہیں)

## جنابِ بابو کرم الدین صاحبِ حرم و مغفور

بابو کرم الدین صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی مرتبہ ماہِ جولائی ۱۸۹۹ء میں جناب قبلہ عالمِ حضرت صاحبِ رحمۃ اللہ کی زیارت سے بمقامِ حسن ابدال مشرف ہونے کا موقع ملا۔ اور وہ اس طرح کہ ایک دفعہ جنابِ حضرت صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد کے ولولہ عشق و فرطِ محبت کی وجہ سے چودہ شریف زیارت و ملاقات کے ارادہ سے چلے جب ماہِ اپنڈی شریف کے ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو کوٹاٹ لائن والی گاڑی پیشتر روانہ ہو چکی تھی جنابِ حضرت صاحب نے واپس آنا مناسب نہ سمجھا۔ پشاور چلنے والی گاڑی تیار تھی۔ حسن ابدال کا ٹکٹ نیکر گاڑی پر سوار ہو گئے۔ اور حسن ابدال جا اترے۔ وہاں بابو محمد قاسم صاحبِ ملازم



ریوے حضرت صاحب کے فدائی اور بڑے عقیدت مند تھے وہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر لے گئے۔ ماحضر تنازل فرماتے کے لئے پیش کیا مگر آپ نے تنازل  
 نہ فرمایا۔ اور باہر تشریف لے گئے۔ اُدھر سے ہی پیادہ پا چورہ شریف کا رخ کر لیا۔ بابو محمد قاسم  
 صاحب سے بابو کریم الدین صاحب نے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ تھے۔ انہوں نے جواب  
 میں کہا کہ راولپنڈی شریف کے بہنے والے حافظ وقاری اور خاندان نقشبندیہ کے  
 بڑے بزرگ اور حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب کے خلیفہ اعظم ہیں۔ صرف اسی قدر سننے  
 سے بابو کریم الدین صاحب کے دل میں ایک محبت سی پیدا ہو گئی۔ مگر عرصہ تک قسمت  
 نے یاد دی نہ کی۔ آخر کار ماہ جنوری ۱۸۹۳ء میں جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی  
 خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ بیعت کے لئے دگرارش کی گئی۔ انہی ایام میں جناب خواجہ  
 فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی راولپنڈی شریف تشریف لائے ہوئے تھے جناب  
 قبلہ عالم حضرت صاحب نے بابو کریم الدین صاحب کو اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ فقیر محمد  
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں لے جا کر پیش کیا آپ نے بابو صاحب مذکور کو  
 داخل طریقہ فرمایا۔ ذکر کی ترکیب بتائی۔ اور حلقہ ذکر ہوا۔ بعدہ دعا فرمائی گئی۔ اور تمام  
 دوست اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ بابو کریم الدین صاحب بھی سٹیشن کو روانہ ہوئے اور  
 جا کر اپنی ڈیوٹی بحالی بے اختیار آنسو جاری تھے۔ ماتحت ملازم پوچھتے کہ کیا ماجرا ہے خیر تو  
 ہے۔ بابو صاحب ان کو جواب دیتے کہ باطل خیریت ہے مجھے خود بھی اس کا علم نہیں کہ  
 میں کیوں رورہا ہوں۔ چونکہ حضرت خواجہ خواجگان حضرت بابا جی فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ نے داخل  
 طریقہ فرماتے کے بعد بابو کریم الدین صاحب کو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے سپرد کر دیا تھا۔  
 اس قدر محبت و عقیدت ہو گئی کہ جب ڈیوٹی سے فارغ ہوتے تو فوراً آپ کی خدمت میں حاضر  
 ہوتے۔ ایک دن کی جدائی بھی گوارا نہ ہوتی۔ ایک مرتبہ بابو کریم الدین صاحب کی تبدیلی ترکیب  
 پر ہو گئی۔ ملازمت کا کام تھا جانا ضروری ہر تھا۔ ساتھ ایک آدمی مسیحی جیون کو سامان وغیرہ رکھنے  
 کے لئے لے گئے۔ جب مسیحی جیون کو واپس کرنے لگے تو کہا کہ میں جناب حضرت صاحب کی خدمت  
 میں خط لکھوں اور مرتبہ لکھنے بیٹھے اور قلم ہاتھ میں لی۔ مگر سولے گریہ و زاری کے ایک حرف نہ



کہا گیا۔ آخر کار باباجیوں کو زبانی کہہ دیا کہ میری طرف سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی خدمت میں السلام علیکم عرض کر دینا۔ باقی جو کچھ دیکھ چکے ہو۔ زبانی عرض کر دینا۔ باباجیوں نے اگر آپ کی خدمت میں سلام مسنون عرض کیا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ بابو کریم الدین صاحب دماں پر بہت انداس تھے اور روز ہر گز۔ آپ دعا فرماویں کہ ان کی تبدیلی راو پینڈی پہنچ جائے۔ پھر دوماں فرمائی تیسرے دن بابو کریم الدین صاحب پھر ترکی سٹیشن سے راو پینڈی شریف آگئے۔ مسمیٰ جیون مذکور بابو کریم الدین صاحب کو بازار میں ملا۔ اس نے بابو صاحب سے پوچھا کہ کیسے آئے بابو کریم الدین صاحب نے کہا کہ تبدیلی ہو گئی ہے اور پھر راو پینڈی شریف آگیا ہوں۔ یہ سنکر مسمیٰ جیون بازار ہی میں کودنے اور اچھلنے لگا کہ سبحان اللہ جناب حضرت صاحب نے تو اتھوں پر برسوں کا کام دی۔ تبدیلی کے متعلق عجیب واقعہ پیش آیا۔ بابو کریم الدین صاحب جب دماں پہنچے تو پہلے سٹیشن ماسٹر نے راو پینڈی تارکے دی کہ ٹھیکیدار نے بعد رمضان شریف پھر بجائے چاہئے۔ طرین دینے کے صرف دو ٹرین کر دیئے ہیں۔ لہذا میں اکیلا کام کر لوں گا۔ بابو کریم الدین صاحب کو راو پینڈی واپس بلا لیا جاوے۔ راو پینڈی سے حکم گیا کہ بابو کریم الدین صاحب کو واپس بھجوا دے۔ حکم پہنچتے ہی بابو کریم الدین صاحب واپس آگئے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ بابو صاحب مذکور گوردہ سٹیشن پر متعین تھے۔ محبت نے جوش مارا۔ اپنا کام نامک سٹیشن ماسٹر کے سپرد کر کے راو پینڈی شریف جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی زیارت کو چلے آئے۔ جب راو پینڈی شریف پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب موضع سنبل راجہ دادو خاں کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ راو پینڈی شریف سے پیدل ہی بابو صاحب بھی دماں چاہنچے۔ دماں جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب سید پور تشریف لے گئے ہیں۔ راستہ معلوم نہ تھا۔ دماں سے زیادہ پابو چھتہ اور دریافت کے تید پور کی طرف کلنگ کیا۔ بعد نماز ظہر سید پور چاہنچے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی زیارت اور ملاقات ہوئی۔ ان کو تسکین دالمیان ہوا حضرت صاحب نے دریافت فرمایا کہ کیسے آنا ہوا۔ بابو کریم الدین صاحب نے عرض کی کہ جناب صبح سویرے سے دل ہی چاہتا تھا کہ چل کر آپ کی زیارت کر آؤں چنانچہ آج رات دماں سے روانہ ہو آیا ہوں کہ راو پینڈی شریف سے زیارت کر کے کسی گاڑی پر واپس







کی قبر کے پاس مدفون کئے گئے۔ ذیل کا قطعہ سنہ وصال کا آپ کی تربت کے لئے  
پتھر پہ کندہ ہے ۛ

بے دُعا و فاتحہ گذر ازین مرد خدا      شد و عابر مردگان منت ذریعہ الشافین  
ہست این مرتد پئے صوفی کرم دیں مرد حق      با خدا و با صفا و اہل دل از صاحب کسین  
نسبتش با خانہ ان نقش بندی کردہ اند      حق و بد پیمانہ گان بے بصیر و جزا صابرین  
گو نظر تو ز خیر الشافین سال وفات      یا قلب زار گو و اللہ خیرا کا ظمین

۳۳ ۱۹ عیسوی

۵۱ ۱۳ ہجری

زندگی کا اکثر حصہ لالہ موسیٰ میں ہی بسر کیا جہاں آپ مشغول ذکر حق رہے آپ نے حج  
کا مقصد ارادہ کیا ہوا تھا کہ یک لخت بیمار ہو گئے۔ اور بہت ہی نحیف و ضعیف اور لاغر ہو گئے  
یہ روپیہ جو سفر حج کا زاد راہ تھا مسجد کی تعمیر پر لگا دیا۔ اور یہ بابرکت مسجد بلا شرکت غیرے  
اپنے خرچی سے محلہ کریم پورہ لالہ موسیٰ میں بنوادی۔ اس محلہ کی بنیاد اور محلہ کا نام بھی کریم پورہ بابو  
کرم الدین صاحب مرحوم و مغفور نے رکھا تھا۔ اب اس محلہ میں بفضل خداوند کریم دو سو سے زیادہ  
گھر آباد ہیں اور دن بدن تعداد بڑھ رہی ہے۔ خاص طور پر مسجد کرم صاحب مدد و مرحوم کی  
یاد کو تازہ کر رہی ہے اور جب تک یہ مسجد قائم رہے گی بابو کرم الدین صاحب کا نام بھی قائم اور  
رکشن رہے گا۔ مسجد میں بھی قطعہ سن تعمیر کا کندہ ہے۔ ۛ

باقی اس خاد حق را الہی شاد دار      جز تش ازابر رحمت مرد و سزا آباد مار  
خانہ ات آباد کرد خانہ اش و خلد کن      این جنس فیاض را در ظل رحمت شادوار  
گفت عارف با مظهر از پئے تاریخ سل      بانیش صوفی کرم دیں دین پرور یادوار

۳۵ ۱۳ ہجری

## سیدیں کریم بخش صاحب مرحوم و مغفور

یہ بزرگ سب سے پہلے شخص ہیں جن کو جناب سید عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے  
داخل طریقہ فرمایا۔ پہلے واپس نجد یہ عقاید و خیالات رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا نام جو والدین



نے رکھا تھا میرا بخش تھا۔ اس نام کو شرک چان کہتے ہیں اپنا نام کریم بخش بدل دیا جناب  
قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوائل زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک دن حضرت صاحب  
نالائی کے کنارے پر مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سائیں کریم بخش صاحب کا اس طرف  
سے گزر ہوا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب مراقبہ سے فارغ ہو کر دعا مانگ رہے تھے۔  
بعد فراغت دعا ان کو بلایا۔ اور فرمایا کہ اؤ تمہیں اللہ کا ذکر بتاؤں۔ سائیں مذکور جو اس وقت  
دعا بیت و نجدیت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے کھینچ لگے کہ اس طرح ذکر کرنے کو تو ہم  
شرک جانتے ہیں۔ بحث مباحثہ کے بعد طوعاً کرہاً جناب حضرت صاحب ان کو طریقہ میں داخل  
کے ذکر سکھایا۔ اور فرمایا۔ بندہ خدا تھوڑی دیر جیسے بتایا ہے ذکر کر کے دیکھ لے۔ اگر  
کچھ فائدہ محسوس ہو تو ذکر کرنا۔ ورنہ میں تجھ سے کچھ اجرت کا خواہاں تو نہیں۔ بس جناب قبلہ  
عالم حضرت صاحب کی توجہ کام کر گئی۔ تمام عقائد فاسدہ و باطلہ کو ہر عقائد صحیحہ سے بدل گئے  
محبت الہی کا اس قدر غلبہ ہوا کہ سائیں مجذوب کے نام سے موسوم ہو گئے۔ اور بے شمار  
مخلوق کی فیض رسانی کا باعث ہوئے۔ یہ منورہ میں وصال ہوا۔ اور مزار مبارک  
ان کا جنت البقیع میں ہے۔

## مولوی حاجی فیروز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے قدیمی اور بڑے خاص الخاص دوستوں میں سے تھے  
بابو کریم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نوٹ یک میں ان کا چشم دید واقعہ یوں بیان فرمایا۔ کہ میں اور  
مولوی فیروز الدین صاحب ایک دن مسجد طیاراں واقعہ راولپنڈی شریف میں جہانگیر حضرت خواجہ  
خواجگان بابا حاجی صاحب جناب خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز تھے زیارت کے  
لئے گئے۔ جب شریف بظہر پڑی دوسری گلی کے موڑ پر مولوی فیروز الدین صاحب  
کو جذبہ ہو گیا۔ بازار بلند ذکر چہر کرنے لگ گئے۔ اپنا عصا اور پاپوش پھینک دیے جو کہ میں  
نے اٹھائے۔ جناب حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے صحن میں بیٹھے تھے۔ آپ کے



درو دیویر تک بحالت جذبہ ذکر میں مشغول و مصروف رہے۔ تمام یار اور مسجد کے درو دیوار بھی متاثر تھے۔ ایک مرتبہ مولوی صاحب مذکور فریضہ پر گئے۔ اور پھر اٹھ کر سیطرہ ذکر میں مشغول ہو گئے بڑی دیر کے بعد جناب بابا جی صاحب نے فرمایا کہ ان کو کھانا کر بھجوادو۔ اور خود حضور نے بڑی شفقت و مہربانی سے اپنا دست مبارک ان کی پشت پر پھیرا اور فرمایا: جیسا صبر و حضور عالی کا یہ فرمانا تھا کہ مولوی صاحب کو صبر آگیا۔ مگر زار زار روئے رہے۔ مولوی فیروز الدین صاحب کا آخری وقت فریب آگیا تو سب یاران طریقت جو ان کے گادوں میں موجود تھے انہیں دیکر نیک و صالح آدمیوں کو بھی ہلا کر کہنے لگے کہ مجھے ذرا سہارا دیکر بٹھادو۔ اور سب بے کرا کر جبر کر دے۔ سب دوستوں نے ملکر خوب ذکر کرنا شروع کیا۔ ذکر اللہ کے عاشق تھے اسی ذکر کی حالت میں راہی ملک بقا ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ دَا اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی مرتبہ حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف آگئے تو آپ کی محبت میں مولوی فیروز الدین صاحب مرحوم نے بھی حج بیت اللہ شریف کا شرف حاصل کیا اور اثناء سفر میں جیسا کہ حق تھا خوب دل و جان سے خدمت بجالاتے رہے علاوہ ازیں بہت مدت آپ کی خدمت عالیہ میں رہے اور منازل سلوک طے کر کے درجہ تکمیل کو پہنچے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خلافت بھی عطا فرمائی ہوئی تھی۔ ان کو اپنے علاوہ پوٹھوار میں بڑی قبولیت اور خاص و عام میں شہرت حاصل تھی۔ موہڑہ پکیاں متصل مقام مندرہ ضلع راولپنڈی ان کا مولد و مسکن تھا۔ اور وہیں تربت مبارک بھی ہے۔

## حاجی نظام الدین صاحب مرحوم مغفور

حاجی نظام الدین صاحب کا مولد و مسکن کٹاریاں متصل نوز پور شاہان ضلع راولپنڈی ہے اور ہزار مبارک بھی ان کا اسی جگہ ہے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم اور مخلص مریدوں میں سے ممتاز و خلیفہ تھے۔ جناب حضرت صاحب کی خدمت اختیار کی اور مدت سیدہ نہایت سخن معیت سے اس خدمت کو بجا لانے پر دل و جان سے پابند رہے۔ ہر کامل کے برکات



و نظرات سے بہرہ مند ہوتے اور کمالات و مقامات عالیہ کا اکتساب کرتے رہے اور دولت خلاقیت سے سرفراز و ممتاز ہوئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے حقیقی عاشق و شہید تھے۔ اپنے سیر و مشد کے ہر لطف و عطا پر اپنی جان فدا کرتے تھے۔ نماز و اوراد اور مراقبہ میں کمال مستغرق رہتے اور سوز و گداز میں عجیب کیفیت رکھتے تھے۔ برادران طریقت کی خدمت میں ہر تن مہر و رہتے تھے۔ قصہ مختصر یہ کہ ایک لمحہ بھی غفلت میں نہ گزرتا تھا جین حیات اکثر سفر و حضر میں جناب حضرت قبلہ عالم کی خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ اور حق خدمت کو خذیب اخص سے بجا لاتے رہے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے ارشاد سے سفر حجاز کیا۔ طواف بیت اللہ شریف اور حج و زیارت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ اور مدت مدید وہیں مقیم رہے جس زمانہ میں جناب حضرت صاحب حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے جو حاجی نظام الدین صاحب وہاں بیت اللہ شریف میں مقیم تھے۔ ایک دن طواف کر رہے تھے کہ حضرت صاحب بھی اس وقت طواف میں مصروف تھے۔ حاجی نظام الدین صاحب کو پہلے جناب حضرت صاحب کی تشریف آوری کا علم نہ تھا جب حضرت صاحب کے رخ نور پر ان کی نگاہ پڑی تو یہ سمجھے کہ شاید حضرت صاحب کا تصور ہے۔ دوسری مرتبہ پھر جب حضرت صاحب کو دیکھا تو فوراً محبت سے مدہوش ہو کر ایک نوحہ مارا اور گر پڑے طواف کرنے والے عربی لوگ موت موت پکارتے ان کے گرد جمع ہو گئے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب نے جب دیکھا تو پہچان لیا کہ حاجی نظام الدین صاحب ہیں۔ لوگوں کو تسلی دی اور حاجی صاحب کو آپ سے لگا لیا۔ جب کچھ دیر کے بعد ہوش آیا تو حاجی صاحب نے اپنی کیفیت بیان کی اور بہت خوش ہوئے۔ بڑے فدائی و شہیدانی اور صاحب اثر و دست تھے۔ ان کی ذات سے بہت سی مخلوق کو فیض پہنچا۔ آخری وقت بھی ان کا بہت ہی اچھا گزرا اور خود جناب قبلہ عالم حضرت صاحب نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی جس میں اولیائے اللہ اور رجال الغیب بھی شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو علیین میں اعلیٰ مراتب عطا فرمادے اور ان کی قبر کو بھی تاقیامت روشن رکھے۔ آمین۔



## سید غلام شبیر صاحب کے مرحوم و مغفور

سید غلام شبیر صاحب سادات سے تھے قصبہ تلون ضلع جالندھران کا مسکن و مولد ہے زمانہ طالب علمی میں ہی حق تعالیٰ کی عنایت ازیں نے ان کو اپنی طلب میں درد اور عشق کے سوز و گداز کی نعمت عطا فرمائی۔ لاہور جس کالج میں صوفی محبوب الہی صاحب ایم۔ اے تعلیم پاتے تھے اسی کالج میں شاہ صاحب مرحوم بھی پڑھتے تھے صوفی محبوب الہی صاحب ایم۔ اے اس زمانہ میں سنت سنگھ کے نام سے پکارے جاتے تھے جو کہ صدق دل سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے ہو چکے تھے مگر ظاہری صورت وہی اختیار کئے ہوئے تھے جس میں چند ایک حکمتیں اور مصلحتیں مضمین تھیں۔ شاہ صاحب مذکور اکثر صوفی محبوب الہی صاحب کے اطوار کو مد نظر رکھتے اور انہیں کچھ شبہ گزرا کہ یہ شخص باوجود سکھ ہونے کے اسلامی شعار کی پابندی کا بڑا شائق ہے۔ ایک دن موقع پا کر صوفی محبوب الہی صاحب سے دریافت کرنے لگے کہ ظاہر میں تو آپ سکھ ہیں مگر میں نے بڑی تاڑ رکھی اور دیکھا کہ آپ نماز بھی پڑھتے ہو اور قرآن مجید کا بھی مطالعہ کرتے رہتے ہو۔ اور جیسے مسلمان بزرگ مراقبہ کرتے ہیں آپ بھی اکثر اسی طریق میں مشغول رہتے ہو۔ یہ معاملہ کیا ہے پہلے تو صوفی صاحب نے سید غلام شبیر صاحب کو ٹالنے کی کوشش کی مگر وہ کب ٹلتے تھے۔ ایک کالج اور ایک کلاس میں پڑھنے والے طالب علموں کو جو محبت و الفت آپس میں ہوتی ہے وہ سگے بھائیوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے آخر کار صوفی محبوب الہی صاحب نے جناب عالم حضرت صاحب کی محبت کا تذکرہ کر دیا جس کو سکر سید غلام شبیر صاحب کے دل میں دلولہ عشق و محبت الہی موجزن ہو گیا۔ اور ذوق و شوق الہی نے سید غلام شبیر صاحب کو جناب حضرت صاحب کی خدمت میں لا حاضر کیا۔ نہایت عقیدت اور بڑی نیاز مندی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف زیارت سے مشرف ہو کر سب سے پہلے بیعت میں داخل ہو گئے۔ چونکہ صدق اور اخلاص سے آئے تھے۔ مورد لطف و عنایت خاص بن گئے۔ بعد فراغت تحصیل علوم بلسلہ تلاش معاش کو بڑا پیچھے۔ لازمات مل گئی اپنی خداداد استعداد و قابلیت کے طفیل ترقی کرتے گئے یہاں تک کہ ای۔ اے بھی مقرر ہو گئے



باوجود ان دنیاوی علائق کے دن بدن جناب حضرت صاحب کی خدمت و محبت اور عقیدت میں بھی ترقی کرتے گئے۔ اور مقامات عالیہ و احوال پسندیدہ سے مرزا بنتے رہے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الطاف شامصل کے حال پر نہایت درجہ مبذول تھے اور انکو داخل زمرہ خاصاں سمجھتے تھے وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَّشَاءُ۔ افسوس کہ شاہ صاحب سید عالم شبیر عین عالم شباب میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حین حیات ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء حادثہ فاجعہ زلزلہ کوٹڑ میں جام شہادت نوش کر کے راہی ملک بقا ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

## سائیں نور اکن صاحبہ جو مومغفور

آپ کا مولد مسکن موضع پنڈ جھاٹ ضلع تحصیل راولپنڈی ہے عکرم پولیس میں ملازم تھے۔ درویشی اور خدا طلبی کا شوق آپ کے سینہ بے کینہ میں موجزن ہوا۔ اور دل صحبت فقر اکیطرف نائل ہو گیا۔ مرشد کامل کی تلاش میں مصروف تھے کہ قسمت یادری کی اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر پہنچا یا آپ کی زیارت فیض بشارت تسکین اور طمینان قلبی پایا۔ جناب حضرت صاحب کے دست حق پرست پر توبہ و انابت سے مشرف ہو کر زمرہ علما مان میں داخل ہو گئے۔ محبت و جذبہ دن بدن ترقی کرتا گیا۔ اس زمانہ میں جناب حضرت صاحب قس مسو کی خدمت میں بکثرت حاضر ہوتے اور حضرت صاحب کی توبہ عالیہ سے یہ دلولہ سائیں صاحبہ مذکور کے دل میں روز بروز زیادہ ہوتا گیا۔ خلوت و گوشہ نشینی اور خاموشی کی طرف طبیعت زیادہ راغب ہو گئی یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک قیدی کو کسی دوسری جگہ پہنچانے پر متعین ہوئے راستہ میں نماز کا وقت آ گیا قیدی کو کہنے لگے کہ تم جھٹھو ایر میں نماز پڑھ لوں۔ نماز پڑھنے کے بعد مراقبہ میں دیر تک ایسے محاور مستغرق رہے کہ قیدی کا خیال ہی نہ رہا۔ بڑی دیر کے بعد جب مراقبہ سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ قیدی موجود نہیں۔ ادھر ادھر دیکھا بھالا مگر قیدی تو بھاگ گیا تھا۔ واپس جا کر اپنے افسر بالا کو اطلاع دی کہ قیدی بھاگ گیا ہے۔ قانونی سلوک ہوا اسمیں صاف صاف بیان دیئے کہ میں نماز پڑھنے لگ گیا اور قیدی کو بٹھا دیا تھا۔ مجھے نماز اور وظیفہ میں ذرا دیر لگ گئی جب فارغ ہو کر دیکھا تو پھر قیدی نظر نہیں آیا۔ افسر نے بغیر کسی سزا و جرمانہ کے بالکل صاف بری کر دیا۔ اس کے بعد



چند دن طازمت کی اور عشق الہی کا ایسا غلبہ ہوا کہ طازمت وغیرہ ترک کر دی۔ اور شہید درویش زاد  
 الہی اور ذکر و مراقبہ میں گزارے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب نے کمال مہربانی سے خلعت خلافت  
 عطا فرما کر ہندوستان کی طرف سیر و سیاحت کیلئے ارشاد فرمایا: جس کو سائیں صاحب نے لبر و چشم  
 قبول کر کے بہت اچھی طرح بنایا۔ سائیں صاحب نے کو خلق عظیم و حسن سلوک سے متصف تھے  
 حضرت مولینا عین القضاۃ صاحب لکھنوی اکثر آپ کو بلایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ گاہ  
 بگاہ ضرور ملاقات کر جایا کریں۔ کہ آپ کے وجود سے نسبت مجددیہ کی خوشبو آتی ہے ہندوستان  
 میں عموماً اور لکھنؤ اور اس کے مضافات میں خصوصاً بہت سی مخلوق سائیں صاحب کے مستفیض  
 و مستفید ہوئی۔ آخر کار بمقام گھر متصل قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔  
 اسی مقام پر آپ کا انتقال ہوا۔ اور اسی جگہ دریلے گوشتی کے کنارہ پر سائیں صاحب مذکور  
 کا مزار مبارک واقع ہے۔

الغرض جناب خواجہ خواجگان قبلہ عالم و عالمیاں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند خلفاء  
 کے حالات تبرکاً بالاختصار درج کیے بعد عرض ہے کہ حضرت صاحب کی ذات عالی برکات اور والہ  
 صفات سے جو فیض پھیلا ہے اس کو دنیا جانتی ہے اور روز روشن کی طرح ظاہر ہے آپ کی  
 ذات بابرکات مخلوق خدا کے لئے رحمت الہی تھی۔ ان حضرات کے علاوہ آپ کے بے شمار خلفاء مختلف  
 اطراف و ممالک اور ہندوستان کے طول و عرض میں موجود ہیں جن میں سے چند کے اسمائے گرامی  
 جو یاد ہیں مدج کر دیئے جاتے ہیں۔ درنہ حضور قبلہ عالم جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی  
 تعداد چار ہے۔ مولوی عبدالحکیم صاحب مرحوم ساکن گلی پورہ ضلع میرپور۔ صوفی شرف الدین صاحب  
 مرحوم ساکن کوٹہ متصل جہلم۔ مولوی محمد اکبر صاحب مرحوم ساکن بھاگپور متصل گوجران۔ مولوی احمد دین  
 صاحب مرحوم ساکن قصبہ ڈھاباں ضلع شیخوپورہ۔ مولوی دادن خاں صاحب مرحوم ساکن موضع ٹروہ  
 ضلع راولپنڈی۔ مولوی مردان علی صاحب مرحوم ساکن مرادی جنمیل ضلع راولپنڈی۔ یہ تمام حضرات  
 جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء تھے جو اس عالم قلم سے عالم بقا کو ہدیہ حکم میں  
 انا للہ وانا الیہ راجعون۔



فہرستہ موجود حضرت سے جن کے اسمائے گرامی یاد ہیں درج ذیل ہیں :-

مولانا مولوی عبد الغنی صاحب کن سہیلہ متصل ایبٹ آباد بڑے علامہ فقہار اور فاضل اجل اور  
اعلیٰ درجہ کے واعظ ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب ساکن موضع کالو خان ضلع پشاور کے ہیں ان کے  
ذریعہ سے علاقہ سوات خیبر اور پاکستان بہت مستفیض ہوا اور ہر ماہ ہے۔ حضرت مولانا مولوی  
شیخ احمد صاحب اور ان کے فرزند ارجمند الحاج الحافظ القاری حافظ عبد اللہ صاحب کنئے مقام تترال تحصیل  
پنڈ و اونٹیاں ضلع جہلم۔ مولوی عبد الکریم صاحب امام مسجد خلاصی لائن راولپنڈی۔ حافظ محمد زمان صاحب  
جو مسجد ایم ٹی چک لالہ میں امام ہیں۔ حاجی صوفی الہ دین صاحب ڈرائیور۔ مولوی نیاز اللہ صاحب امام  
مسجد ملٹری ہسپتال راولپنڈی۔ صوفی محمد حسین صاحب کنئے ضلع راولپنڈی۔ مولوی علی احمد صاحب  
ساکن چنگا بنگیاں متصل گوجرانہ حضرت وعظ میں مشنوی مولانا کے روم بہت استعمال فرمایا کرتے  
ہیں اسی بنا پر جناب قبہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو مولوی مشنوی کے نام سے یاد فرمایا کرتے  
تھے ڈاکٹر قطب الدین صاحب ساکن موضع سنگھوری ضلع راولپنڈی۔ صوفی شاہ ولی ساکن قصبہ موہری  
ضلع گجرات۔ حکیم محمد شفیع صاحب ساکن کالا شاہ کاو ضلع شیخوپورہ۔ حافظ عبد المجید صاحب امام مسجد  
بیری والی گوجرانہ۔ سائیں نور محمد صاحب ساکن موضع کوٹلیاں۔ پیر حلال الدین صاحب ساکن دہاندو ضلع  
گوجرانہ۔ صوفی محبوب الہی صاحب ایم۔ اے۔ مولوی محمد علی صاحب ساکن موضع سکیم ضلع سیالکوٹ۔ صوفی  
احمد دین صاحب ساکن کچاہ ضلع گجرات۔ مرزا اجراغ بیگ ساکن شاہ پورہ۔ مولوی رفیع العابدین صاحب لاہوری  
مولوی سندھی صاحب ساکن ملتان۔ مہتری محمد حسین صاحب ہیڈ آرمر جنرل دہ دزیرستان۔ بابو فضل الہی صاحب  
دیوانہ ساکن تیر و چک۔ مولوی شیر زمان صاحب ساکن مید پور۔ ماجہ حسین صاحب ضلع لکھنؤ والے۔ مولوی  
محمد الہی صاحب لکھنؤ۔ شیخ غلام مبین صاحب ساکن قصبہ رسولی ضلع بارہ بنگی۔ عبد الرحمن صاحب ساکن  
اکرہ موہڑہ ضلع جہلم۔ صوفی نور الدین موز ڈیو والے۔ محمد حیات بلوچ۔ صوفی میراں بخش کاٹھ گڑھ والے۔  
یہ تمام حضرات جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طریقت سے طریقہ ذکر تعلیم کرنیکی اجازت سے موزون  
ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے ایسے دوست ہیں جن کو اکثر و اخوان کمر فی الدین کے ارشاد مطابقت  
جناب حضرت صاحب نے دیگر مخلوق خدا کو بھی ذکر کی تعلیم بطریقہ سکھانیکی اجازت فرمائی ہوئی تھی جیسا کہ اکثر  
مسلح طریقت بعض دوستوں کو کمال ہوئے ہیں بہتر ہی محض بہتری مخلوق اللہ کی خاطر اجازت فرماتے ہیں۔



یہاں پر ایک نہایت ضروری امر کا اظہار کر دینا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس  
قسم کے مخلصین کو طریقہ ذکر سکھانے کی اجازت سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اسوجہ سے غولم الناس  
کو گمراہی و ضلالت سے حق تعالیٰ کے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی جاوے نہ یہ کہ اس اجازت کو کمال و  
تکمیل کی سند اور تمغہ جان کر اصلی مقصود سے دور جا پڑیں نفس و شیطان دو بڑے زبردست دشمن  
ہر وقت گھات میں ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ انسان کے دلیں اس اجازت سے کمال و تکمیل کا وہم و گم  
اسے مقصود سے محروم رکھ کر ہلاکت کے گڑھے میں ڈالیں۔ لہذا اس قسم کے احباب کیلئے اشد  
ضروری امر ہے کہ وہ اخلاص و محبت کے ساتھ ترقیات و کمالات حاصل کرنے میں مصروف رہیں  
اور بقیہ فضائل ذمیرہ کو دور کر کے حصول تکمیل کے لئے سعی طبع فرمادیں۔ نہ یہ کہ طریقہ تعلیم کر نیکی  
اجازت کو اپنے کام کا اصل مقصد خیال کر لیں۔ اور اپنے معاملہ کو اس کے تابع بنا دیں۔ کہ اس میں  
سراسر ضرر اور خسارہ ہے

مخلص از طفوظات حضرت غوث محمدانی قطب بنانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

ملک ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ بعض ایسے دوست بھی ہونگے جن کے اسمائے گرامی سہوار ہونگے  
ہوں گے ایسے احباب معاف فرمادیں کہ انسان ضعیف البیان مجبور و خطا و نسیان ہی سے اس  
کی غرضیں واقع ہوتی ہیں۔ جناب قبلہ عالم سیدی و مولائی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض  
عمیم سے جس قدر مخلوقات مستفیض ہوئی اور بحبان اللہ اہل اللہ کا جو اجتماع آپ کی مجلس مبارک  
میں دیکھا گیا اور اس طرح محض باللہ فی اللہ کی جمعیت اور مخلوق خدا کو فیض رسائی آپ کے  
وجود پاک کی برکت سے ہوئی فی زمانہ اور کہیں نظر نہیں آتی۔ راقم الحروف ہی نہیں بلکہ دیگر صاحب  
طریقت بھی جنہوں نے گاہ و بگاہ آپ کی مجلس مبارک سے استفادہ حاصل کیا۔ بکثرت اس امر  
کے معترف ہیں کہ واقعی جو الطاف و انصاف کریمانہ یہاں نظر آتے ہیں وہ اور کہیں دکھائی نہیں

دیتے۔ ذَالِكُ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَافٍ الْعَظِيمِ



# باب ہفتم

## متفرقات

آثار اکرم کی کتابت ختم ہو چکی تھی کہ بعض اصحاب نے چند واقعات بھیکے استاد کی جسا متعلقہ الباب میں  
 انصاف نہ ہو سکا تھا مگر ان کا شائع کرنا چونکہ ضروری ہے اس لئے اس میں اس باب میں مدح کر دیا جاتا ہے۔  
 میاں عبداللطیف صاحب سب حج بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا حسب معمول صبح کی مجلس شروع ہوئی۔ رحمت کا دن تھا  
 اطراف سے کافی دوست جمع ہو گئے۔ اس وقت ایک دوست شجرہ معرفت پڑھ رہا تھا۔ اور  
 قبلہ عالم اس کی تشریح فرماتے جاتے تھے۔ اللہ اللہ وہ وقت بھی کیا عجیب تھا۔ جب یہ  
 صحبتیں یاد آتی ہیں۔ اور حضور عالی رحمۃ اللہ علیہ کے الطاف کریمانہ پر نظر پڑتی ہے۔ تو بے  
 اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اللہ کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے  
 حضرت قبلہ عالم کے بعد جناب صاحب مدظلہ الہی کی صورت میں ہمیں ایسا ارہم برحق فرمایا  
 جو ہر صفت مودوف میں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرماوے۔ اور اس فیض کریمی کو تابدہ جاری رکھے  
 مندرجہ بالا مجلس میں شجرہ معرفت کا مضمون یہ تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے وعظ میں ایسی  
 تاثیر تھی کہ کئی مہینے شہید ہو جاتے تھے ایک شخص وہابی اس وقت مجلس میں موجود تھا۔ وہ مودوف  
 ہوا یہ کہے ہو سکتا ہے کہ وہ وعظ سنتے سنتے شہید ہو جائے جو نہی یہ الفاظ اس کی زبان سے  
 نکلے میری نگاہ قبلہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ایسا رخ و جلال پیدا  
 ہو گیا کہ دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ آپ نے فرمایا خبردار اس کلام میں شک مت کہ حضرت داؤد علیہ السلام  
 جب وعظ فرمایا کرتے تھے۔ تو پرند آپ کے سر پر سایہ کیا کرتے تھے۔ وحشی جانور اپنے منہ سے  
 بدبو ش فاموشی سے وعظ سنا کرتے تھے جب وحشی اپنے منہ سے بخیر ہو جاتے تھے۔ شیر  
 بکری کیجا جمع ہو جاتے تھے۔ تو ذی فہم انسان پر یہ حالت وارد ہو جاوے۔ تو شہادت کوئی بڑی بات  
 نہیں حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے وعظ میں بھی ایسی تاثیر تھی کہ لوگ  
 شہید ہو جاتے تھے تمہیں کیا معلوم میں اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام کی روح مبارک کو شہاد



کر رہا ہوں۔ وہ اس مجلس میں حاضر ہے۔ اور مجھے بتا رہی ہے۔ کہ یہ جو واقعہ ہے۔ اور جو میں بیان کر رہا ہوں۔ بالکل صحیح ہے۔ اور اس میں ذرا بھڑک نہیں۔ یہ الفاظ تھے جو اتنے مؤثر تھے کہ تمام دوستوں کی زبان گنگ ابڑھ اس نعل تھی۔ مگر ان میں سے ایک شخص غلام علی نے جواب کشائی کی جرأت کی۔ اور عرض کیا کہ جو حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ حق ہے۔ حق ہے۔ حق ہے۔ اور کہتے ہی ہوش ہو گیا۔ حضور خالی نے فرمایا۔ لو دیکھ لو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی روح مبارک کام کر گئی ہے۔ یہ شخص اب نہیں بھٹکا۔ سے فوراً گھوٹ چلا۔ موضع بمک راو پندھی سے بالکل قریب رہا ہے۔ بہت جلد اس دوست کو ان کے گھوٹا دیا گیا۔ گھر پہنچنے کی یہی تھی کہ اس کی روح شخص عصری سے پرداز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ خبر سنی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ دوست شہادت کے درجہ کو پہنچ گیا ہے۔ دوستوں کو خیال رکھنا چاہئے۔ کہ ادب کو نگاہ رکھیں۔ اور کوئی بات غلام ادب اپنے منہ سے نہ نکالیں۔ یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے دوست مراد نہیں کرتے۔ بعد محض ان کی روح بہت زیادہ کام کرتی ہے جیسا کہ تم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرف خیال کرو۔ وہ ہر وقت خدا سے ڈرتے تھے۔ اُسکی عبادت کرتے تھے۔ خدا ان سے خوش تھا۔ جو وہ مانگتے قبول ہوتی۔ جاؤ ان کے حکم کی اتباع کرتے۔ پھر آپ نے حضرت سفینہ کا جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ قصہ بیان فرمایا۔ کہ اس طرح وہ ایک دفعہ جبل میں راستہ بھول جانے کی وجہ سے شیر سے ڈھار ہو گئے۔ شیر کو دیکھ کر وہ بالکل نہ گھبرائے۔ بلکہ یوں ارشاد فرمایا۔ کہ اے اہل الحدیث تو جانتا ہے کہ میں کھن ہوں۔ میں اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ اپنے شکر سے جدا ہو گیا ہوں۔ راستہ بھول گیا ہوں۔ تو اس جھل سے واقف ہے۔ میری رہبری کر۔ شیر یہ الفاظ سُن کر حضرت سفینہ کے قریب آگیا۔ اپنا جسم آپ کے ساتھ ملا۔ اور آگے گئے روانہ ہو گیا۔ جھل کے ختم ہونے پر سارے اسلامی شکر نظر آیا۔ شیر واپس چلا گیا۔ اور آپ شکر میں جا ملے۔ یہ آپ کے غلاموں کا حال ہے۔ ایک ہم ہیں۔ کہ ہمارا کہنا ہمارا نفس نہیں مانتا۔ ہم مسلمان کہلاتے ہیں۔ نفس اس وجہ سے کہ مسلمانوں کی اولاد ہیں۔ ورنہ پہلی ہر عادت مسلمانوں سے جدا ہے۔ خدا کی عبادت سے کوسوں دُور بھاگتے ہیں۔ اور اگر کرتے ہیں



تو عادت کے طور پر اخلاص بالکل نہیں رہا۔ خدائے برتر فقیر کے دوستوں کو اخلاص سے  
عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میر عبد الغنی صاحب بی۔ اے جو ڈاک خانہ کے حکام میں ایک مختیار عہدہ پر مقرر  
ہیں ماور ہمارے مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ بیان فرماتے ہیں کہ زمانہ تعلیم سے لے کر  
اس وقت تک میرا یہ اصول رہا ہے کہ کوئی کام بھی بے ایمانیت، بے محنت، بے ارادت، بے  
ادب، بے ادب بھی آپ کے خیال کے بعد نہیں کیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کرامت سے اجازت  
لے لیا کرتا ہوں۔ کیونکہ خالق نے جو چشم بصیرت ان بزرگوں کو عطا فرمائی ہوئی ہے وہ ہم آنکھوں  
کے اندھوں کو نصیب نہیں۔ میں تسلیم سے فارغ ہو کر ڈاک خانہ میں ملازم ہوا  
جگا اچھی مل گئی۔ لیکن اکثر اوقات حاسدوں کے حسد اور تعصب کا شکار ہوتا رہتا تھا۔ اور ایسی  
خراب فتنہ میں ایک دن بھی گزرنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ واقعت کی اطلاع جب قبلہ عالم  
حضرت صاحب قدس سرہ کی خدمت میں دیکھائی۔ تو دماغ سے بے خبر کی تلقین آئی۔ انہی دنوں میں  
حکمر تعلیم میں جگہ خالی ہو گئی۔ تنخواہ بھی زیادہ تھی۔ فوراً حضرت صاحب کی خدمت میں گزارش کی  
گئی۔ اور اس انداز میں اپنی طرف سے خط لکھا کہ حضور خوش ہو جائیں۔ اور بہت جلد منظوری  
میلے۔ لیکن میری حیرانی کی حد نہ رہی۔ جبکہ مجھے موجودہ ملازمت کو ترک کریشی سختی سے منع  
فرمائی۔ آپ کے ارشاد مبارک کے آگے تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور حاسدین کے حسد کی پروا نہ کرتے  
ہوئے اپنے کام کو بخوبی انجام دینا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد میری تبدیلی پشاور ہو گئی۔ اور  
ساتھ ہی ترقی ملی اور گئی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اگر میں دوسرے حکم میں چلا جاتا تو  
وہ جگہ موجود رہتی ہو سنے کے اس وقت بیکار ہوتا۔ لیکن خدائے اپنے بندے کی  
بات کو سنا کر دکھایا۔ اور مجھے یہاں تک ترقی ملی کہ اب ایک ممتاز درجہ پر ہوں۔ اور سید  
ہے کہ خالق کے فضل و کرم سے اور حضور خداوند صاحب مدظلہ العالی کی توجہ سے  
اور آپ صاحبان کی دعا سے مزید ترقی کروں گا۔ خالق ہم کو سیدھے راستے پر  
چلائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے بزرگان دین کے نقش قدم پر چلیں  
آمین



مستری عبدالرحمن صاحب ڈرائیور درجہ شہر زاد لپنڈی محلہ کریم پورہ میں رہتے ہیں  
 بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب دو دیگر فاندان دہا بی رنگ میں لگے ہوئے تھے  
 ایسے مائل میں پورے پورے پاکریہ بھی خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ ایسا شخص کبھی کسی  
 بزرگ کی خدمت میں بھی حاضر ہوگا۔ لیکن خدا کو منظور ہی ایسا تھا۔ سبب ایسے پیدا  
 کر دیئے کہ میں راولپنڈی میں پیدا ہوا۔ چنانچہ جی بار جب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نظر فرمائی تو ایک  
 کشش پیدا ہو گئی۔ خدمت میں حاضر ہوا۔ بیعت کے لئے درخواست کی جسے آپ نے  
 شوق قبولیت بخشا اور علقہ غلامی میں داخل کر لیا۔

میرے عزیز محلہ بوہڑ میں رہتے ہیں۔ وہاں اپنے ایک رشتہ دار کے ہاں اپنا رشتہ  
 کرنا چاہا۔ جس کو سوائے لڑکی کے والد کے سب نے بخوشی منظور کر لیا۔ ادھر ادھر سے  
 سب رشتہ داروں نے دور دیا۔ لیکن وہ نہ مانتا اور اپنے گھر والوں کی مرضی کے خلاف  
 لڑکی کا رشتہ اور جگہ تجویز کر دیا۔ جب مجھے علم ہوا تو میں نے اس واقعہ کی اطلاع  
 جناب حضرت صاحب کی خدمت میں دی آپ نے تسلی دی اور فرمایا کہ یہ رشتہ کہیں  
 باہر نہیں جاسکتا۔ مجھے بھی اطمینان ہو گیا۔ او کی کا والد چاہتا تھا کہ لڑکا خوشامد کرے لیکن  
 مجھے ان دنیاوی باتوں کا علم نہ تھا نہ میں وہاں گیا اور نہ ہی وہ اپنی خدمت سے باز آیا۔ حتیٰ  
 کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ وہ رشتہ کسی اور جگہ کر دیا گیا ہے۔ بلکہ شادی کی تاریخ بھی  
 مقرر ہو چکی ہے۔ دوبارہ حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی گئی آپ نے پھر فرمایا  
 سبر کرو۔ شادی کی تیاریاں دو طرف شروع ہو گئیں اور میں قدرت کے کام دیکھتا رہا  
 لیکن میرے قبلہ کی تسلی سے میرے دل میں تسکین ضرور تھی اور ذکر و مراقبہ میں مشغول رہا۔  
 مقررہ تاریخ سے ایک دن پیشتر جبکہ لڑکی کا والد بازار سے گزر رہا تھا میرے  
 ایک دوست سے جو میرا بہت ہی غیر خواہ تھا ملا۔ دوست نے پوچھا۔ میاں صاحب  
 کہہ آئے۔ میاں صاحب نے جواب دیا کہ کل لڑکی کی شادی ہے۔ بازار سے ضروری  
 سامان خریدنے جا رہا ہوں۔ میرے دوست نے کہا میاں صاحب اشیاء پھر خریدنا۔  
 پہلے اپنے داماد کی تو ہنر لو۔ وہ رات سے حالات میں ہے اسے ایسا ایسا نفل کیا ہے۔



پہلے نماز دے کر رہا کرا لاؤ۔ پھر ارادہ کام کرنا۔ میاں صاحب حیران و پریشان رہے  
 گھر آ گئے۔ گھر والے پہلے ہی اسے رشتہ دینے پر رضامند نہ تھے انہوں نے کہا  
 اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ پہلی جاگہ رشتہ کر دو۔ میاں صاحب کا خدا بھلا کرے۔ کہ وہ  
 بھی خوش ہو گئے اور دوسرے دن شادی میرے ساتھ ہو گئی۔ حضرت صاحب کی خدمت  
 میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا آپ نے مناقب کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی مجھے مبارکباد  
 بھی دی۔ تمام لوگ اس حقیقت اور واقعہ سے بہت حیران ہوئے مگر مجھے یقین ہے کہ  
 یہ تمام میرے قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کا اثر اور آپ کا باطنی تصرف تھا  
 حافظ محمد اکبر صاحب خلیفہ مسجد نبویں لاہور بیان فرماتے ہیں کہ بیعت سے قبل  
 میرے دل میں بارہا یہ خیال آتا۔ کہ لوگ نماز تہجد کے لئے کس طرح اٹھتے ہیں۔ اپنی  
 طرف سے بہت کوشش کرتا کہ اس نعمت سے بہرہ یاب ہو جاؤں۔ لیکن غفلت ہی ہی  
 جب میں حضور کے ساتھ غلامی میں داخل ہوا تو ایک رات تہجد کے وقت مجھے ایسا معلوم  
 ہوا کہ قبلہ عالم جناب حضرت صاحب میری چار پائی کے قریب تشریف فرما ہیں اور فرماتے  
 ہیں۔ بیٹا! اٹھ تہجد کی نماز پڑھو۔ اس دن سے آج تک کبھی یہ نماز قضا نہیں ہوئی  
 حافظ صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں سویا ہوا تھا ایسا معلوم ہوا کہ  
 کسی نے پہلے میرا دایاں ہاتھ دبایا لیکن میں نے خیال نہ کیا چربایاں ہاتھ کسی نے  
 ہلایا۔ میں نے پھر بھی کوئی خیال نہ کیا اور سو گیا۔ دفعۃً میرے قبلہ و کعبہ حضرت صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ شریف لائے اور میرے ہاتھ کو ایسا پکڑا کہ مجھے سخت گرمی محسوس ہوئی اور  
 بیتاب ہو کر اٹھ بیٹھا دیکھا تو فرش کی چٹائی کو آگ لگی ہوئی تھی۔ اور اگر تھوڑی دیر اور غفلت  
 کرتا۔ اور میرے قبلہ باطنی تصرف سے امداد نہ فرماتے تو آگ اپنا کام تمام کر دیتی۔ الحمد للہ کہ  
 حضور کے باطنی تصرف و امداد سے ہم سب بال بال بچ گئے۔

ابو محمد اسماعیل صاحب محلہ ٹٹری گراس فارم تقریباً چار سال لکھنؤ میں رہے۔ دورانِ قیام  
 جو کلمات طیبات جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ محافت بیان سے سنے۔ یا جو جماعت  
 کا مشاہدہ کیا۔ من و عنان اپنی بیاض موسومہ انمول موتی میں درج کرتے رہے۔ چنانچہ ان کا بیشتر



باب دوم میں درج ہو چکا ہے کہ واقعات رہ گئے تھے۔ یہاں درج کئے جاتے ہیں  
 عید گاہ کے دوستوں میں سے ایک دوست شاہ محمد نے بیعت ہونیکا واقعہ مجھ سے اس طرح  
 بیان کیا کہ میں کوٹاٹ میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لگے۔ میں  
 نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ پر ولا مار خور کے گرد پھرتے ہیں۔ اور حلقہ غلامی میں داخل ہوتے جاتے ہیں  
 میں بھی دیکھا دیکھی بیعت ہو گیا۔ میرا ایک ہمراز تھا۔ اُس نے جب سنا کہ میں بیعت ہو گیا ہوں تو اُس  
 نے مجھے کہا کہ تم نے سخت غلطی کی۔ تمام محبوب تم میں پائے جاتے ہیں۔ اور ایک بزرگ کے ہاتھ میں  
 ہاتھ دیکر تو بے بسی کی ہے کہ آئندہ کوئی گناہ نہیں کروں گا۔ اب اگر تم کسی فعل بد کے مرتکب ہوئے  
 تو یاد کھنا تباہ ہو جاؤ گے۔ بہتر ہے بیعت واپس کر دو۔ مجھے اس بات سے بہت فکر ہوا۔ رات  
 جوں توں کر کے گزاری۔ صبح کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں بہت گنہگار  
 ہوں۔ میں توبہ پر قائم نہیں رہ سکوں گا۔ ایسا نہ ہو۔ اس لغزش کے باعث تباہ ہو جاؤں۔ لہذا بیعت  
 واپس کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جو ذکر تم کو بتایا ہے۔ اُسے کرتے رہو۔ انشاء اللہ راہِ راست  
 پر آ جاؤ گے۔ انسان جب سچے دل سے توبہ کرتا ہے۔ اُس کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف کر  
 دیئے جاتے ہیں۔ فکر نہ کرو۔ میں نے جب یہ بات سنی تو میں مطمئن ہو گیا۔ گزشتہ عمر بد افوس کیا  
 اور رات کو خوب رویا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اور آپ کی دعا و توجہ سے پھر کسی بُرے فعل کا ارتکاب  
 تو مدکنار خیال تک نہیں گذرا۔

باب محمد مظفر صاحب صدیقی بھی محکمہ گراس فارم میں ملازم ہیں۔ وہ مرزا ٹیول کے پھندے میں  
 چھپے ہوئے تھے۔ ایک دن کسی طرح میں انہیں اتوار کی مجلس میں لے آیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ  
 علیہ دوستوں کو ایسے پُر تاثیر لہجہ میں وعظ فرما رہے تھے کہ دست زار زار رو رہے تھے۔ بابو محمد مظفر  
 کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ فرماتے تھے کہ عرصہ سے مرزا ٹیول کی مجالس میں جاتا رہتا ہوں۔ لیکن جو مزہ و عطف  
 آج اس مجلس میں آیا ہے۔ کبھی نصیب نہیں ہوا۔ دوسرے اتوار خود شوق سے تشریف لائے۔ اُس دن  
 کی کیفیت دیکھا کہ خود بخود بیعت ہو گئے اور مرزائیت سے توبہ کر کے از سر نو مسلمان ہو گئے۔ اللہ ان کا  
 شوق اللہ رکھ گیا۔۔۔ جب کسی فراغت پاتے۔ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ حضرت صاحب  
 سے کلامِ ربّانی زیادہ التفات نہ فرماتے۔ بابو محمد مظفر صاحب کا خیال تھا کہ جس طرح مرزا ٹیول



کی خاطر میرے پیچھے دوڑتے رہتے تھے۔ اور خوشامد کیا کرتے تھے۔ اسی طرح یہاں بھی آؤ بگت ہوگی۔ لیکن یہاں معاملہ ہی اُٹا نکلا۔ اس بات نے مجھے مزائیوں کی طرف سے بالکل بدظن کر دیا کہ وہ محض چندہ کی خاطر مجھ سے ظاہر طور پر اچھا سلوک کیا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد یہ حالت ہوئی ہے کہ وہ ہر وقت خدا کی یاد میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی محبت میں زیادہ زیادہ ترقی بخشے۔

حافظ عبد الواحد جو حافظ جندے دہلے کے نام سے مشہور تھے مزائیوں کے ساتھ خوب مناظرہ کیا کرتے تھے۔ مزائیوں کی رد میں انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ایک روز وہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے توہنی دیر کے بعد خدمت کر دیا۔ رات کو خواب میں جناب محلِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہوئی اور فرمایا کہ حافظ جندے دہلے کو تیس روپے دیدو۔ صبح اٹھ کر حافظ صاحب کی تلاش کی گئی۔ لیکن مدینہ میں حضرت صاحب نے روپے گن کر علیحدہ بطور امانت رکھ دیے کہ جب کسی بھی حافظ صاحب آئیں گے۔ انشاء اللہ دیدیے جائیں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد حافظ صاحب جندے دہلے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری امانت میرے پاس پڑی ہے۔ مہربانی فرما کر اسے قبول فرمائیے۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ حضور مجھے بھی اشارہ ہوا تھا۔ لیکن میں خود کسی سے سوال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اہل بات یہ تھی کہ مجھے مزائیوں کی رد میں ایک کتاب چھپوائی تھی۔ مگر میرے پاس رسم نہیں تھی یہ سب اسی لئے ہوا۔ حافظ صاحب نے رقم بخوشی قبول کر لی۔

حافظ جندے دہلے نے کوہ مری میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریقِ رحمت فرمائے۔ بہت ہی مقبول بارگاہِ رب الرحیم تھے۔ مزائیت کی تردید میں یہ طویل رکھتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے پیشوا کا دصال ہو چکا ہے۔ کیا مجھے آپ بیعت کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے پیشوا کے ساتھ یا تمہاری محبت نہیں تھی۔ اگر محبت ہے تو پہلی بیعت کافی ہے۔ مراقبہ میں مشغول رہا کرو۔ کیونکہ ایک کا مقبول تمام جہاں کا مقبول ایک کا مقبول ہے۔ جہاں کا مقبول ہے پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری بیعت کس جگہ ہے۔ اس نے عرض کی کہ میان شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرفیہ ہو آپ نے فرمایا۔ ایسے جگہاں بزرگ کے دصال کے بعد بھی تمہیں برابر فائدہ پہنچتا ہوگا۔ اپنے رشد کی دصایا پر۔ دل و جان سے پابند رہو۔ میان صاحب مرحوم فقیر کے پاس اکثر آیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ حافظ صاحب عید گاہ کا قصہ



مندرجہ ذیل سرود مناجات جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مرغوب خاطر تھیں۔ اکثر بوقت  
سحر و حار کرتے تھے یا دوستوں سے شکر کرتے۔ لہذا احباب کچھ طرز کزیمانی میں  
تضمین از ظفر بلو شاہ مناجات حکیم سمانی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پے دنیاویوں ہی ایک ایک کھٹ جان کھائی ندیا متل عقلی کا مجھے رستہ دکھائی  
کراچی میں ہے سب جھوٹ کے ہرزہ سرائی ملکاً ذکر تو گویم کہ تو پاک و خدائی  
نہ روم من بحر آں رہ کہ تو آں رہ بنمائی  
نہ بحر من بعد سے جیتا میرے دم میں یہ دم یہوں بیان محبت پر ترے میں یوں ہی حکم  
طلب فصل تری دل سے مرے ہونہ کسی کم ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ درکار تو پویم  
ہمہ توحید تو گویم کہ توحید سرائی  
چپ راست گروے تیری نصرت یاری نہ تیرا عرش سے تافرش اگر فیض ہو جاری  
کہے کیونکہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری تو خداوند یعنی تو خداوند یاری  
تو خداوند زبانی تو خداوند سمانی  
ظہر آتی ہے جہاں میں جو سپیدی و سیاہی فہم منع پر ہے تیرے خون رات گواہی  
سری یکتائی مبتلا ہے ہر اک شئی سے الہی تو زن و جفت نہ جونی تو خود خفت تو راہی  
احدا بے زن و جفتی ملکاً کام روائی  
نہ پریش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت  
نہ شراکت ہے کسی کی نہ کسی کی ہے قرابت نہ نیانت بولادت نہ بفرزند تو حاجت  
توحید الجبروتی تو ہمہ سدا لامرائی  
جسے تو چاہے میری ف جسے چاہے فقیری جسے تو چاہے بندگی جسے چاہے حقیری  
کرم و عنوسے کیونکہ کرے عذر پذیر تو کسی تو رحیمی تو سمیعی تو نصیری  
تو معزی تو مذلی ملک العرش بکائی  
انہ حرم پر بھی کرتا ہے تو رزق رسائی تیرے الطاف محروم نہ میخوار نہ زانی  
کہ تبتا ہے او را باقی اسرار نہائی ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را عیب تو دانی



ہمہ راز راز رسانی کہ تو با جود و عطائی

غرم و فہم سے گردلے کوئی بات تراشی کہ ہوا اول و آخر کی حقیقت کا تراشی

سے نزدیک ہوا اسکے ہے سب سے خراشی نہ بیک خلق تو بودی نہ بود خلق تو باشی

نہ تو خیر نہ نشینی نہ تو کا ہی نہ فزائی

رہی مہر و فتنائیں تیرے ہر چہ نہ خلائق نہ ادا پر وہ شمار ہو جو مثل ہے تیرے لایق

کہ وہ فوق اور ہے جس فوق مجھے سب تو فایق نہ پہری نہ کو اکبہ برو جی نہ وقت ایق

نہ مقامی نہ منازل نہ نشینی نہ بیائی

وہ توصیف تری رکھتی نہایت ہے درازی نگاہ تیرے کو چہ تری بے بندہ نوازی

تہلے کنہ حقیقت میں تری نکتہ طرازی بری از چون و چرائی بری از عجز و نیازی

بری از صورت و رنگی بری از عیب و خطائی

نہ تجھے دوست کی حاجت ہے نہ اندیشہ دشمن نہ تجھے کام ہے شہرت سے نہ شبوہ تراشون

نہ تجھے چاہئے مادی نہ تجھے چاہئے مسکن بری از خور و ن و خفتن بری از ہمت مردون

بری از بیم و امید بری از رنج و بلائی

نہ راز عالم عقلی و جوانی ہوئی پیری غم دنیا کی ہوس میں مجھے ہلکی یہ اسیری

نہ روار کھ میرے حق میں تو یہ خواری و حقیری تو عیسیٰ تو حکیمی تو خیر بری تو بصیری

تو نمائندہ عقلی تو سزاوار خدائی

تو اوصاف بیان کنی یا نہ ہے جو دھن جی دم تقریبے گنگی دم تحریر ہے لنگی

مری گو نوک زباں گنج معانی کی ہے گنجی نہ تو ان وصف تو گفتن کہ تو در وصف نہ گنجی

تو ان شرح تو کروں کہ تو در شرح نیائی

نہ بھر کہ ہر قدرت کہ تری دیکھے تجلی نہ خرد کہ ہے یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی

تیرے جور میں اسیر کہ صفت کیا کروں تیری احد لیس کفلی صمد لیس کفصلی

لین الملک تو گوئی کہ سزاوار خدائی

ظن اس وقت میں خاموش ہو کیا غنچہ کی مانند کہ یہ اشعار نہاجات کے یاد آئے اس چند

کہ نہ توصیف میں کس طرح تری اپنی زباں بند لبہ زندان رسانی ہم توحید تو گویند

نہ از آتش و فسخ بودش زود رہائی



# مناجات امولف

اس خداوند کریم و بے نیاز  
 تیری نافہرمانیوں کے ماسوا  
 نعمتیں کھا کھا تیری اے بادشاہ  
 کو انہی نعمت ہے جو تونے نہ دی  
 تو میرا معطلی و منعم ہے خدا  
 ہائے صد افسوس میں سو تار رہا  
 ظلم اپنی جان پر کرتا رہا  
 مرسب بے شرمیوں میں کی تباہ  
 آجکل کرتے ہوا لبریز جسم  
 کام کا بد وقت تھا وہ چل دیا  
 سو جتنا مجھ کو نہیں ہے کوئی ذہب  
 اک ذریعہ ہے فقط سب سے بڑا  
 تیرے بندوں کا وسیلہ آیا ہوں  
 ان کے کھدے اے میرے پروردگار  
 کرے حق میں قبول ان کی دعا  
 گرجہ یسکین ہے بڑھ کر بڑا  
 کر مجھے تو رد یا مجھ کو قبول  
 ہے مرا مانگہ اور دلان رسول



نَحْمَدُكَ يَا كَلْبُ

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱

شیخ حسن علیہ رحمۃ اللہ تألیف و طبع المحسن حمایت اسلام اور

فضل کریا رب مرے سال رسول پر رحم کر  
تجہ کو اپنی کبریائی کی قسم اے بے نیاز  
تجہ کو دیتا ہوں ترے خود دستِ کا واسطے  
تیری رحمت کے خزانے میں کمی کوئی نہیں  
میں کہوں بے واسطے کس منہ سے بخش کیلئے  
کر کرم مجھ پر محمد مصطفیٰ کے واسطے  
اس رسولِ بے نظروں کے بدل کا واسطے  
رحم فرما حضرت صدیق اکبر کے لئے  
حضرت سلمان فارسی بے ریا کی واسطے  
کر امام جعفر صادق کے صدقے میں عطا  
بائزید و بو الحسن اور ابو علی فارمیدی  
حشر کے دن یوسفؑ ہمراہی کا ساتھ ہو  
شاہ عبدالحق و شہ عارفؒ ریا گراہی  
محترم بابا سماسی حضرت مسیحؑ کا لال  
حضرت یعقوب چشتی اور عبید اللہ شاہ  
دین نقوس یا کبیرؒ کے صدقے میں رب الہ  
پیشدے صدقے میں یاربِ خواجہ درویش کے  
شیخ احمد خواجہ معصومؒ رحمۃ اللہ علیہ

دال مجھ آلودہ عصیاں پر رحمت کی قطر  
 مجھ میرا یا معصیت پر کردہ الفضل باز  
 غفل کا، رحمت کا بخشش کا، عطا کا واسطہ  
 کیوں ہوں شاکی جانتا ہوں ستم حق میں ہی نہیں  
 کچھ دیکھ لے پش کرنا ہوں سفارش کے لئے  
 فخر موجودات شاہِ دو سرا کے واسطہ  
 راز و بر خلوتِ بزمِ ازل کا واسطہ  
 عاشقِ دو دلادہِ احسنِ پیہر کے لئے  
 حضرت قائمِ امامِ اولیاء کے واسطہ  
 تو نجاتِ دائمی کا مجھ کو درِ بے بہا  
 یا الہی لاج رکھ لے اُن کے صدقے میں مری  
 ان کا دامنِ مقدس اور میرا ہاتھ ہو  
 خواجہ محمود و خدیوہ صاحبِ خلقِ نبی  
 حضرت خواجہ بہاؤ الدین و عطار اہلِ حال  
 حضرت خواجہ محمد زاہد اپنے دیں پناہ  
 دو جبینِ معصیت آلود سے داغِ گناہ  
 خواجہ اکنسی کی خواجہ باقی ہاشم کے لئے  
 خواجہ اشرف اور جمال اللہ مردِ اہلِ خیر



حضرت عیسیٰؑ اور فیض اللہ شاہؒ  
 بخشش ان کے لئے جو ہیں اللہ کے فضل سے  
 قبلہ عالم جناب حافظ عبد الکریمؒ  
 پیشانی مرحق و انانے رمز لا الہ  
 رحمت حق نے بلا کر لے لیا آغوش میں  
 میرے مرشد کے وہ نور العین سجادہ نشین  
 جنکا سینہ دولت و حید کا گنجینہ ہے  
 جنکے دم سے ہے فروغ شمع بزم عارفان

خواجہ نور محمدؒ نور بزم و شمع راہ  
 میرے آقا میرے مادی اور مرشد پر  
 حامل حکم شریعت صاحب حسن خلق عظیم  
 واقف راہ حقیقت فقر کی جائے پناہ  
 جا رہے فرود نیوں کے عالم ناموس شریف  
 حاجی حرمین حاجت گاہ اور باب نقیبین  
 قلب صافی جنکا حسن سلوک کا آئینہ ہے  
 خرم رفاں عبید الرحمن دستگیر بیکان

ان کے صدقے میں حسن حرام سب ہوں سرخرو  
 برقرار ان کی ہے دنیا و دین میں آبرو

## خاتمہ الطب

الحمد للہ کہ بفضل ایزدی و اکرام ترمذی حق سبحانہ کتاب مستطاب المسمیٰ کنز القدیم فی آثار الکریم  
 مشتمل بر مختصر حالات حیات طیبہ جناب شیخ المشائخ العظام سلطان العارفین برہان الواصلین غوث  
 صمدانی قطب بانی مقبول بارگاہ رب الرحیم جناب قبلہ عالم و عالمیاں حضرت حاجی حافظ محمد عبد الکریم  
 صاحب نقشبندی مجددی قدس اللہ سرہ الغریبید عبد الضعیف الخیف الراجی الی رحمۃ رب  
 العالمین بزمہ مسکین عالم دین و بسی محب الفقرا حاجی محمد علی و حاجی محمد زمان خادمان دربار عالیہ در مطبع  
 حمایت اسلام لاہور زیر اہتمام شیخ حسن الدین صاحب خادم آستانہ عالیہ انطباع یافت۔ و ھللی اللہ  
 تعالیٰ علی جسیبہ محمد و آلہ و اصحابہ و ذریاۃہ و اہلبیتہ بمعین الی یوم الدین آمین یا رب العالمین بجزمتک  
 یا رحم الراحمین۔

اللہم اغفر لؤلؤ لعدو لکاتبہ و لخالظہ و لغار یہ و لمن معی فیہ

یکم جون ۱۳۳۹ھ



